www.KitaboSunnat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿183﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزہ رکھنا اسی طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ ﴿183﴾

اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى

(روزے) گنتی کے چند دن ہیں، پھر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرلے اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں

الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ

(پھر نہ رکھیں) تو اس کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے، پھر اگر کوئی اپنی خوشی سے (زیادہ) نیکی کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اور تمھارا روزہ رکھنا

تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿184﴾

تمھارے لیے کہیں بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو ﴿184﴾

بدل میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ وصیت کو شرعی احکام کے مطابق کر کے جاری کر دے تاکہ وصیت کرنے والے کا مقصد پورا ہو جائے اور شرعی حکم بھی، اس قسم کی اصلاح اور تبدیلی میں کوئی حرج نہیں۔ و اللہ أعلم.

وصیت میں عدل کی فضیلت: امام عبدالرزاق نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ الْخَيْرِ سَبْعِينَ سَنَةً ، فَإِذَا أَوْصَى حَافَ فِي وَصِيَّتِهِ ، فَيُخْتَمُ لَهُ بِسُوءِ عَمَلِهِ ، فَيَدْخُلُ النَّارَ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ الشَّرِّ سَبْعِينَ سَنَةً فَيَعْدِلُ فِي وَصِيَّتِهِ فَيُخْتَمُ لَهُ بِخَيْرِ عَمَلِهِ، فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ] ''آدمی ستر سال تک نیک لوگوں کے سے اعمال کرتا رہتا ہے لیکن جب وصیت کرتا ہے تو اس میں ظلم کرتا ہے تو اس کے لیے اس کے برے عمل کی مہر لگا دی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور ایک شخص ستر سال تک برے لوگوں کے سے اعمال کرتا رہتا ہے لیکن وصیت میں عدل سے کام لیتا ہے تو اس کے لیے اس کے نیک عمل کی مہر لگا دی جاتی ہے تو وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت کریمہ بھی پڑھ لو: ﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ ﴾ (النسآء 4:13، 14) ''یہ اللہ کی حدیں ہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اسے اللہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدوں سے آگے نکلے گا تو اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔''[1]

---

[1] سنن ابن ماجه، الوصايا، باب الحيف في الوصية، حديث: 2704 و المصنف لعبدالرزاق، الوصايا، باب الحيف في الوصية والضرار......: 88/9، حديث: 16455. تفسیر ابن کثیر کے نسخوں میں ﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ﴾ درج ہے جو سبقت قلم ہے اور یہ تصحیح سنن ابن ماجہ اور مصنف عبدالرزاق سے کی ہے۔ مزید دیکھیے سنن أبي داود، حديث: 2867 و جامع الترمذي، حديث: 2117.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر آیات:184,183

روزے کا حکم: اللہ تعالیٰ اس امت کے مومنوں کو مخاطب کرتے ہوئے روزہ رکھنے کا حکم دے رہا ہے۔ روزہ یہ ہے کہ خالص اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لیے نیت کے ساتھ کھانے پینے اور جنسی تعلق سے رکا جائے۔ روزے میں نفوس کی پاکیزگی وطہارت کا سامان بھی ہے اور سفلی اختلاط اور رذیل اخلاق سے پاک وصاف کرنے کا اہتمام بھی، اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ اس نے جس طرح مومنوں پر روزے کو فرض قرار دیا ہے اسی طرح پہلے لوگوں پر بھی اسے فرض قرار دیا تھا، چنانچہ وہ لوگ ان کے لیے ایک نمونہ ہیں، لہٰذا انھیں چاہیے کہ اسے پہلے لوگوں کی نسبت زیادہ کامل طریقے سے سرانجام دیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ﴾ (المآئدۃ 5:48) ''ہم نے تم میں سے ہر ایک (فرقے) کے لیے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی شریعت پر کر دیتا لیکن وہ چاہتا ہے کہ تمھیں اس (کتاب) کے بارے میں آزمائے جو اس نے تمھیں دی ہے، چنانچہ تم نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔'' اور اسی وجہ سے یہاں فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝۱۸۳﴾ ''مومنو! تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم پرہیزگار بنو۔'' کیونکہ روزے میں بدن کے لیے تزکیہ بھی ہے اور شیطان کے راستوں کو تنگ کر دینے کا اہتمام بھی۔

اسی وجہ سے صحیحین کی حدیث سے یہ ثابت ہے: [يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ] ''اے گروہ نوجواناں! تم میں سے جو شادی کی استطاعت رکھے تو وہ شادی کر لے اور جسے استطاعت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے، یہ اس کی شہوت کو منقطع کر دے گا۔''[1] پھر اللہ تعالیٰ نے روزوں کی مقدار بیان فرمائی ہے کہ وہ گنتی کے چند دن ہیں تاکہ طبائع پر گراں نہ گزریں اور وہ ان کے ادا کرنے سے عاجز وقاصر نہ ہوں۔

امام بخاری ومسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی یہ حدیث بیان کی ہے کہ عاشوراء کا روزہ رکھا جاتا تھا اور جب رمضان کے روزوں کو فرض قرار دیا گیا تو جو چاہتا روزہ رکھ لیتا اور جو چاہتا نہ رکھتا۔[2] امام بخاری نے ابن عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ﴾ ''اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں

---

[1] صحیح البخاری، النکاح، باب قول النبی ﷺ: [من استطاع منکم الباءة......]، حدیث: 5065 وصحیح مسلم، النکاح، باب استحباب النکاح......، حدیث: 1400. [2] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾ (البقرة 2: 183)، حدیث: 4502 وصحیح مسلم، الصیام، باب صوم یوم عاشوراء، حدیث: 1125. [3] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾ (البقرة 2: 183)، حدیث: 4503,4501 وصحیح مسلم، الصیام، باب صوم یوم عاشوراء، حدیث: 1127,1126.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(لیکن رکھیں نہیں) وہ روزے کے بدلے محتاج کو کھانا کھلا دیں۔'' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابتدا میں حکم یہ تھا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ نہ رکھے اور اس کے بدلے ہر دن مسکین کو کھانا کھلا دے۔ اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو جو روزہ نہ رکھنا چاہتا وہ اس کے بدلے میں فدیہ ادا کر دیتا تھا حتی کہ اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی جس نے اسے منسوخ کر دیا۔[1] حدیث عبید اللہ، از نافع، از ابن عمر رضی اللہ عنہما میں بھی مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔[2]

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: ﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ ﴾ کے معنی ہیں کہ جو روزہ رکھنے میں تکلیف محسوس کرتے ہیں۔[3] یعنی جو چاہے روزہ رکھ لے اور جو چاہے افطار کر کے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔ اور ﴿ فَمَنْ تَطَوَّعَ ﴾ کے معنی ہیں کہ اگر وہ ایک اور مسکین کو بھی کھانا کھلا دے ﴿ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ۭ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾ ''تو یہ اس کے حق میں زیادہ اچھا ہے اور اگر سمجھو تو روزہ رکھنا ہی تمھارے حق میں بہتر ہے۔'' یہ حکم اسی طرح تھا حتی کہ اس آیت کریمہ نے اسے منسوخ کر دیا: ﴿ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ ﴾ (البقرۃ 2:185) ''تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو چاہیے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے۔''

مُعَمَّر مرد وعورت کے لیے روزے کا فدیہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۭ ﴾ کی تلاوت کرتے ہوئے سنا، پھر انھوں نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے بلکہ یہ ان بہت بڑی عمر کے مرد وعورت کے بارے میں ہے جو روزے کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں، وہ ہر دن کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔[4] اسی طرح دیگر کئی راویوں نے بھی سعید بن جبیر کے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ نسخ صحیح اور مقیم کے حق میں ثابت ہے کہ اب اس کے لیے روزہ رکھنا ہی واجب ہے اور یہ وجوب ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ ﴾ (البقرۃ 2:185) سے ثابت ہے۔ ہاں، البتہ بہت بوڑھے، شیخ فانی کے لیے جسے روزہ رکھنے کی استطاعت نہ ہو، یہ اجازت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے۔ اس کے لیے قضا بھی لازم نہیں ہوگی کیونکہ اس کے لیے ایسی حالت ممکن ہی نہیں جس میں وہ روزے کی قضا دے سکے، لہٰذا اس کے لیے واجب ہے کہ ہر دن کے عوض فدیہ دے دے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمۂ سلف نے اس کی تفسیر بیان فرمائی اور قرآن مجید کے ان الفاظ کو اس طرح پڑھا ہے: [وَعَلَى الَّذِينَ يُطَوَّقُونَهُ] یعنی جو روزہ رکھنے میں تکلیف محسوس کرتے ہیں۔[5] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر کئی

---

[1] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ ﴾ (البقرۃ 2:185)، حدیث: 4507. [2] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ ﴾ (البقرۃ 2:185)، حدیث: 4506. [3] تفسیر الطبری: 187/2. [4] صحیح البخاری، التفسیر، باب قولہ تعالیٰ: ﴿ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ ...... ﴾ (البقرۃ 2:184)، حدیث: 4505. [5] تفسیر الطبری: 187/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت کی واضح اور حق کو باطل سے جدا کرنے والی

وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ

دلیلیں ہیں، پھر تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے تو اسے چاہیے کہ اس کے روزے رکھے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں گنتی پوری

مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا

کرے۔ اللہ تمھارے لیے آسانی چاہتا ہے اور وہ تمھارے لیے تنگی نہیں چاہتا اور تاکہ تم گنتی پوری کرو اور اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمھیں

اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿185﴾

ہدایت دی اور تاکہ تم شکر کرو ﴿185﴾

صحابہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام بخاری نے بھی اس قول کو پسند کیا ہے کہ شیخ کبیر کو جب روزہ رکھنے کی استطاعت نہ ہو تو وہ فدیہ دے دے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بڑھاپے میں ایک یا دو سال ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو روٹی گوشت کھلایا اور روزہ نہ رکھا۔ (1)

یہ روایت جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقاً بیان کیا ہے، اسے حافظ ابویعلیٰ موصلی نے اپنی مسند میں ایوب بن ابوتمیمہ سے با سند بھی روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اس قدر کمزور ہو گئے کہ روزہ نہیں رکھ سکتے تھے تو انھوں نے گوشت روٹی کے بڑے بڑے پیالے تیار کروائے اور تیس مسکینوں کو بلا کر کھانا کھلایا۔ (2)

اسی طرح حمل والی اور اپنے بچے کو دودھ پلانے والی خواتین کو بھی جب روزے کی وجہ سے اپنے یا اپنے بچے کے بارے میں خدشہ ہو تو وہ بھی روزے کا فدیہ دے دیں، ان کے لیے روزے کی قضا نہیں ہو گی۔

تفسیر آیت:185

رمضان کی فضیلت اور اس میں قرآن کا نزول: اللہ تعالیٰ ماہ صیام کی تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اس نے قرآن عظیم کے نزول کے لیے دیگر مہینوں میں سے اس کا انتخاب فرمایا ہے۔ اسی طرح حدیث میں ہے کہ دیگر انبیائے کرام پر بھی آسمانی کتابوں کو اسی مہینے میں نازل کیا گیا تھا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے واثلہ بن اسقع سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أُنْزِلَتْ صُحُفُ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَام فِي أَوَّلِ لَيْلَةٍ مِّنْ رَّمَضَانَ ، وَأُنْزِلَتِ التَّوْرَاةُ لِسِتٍّ مَّضَيْنَ مِنْ رَّمَضَانَ ، وَالْإِنْجِيلُ لِثَلَاثَ عَشْرَةَ خَلَتْ مِنْ رَّمَضَانَ وَأُنْزِلَ الْفُرْقَانُ لِأَرْبَعٍ وَّعِشْرِينَ خَلَتْ مِنْ رَّمَضَانَ] ”صحف ابراہیم رمضان کی پہلی رات، تورات رمضان کی چھٹی رات، انجیل رمضان کی تیرھویں رات اور قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے رمضان کی چوبیسویں رات میں نازل فرمایا ہے۔“ (3)

(1) صحیح البخاری، التفسیر، باب قولہ تعالیٰ: ﴿أَيَّامًا مَّعْدُودٰتٍ﴾ ...... (البقرۃ 2:184)، قبل الحدیث: 4505.
(2) مسند أبی یعلیٰ: 204/7، حدیث: 4194. (3) مسند أحمد: 107/4. اور دیکھیے السلسلۃ الصحیحۃ: 1575.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید کی فضیلت: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ۚ ﴾ ''جو لوگوں کا راہنما ہے اور (جس میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور جو (حق و باطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے۔'' یہ اس قرآن مجید کی تعریف ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان بندوں کے دلوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا ہے جو اس پر ایمان لائیں، تصدیق کریں اور اس کی پیروی کریں، نیز اس میں فہم و تدبر کرنے والوں کے لیے بیّن، واضح اور روشن دلائل و براہین بھی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اس میں ضلالت کے مقابلے میں جس ہدایت، سرکشی کے مقابلے میں جس رشد و بھلائی اور حق و باطل اور حلال و حرام میں جو تفریق کی گئی ہے وہ بالکل صحیح ہے۔

ماہ رمضان کے روزوں کا وجوب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ ﴾ ''تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو تو اسے چاہیے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے۔'' اور اس جملے میں رمضان کے روزے کو ہر اس شخص کے لیے واجب و فرض قرار دیا جا رہا ہے جو اس مہینے میں موجود ہو، یعنی ماہ رمضان میں وہ اپنے شہر میں مقیم ہو اور جسمانی طور پر تندرست ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ضرور روزے رکھے۔ اس آیت نے اس سابقہ اباحت کو منسوخ کر دیا کہ صحیح مقیم شخص روزہ نہ رکھنے کے عوض ہر دن ایک مسکین کو (دو وقت) کھانا کھلا دے جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔[1]

جب روزے کو حتمی فریضہ قرار دیا تو دوبارہ پھر اس بات کا ذکر فرما دیا کہ مریض و مسافر کے لیے روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے اور شرط یہ ہے کہ وہ بعد میں قضا دے لیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ ﴾ ''اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں (روزے رکھ کر) گنتی پوری کر لے۔'' یعنی جو شخص جسمانی طور پر بیمار ہو اور روزہ رکھنا اس کے لیے (بہت) گراں یا تکلیف دہ ہو یا وہ حالت سفر میں ہو تو جتنے دن وہ روزے نہ رکھ سکے، اتنے دن بعد میں روزے رکھ لے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ؗ ﴾ ''اللہ تمھارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور وہ تمھارے حق میں سختی نہیں چاہتا۔'' یعنی مقیم اور تندرست شخص کے لیے روزہ رکھنا اگرچہ ایک حتمی فریضہ ہے تاہم آسانی اور رحمت و شفقت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے سفر اور مرض کی حالت میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت عطا فرما دی ہے۔

سفر سے متعلق روزے کے کچھ مسائل: سنت سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ فتح مکہ کے موقع پر ماہ رمضان میں سفر پر نکلے تھے اور جب آپ مقام کَدِید پر پہنچے تو روزہ افطار فرمایا اور لوگوں کو بھی حکم دیا کہ وہ روزہ افطار کر لیں۔[2] یہ حتمی طور پر فرض نہیں کہ سفر میں ضرور افطار کیا جائے بلکہ اختیار ہے کہ اگر کوئی چاہے تو روزہ رکھ لے اور اگر چاہے تو افطار کر لے کیونکہ راوی (ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ جب ہم ماہ رمضان میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلتے تو ہم میں سے کچھ لوگوں نے روزہ رکھا ہوتا تھا اور کچھ نے نہیں۔ روزہ رکھنے والے نہ رکھنے والوں پر اور نہ رکھنے والے رکھنے والوں پر کوئی الزام نہیں

---

[1] دیکھیے البقرۃ، آیت: 184 کے ذیل میں۔ [2] صحیح البخاری، الصوم، باب إذا صام أیامًا من رمضان ثم سافر، حدیث: 1944 وصحیح مسلم، الصیام، باب جواز الصوم والفطر فی شهر رمضان للمسافر......، حدیث: 1113 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگاتے تھے۔[1] اگر حالت سفر میں روزہ نہ رکھنا ہی واجب ہوتا تو روزہ رکھنے سے رسول اللہ ﷺ منع فرما دیتے۔

آپ ﷺ سے بھی حالت سفر میں روزہ رکھنا ثابت ہے جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ماہ رمضان میں سخت گرمی میں نکلے حتی کہ گرمی کی شدت کے باعث مجبور ہو کر ہم اپنے ہاتھ سر پر رکھ لیتے تھے اور ہم میں رسول اللہ ﷺ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور نے روزہ نہیں رکھا ہوا تھا۔[2]

رخصت پر عمل کرنا افضل ہے: رخصت پر عمل کے پیش نظر سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے اور اس وجہ سے بھی کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ سے سفر میں روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: [هِيَ رُخْصَةٌ مِّنَ اللّٰهِ فَمَنْ أَخَذَبِهَا فَحَسَنٌ وَّمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّصُومَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ] ''یہ اللہ کی طرف سے رخصت ہے جس نے اس کو لیا تو اچھا ہے اور جس کو روزہ رکھنا پسند ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔''[3]

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: [عَلَيْكُمْ بِرُخْصَةِ اللّٰهِ الَّتِي رَخَّصَ لَكُمْ] ''تم اللہ تعالیٰ کی اس رخصت کو قبول کرو جو اس نے تمھیں عطا فرمائی ہے۔''[4]

ایک جماعت کا کہنا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا یا نہ رکھنا دونوں برابر ہیں کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں روزے کثرت سے رکھتا ہوں تو کیا سفر میں بھی روزہ رکھ لیا کروں؟ آپ نے فرمایا: [إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ] ''اگر چاہو تو روزہ رکھ لو اور اگر چاہو تو نہ رکھو۔'' یہ حدیث صحیحین میں ہے۔[5]

اس مسئلے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر روزہ گراں گزرے تو نہ رکھنا افضل ہے کیونکہ حدیث جابر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس پر سایہ کیا جا رہا تھا، آپ نے فرمایا: [مَا هٰذَا ؟ فَقَالُوا: صَائِمٌ ، فَقَالَ: لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ] ''یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ایک روزے دار ہے تو آپ نے فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔''[6]

کیا روزوں کی قضا میں تسلسل ضروری ہے؟ قضا کے لیے یہ واجب نہیں ہے کہ روزے مسلسل رکھے جائیں، کوئی چاہے تو مسلسل بھی رکھ سکتا ہے اور متفرق طور پر بھی، دلائل سے یہی ثابت ہے کیونکہ مسلسل رکھنا تو رمضان میں روزے رکھنے کی وجہ سے واجب ہے اور رمضان کے بعد واجب یہ ہے کہ جتنے دنوں کے وہ روزے نہیں رکھ سکا اتنے دنوں کے

---

[1] صحیح مسلم، الصیام، باب جواز الصوم والفطر......، حدیث:1116. [2] صحیح البخاری، الصوم، باب:35، حدیث:1945 و صحیح مسلم، الصیام، باب التخییر فی الصوم والفطر فی السفر، حدیث:1122. [3] صحیح مسلم، الصیام، باب التخییر فی الصوم والفطر فی السفر، حدیث:(107)1121 عن حمزة بن عمرو الأسلمی رضی اللہ عنہ. [4] صحیح مسلم، الصیام، باب جواز الصوم والفطر فی شهر رمضان للمسافر......، حدیث:1115 و سنن النسائی، الصیام، باب العلة التی من أجلها ......، حدیث:2260 و اللفظ له عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ. [5] صحیح البخاری، الصوم، باب الصوم فی السفر والإفطار، حدیث:1943 و صحیح مسلم، الصیام، باب التخییر فی الصوم والفطر فی السفر، حدیث:1121. [6] صحیح البخاری، الصوم، باب قول النبی ﷺ لمن ظلل علیه......، حدیث:1946 و صحیح مسلم، الصیام، باب جواز الصوم والفطر فی شهر رمضان للمسافر......، حدیث:1115.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ روزے رکھ لے، خواہ مسلسل طور پر یا متفرق۔① اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ﴾ ''تو دوسرے دنوں میں (روزے رکھ کران کی) گنتی پوری کر لے۔''

آسانی نہ کہ سختی: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ﴾ ''اللہ تمھارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور وہ تمھارے حق میں سختی نہیں چاہتا۔'' امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا وَسَكِّنُوا وَلَا تُنَفِّرُوا] ''آسانی پیدا کرو اور مشکل میں نہ ڈالو، تسکین دلاؤ اور متنفر نہ کرو۔''② اسے امام بخاری و مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔③

صحیحین ہی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت معاذ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو یمن بھیجا تو فرمایا: [يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا ، بَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا ، وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا] ''تم دونوں آسانی پیدا کرنا، مشکل میں نہ ڈالنا، خوش خبری سنانا نفرت نہ دلانا، باہمی اتفاق سے رہنا اور آپس میں اختلاف نہ کرنا۔''④ کتب سنن اور مسانید میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [بُعِثْتُ بِالْحَنِيفِيَّةِ السَّمْحَةِ] ''مجھے آسان، سچے دین حنیف کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے۔''⑤

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ ﴾ ''اللہ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے نہ کہ تنگی کا تاکہ تم گنتی کو پورا کرو۔'' کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مرض، سفر اور اس طرح کے دیگر عذروں کی حالت میں تمھیں روزہ نہ رکھنے کی اس لیے رخصت دی ہے کہ وہ تمھارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور نہ رکھے گئے روزوں کی قضا کا حکم اس لیے دیا ہے تاکہ تم اپنے مہینے کے روزوں کی تعداد کو پورا کر لو۔

عبادت کی تکمیل پر اللہ کا ذکر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ﴾ ''اور اس احسان کے بدلے کہ اللہ نے تم کو ہدایت بخشی ہے تم اس کی بڑائی بیان کرو۔'' یعنی جب تم اپنی اس عبادت کو پورا کر لو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ﴾ (البقرة 2:200) ''پھر جب تم حج کے ارکان پورے کر چکو تو (منیٰ میں) اللہ کو یاد کرو جس طرح تم اپنے باپ دادا کو یاد کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔''

اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ ﴾ (الجمعة 62:10) ''پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرتے رہو

① قضا کے روزوں کو مسلسل یا متفرق طور پر رکھنے کے لیے دیکھیے الموطأ للإمام مالك ، الصيام ، باب ما جاء في قضاء رمضان: 93/1 ، و سنن الدار قطني ، الصيام ، باب القبلة للصائم ، حديث: 2292,2291 و المحلّٰى لابن حزم: 261/6 ، مسئلة: 768 و تفسير القرطبي: 281/2. ② مسند أحمد: 131/3. ③ صحيح البخاري ، الأدب ، باب قول النبي ﷺ: [يسروا ولا تعسروا] ، حديث: 6125 و صحيح مسلم ، الجهاد ، باب في الأمر بالتيسير و ترك التنفير ، حديث: 1734. ④ صحيح البخاري ، الجهاد والسير ، باب مايكره من التنازع...... ، حديث: 3038 و صحيح مسلم ، الجهاد ، باب في الأمر بالتيسير و ترك التنفير ، حديث: 1733. ⑤ مسند أحمد: 266/5 و صحيح البخاري ، الإيمان ، باب الدين يُسرٌ ، قبل الحديث: 39 عن أبي أمامة رضي الله عنه.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ

اور (اے نبی!) جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو بے شک میں قریب ہوں، میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں،

فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿186﴾

جب بھی وہ مجھ سے دعا کرے، پس چاہیے کہ وہ بھی میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں ﴿186﴾

تا کہ تم نجات پاؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝ ﴾ (قٓ 40,39:50) ''اور آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو اور رات کے بعض اوقات میں بھی اور نماز کے بعد بھی اس (کے نام) کی تنزیہ کیا کرو۔'' اسی وجہ سے سنت سے یہ ثابت ہے کہ فرض نمازوں کے بعد تسبیح، تحمید اور تکبیر (سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَللّٰہُ أَکْبَرُ) پڑھنا مستحب ہے۔[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مکمل ہونے کا علم تکبیر (اللہ أکبر) سے ہوتا تھا۔[2] اسی آیت کریمہ سے بہت سے علماء نے عید الفطر میں تکبیروں کے پڑھنے کا استدلال کیا ہے۔ ﴿ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿185﴾ ﴾ یعنی جب تم اس کے فرائض کو ادا کر کے، اس کے محرمات کو ترک کر کے اور اس کی حدود کی حفاظت کر کے اس کی اطاعت بجالاؤ گے تو اس کا شکر ادا کر سکو گے۔

تفسیر آیت:186

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی پکار کو سنتا ہے: امام احمد رحمہ اللہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوے میں تھے کہ ہم جب بھی کسی ٹیلے پر چڑھتے یا کسی وادی میں اترتے تو بلند آواز سے تکبیریں کہتے تو رسول اکرم ﷺ ہمارے قریب تشریف لائے اور آپ ﷺ نے فرمایا: [أَيُّهَا النَّاسُ! اِرْبَعُوا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ، فَإِنَّكُمْ مَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا، إِنَّمَا تَدْعُونَ سَمِيعًا بَصِيرًا، إِنَّ الَّذِي تَدْعُونَ أَقْرَبُ إِلٰى أَحَدِكُمْ مِّنْ عُنُقِ رَاحِلَتِهِ، يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ! أَلَا أُعَلِّمُكَ كَلِمَةً مِّنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ؟ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ] ''لوگو! اپنے آپ پر رحم کرو، تم کسی بہرے یا غائب کو تو نہیں پکارتے بلکہ تم تو اس ذات گرامی کو پکارتے ہو جو خوب سنتا اور خوب دیکھنے والا ہے جس ذات گرامی کو تم پکارتے ہو وہ تو تم سے تمھاری سواری کی گردن سے بھی قریب تر ہے (پھر آپ ﷺ نے فرمایا:) اے عبداللہ بن قیس! کیا میں تمھیں جنت کے خزانوں میں سے ایک کلمہ نہ سکھاؤں؟ اور وہ کلمہ ہے: [لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ] ''تیری توفیق کے بغیر نہ کوئی گناہ سے بچ سکتا ہے اور نہ نیکی ہی کر سکتا ہے۔''[3]

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ

---

[1] دیکھیے صحیح البخاری، الأذان، باب الذکر بعد الصلاۃ، حدیث:843. [2] صحیح البخاری، الأذان، باب الذکر بعد الصلاۃ، حدیث:842. [3] مسند أحمد:402/4 و صحیح البخاري، الدعوات، باب الدعاء إذا علا عقبة، حدیث:6384 و صحیح مسلم، الذکر والدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذکر......، حدیث:2704.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَبۡدِی بِی وَأَنَا مَعَهٗ إِذَا دَعَانِی] ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے اس گمان کے مطابق ہوں جو وہ میرے بارے میں رکھتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے۔''①

دعا قبول کی جاتی ہے، ضائع نہیں ہوتی: امام احمد رحمۃ اللہ ہی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:[مَا مِنۡ مُّسۡلِمٍ یَّدۡعُو اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ بِدَعۡوَةٍ لَّیۡسَ فِیهَا إِثۡمٌ وَّلَا قَطِیعَةُ رَحِمٍ ، إِلَّا أَعۡطَاهُ اللّٰهُ بِهَا إِحۡدٰی ثَلَاثٍ: إِمَّا أَنۡ تُعَجَّلَ لَهٗ دَعۡوَتُهٗ ، وَإِمَّا أَنۡ یَّدَّخِرَهَا لَهٗ فِی الۡآخِرَةِ ، وَإِمَّا أَنۡ یَّصۡرِفَ عَنۡهُ مِنَ السُّوءِ مِثۡلَهَا، قَالُوا: إِذًا نُّكۡثِرُ ؟ قَالَ : اللّٰهُ أَكۡثَرُ] ''جب بھی کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ سے ایسی دعا کرے جس میں کوئی گناہ کی بات یا قطع رحمی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے تین باتوں میں سے ایک ضرور عطا فرما دیتا ہے، یا تو اس کی دعا کو فوراً قبول فرما لیتا ہے یا اسے آخرت کے لیے ذخیرہ فرما دیتا ہے یا اس دعا کی برکت سے اسی طرح کی کسی مصیبت کو دور فرما دیتا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: پھر تو ہم کثرت سے دعائیں کریں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی رحمت بھی بہت زیادہ اور بے پایاں ہے۔''②

عبداللہ بن امام احمد نے جُبیر بن نُفیر سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ان (جبیر بن نفیر) سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:[مَا عَلٰی ظَهۡرِ الۡأَرۡضِ مِنۡ رَّجُلٍ مُّسۡلِمٍ یَّدۡعُو اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ بِدَعۡوَةٍ إِلَّا آتَاهُ اللّٰهُ إِیَّاهَا، أَوۡ كَفَّ عَنۡهُ مِنَ السُّوءِ مِثۡلَهَا مَا لَمۡ یَدۡعُ بِإِثۡمٍ أَوۡ قَطِیعَةِ رَحِمٍ] ''روئے زمین پر جو بھی مسلمان آدمی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرما لیتا ہے یا اس کی دعا کی وجہ سے اسی طرح کی کسی مصیبت کو دور کر دیتا ہے بشرطیکہ وہ کوئی ایسی دعا نہ کرے جس میں گناہ یا قطع رحمی کی کوئی بات ہو۔''③

امام مالک نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[یُسۡتَجَابُ لِأَحَدِكُمۡ مَّا لَمۡ یَعۡجَلۡ، یَقُولُ : دَعَوۡتُ فَلَمۡ یُسۡتَجَبۡ لِی] ''تم میں سے ہر ایک کی دعا قبول ہوتی ہے بشرطیکہ وہ عجلت سے کام نہ لے (عجلت یہ ہے کہ) وہ کہے کہ میں دعا کرتا ہوں مگر میری دعا تو قبول ہی نہیں ہوتی۔'' صحیحین میں بھی یہ حدیث بروایت امام مالک ہے اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔④

امام مسلم نے بھی آپ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:[لَا یَزَالُ یُسۡتَجَابُ لِلۡعَبۡدِ مَا لَمۡ یَدۡعُ بِإِثۡمٍ أَوۡ قَطِیعَةِ رَحِمٍ مَّا لَمۡ یَسۡتَعۡجِلۡ، قِیلَ : یَا رَسُولَ اللّٰهِ ! مَا الۡإِسۡتِعۡجَالُ ؟ قَالَ: یَقُولُ : قَدۡ دَّعَوۡتُ وَ قَدۡ دَّعَوۡتُ، فَلَمۡ أَرَ یَسۡتَجِیبُ لِی ، فَیَسۡتَحۡسِرُ عِنۡدَ ذٰلِكَ وَیَدَعُ الدُّعَاءَ] ''بندے کی دعا ہمیشہ شرف قبولیت سے نوازی جاتی ہے بشرطیکہ وہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے اور جلدی نہ کرے۔ عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! جلدی کرنے سے کیا

① مسند أحمد:210/3. ② مسند أحمد:18/3. ③ مسند أحمد:329/5 وجامع الترمذی، الدعوات، باب فی انتظار الفرج وغیرذلك، حدیث:3573. ④ صحیح البخاری، الدعوات، باب یُستجاب للعبد مالم یعجل، حدیث: 6340 وصحیح مسلم، الذكر والدعاء، باب بیان أنه یستجاب للداعی مالم یعجل...... ،حدیث:2735 والموطأ للإمام مالك ، القرآن، باب ماجاء فی الدعاء:73/1، حدیث:506.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللّٰهُ

تمھارے لیے روزے کی رات کو اپنی عورتوں کے ساتھ صحبت کرنا حلال کر دیا گیا ہے، وہ تمھارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔ اللہ نے

أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ

جان لیا کہ بے شک تم اپنے آپ سے خیانت کرتے تھے، چنانچہ اس نے تم پر توجہ فرمائی اور تمھیں معاف کر دیا، اس لیے اب تم ان سے ہم بستری کر سکتے

اللّٰهُ لَكُمْ ۪ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪

ہو اور اللہ نے تمھارے لیے جو لکھ رکھا ہے وہ تلاش کرو، اور کھاؤ اور پیو حتی کہ تمھارے لیے صبح کی سفید دھاری کالی دھاری سے واضح

ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَأَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ ۗ تِلْكَ

(روشن) ہو جائے، پھر تم روزے کو رات تک پورا کرو اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھو تو اپنی عورتوں سے ہم بستری نہ کرو

حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿187﴾

یہ اللہ کی حدیں ہیں، لہٰذا تم ان کے قریب مت جاؤ' اللہ لوگوں کے لیے اپنی آیتیں اسی طرح بیان فرماتا ہے تاکہ وہ متقی بنیں ﴿187﴾

مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ وہ کہے میں نے تو بہت دعا کی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ میری دعا قبول نہیں ہوگی، پھر وہ مایوس ہو کر دعا ترک ہی کر دے۔''[1]

امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اَلْقُلُوبُ أَوْعِيَةٌ وَّ بَعْضُهَا أَوْعٰى مِنْ بَعْضٍ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ أَيُّهَا النَّاسُ! فَاسْأَلُوهُ وَأَنْتُمْ مُّوقِنُونَ بِالْإِجَابَةِ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيبُ لِعَبْدِهٖ دَعَاهُ عَنْ ظَهْرِ قَلْبٍ غَافِلٍ] ''دل برتنوں کی طرح ہیں اور بعض، بعض کی نسبت زیادہ یاد رکھنے والے ہیں، اے لوگو! تم جب اللہ سے سوال کرو تو اس سے اس طرح سوال کرو کہ تمھارے دل قبولیت کے یقین سے سرشار ہوں کیونکہ جو شخص غافل دل کے ساتھ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو شرف قبولیت سے نہیں نوازتا۔''[2]

تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی: مسند امام احمد، سنن ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [ثَلَاثَةٌ لَّا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ: اَلْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَالصَّائِمُ حِينَ يُفْطِرُ، وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ، يَرْفَعُهَا اللّٰهُ دُونَ الْغَمَامِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَتُفْتَحُ لَهَا أَبْوَابُ السَّمَآءِ، وَ يَقُولُ: بِعِزَّتِي! لَأَنْصُرَنَّكِ وَ لَوْ بَعْدَ حِينٍ] ''تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی: (1) امام عادل (2) روزے دار کی، روزہ افطار کرنے کے وقت اور (3) مظلوم کی دعا۔ اسے اللہ تعالیٰ روز قیامت بادلوں سے بھی اوپر اٹھائے گا اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا: مجھے اپنی عزت کی قسم! میں ضرور تیری مدد کروں گا، خواہ کچھ عرصہ بعد ہی سہی۔''[3]

---

[1] صحیح مسلم، الذکر والدعاء، باب بیان أنه یستجاب للداعی مالم یعجل......، حدیث:2735. [2] مسند أحمد: 177/2. [3] مسند أحمد:305/2 و جامع الترمذی، الدعوات، باب: [سبق المُفَرِّدون......]، حدیث:3598 و سنن ابن ماجه، الصیام، باب فی الصائم لاترد دعوته، حدیث:1752 واللفظ له. البتہ لفظ [حین] جامع ترمذی کے مطابق ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر آیت:187

رمضان کی راتوں میں کھانے پینے اور مباشرت کی اجازت: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کے لیے رخصت اور اس حکم میں تبدیلی ہے جو ابتدائے اسلام میں تھا کہ افطار کے بعد عشاء تک کھانا پینا اور مباشرت کرنا حلال تھا جب کوئی نماز عشاء ادا کر لیتا یا سو جاتا تو اگلی رات تک کھانا پینا اور مباشرت کرنا حرام ہو جاتا تھا جس کی وجہ سے بہت زیادہ مشقت کا سامنا تھا۔ اس آیت کریمہ میں: رَفَث کے معنی مباشرت کرنے کے ہیں جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، عطاء، مجاہد، سعید بن جبیر، طاؤس، سالم بن عبداللہ، عمرو بن دینار، حسن، قتادہ، زہری، ضحاک، ابراہیم نخعی، سدی، عطاء خراسانی اور مُقاتِل بن حَیّان رحمہم اللہ کا قول ہے۔[1]

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، حسن، قتادہ، سدی اور مُقاتِل بن حَیّان رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ وہ تمھارے لیے وجۂ تسکین ہیں اور تم ان کے لیے وجۂ تسکین ہو۔[2] ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ تمھارے لیے لحاف ہیں اور تم ان کے لیے لحاف ہو۔[3]

حاصل کلام یہ ہے کہ مرد وعورت میں سے ہر ایک دوسرے کے ساتھ اختلاط کرتا، چھوتا اور لپٹتا ہے، لہٰذا مناسب یہی تھا کہ ان کے لیے رمضان کی راتوں میں بھی صحبت کی اجازت ہوتی تا کہ انھیں کوئی دشواری اور حرج محسوس نہ ہو۔

اس آیت کریمہ کے نزول کا سبب وہی ہے جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی طویل حدیث کی روشنی میں قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔[4] اور ابو اسحاق نے بھی براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اگر کوئی شخص روزے کی حالت میں ہوتا اور وہ روزہ افطار کرنے سے قبل سو جاتا تو اگلی رات کی آمد تک کھا، پی نہیں سکتا تھا۔ قَیس بن صِرمہ انصاری رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا ہوا تھا اور دن بھر اپنی زمین میں کام بھی کرتے رہے تھے۔ افطار کے وقت بیوی سے پوچھا کھانے کے لیے کچھ ہے؟ تو اس نے جواب دیا: نہیں، البتہ میں جاتی ہوں اور کہیں سے کچھ لاتی ہوں، اتنے میں ان کی آنکھ لگ گئی اور سو گئے۔ بیوی واپس آئی تو انھیں دیکھا کہ سو گئے ہیں، کہنے لگی: ہائے افسوس! تم تو سو گئے؟ اگلے دن جب دوپہر ہوئی تو یہ بے ہوش ہو گئے۔ اس واقعہ کا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ذکر کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے: ﴿اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ﴾ تا ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ آیت نازل فرما دی جس سے حضرات صحابۂ کرام کو بے حد خوشی ہوئی۔[5]

صحیح بخاری میں ابو اسحاق کے طریق سے الفاظ یہ ہیں کہ میں نے براء رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب رمضان کے روزے کا حکم نازل ہوا تو لوگ سارا رمضان عورتوں کے قریب نہ جاتے تھے جبکہ کچھ لوگ اپنے نفسوں کی خیانت کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس

---

① تفسیر ابن أبي حاتم:315/1. ② تفسیر ابن أبي حاتم:316/1. ③ تفسیر ابن أبي حاتم:316/1. ④ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت مفصل تفسیر ابن کثیر میں سورۂ بقرہ کی آیت:184 کے ذیل میں مذکور ہے۔ اور یہ روایت سنن أبي داود، الصلاة، باب کیف الأذان؟ حدیث:507 و مسند أحمد:246/5، 247 وغیرہ میں ہے، نیز دیکھیے إرواء الغلیل:4/17-24، حدیث:912. ⑤ تفسیر الطبری:224/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت کریمہ کو نازل فرما دیا: ﴿عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ﴾ ’’اللہ کو معلوم ہے کہ تم (ان کے پاس جانے سے) اپنے آپ سے خیانت کرتے تھے، سواس نے تم پر مہربانی کی اور تم سے درگزر فرمایا۔‘‘①

علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مسلمان جب ماہ رمضان میں نماز عشاء ادا کر لیتے تو اگلی رات تک عورتیں اور کھانا حرام ہو جاتا تھا، پھر کچھ لوگ رمضان میں نماز عشاء کے بعد عورتوں کے قریب چلے گئے اور انھوں نے کھانا بھی کھا لیا، انھی میں سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے تو انھوں نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ﴾ عوفی نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ ’’اور اللہ نے تمھارے لیے جو چیز لکھ رکھی ہے اس کو (اللہ سے) طلب کرو۔‘‘ حضرت ابوہریرہ، ابن عباس، انس رضی اللہ عنہم، قاضی شریح، مجاہد، عِکرِمہ، سعید بن جبیر، عطاء، ربیع بن انس، سدی، زید بن اسلم، حَکَم بن عُتَیبہ، مُقاتِل بن حَیّان، حسن بصری، ضحاک، قتادہ رحمہم اللہ اور دیگر بہت سے مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اولاد ہے۔③ قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس رخصت کو طلب کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے لکھ رکھی ہے۔ اور سعید نے قتادہ سے یہ روایت کیا ہے: ﴿وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو تمھارے لیے حلال قرار دے دیا ہے اسے طلب کرو۔④

سحری کا آخری وقت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ﴾ ’’اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے، پھر روزہ (رکھ کر) رات تک پورا کرو۔‘‘ اب اللہ تعالیٰ نے رات کو کھانے پینے کی بھی اجازت فرما دی جیسا کہ قبل ازیں یہ اجازت عطا فرمائی تھی کہ رات کو جس وقت چاہے روزے دار مباشرت کر سکتا ہے حتی کہ ظلمت شب سے سپیدۂ سحر نمودار ہو جائے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے سفید اور سیاہ دھاری سے تعبیر فرمایا ہے اور رفعِ اِلتباس کے لیے ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ کے الفاظ بھی ذکر فرما دیے ہیں جیسا کہ اس حدیث میں بھی ہے جسے ابوعبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ پہلے ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ﴾ کے الفاظ نازل ہوئے تھے اور اس کے ساتھ ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ کے الفاظ نازل نہیں ہوئے تھے تو روزہ رکھنے والے کچھ لوگ اپنے دونوں پاؤں کے پاس سفید اور سیاہ دھاگے باندھ لیتے اور اس وقت تک کھاتے پیتے رہتے جب تک ان میں فرق نمایاں طور پر نظر نہ آنے لگتا، پھر اللہ تعالیٰ نے ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ کے الفاظ نازل فرما دیے جس سے معلوم ہو گیا کہ اس سے مراد رات اور دن ہے۔⑤

① صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلٰى نِسَآئِكُمْ﴾ (البقرة2:187)، حديث:4508. ② تفسير الطبري:225,224/2. ③ تفسير الطبري:231,230/2 وتفسير ابن أبي حاتم:317/1. ④ تفسير الطبري: 231/2. ⑤ صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا﴾...... (البقرة 2:187)، حديث:4511.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام بخاری رحمہ اللہ نے شعبی سے اور انھوں نے حضرت عدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عدی رضی اللہ عنہ نے ایک سیاہ اور ایک سفید دھاگا لے لیا اور رات کو انھیں دیکھا تو دونوں میں فرق واضح نہ ہو سکا، صبح ہوئی تو انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں نے دھاگے اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیے تھے، آپ نے فرمایا: [إِنَّ وِسَادَكَ إِذًا لَّعَرِيضٌ، أَنْ كَانَ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ وَالْأَسْوَدُ تَحْتَ وِسَادَتِكَ] ''پھر تو تمھارا تکیہ بہت بڑا ہوا کہ سفید و سیاہ دھاری تمھارے تکیے کے نیچے تھی۔''①

بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے فرمایا: [إِنَّكَ لَعَرِيضُ الْقَفَا] ''پھر تو تمھاری گدی بہت لمبی چوڑی ہے۔'' بعض نے آپ کے ان الفاظ کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ یہ کند ذہنی کی طرف اشارہ تھا جبکہ یہ بات صحیح نہیں۔ صحیح بات یہی ہے جسے آپ نے فرمایا کہ تمھارا تکیہ بہت چوڑا ہے کیونکہ اگر تکیہ چوڑا ہوگا تو اس کی گردن بھی لمبی چوڑی ہوگی۔ واللہ أعلم.

اس کی تفسیر صحیح بخاری میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! سیاہ و سفید دھاری سے کیا مراد ہے؟ کیا اس سے دو دھاگے مراد ہیں؟ فرمایا: [إِنَّكَ لَعَرِيضُ الْقَفَا إِنْ أَبْصَرْتَ الْخَيْطَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: لَا بَلْ هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَ بَيَاضُ النَّهَارِ] ''تمھاری گدی بہت لمبی چوڑی ہے اگر تم نے ان دونوں دھاریوں کو دیکھ لیا ہے، پھر فرمایا: نہیں، ان سے مراد دو دھاگے نہیں بلکہ ان سے مراد رات کی سیاہی اور صبح کی سفیدی ہے۔''②

سحری کھانے کا استحباب اور اس کا وقت: اللہ تعالیٰ نے طلوع فجر تک کھانے کو جو جائز قرار دے دیا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سحری کھانا رخصت ہی نہیں بلکہ مستحب اور محبوب عمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سنت سے بھی سحری کھانے کی ترغیب ثابت ہے۔ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السُّحُورِ بَرَكَةً] ''سحری کھاؤ، بے شک سحری کھانا باعث برکت ہے۔''③

صحیح مسلم میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَ صِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ] ''ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق سحری کا کھانا ہے۔''④ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اَلسُّحُورُ أَكْلَةٌ بَرَكَةٌ فَلَا تَدَعُوهُ وَ لَوْ أَنْ يَّجْرَعَ أَحَدُكُم جَرْعَةً مِّنْ مَّاءٍ، فَإِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الْمُتَسَحِّرِينَ] ''سحری بابرکت کھانا ہے، اسے ترک نہ کرو، خواہ پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لو، بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔''⑤

سحری کھانے کی ترغیب میں بہت سی احادیث وارد ہیں حتی کہ حدیث میں آیا ہے کہ ''خواہ پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لو'' تاکہ سحری کھانے والوں کے ساتھ مشابہت ہو جائے۔ طلوع فجر تک سحری کو مؤخر کرنا مستحب ہے جیسا کہ صحیحین میں حضرت انس بن

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا......﴾ (البقرة 2:187)، حدیث:4509. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا......﴾ (البقرة 2:187)، حدیث:4510. ③ صحیح البخاری، الصوم، باب برکة السحور من غیر إیجاب، حدیث:1923 و صحیح مسلم، الصیام، باب فضل السحور و تأکید استحبابه......، حدیث:1095. ④ صحیح مسلم، الصیام، باب فضل السحور و تأکید استحبابه......، حدیث:1096. ⑤ مسند أحمد:44/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی، پھر ہم نماز کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت زید سے پوچھا کہ اذان اور سحری میں کتنا وقفہ تھا؟ انھوں نے فرمایا کہ پچاس آیات پڑھنے کے بقدر۔ ①

سلف میں سے بہت سے لوگوں سے یہ ثابت ہے کہ فجر کے قریب انھوں نے سحری کھانے میں تسامُح سے کام لیا ہے۔ ان میں سے حضرت ابوبکر، عمر، علی، ابن مسعود، حذیفہ، ابوہریرہ، ابن عمر، ابن عباس، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے بھی بہت سے حضرات، مثلاً: محمد بن علی بن حسین، ابومجلز، ابراہیم نخعی، ابوالضحی، ابووائل رحمہم اللہ اور دیگر اصحاب ابن مسعود رضی اللہ عنہ، عطاء، حسن، حَکَم بن عُتَیبہ، مجاہد، عُروہ بن زبیر، ابوشعثاء اور جابر بن زید رحمہم اللہ کے اسمائے گرامی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ اَعمش اور مَعْمر بن راشد کا بھی یہی مذہب ہے۔ ہم نے اپنی کتاب ''الصیام المفرد'' میں ان اسانید کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

صحیحین میں قاسم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ] ''یقیناً بلال رضی اللہ عنہ رات کو اذان کہتے ہیں، لہٰذا تم ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی اذان (سننے) تک کھاتے پیتے رہو۔'' یہ صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں۔ ②

امام احمد رحمہ اللہ نے قیس بن طلق سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَيْسَ الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيلَ فِي الْأُفُقِ وَ لٰكِنَّهُ الْمُعْتَرِضُ الْأَحْمَرُ] ''فجر وہ نہیں جو افق پر مستطیل شکل میں پھیل جاتی ہے بلکہ وہ سرخی والی اور کنارے کنارے ظاہر ہونے والی ہوتی ہے۔'' ③ اسے امام ابوداود اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور دونوں کے الفاظ یہ ہیں: [كُلُوا وَاشْرَبُوا ، وَ لَا يَهِيدَنَّكُمُ السَّاطِعُ الْمُصْعِدُ ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَعْتَرِضَ لَكُمُ الْأَحْمَرُ] ''کھاؤ پیو اور اوپر کو چڑھنے والی صبح کو دیکھ کر کھانے پینے سے نہ رکو حتی کہ سرخ دھاری ظاہر ہو جائے۔'' ④

امام مسلم نے اپنی صحیح میں سَمُرہ بن جُندُب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَا يَغُرَّنَّكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ وَّلَا هٰذَا الْبَيَاضُ۔ لِعَمُودِ الصُّبْحِ ۔ حَتّٰى يَسْتَطِيرَ هٰكَذَا] ''بلال کی اذان اور یہ سفیدی۔ صبح کی کرن۔ تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے حتی کہ وہ اس طرح خوب ظاہر ہو جائے۔'' ⑤

حالت جنابت میں صبح ہو جائے تو روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں: اللہ تعالیٰ کے اپنے روزے دار بندوں کے لیے طلوع

① صحیح البخاری، الصوم، باب قدر کم بین السحور و صلاۃ الفجر؟ حدیث:1921 و صحیح مسلم، الصیام، باب فضل السحور و تأکید استحبابه......، حدیث:1097. ② صحیح البخاری، الأذان، باب الأذان قبل الفجر، حدیث: 623,622، صحیح مسلم، الصیام، باب بیان أن الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر......، حدیث:1092. ③ مسند أحمد:23/4. ④ سنن أبی داود، الصیام، باب وقت السحور، حدیث:2348 و جامع الترمذی، الصوم، باب ماجاء فی بیان الفجر، حدیث:705. ⑤ صحیح مسلم، الصیام، باب بیان أن الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر......، حدیث:(42)-1094.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فجر کو کھانے پینے اور مباشرت کے لیے حد جواز بنانے سے استدلال ہوتا ہے کہ جسے حالت جنابت میں صبح ہو جائے تو وہ غسل کر کے اپنے روزے کو پورا کر لے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ ائمہ اربعہ اور جمہور علمائے سلف وخلف کا بھی یہی مذہب ہے[1] اس لیے کہ امام بخاری و مسلم نے حضرت عائشہ اور ام سلمہ (ہند بنت ابو امیہ) رضی اللہ عنہما کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت جنابت میں۔ احتلام کی وجہ سے نہیں بلکہ مباشرت کی وجہ سے۔ صبح ہو جاتی تو آپ (سحری کھانے کے بعد) غسل فرما کر روزہ پورا کر لیتے تھے۔[2] حدیث ام سلمہ میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ پھر آپ اس روزے کو نہ چھوڑتے اور نہ اس کی قضا ہی دیتے تھے۔[3]

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! حالت جنابت میں نماز صبح کا وقت ہو جاتا ہے تو کیا میں روزہ رکھوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [وَأَنَا تُدْرِكُنِي الصَّلَاةُ وَأَنَا جُنُبٌ فَأَصُومُ] ''مجھے بھی حالت جنابت میں نماز صبح کا وقت ہو جاتا ہے تو میں روزہ رکھ لیتا ہوں، اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ تو ہماری طرح نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے تو اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما دیے ہیں تو آپ نے فرمایا: [وَاللّٰهِ! إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَعْلَمَكُمْ بِمَا أَتَّقِي] اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ میں تم سب کی نسبت اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ تقوے کی باتوں کو جاننے والا ہوں۔''[4]

رات کے شروع ہوتے ہی روزہ ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا فوراً افطار کر دینا چاہیے: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى الَّيْلِ﴾ ''پھر روزہ (رکھ کر) رات تک پورا کرو'' کا تقاضا یہ ہے کہ غروب آفتاب کے وقت روزہ افطار کر دیا جائے، حکم شریعت یہی ہے جیسا کہ صحیحین میں امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا، وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ] ''جب ادھر سے رات آ جائے اور ادھر سے دن چلا جائے تو روزے دار روزہ افطار کر لے۔''[5]

سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَّا عَجَّلُوا الْفِطْرَ] ''لوگ اس وقت تک خیر و بھلائی میں رہیں گے جب تک روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے۔''[6] امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: إِنَّ أَحَبَّ عِبَادِي إِلَيَّ أَعْجَلُهُمْ فِطْرًا] ''اللہ عز وجل فرماتا ہے: مجھے اپنے بندوں میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو سب سے جلد افطار

---

[1] المغني لابن قدامة:3/79,78. [2] صحيح البخاري، الصوم، باب الصائم يصبح جنبًا، حديث:1925، 1931 و صحيح مسلم، الصيام، باب صحة صوم من طلع عليه الفجر و هو جنب، حديث:1109. [3] صحيح مسلم، الصيام، باب صحة صوم من ......، حديث:(77)-1109. [4] صحيح مسلم، الصيام، باب صحة صوم من طلع عليه الفجر و هو جنب، حديث:(79)-1110. [5] صحيح البخاري، الصوم، باب : متى يحل فطر الصائم؟ حديث:1954 و صحيح مسلم، الصيام، باب بيان وقت انقضاء الصوم وخروج النهار، حديث:1100. [6] صحيح البخاري، الصوم، باب تعجيل الإفطار، حديث:1957 و صحيح مسلم، الصيام، باب فضل السحور......، حديث:1098.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے والا ہے۔''[1] اسے امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔[2]

صومِ وصال کی ممانعت: صحیح احادیث میں صوم وصال کی ممانعت آئی ہے۔ صوم وصال سے مراد یہ ہے کہ ایک دن کو دوسرے کے ساتھ اس طرح ملا دیا جائے کہ دونوں کے درمیان کچھ بھی نہ کھایا جائے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَا تُوَاصِلُوا، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّكَ تُوَاصِلُ ؟ قَالَ: إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَ يَسْقِينِي] ''وصال نہ کرو، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ تو صومِ وصال رکھتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمھاری طرح نہیں ہوں، میں تو اس طرح شب بسر کرتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جب وصال سے نہ رکے تو آپ نے دو دن اور دو راتوں کا وصال کیا، پھر چاند دیکھ لیا اور فرمایا: [لَوْ تَأَخَّرَ الْهِلَالُ لَزِدْتُكُمْ] ''اگر چاند لیٹ ہو جاتا تو میں وصال میں اور بھی اضافہ کر دیتا۔'' یہ آپ نے گویا سزا کے طور پر فرمایا۔[3] اسے امام بخاری و مسلم نے بھی صحیحین میں روایت کیا ہے۔[4]

کئی احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے صوم وصال سے منع فرمایا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ جو صوم وصال رکھتے تو یہ آپ کے خصائص میں سے تھا، آپ کو اس کی طاقت بھی تھی۔ اور آپ کی اس سلسلے میں مدد بھی کی جاتی تھی۔ اور ظاہر ہے کہ آپ کے حق میں یہ کھانا پینا معنوی تھا حسی نہیں تھا اور اگر اسے حسی قرار دیا جائے تو پھر آپ کا صوم وصال نہ ہوا۔

اگر کوئی شخص غروب آفتاب کے بعد سے لے کر سحری تک کچھ نہ کھائے تو اسے اس کی اجازت ہے جیسا کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَا تُوَاصِلُوا، فَأَيُّكُمْ أَرَادَ أَنْ يُّوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ، قَالُوا: فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنِّي أَبِيتُ لِي مُطْعِمٌ يُّطْعِمُنِي وَسَاقٍ يَّسْقِينِ] ''وصال نہ کرو اور اگر کوئی وصال کا ارادہ کرے تو وہ بس سحری تک وصال کرے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ تو وصال کرتے ہیں؟ فرمایا: میں تمھاری طرح نہیں ہوں، میں اس طرح شب بسر کرتا ہوں کہ ایک کھلانے والا مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا مجھے پلاتا ہے۔'' اسے بھی امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں بیان کیا ہے۔[5]

احکام اعتکاف: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ ؕ﴾ ''اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو تو ان سے ہم بستری نہ کرو۔'' کے بارے میں علی بن ابو طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو رمضان و غیر رمضان میں مسجد میں اعتکاف کرے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے عورتوں سے ہم بستری کو دن یا رات میں اس وقت تک حرام قرار دیا ہے جب تک وہ اپنے اعتکاف کو پورا نہ کر لے۔[6]

① مسند أحمد:238,237/2. ② جامع الترمذي، الصوم، باب ماجاء في تعجيل الإفطار، حديث:700. ③ مسند أحمد:281/2. ④ صحيح البخاري، الصوم، باب التنكيل لمن أكثر الوصال، حديث:1965 و صحيح مسلم، الصيام، باب النهي عن الوصال، حديث:1103. ⑤ صحيح البخاري، الصوم، باب الوصال إلى السحر، حديث:1967 و صحيح مسلم، الصيام، باب النهي عن الوصال، حديث:1102-1105. ⑥ تفسير الطبري:246/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضحاک فرماتے ہیں کہ پہلے یہ صورت تھی کہ آدمی جب اعتکاف میں ہوتا تو وہ مسجد سے باہر نکل کر ہم بستری کر آتا تھا، بالآخر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: ﴿وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ﴾ ''اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو تو ان سے ہم بستری نہ کرو۔'' یعنی جب تک تم حالت اعتکاف میں ہو تو عورتوں کے قریب نہ جاؤ، نہ مسجد میں نہ مسجد سے باہر۔[1] مجاہد، قتادہ اور کئی ایک ائمہ تفسیر نے اسی طرح کہا ہے کہ لوگ اس طرح کرتے تھے یہاں تک کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔[2] ابن ابوحاتم فرماتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، محمد بن کعب، مجاہد، عطاء، حسن، قتادہ، ضحاک، سدی، ربیع بن انس اور مُقاتل رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے کہ حالت اعتکاف میں کوئی شخص عورت کے قریب نہ جائے۔[3] ان حضرات سے اس مسئلے میں یہ جو قول بیان کیا ہے تو یہ امر علماء کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ مُعتَکِف کے لیے، جب تک وہ مسجد میں حالت اعتکاف میں ہے، عورتوں کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرنا حرام ہے۔

اگر کوئی معتکف کھانے پینے یا قضائے حاجت وغیرہ کی کسی ناگزیر ضرورت کی وجہ سے گھر جائے تو وہ بقدر ضرورت ہی گھر میں ٹھہر سکتا ہے۔ اور اس صورت میں اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنی بیوی کو بوسہ دے یا اسے گلے لگائے یا اعتکاف کے سوا کوئی اور مشغولیت اختیار کرے یا مریض کی بیمار پرسی کے لیے جائے۔ ہاں، البتہ راہ چلتے ہوئے مریض سے اس کا حال پوچھ سکتا ہے۔ اعتکاف سے متعلق بہت سے مفصل احکام ہیں جن میں سے ایک اچھی خاصی تعداد کو ہم نے اپنی کتاب ''الصیام'' کے آخر میں بیان کیا ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

قرآن عظیم کی اقتدا ہی کے پیش نظر فقہاء مصنفین اپنی کتابوں میں کتاب الصوم کے بعد کتاب الاعتکاف کو بیان کرتے ہیں کیونکہ قرآن مجید نے بھی روزے کے مسائل کے بعد اعتکاف کا ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے روزے کے احکام و مسائل کے بعد جو اعتکاف کا ذکر فرمایا ہے تو اس میں اس طرف بھی راہ نمائی ہے کہ اعتکاف روزے ہی کی حالت میں ہو سکتا ہے، نیز اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ ماہ صیام کے آخر میں ہونا چاہیے جیسا کہ سنت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ماہ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے حتی کہ اللہ عزوجل نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا۔ پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات نے بھی اعتکاف فرمایا جیسا کہ امام بخاری و مسلم نے بروایت اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کیا ہے۔[4]

صحیحین میں ہے کہ حضرت صَفِیّہ بنت حُیَی رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کی زیارت کے لیے آیا کرتی تھیں جب آپ مسجد میں حالت اعتکاف میں ہوتے تھے (ایک بار آپ تشریف لائیں) کچھ دیر گفتگو کی اور پھر گھر جانے کے لیے کھڑی ہوئیں، یہ رات کا وقت تھا تو نبی ﷺ بھی کھڑے ہو گئے تاکہ ان کے ساتھ چل کر گھر تک پہنچا آئیں۔ ان کا گھر مدینہ کے ایک طرف دار اسامہ بن زید

---

① تفسیر الطبری:246/2. ② تفسیر الطبری:247/2. ③ تفسیر ابن أبي حاتم:319/1. ④ صحیح البخاري، الاعتکاف، باب الاعتکاف في العشر الأواخر، حدیث:2026 و صحیح مسلم، الاعتکاف، باب اعتکاف العشر الأواخر من رمضان، حدیث:1172.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تھا۔ راستے میں دو انصاری ملے جب انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا تو اپنی رفتار تیز کر دی، ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ نبی ﷺ سے حیا کی وجہ سے وہ چھپ گئے [1] کیونکہ آپ اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ تھے ......، آپ نے ان دونوں سے فرمایا: [عَلَى رِسْلِكُمَا، إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ] ”ذرا رک جاؤ، دیکھو! یہ صفیہ بنت حُیی ہے۔“ یعنی تیز نہ چلو اور جان لو کہ اس وقت میرے ساتھ میری بیوی صفیہ بنت حُیی ہے۔ انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! سبحان اللہ! آپ نے فرمایا: [إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا - وَفِي رِوَايَةٍ - شَرًّا] ”شیطان انسان میں اس طرح گردش کرتا ہے جس طرح خون، لہٰذا مجھے یہ ڈر لاحق ہوا کہ کہیں وہ تمھارے دلوں میں کوئی بات - اور ایک روایت میں ہے کہ - یا کوئی برائی - نہ ڈال دے۔“ [2]

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے رسول اللہ ﷺ نے ارادہ یہ فرمایا کہ اپنی امت کو اس بات کی تعلیم دیں کہ وہ تہمت سے بچیں۔ آپ نے ان دونوں سے یہ وضاحت اس لیے فرما دی تا کہ وہ کسی بری بات میں مبتلا نہ ہو جائیں، حالانکہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے اور اس بات سے بہت بلند کہ نبی ﷺ کے بارے میں کسی بدگمانی میں مبتلا ہوں۔ [3] واللہ أعلم.

مباشرت جس سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد جماع بھی ہے اور اس کے اسباب بوسہ و معانقہ وغیرہ بھی۔ اور جہاں تک عورت سے کسی چیز کے لینے دینے کا تعلق ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سر مبارک کو میرے قریب کر دیتے اور میں کنگھی کر دیتی، حالانکہ میں اپنے خاص ایام میں ہوتی تھی۔ (جب آپ اعتکاف کی حالت میں ہوتے تو) آپ صرف انسانی ضرورت کی وجہ سے گھر میں تشریف لاتے تھے۔ [4] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ بعض اوقات گھر میں کوئی مریض ہوتا تو میں صرف راہ چلتے ہوئے اس کا حال پوچھ لیتی تھی۔ [5]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ﴾ ”یہ اللہ کی حدیں ہیں۔“ یعنی یہ جو ہم نے روزے کو فرض قرار دیا اور اس کے احکام کو بیان کیا، اس میں کچھ امور کو مباح اور کچھ کو حرام قرار دیا ہے، پھر روزے کے مقاصد اور اس میں رخصت و عزیمت کے

---

[1] تفسیر ابن کثیر میں یہاں [تواریا] ہے لیکن بسیار تلاش کے باوجود یہ لفظ نہیں مل سکا، البتہ [قَنَّعَارُءُ وسَهُمَا] یعنی انھوں نے اپنے سروں کو چھپا لیا، کے الفاظ: صحیح ابن حبان، الصوم، باب الاعتكاف......، ذكر جواز زيارة المرأة......:428/8، حدیث:3671 میں ہیں۔ اور [اِسْتَحْيَا] ”ان دونوں نے شرم محسوس کی۔“ اور [اِسْتَحْيَيَا] کے الفاظ علی الترتیب صحیح ابن حبان: 348/10، حدیث:4496 و المعجم الكبير:72/24، حدیث:190 میں ہیں۔ [2] صحيح البخاري، الاعتكاف، باب زيارة المرأة......، حديث:2038، 3281 و صحیح مسلم، السلام، باب بيان أنه يستحب لمن رؤى خاليا بامرأة......، حديث: 2175. [3] تاريخ دمشق الكبير لابن عساكر، ترجمة محمد بن إدريس الشافعي رحمہ اللہ :247/54 میں بالفاظ دیگر یہ مفہوم بیان ہوا ہے۔ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام حاکم کے حوالے سے اسے بیان کیا ہے، دیکھیے فتح الباري:280/4، تحت الحديث: 2035. [4] صحيح البخاري، الاعتكاف، باب: لايدخل البيت إلا لحاجة، حديث:2029 و صحيح مسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها......، حديث:297. [5] صحيح مسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض ......، حديث:(7)-297 و سنن ابن ماجه، الصيام، باب في المعتكف......، حديث:1776.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ

اور تم اپنے مال آپس میں ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ اور انھیں حاکموں کے پاس نہ لے جاؤ تاکہ تم لوگوں کے مالوں میں سے کچھ مال

23 ع 6 7 النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿188﴾

گناہ کے ساتھ کھاؤ، حالانکہ تم جانتے ہو ﴿188﴾

مسائل کو جو بیان کیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں جنھیں اس نے خود بیان فرمایا ہے تو تم ان کے قریب نہ جاؤ، یعنی ان سے تجاوز نہ کرو۔ عبدالرحمن بن زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ یہ چار حدیں ہیں، پھر وہ ﴿ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ﴾ سے ﴿ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ﴾ تک پڑھتے اور فرماتے کہ حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ اور ہمارے دیگر اساتذہ یہی فرماتے اور اس آیت کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

اور فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ ﴾ ”اسی طرح اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔“ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے روزے کے احکام و مسائل کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے، اسی طرح وہ دیگر تمام احکام و مسائل کو بھی اپنے عبد و رسول حضرت محمد ﷺ کی زبانی تفصیل سے بیان فرمائے گا۔ ﴿ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿187﴾ ﴾ ”تاکہ وہ پرہیزگار بنیں۔“ یعنی تاکہ وہ جان لیں کہ وہ کس طرح ہدایت پائیں گے اور کس طرح اطاعت بجا لائیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ (الحدید 9:57) ”وہی تو ہے جو اپنے بندے پر واضح (مطالب) آیتیں نازل کرتا ہے تاکہ وہ تم کو اندھیروں میں سے نکال کر روشنی میں لائے، بے شک اللہ تم پر نہایت شفقت کرنے والا (اور) انتہائی مہربان ہے۔“

تفسیر آیت: 188

رشوت گناہ اور حرام ہے: علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں ہے جس کے ذمے کسی شخص کا مال ہو اور کوئی گواہی موجود نہ ہو اور وہ انکار کرتے ہوئے جھگڑے کو حکام کے پاس لے جائے، حالانکہ وہ جانتا ہو کہ حق اس کے خلاف ہے اور وہ گناہ گار اور مال حرام کھانے والا ہے۔[1] مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ، حسن، قتادہ، سدی، مُقاتل بن حَیّان اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے مروی ہے کہ جب تمھیں یہ معلوم ہو کہ تم ظالم ہو تو پھر جھگڑا نہ کرو۔[2]

قاضی کے فیصلے سے حرام، حلال اور حلال، حرام نہیں بنتا: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَّإِنَّهُ يَأْتِينِي الْخَصْمُ، فَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَّكُونَ أَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ فَأَحْسِبُ أَنَّهُ صَدَقَ فَأَقْضِي لَهُ بِذٰلِكَ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَإِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِّنَ النَّارِ، فَلْيَأْخُذْهَا أَوْ لِيَتْرُكْهَا] ”بے شک میں ایک بشر ہوں، میرے پاس جھگڑا کرنے والے آتے ہیں اور ممکن ہے کہ تم میں سے بعض لوگ اپنی بات کو زیادہ اچھے طریقے سے پیش کر سکتے ہوں تو میں خیال کروں کہ اس نے سچ کہا ہے جس کی وجہ سے میں

[1] تفسیر الطبری: 251/2. [2] تفسیر ابن أبی حاتم: 321/1 وتفسیر الطبری: 252,251/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا

(اے نبی!) آپ سے چاند (کے احوال) کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ کہہ دیجیے: وہ لوگوں کے لیے اور حج کے لیے اوقات مقررہ ہیں اور نیکی یہ نہیں کہ تم

الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠

اپنے گھروں میں ان کے پچھواڑوں کی طرف سے آؤ بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی پرہیزگاری اختیار کرے، اور تم اپنے گھروں میں ان کے دروازوں سے

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿189﴾

آؤ، اور تم اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ ﴿189﴾

اس کے حق میں فیصلہ دے دوں تو جس شخص کو میں کسی دوسرے مسلمان کا حق دے دوں تو وہ درحقیقت جہنم کی آگ کا ایک ٹکڑا ہے، چاہے تو وہ اسے لے لے یا چھوڑ دے۔‘‘[1]

اس آیت کریمہ اور حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حاکم کے فیصلے سے کسی چیز میں فی نفسہ کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی، یعنی جو فی نفسہ حرام ہو وہ کسی حاکم کے فیصلے سے حلال نہیں بنتا اور جو فی نفسہ حلال ہو وہ کسی قاضی کے فیصلے سے حرام قرار نہیں پاتا کیونکہ حاکم یا قاضی تو ظاہری حالات کے مطابق فیصلہ کرنے کا پابند ہے اگر اس کا فیصلہ حقیقت کے مطابق ہو تو بہت خوب ورنہ اسے اجر ضرور مل جائے گا اور حیلہ باز کے کندھوں پر اس کا گناہ ہوگا۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿188﴾﴾ ’’اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو (بطور رشوت) حاکموں کے پاس پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھا جاؤ اور (اسے) تم جانتے بھی ہو۔‘‘

یعنی تم جانتے ہو کہ جس بات کا تم دعویٰ کرتے اور اپنے کلام میں رواج دیتے ہو وہ باطل ہے۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم! اس بات کو خوب جان لو کہ قاضی کا فیصلہ تمھارے لیے حرام کو حلال اور باطل کو حق قرار نہیں دے سکتا کیونکہ قاضی تو اپنی رائے اور گواہوں کی گواہی کے مطابق فیصلہ کرتا ہے جبکہ قاضی ایک انسان ہے جس کا فیصلہ غلط بھی ہو سکتا ہے اور صحیح بھی، لہٰذا خوب جان لو کہ جس کے حق میں باطل فیصلہ ہو جائے تو اس کا جھگڑا ختم نہیں ہو جاتا بلکہ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جمع کرے گا اور حق والے کے حق میں باطل والے کے خلاف اس سے بدرجہا بہتر فیصلہ فرمائے گا جو دنیا میں ہوا تھا۔[2]

تفسیر آیت:189

چاند کے بارے میں سوال: عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چاند کے بارے میں سوال کیا تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی تھی: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ﴾ ’’اے نبی! لوگ آپ سے نئے چاند کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ گھٹتا بڑھتا کیوں ہے؟) کہہ دیجیے کہ وہ لوگوں کے (کاموں کی

[1] صحیح البخاري، المظالم، باب إثم من خاصم في باطل و هو یعلمه، حدیث:2458 وصحیح مسلم، الأقضیة، باب بیان أن حکم الحاکم لا یغیر الباطن، حدیث:1713. [2] تفسیر الطبری:251/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿190﴾ وَ

اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو (جہاد کرو) جو تم سے لڑتے ہیں اور تم زیادتی نہ کرو، بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ﴿190﴾ اور

اقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا

تم انھیں جہاں بھی پاؤ ان کو قتل کر دو اور تم انھیں نکال دو جہاں سے انھوں نے تمھیں نکالا اور فتنہ قتل سے زیادہ سخت (گناہ) ہے اور تم

تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوْكُمْ فِیْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ

ان سے مسجد حرام کے پاس نہ لڑو یہاں تک کہ وہ اس میں تم سے لڑیں، پھر اگر وہ تم سے لڑیں تو تم انھیں قتل کرو، ایسے کافروں کی یہی سزا ہے ﴿191﴾

الْكٰفِرِیْنَ ﴿191﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿192﴾ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ یَكُوْنَ

پھر اگر وہ باز آ جائیں تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ﴿192﴾ اور ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین

الدِّیْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ﴿193﴾

صرف اللہ کے لیے ہو جائے پھر اگر وہ باز آ جائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی جائز نہیں ﴿193﴾

میعادیں) معلوم ہونے کا ذریعہ ہے۔'' اس سے وہ قرض کی مدت، عورتوں کی عدت اور حج کے وقت کو معلوم کر سکتے ہیں۔[1]

عبدالرزاق نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْأَهِلَّةَ مَوَاقِيتَ لِلنَّاسِ، فَصُومُوا لِرُؤْيَتِهِ، وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَعُدُّوا لَهُ ثَلَاثِينَ يَوْمًا] ''اللہ تعالیٰ نے چاند کو لوگوں کے لیے وقت معلوم کرنے کا ذریعہ بنا دیا ہے، لہٰذا چاند دیکھ کر روزے رکھو اور چاند دیکھ کر روزے رکھنا چھوڑ دو اور اگر آسمان ابر آلود ہو تو مہینے کے دنوں کی تعداد تیس پوری کر لو۔''[2] امام حاکم نے اسے مستدرک میں روایت کیا، صحیح الاسناد قرار دیا اور لکھا ہے کہ امام بخاری و مسلم نے اسے بیان نہیں کیا۔[3]

نیکی کا دار و مدار تقوے پر ہے: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا﴾ ''اور نیکی اس بات میں نہیں کہ (احرام کی حالت میں) گھروں میں ان کے پچھواڑے کی طرف سے آؤ بلکہ نیکوکار وہ ہے جو پرہیز گار ہو اور تم گھروں میں ان کے دروازوں سے آیا کرو۔'' کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لوگ جب زمانۂ جاہلیت میں حالت احرام میں ہوتے تو وہ گھر میں پچھواڑے کی طرف سے آیا کرتے تھے، چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا تھا۔[4] اسی طرح امام ابوداود طیالسی نے بھی حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انصار کے ہاں یہ معمول تھا کہ جب وہ سفر سے واپس آتے تو گھر کے دروازے سے داخل نہیں ہوتے تھے، چنانچہ اسی وجہ سے یہ آیت نازل ہوئی تھی۔[5]

---

① تفسير الطبرى:254/2. ② المصنف لعبدالرزاق، باب الصيام:156/4، حديث:7306. ③ المستدرك للحاكم، الصوم:423/1، حديث:1539. ④ صحيح البخاري، التفسير، باب:29 ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ ......﴾ (البقرة 189:2)، حديث:4512. ⑤ مسند أبي داود الطيالسي:90/2، حديث:752.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں جب کچھ لوگ سفر کا ارادہ کرتے اور اپنے ارادۂ سفر کے تحت گھر سے نکل جاتے اور گھر سے باہر نکل جانے کے بعد وہ سفر کا ارادہ ترک کر کے مقیم ہو جاتے تو پھر گھر میں اپنے دروازے سے داخل نہ ہوتے بلکہ پچھواڑے کی جانب سے دیوار پھلانگ کر گھر میں داخل ہوا کرتے تھے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا ﴾ ''نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے گھروں میں ان کے پچھواڑوں کی طرف سے آؤ۔''[1]
ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾ ''اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم نجات پاؤ۔'' یعنی تم اللہ سے ڈرو اور وہ کام کرو جس کا اس نے تمھیں حکم دیا ہے اور اس سے رک جاؤ جس سے اس نے منع فرمایا ہے۔ ﴿ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾ تا کہ کل تم اس وقت نجات پاؤ جب اپنے رب تعالیٰ کے دربار عالی میں کھڑے ہو گے اور وہ تمھیں تمھارے اعمال کا پورا پورا بدلہ عطا فرمائے گا۔

تفسیر آیات:190-193

جو لڑتے ہوں ان سے لڑنے اور جہاں بھی وہ پائے جائیں انھیں قتل کرنے کا حکم: امام ابو جعفر رازی نے ربیع بن انس سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ ﴾ ''اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی اللہ کی راہ میں ان سے لڑو'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ مدینہ میں قتال کے بارے میں نازل ہونے والی پہلی آیت ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے بھی ان لوگوں سے لڑنا شروع کر دیا جو آپ سے لڑتے تھے اور آپ ﷺ ان سے نہیں لڑتے تھے جو آپ سے نہیں لڑتے تھے حتی کہ سورۂ براءت نازل ہوگئی۔[2]
عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے حتی کہ انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے: ﴿ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ﴾ (التوبۃ 9:5) ''مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔'' لیکن یہ بات محل نظر ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ ﴾ ''جو لوگ تم سے لڑتے ہیں۔'' میں ان کافروں کے خلاف برانگیختہ کیا گیا ہے جن کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنا ہو، یعنی جس طرح وہ تم سے لڑتے ہیں تم بھی ان کے خلاف اسی طرح لڑو جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ﴾ (التوبۃ 9:36) ''اور تم سب کے سب مشرکوں سے لڑو، جیسے وہ سب کے سب تم سے لڑتے ہیں۔'' اسی لیے تو اس آیت میں اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ ﴾ ''اور ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور جہاں سے انھوں نے تم کو نکالا ہے (مکہ سے) وہاں سے تم بھی ان کو نکال دو۔'' یعنی تمھارا عزم و ارادہ بھی ان سے لڑنے کا ہو جس طرح وہ تمھارے ساتھ لڑنے کے لیے کمربستہ رہتے ہیں اور جس طرح انھوں نے تمھیں تمھارے شہر سے نکال دیا ہے تم بھی بطور قصاص انھیں یہاں سے نکال دو۔

مُثلہ اور چوری و خیانت کی ممانعت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ ﴾ ''اور تم زیادتی نہ کرنا، بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد تو کرو مگر کسی سے

---

[1] تفسیر ابن أبی حاتم:324/1. [2] تفسیر الطبری:258/2 و تفسیر البغوی:236/1 و تفسیر الماوردی:251/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادتی نہ کرو، زیادتی کے مفہوم میں یہ بھی شامل ہے کہ ان امور کا ارتکاب کیا جائے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے جیسا کہ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔[1] جیسے: مثلہ کیا جائے یا چوری وخیانت کی جائے، عورتوں، بچوں اور ان بوڑھوں کو قتل کیا جائے جن کی کوئی رائے یا جنگ میں کوئی حصہ نہ ہو، تارک دنیا اور گوشہ نشینوں کو قتل کیا جائے، درختوں کو جلا دیا جائے اور بغیر کسی مصلحت کے جانوروں کو قتل کر دیا جائے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عمر بن عبدالعزیز، مُقاتِل بن حَیّان اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے۔[2]

یہی وجہ ہے کہ صحیح مسلم میں حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: [أُغْزُوا بِاسْمِ اللّٰهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ، قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ ، اُغْزُوا وَلَا تَغُلُّوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تَمْثُلُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا، (وَّلَا أَصْحَابَ الصَّوَامِعِ)] ''اللہ کے نام کے ساتھ، اللہ کے راستے میں جہاد کرو جو اللہ کے ساتھ کفر کرے اس سے لڑو، جہاد کرو لیکن خیانت نہ کرو، نہ عہد شکنی کرو، نہ مثلہ کرو اور نہ بچوں اور گرجوں والوں کو قتل کرو۔''[3]

صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض غزوات میں ایک عورت مقتول پائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرما دیا۔[4] اس مسئلے سے متعلق اور بھی بہت سی احادیث اور آثار موجود ہیں۔

شرک قتل سے بھی بڑھ کر ہے: جہاد میں چونکہ انسانی جانوں کا خاتمہ اور مردوں کو قتل کرنا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافر جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر وشرک کرتے اور اس کی راہ سے روکتے ہیں تو یہ قتل سے بھی بڑھ کر شدید اور سنگین جرم ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ﴾ ''اور (کفر وشرک کا) فساد قتل وخون ریزی سے کہیں بڑھ کر ہے۔'' ابو مالک فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس کفر وشرک پر تم قائم ہو یہ تو قتل سے بھی بڑھ کر ہے۔[5] ابو العالیہ، مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ، حسن، قتادہ، ضحاک اور ربیع بن انس رحمہم اللہ بھی فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ شرک قتل سے کہیں بڑھ کر ہے۔[6]

حرم میں قتال کی حرمت اور حملہ آور کو روکنے کا جواز: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾ ''اور مسجد محترم (خانہ کعبہ) کے پاس تم ان سے نہ لڑو۔'' جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں ہے:

[إِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَ لَمْ يَحِلَّ لِي إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ ولا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا، وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا۔ وَ فِي رِوَايَةٍ۔ فَإِنْ أَحَدٌ

---

[1] تفسیر ابن أبي حاتم:326/1. [2] تفسیر الطبری:259/2 وتفسیر ابن أبي حاتم:325/1. [3] صحیح مسلم، الجهاد، باب تأمیر الإمام......، حدیث:1731 لیکن قوسین والے الفاظ مسند أحمد:300/1 کے ہیں۔ [4] صحیح البخاري، الجهاد والسیر، باب قتل الصبیان فی الحرب، حدیث:3014 وصحیح مسلم، الجهاد، باب تحریم قتل النساء والصبیان فی الحرب، حدیث:1744. [5] تفسیر ابن أبی حاتم:326/1. [6] تفسیر ابن أبی حاتم:326/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَرَخَّصَ بِقِتَالِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقُولُوا: إِنَّ اللّٰهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ]

''اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن سے محترم قرار دیا ہے جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تو یہ اللہ تعالیٰ کے محترم قرار دینے کی وجہ سے قیامت تک محترم ہے، مجھ سے پہلے کسی کے لیے اس میں لڑائی کرنا حلال نہ تھا اور میرے لیے بھی دن کی صرف ایک گھڑی میں لڑنا حلال قرار دیا گیا تھا، چنانچہ یہ اللہ تعالیٰ کے محترم قرار دینے کی وجہ سے قیامت تک محترم ہے۔ اس کے کانٹوں کو نہ کاٹا جائے اور نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے اور نہ اس کی گری پڑی چیز کو اٹھایا جائے مگر جو اس کا اعلان کرے اور اس کی گھاس بھی نہ کاٹی جائے۔''① اور ایک روایت میں ہے: ''اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے قتال کو بطور دلیل پیش کرے تو اس سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تو اجازت عطا فرمادی تھی مگر تمھیں اس کی اجازت نہیں دی۔''②

رسول اللہ ﷺ کا اشارہ فتح مکہ کے دن اہل مکہ سے لڑنے کی طرف تھا، آپ نے مکہ کو زبردستی فتح کیا تھا اور مکہ کے چند باشندے بھی خَنْدَمَة کے پاس مارے گئے تھے، آپ نے یہ فرما کر مکہ کے لوگوں کو امن عطا فرما دیا تھا: [مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ وَّمَنْ أَغْلَقَ عَلَيْهِ دَارَهُ فَهُوَ آمِنٌ وَّمَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَهُوَ آمِنٌ] ''جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ امن میں ہے۔ جس نے اپنے دروازے کو بند کر لیا وہ بھی امن میں ہے اور جو مسجد (الحرام) میں داخل ہو جائے وہ بھی امن میں ہے۔''③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝۱۹۱ ﴾ ''یہاں تک کہ وہ تم سے اس (مسجد محترم) کے پاس لڑیں، پھر اگر وہ تم سے لڑیں تو تم ان کو قتل کر ڈالو، کافروں کی یہی سزا ہے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ان سے مسجد حرام کے پاس نہ لڑو۔ ہاں، البتہ اگر وہ از خود لڑائی کا آغاز کریں تو تم ان سے لڑائی کر سکتے ہو اور حملہ آور کو مار بھگا سکتے ہو جیسا کہ نبی ﷺ نے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے حدیبیہ کے دن درخت کے نیچے قتال پر بیعت لی تھی جبکہ قریشیوں نے اور ان کے اس سال کے حلیف خاندان ثقیف وحبشہ کے لوگوں نے آپ کے خلاف یورش کی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں گروہوں کے مابین قتال کو روک دیا اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ ﴾ (الفتح 24:48) ''اور وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو ان (کافروں) پر فتح یاب کرنے کے بعد وادیٔ مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ ان سے روک دیے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ

① صحيح البخاري، جزاء الصيد، باب لا ينفر صيد الحرم، حديث:1833 و صحيح مسلم، الحج، باب تحريم مكة و تحريم صيدها......، حديث:1353 واللفظ له. عن ابن عباس ﷺ. ② صحيح البخاري، جزاء الصيد، باب لا يعضد شجر الحرم، حديث:1832 وصحيح مسلم، الحج، باب تحريم مكة ......، حديث:1354 عن أبي شُريح ﷺ. ③ صحيح مسلم، الجهاد، باب فتح مكة، حديث:(86)-1780 و السنن الكبرى للبيهقي، السير، باب فتح مكة حرسها الله تعالى:119/9 واللفظ له عن ابن عباس ﷺ. اور خندمة مکہ مکرمہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾(الفتح 48:25) ''اور اگر ایسے مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم جانتے نہ تھے کہ اگر تم ان کو پامال کر دیتے تو تم کو ان کی طرف سے بے خبری میں نقصان پہنچ جاتا (تو ابھی تمھارے ہاتھ سے فتح ہو جاتی مگر تاخیر) اس لیے (ہوئی) کہ اللہ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کرے اور اگر وہ (مومن اور کافر) الگ الگ ہو جاتے تو جو ان میں کافر تھے ان کو ہم دکھ دینے والا عذاب دیتے۔''

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ''پھر اگر وہ باز آجائیں تو اللہ بخشنے والا (اور) رحم والا ہے'' کے معنی یہ ہیں کہ اگر وہ حرم میں قتال کو ترک کر دیں اور اسلام کی طرف رجوع کر کے توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ انھوں نے گو حرم میں مسلمانوں کو قتل کیا تھا لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے گا، خواہ اس کا گناہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔

فتنے کے خاتمے تک لڑائی کا حکم: پھر اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک کفار سے قتال کا حکم دیا ہے جب تک کہ فتنہ نیست و نابود نہ ہو جائے اور فتنہ سے یہاں شرک مراد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن، قتادہ، ربیع بن انس، مُقاتل بن حیّان، سدی اور زید بن اسلم رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔[1] ﴿وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ﴾ ''اور (زمین میں) اللہ ہی کا دین ہو جائے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کا دین تمام دینوں پر غالب آجائے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص شجاعت کے لیے یا حمیّت کے لیے یا ریاکاری کے لیے لڑائی کرتا ہے تو ان میں سے اللہ کے راستے میں کون لڑتا ہے؟ فرمایا: [مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ] ''جو اس لیے لڑے تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ سربلند ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتا ہے۔''[2]

صحیحین ہی کی ایک دوسری روایت میں آپ نے فرمایا ہے: [أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِذَا قَالُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَ حِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ] ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتی کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کر لیں اور جب وہ اس کا اقرار کر لیں گے تو مجھ سے اپنے خونوں اور مالوں کو بچا لیں گے الا یہ کہ اس کلمے (یا اسلام) کی وجہ سے کوئی حق ہو (اور اسے پامال کر دیا جائے۔) اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔''[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ''پھر اگر وہ (فساد سے) باز آجائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہیں (کرنی چاہیے۔)'' یعنی اگر وہ شرک سے اور مومنوں سے جنگ کرنے سے باز آجائیں تو تم بھی ان

---

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 327/1. [2] صحیح البخاري، التوحید، باب قوله تعالٰی: ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا ......﴾، حدیث: 7458 وصحیح مسلم، الإمارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله......، حدیث: 1904 واللفظ له. [3] صحیح البخاري، الإیمان، باب: ﴿فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ......﴾، حدیث: 25 عن ابن عمر رضی اللہ عنہ. وصحیح مسلم، الإیمان، باب الأمر بقتال الناس حتی یقولوا......، حدیث: 21(35) واللفظ له عن جابر بن عبدالله رضی اللہ عنہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے رک جاؤ کیونکہ اس کے بعد ان سے جو لڑے گا وہ ظالم ہوگا اور ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہیں کرنی چاہیے۔ اور یہی معنی ہیں حضرت مجاہد کے قول کے کہ اسی سے قتال کیا جائے جو قتال کرے۔ ①

یا اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ باز آ جائیں تو وہ گویا ظلم، یعنی شرک سے باز آ گئے، لہٰذا اس کے بعد ان پر کوئی زیادتی نہ کی جائے۔ اور زیادتی سے یہاں مراد انھیں سزا دینا اور ان سے جنگ کرنا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ﴾ (البقرۃ2:194) ''پس اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو جیسی زیادتی وہ تم پر کرے ویسی ہی تم اس پر کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ﴾ (الشوریٰ42:40) ''اور برائی کا بدلہ تو اسی طرح کی برائی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ﴾ (النحل16:126) ''اور اگر تم ان کو تکلیف دینی چاہو تو اتنی ہی دو جتنی تکلیف تم کو ان سے پہنچی ہو۔'' یہی وجہ ہے کہ حضرت عکرمہ اور قتادہ فرماتے ہیں کہ ظالم وہ ہے جو لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دے۔ ②

امام بخاری رحمہ اللہ نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ﴾ کی تفسیر میں نافع کے حوالے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فتنۂ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے دنوں میں دو آدمی آپ کے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ لوگ کٹ مر رہے ہیں اور آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں تو آپ (ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے خلاف) خروج کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: مجھے خروج سے یہ بات روکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے اپنے بھائی کے خون کو حرام قرار دیا ہے۔ ان دونوں نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ﴾ ''ان (کفار) سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔'' تو آپ نے فرمایا ہم نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر) جہاد کیا حتی کہ فتنہ نابود ہو گیا اور دین اللہ کے لیے ہو گیا اور تم اس لیے لڑنا چاہتے ہو تا کہ فتنہ برپا ہو جائے اور دین اللہ کے لیے نہ رہے۔

عثمان بن صالح نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آ کر کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! آپ کو اس بات پر کس نے آمادہ کیا ہے کہ ایک سال حج اور ایک سال عمرہ تو کریں لیکن جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دیں، حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی کس قدر ترغیب دی ہے؟ فرمایا: بھتیجے! اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی ہے: (1) اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ (2) نماز پنجگانہ ادا کرنا۔ (3) رمضان کے روزے رکھنا۔ (4) زکاۃ ادا کرنا اور (5) بیت اللہ کا حج کرنا۔ انھوں نے عرض کی: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا آپ نے یہ نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے: ﴿ وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ ﴾ (الحجرات49:9) ''اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو اور اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کر لے۔''

① تفسیر الطبری:267/2. ② تفسیر الطبری:267/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ

(تم پر) ماہ حرام (کی پابندی اُن کی طرف سے) ماہ حرام (کی پابندی) کے بدلے میں ہے اور حرمتیں بدلے کی چیزیں ہیں، پس جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم

بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿194﴾

اس کے برابر اس پر زیادتی کرو جو زیادتی اس نے تم پر کی، اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے ﴿194﴾

اور فرمایا: ﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ﴾ ”اور ان سے اس وقت تک لڑتے رہنا کہ فساد نابود ہو جائے۔“

آپ نے جواب دیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اسی طرح کیا تھا، اس وقت اسلام کم تھا آدمی کو دین کے اعتبار سے فتنے میں مبتلا کر دیا جاتا حتی کہ اسے شہید کر دیا جاتا یا طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا کر دیا جاتا یہاں تک کہ اسلام زیادہ ہو گیا اور فتنہ وفساد باقی نہ رہا۔ اس نے پوچھا کہ علی اور عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا: عثمان رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے تو معاف فرما دیا ہے مگر تم اس بات کو ناپسند کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ انھیں معاف فرمائے اور جہاں تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے برادر عم زاد بھی ہیں اور آپ کے داماد بھی اور ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ ان کا گھر ہے جسے تم دیکھ رہے ہو۔[1]

تفسیر آیت:194

حرمت کے مہینوں میں لڑائی حرام ہے الا یہ کہ دشمن ان میں لڑائی شروع کر دے: عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، نیز ضحاک، سدی، قتادہ، مقسم، ربیع بن انس اور عطاء رحمہم اللہ وغیرہ ائمہ تفسیر سے مروی ہے کہ جب 6ھ میں رسول اللہ ﷺ عمرے کے لیے تشریف لے گئے اور مشرکوں نے آپ کو اور آپ کے ساتھ جانے والے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے اور بیت اللہ تک پہنچنے سے روک دیا تو یہ ذوالقعدہ کا مہینہ تھا جو حرمت کا مہینہ ہے اور انھوں نے تقاضا کیا کہ آپ اگلے سال تشریف لائیں تو آپ اور مسلمان اگلے سال تشریف لائے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں سے بدلہ لے لیا تو اسی سلسلے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی تھی: ﴿ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ ﴾ ”(تم پر) ماہ حرام (کی پابندی) ماہ حرام (کی پابندی) کے بدلے میں ہے اور حرمتیں بدلے کی چیزیں ہیں۔“[2]

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حرمت والے مہینے میں جہاد نہیں کیا کرتے تھے الا یہ کہ دشمن پہل کرتا تو پھر اس سے لڑتے تھے۔ جب حرمت کا مہینہ ہوتا تو آپ جنگ سے رک جاتے تھے حتی کہ وہ مہینہ گزر جاتا۔[3] اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ نے حُدَیبِیَہ میں پڑاؤ ڈالا ہوا تھا اور آپ کو یہ خبر پہنچی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے جنھیں آپ نے مشرکین کی طرف اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا، تو آپ نے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے جن کی تعداد چودہ سو تھی، درخت کے نیچے مشرکین کے خلاف جہاد کرنے کے لیے بیعت لی اور جب آپ کو یہ خبر پہنچی

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ﴾ ...... (البقرة2:193)، حديث:4513-4515.

[2] تفسير الطبري:2/268-270. [3] مسند أحمد:3/345.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاَنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ ۖ ۚ وَاَحۡسِنُوۡا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿195﴾

اور تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھ ہلاکت (کے کام) میں نہ ڈالو اور تم نیکی کرو، یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے ﴿195﴾

کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید نہیں کیا گیا تو آپ لڑائی سے رک گئے اور صلح کی طرف مائل ہو گئے جیسا کہ یہ قصہ مشہور ہے۔ ①

اسی طرح آپ جب حنین کے دن ہوازن (قبیلے) کی لڑائی سے فارغ ہوئے اور مشرکین طائف میں جا کر قلعہ بند ہو گئے تو آپ بھی وہاں تشریف لے گئے اور آپ نے محاصرہ فرما لیا۔ ② آپ نے مَنجنیق ③ کے ساتھ محاصرہ کیا ہوا تھا کہ ذوالقعدہ کا مہینہ شروع ہو گیا۔ اور چالیس دن تک یہ محاصرہ رہا جیسا کہ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ ④ پھر جب بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے تو آپ نے فتح کے بغیر ہی یہ محاصرہ ختم کر دیا ⑤ اور آپ مکہ مکرمہ کی طرف واپس تشریف لے گئے اور مقام جِعرانہ سے عمرے کا احرام باندھا جہاں آپ نے حنین کی غنیمتوں کو تقسیم فرمایا تھا۔ آپ نے یہ عمرہ ذوالقعدہ 8ھ میں ادا فرمایا۔ ⑥ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ.

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَمَنِ اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ فَاعۡتَدُوۡا عَلَيۡهِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ ﴾ ''پس اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو جیسی زیادتی وہ تم پر کرے ویسی ہی تم اس پر کرو۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عدل کرنے کا حکم ہے حتیٰ کہ مشرکوں کے ساتھ بھی! جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِهٖ ﴾ (النحل 126:16) ''اور اگر تم ان کو تکلیف دینی چاہو تو اتنی ہی دو جتنی تکلیف تم کو ان سے پہنچی ہو۔'' اور فرمان باری تعالیٰ: ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِيۡنَ ﴿194﴾ ﴾ ''اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ بے شک اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' میں یہ حکم ہے کہ اس کی اطاعت اور تقوے کو اختیار کیا جائے، نیز اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈریں گے اللہ تعالیٰ انھیں دنیا و آخرت میں اپنی نصرت اور تائید و حمایت سے سرفراز فرمائے گا۔

تفسیر آیت:195

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آیت: ﴿ وَاَنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ ۖ ﴾ ''اور تم اللہ کی راہ میں (مال) خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔'' نفقے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ⑦ ابن ابوحاتم نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد،

① السيرة النبوية لابن هشام، إشاعة مقتل عثمان:330,329/3 و صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب عثمان......، حديث:4157,3699 . ② صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الطائف......، حديث:4325 و صحيح مسلم، الجهاد، باب غزوة الطائف، حديث:1778 عن عبدالله بن عمر رضی اللہ عنہ. ③ المراسيل لأبي داود، باب في فضل الجهاد:335 و الطبقات الكبرىٰ لابن سعد، غزوة رسول الله ﷺ الطائف:159/2. ④ [أربعين ليلة] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صرف صحيح مسلم، الزكاة، باب اعطاء المؤلفة......، حديث:(136)-1059 میں ہے۔ یاد رہے واقعۂ حنین کے دن سے آپ کی جِعرانہ سے مدینہ واپسی کے دن تک چالیس دن بنتے ہیں۔ ⑤ صحيح البخاري، حديث:4325 و صحيح مسلم، حديث:1778. ⑥ صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث:4148 . ⑦ صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَاَنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا ...... ﴾ (البقرة 195:2) ، حديث:4516.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عِکرِمہ، سعید بن جبیر، عطاء، ضحاک، حسن، قتادہ، سدی اور مُقاتِل بن حَیّان رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ [1]

امام لیث بن سعد نے یزید بن ابوحبیب سے اور انھوں نے ابوعمران اسلم سے روایت کیا ہے کہ قسطنطنیہ میں مہاجرین میں سے کچھ لوگوں نے دشمن کی صف پر اس طرح حملہ کیا کہ صف کو چیر ڈالا۔ اس وقت حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے، ایک شخص نے یہ دیکھ کر کہا کہ اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا ہے، یہ سن کر حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس آیت کے بارے میں ہم زیادہ بہتر جانتے ہیں کیونکہ یہ ہمارے ہی بارے میں نازل ہوئی تھی، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی، ہم تمام موقعوں پر آپ کے ساتھ تھے اور ہم نے آپ کی مدد کی جب اسلام پھیل کر خوب ظاہر ہوگیا تو ہم گروہ انصار جمع ہوکر آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ونصرت کی وجہ سے عزت عطا فرمائی ہے حتی کہ اسلام پھیل گیا اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوگیا ہے۔ ہم نے اپنے اہل وعیال اور اولاد واموال پر آپ کو ترجیح دی تھی اور اب جبکہ حالت جنگ ختم ہوگئی ہے تو ہم اپنے اہل واولاد میں لوٹ جائیں گے اور ان میں اقامت پذیر ہوں گے تو اس وقت ہمارے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی: ﴿وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ﴾ ''اور اللہ کی راہ میں (مال) خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔'' گویا اہل ومال میں اقامت اختیار کرنا اور جہاد کو ترک کر دینا بھی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

اسے امام ابوداود، ترمذی، نسائی نے (اپنی اپنی سنن میں) اور عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں، نیز ابن ابوحاتم، ابن جریر، ابن مردویہ نے اور حافظ ابویعلی نے اپنی مسند میں، ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔ [2] امام ترمذی نے اسے حسن صحیح غریب قرار دیا ہے اور حاکم نے اسے شیخین کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ شیخین نے اسے بیان نہیں کیا۔

ابوداود میں ابوعمران اسلم کی روایت میں ہے کہ ہم قسطنطنیہ میں تھے، اہل مصر پر اس وقت عُقبہ بن عامر حاکم تھے اور اہل شام پر فَضالہ بن عُبید۔ رومیوں کی ایک عظیم صف نکلی تو ہم بھی ان کے بالمقابل صف آراء ہوگئے تو ایک مسلمان نے رومیوں پر اس زور کا حملہ کیا کہ وہ ان کی صفوں میں داخل ہوگیا، لوگ چیخ اٹھے اور کہنے لگے: سبحان اللہ! اس نے تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو! تم اس آیت کا غلط مطلب لیتے ہو۔ یہ آیت ہم گروہ انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو سرفرازی عطا فرما دی اور اس کے مددگاروں کی تعداد میں اضافہ ہوگیا تو ہم

---

[1] تفسیر ابن أبی حاتم:331/1. [2] سنن أبی داود، الجهاد، باب فی قوله عزوجل: ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ﴾، حدیث:2512 و جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة البقرة، حدیث:2972 و السنن الكبرى للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ﴾...... :299/6، حدیث:11029 و تفسیر ابن أبی حاتم:331,330/1 و تفسیر الطبری:279/2 و صحیح ابن حبان، السیر، باب فرض الجهاد:10,9/11، حدیث:4711 و المستدرك للحاكم، الجهاد: 85,84/2، حدیث:2434، مسند أبی یعلی میں یہ روایت بسیار تلاش کے باوجود نہیں مل سکی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ

اور تم حج اور عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو، پھر اگر تمھیں (راستے میں) روک دیا جائے تو قربانی کے لیے جو میسر ہو (وہ قربان کردو) اور اپنے سر نہ منڈاؤ حتی کہ

حَتّٰی یَبْلُغَ الْهَدْیُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًی مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْیَةٌ مِّنْ

قربانی اپنے حلال ہونے کی جگہ پہنچ جائے، پھر اگر کوئی شخص بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو (اور وہ سر منڈوا لے) تو فدیے میں روزے رکھے یا

صِیَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ ٙ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَی الْحَجِّ فَمَا اسْتَیْسَرَ

صدقہ دے یا قربانی کرے، پھر جب تمھیں امن مل جائے (اور تم حج سے پہلے مکہ پہنچ جاؤ) تو تم میں سے جس نے حج (کے احرام) تک عمرے کا فائدہ اٹھایا وہ

مِنَ الْهَدْیِ ۚ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ

(احرام کھول کر) جو میسر ہو قربانی کرے، پھر جو شخص (قربانی) نہ پائے تو وہ تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات اس وقت جب تم گھر لوٹ آؤ،

عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ یَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ

یہ پورے دس (روزے) ہیں۔ یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے پاس نہ رہتے ہوں اور تم اللہ سے ڈرو

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿196﴾ ع 24 8

اور جان لو بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے ﴿196﴾

آپس میں کہنے لگے کہ اب اگر ہم اپنے اموال پر توجہ دیں اور انھیں درست کر لیں تو کیا اچھا ہو، چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔[1]

ابوبکر بن عیاش نے ابواسحاق سَبیعی سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے کہا کہ اگر میں اکیلا دشمن پر حملہ کروں اور وہ مجھے قتل کر دے تو کیا میں نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا؟ انھوں نے فرمایا: نہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا: ﴿ فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ ﴾ (النسآء4:84) ''چنانچہ (اے نبی!) آپ اللہ کی راہ میں لڑیں، آپ اپنے سوا کسی کے ذمہ دار نہیں ہیں۔'' اور یہ آیت ﴿ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ...... ﴾ نفقے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[2] اسے ابن مردُوْیَہ نے روایت کیا اور امام حاکم نے بھی مستدرک میں بیان کیا اور لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح اور شیخین کی شرط کے مطابق ہے مگر انھوں نے اسے بیان نہیں کیا۔[3]

ثوری اور قیس بن ربیع نے بھی اسے ابواسحاق سے اور انھوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اور ﴿ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ ﴾ کے بعد کہا کہ ہلاکت یہ ہے کہ آدمی گناہ کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دے اور توبہ نہ کرے۔[4]

عطاء نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے: ﴿ وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ ۛۚ ﴾ کے بارے

[1] مسند أبي داود الطيالسي، أحاديث أبي أيوب الانصاري ﷺ:490/1 حديث:600 کے الفاظ اس روایت کے قریب تر ہیں۔ و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة البقرة، حديث:2972. [2] مسند أحمد:281/4. [3] المستدرك للحاكم:276/2 ، حديث:3089 لیکن یہ روایت اس سے کچھ مختلف ہے۔ [4] تفسير الطبري:277/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں روایت کیا ہے کہ اس کا تعلق قتال سے نہیں بلکہ نفقات سے ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے اپنے ہاتھ کو روک لو گے تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالو گے۔ (1)

اس آیت شریفہ کا مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں اور تقرب و طاعت الٰہی کے دیگر تمام کاموں میں خصوصاً دشمنوں سے جہاد کے لیے مال خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ دشمنوں کے مقابلے میں مسلمانوں کو تقویت حاصل ہو، پھر بتایا گیا ہے کہ ایسا نہ کرنے میں تباہی و بربادی اور ہلاکت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے احسان، جو مقاماتِ اطاعت میں بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے، کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَاَحۡسِنُوۡا ۛۚ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴾ ''اور احسان کرو، بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

تفسیر آیت:196

حج وعمرہ کو پورا کرنے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے پہلے احکام صیام کا ذکر فرمایا، پھر جہاد کا ذکر کیا اور اب احکام ومناسک حج کا ذکر کرتے ہوئے حج وعمرہ کو پورا کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ سیاق کلام سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ حکم یہ ہے کہ جب حج و عمرے کے افعال کو شروع کر دیا جائے تو انھیں بہر صورت مکمل کیا جائے۔ اسی لیے اس کے بعد فرمایا: ﴿ فَاِنۡ اُحۡصِرۡتُمۡ ﴾ یعنی اگر تمھیں بیت اللہ تک پہنچنے سے روک دیا جائے اور حج وعمرے کے مکمل کرنے سے منع کر دیا جائے......، اسی وجہ سے علماء کا اتفاق ہے کہ حج وعمرے کو شروع کرنے کے بعد ان کو پورا کرنا لازم ہے۔ مکحول فرماتے ہیں کہ ان کو پورا کرنا یہ ہے کہ ان دونوں کو میقات سے شروع کیا جائے۔ (2)

امام عبدالرزاق نے معمر کے حوالے سے زہری سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَاَتِمُّوا الۡحَجَّ وَالۡعُمۡرَةَ لِلّٰهِ ؕ ﴾ ''اور تم اللہ (کی خوشنودی) کے لیے حج وعمرے کو پورا کرو۔'' کے بارے میں فرمایا کہ انھیں پورا کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ سرانجام دیا جائے اور عمرے کو حج کے مہینوں کے علاوہ دیگر مہینوں میں سرانجام دیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اَلۡحَجُّ اَشۡهُرٌ مَّعۡلُوۡمٰتٌ ۚ ﴾ (البقرۃ2:197) ''حج کے مہینے (معین ہیں جو) معلوم ہیں۔'' (3)

امام سدی فرمان باری: ﴿ وَاَتِمُّوا الۡحَجَّ وَالۡعُمۡرَةَ لِلّٰهِ ؕ ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حج وعمرے کو قائم کرو۔ (4)

قتادہ نے زُرارہ کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حج عرفہ اور عمرہ طواف کا نام ہے۔ (5) اعمش نے ابراہیم کے حوالے سے علقمہ سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں یہ ہے: وَأَقِيمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ إِلَى الْبَيْتِ ''حج وعمرے کو بیت اللہ تک قائم کرو۔'' (6) اور عمرے میں بیت اللہ سے تجاوز نہ کیا جائے۔ ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس کا سعید بن جبیر سے ذکر کیا تو انھوں نے بتایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح فرمایا تھا۔ (7) سفیان نے اعمش سے، انھوں نے ابراہیم سے اور انھوں نے علقمہ سے روایت کیا ہے کہ حج وعمرے کو بیت اللہ تک قائم

---

(1) تفسیر الطبری:2/274. (2) تفسیر ابن أبی حاتم:1/333. (3) تفسیر ابن أبی حاتم:1/334. (4) تفسیر الطبری:2/286. (5) تفسیر ابن أبی حاتم:1/334. (6) تفسیر الطبری:2/282. (7) تفسیر الطبری:2/282.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرو۔① امام ثوری نے منصور از ابراہیم کے حوالے سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے کہ انھوں نے اس طرح: وَأَقِيمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ إِلَى الْبَيْتِ قراءت کی ہے۔②

محرم کو جب راستے میں روک دیا جائے؟ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ ''پھر اگر تم (راستے میں) روک لیے جاؤ تو جیسی قربانی میسر ہو (وہ قربان کردو۔)'' کے بارے میں ائمہ تفسیر نے ذکر فرمایا ہے کہ یہ آیت سن 6 ہجری میں، یعنی حدیبیہ کے سال اس وقت نازل ہوئی تھی جب مشرکین رسول اللہ ﷺ اور بیت اللہ کے مابین حائل ہو گئے تھے جیسا کہ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے پوری سورۂ فتح بھی نازل فرمائی تھی اور اس بات کی اجازت دے دی کہ وہ اپنے قربانی کے جانوروں کو ذبح کر دیں، جو کہ ستر اونٹ تھے، اپنے سروں کو منڈوا دیں اور احرام کھول دیں، اس وقت رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جب یہ حکم دیا کہ وہ سر منڈا دیں اور احرام کھول کر حلال ہو جائیں تو انھوں نے ایسا کرنے میں قدرے تاخیر کی تاکہ یہ حکم منسوخ ہو جائے مگر جب رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر مبارک منڈوا دیا تو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کی اتباع میں ایسا ہی کیا۔ ہاں، البتہ کچھ لوگوں نے بال کٹوا دیے اور کچھ نے منڈوا دیے۔ اسی وجہ سے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: [رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِينَ قَالُوا: وَالْمُقَصِّرِينَ ؟ يَا رَسُولَ اللّٰهِ!- فَقَالَ فِي الرَّابِعَةِ:- وَالْمُقَصِّرِينَ] ''اللہ تعالیٰ بال منڈوانے والوں پر رحم فرمائے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! بال کٹوانے والوں کے لیے بھی دعا فرمائیں، چنانچہ چوتھی بار آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بال کٹوانے والوں پر بھی رحم فرمائے۔''③

اس موقع پر اونٹ (اور گائے) کی قربانی میں سات سات آدمی شریک تھے۔④ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی کل تعداد چودہ سو تھی۔⑤ حرم سے باہر حدیبیہ کے مقام پر انھوں نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ صحابۂ کرام کا قیام حرم کی سرحد پر تھا۔ واللہ أعلم.

حَصر (راستے کی رکاوٹ) عام ہے، خواہ یہ دشمن کی وجہ سے ہو یا مرض کی وجہ سے یا راستے سے بھٹک جانے وغیرہ کی وجہ سے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حجاج بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [مَنْ كُسِرَ أَوْ عَرَجَ فَقَدْ حَلَّ وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ أُخْرٰى] ''جس شخص کا کوئی عضو ٹوٹ جائے یا وہ لنگڑا ہو جائے تو وہ حلال ہو جائے تو اسے دوبارہ حج کرنا ہوگا۔'' فرماتے ہیں: میں نے ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے اس کا ذکر کیا تو دونوں نے فرمایا کہ وہ سچ کہتے ہیں۔⑥ اس حدیث کو اصحاب کتب اربعہ نے بیان کیا ہے۔⑦

---

① تفسير الطبرى:282/2. ② تفسير الطبرى:282/2. ③ صحيح مسلم، الحج، باب تفضيل الحلق على التقصير ......، حديث:(318)1301 عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔ صلح حدیبیہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے تفسير الطبرى:2/302-307 و الرحيق المختوم:337-348. ④ صحيح مسلم، الحج، باب جواز الاشتراك فى الهدى......، حديث:1318 و صحيح ابن حبان، الحج، باب ذكر إباحة اشتراك......:318/9، حديث:4006 عن جابر بن عبدالله رضی اللہ عنہ. ⑤ صحيح البخارى، المغازى، باب غزوة الحديبية، حديث:4150 . ⑥ مسند أحمد:450/3. ⑦ جامع الترمذى، الحج، باب ماجاء فى الذى يهل بالحج......، حديث:940 و سنن النسائى، مناسك الحج، باب فيمن أحصر بعدو، حديث:2863.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابوداود اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں نبیٔ اکرم ﷺ کے یہ الفاظ ہیں: [مَنْ كُسِرَ أَوْ عَرِجَ أَوْ مَرِضَ ......] ''جس شخص کا کوئی عضو ٹوٹ جائے یا وہ لنگڑا ہو جائے یا بیمار ہو جائے ......''[1] امام ابن ابوحاتم نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ اور انھوں نے فرمایا ہے کہ حضرت ابن مسعود، ابن زبیر رضی اللہ عنہم، علقمہ، سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، مجاہد، نخعی، عطاء اور مقاتل بن حیان رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ اِحصار دشمن یا مرض یا پاؤں وغیرہ کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور امام سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ اِحصار ہر اس چیز کی وجہ سے ہو سکتا ہے جو انسان کے لیے تکلیف دہ ہو۔[2]

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ضُباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں حج کا ارادہ رکھتی ہوں لیکن میں بیمار ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: [حُجِّي وَاشْتَرِطِي، أَنَّ مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي] ''تم حج کرو اور یہ شرط لگا لو کہ (اے اللہ!) میں وہاں احرام کھول دوں گی جہاں تو مجھے روک لے گا۔''[3] امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔[4] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج میں اس طرح کی شرط لگا لینا بھی جائز ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ ''تو قربانی کے لیے جو میسر ہو۔'' کے بارے میں امام مالک رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد بکری ہے۔[5] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قربانی اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری (نر و مادہ) کی آٹھوں قسموں سے ادا کی جا سکتی ہے۔[6] امام عبدالرزاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اپنی استطاعت کے مطابق قربانی کر دے۔[7] عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اگر خوش حال ہو تو اونٹ کی قربانی کر دے ورنہ گائے کی اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو بکری کی قربانی کر دے۔[8] ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد وہ قربانی ہے جو سستی اور مہنگی کے مابین ہو۔[9]

اِحصار کی صورت میں بکری کی قربانی کے صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو واجب قرار دیا ہے کہ جیسی قربانی میسر ہو کر دی جائے اور قربانی پالتو جانوروں، یعنی اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری ہی سے کی جا سکتی ہے جیسا کہ امت کے بہت بڑے عالم، بحر العلوم، ترجمان القرآن اور رسول اللہ ﷺ کے برادر عم زاد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے، نیز صحیح بخاری و مسلم میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: [أَهْدَى النَّبِيُّ ﷺ مَرَّةً غَنَمًا] ''نبی ﷺ نے ایک بار بکری

---

① سنن أبي داود، المناسك، باب الإحصار، حديث:1863 وسنن ابن ماجه، المناسك، باب المحصر، حديث: 3078. ② تفسير ابن أبي حاتم: 335/1. (حصر یا اِحصار ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے ہیں، (یعنی) راستے کی رکاوٹ) ③ صحيح البخاري، النكاح، باب الأكفاء في الدين، حديث:5089 وصحيح مسلم، الحج، باب جواز اشتراط المحرم......، حديث:(105)-1207 واللفظ له. ④ صحيح مسلم، الحج، باب جواز اشتراط المحرم التحلل ......، حديث: 1208. ⑤ الموطأ للإمام مالك، الحج، باب ما استيسر من الهدى: 149/1، حديث:893. ⑥ تفسير ابن أبي حاتم: 336/1. ⑦ تفسير ابن أبي حاتم: 337/1. ⑧ تفسير الطبري: 298/2. ⑨ تفسير ابن أبي حاتم: 337/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی قربانی دی تھی۔‘‘[1]

اورارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ﴾ کا عطف ﴿ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ﴾ پر ہے، اس کا عطف ﴿ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ﴾ پر نہیں ہے جیسا کہ ابن جریر رحمہ اللہ کا گمان ہے کیونکہ نبی ﷺ اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حدیبیہ والے سال جب کفار قریش نے حرم میں داخل ہونے سے روک دیا تھا تو انھوں نے سر منڈادیے اور اپنے قربانی کے جانوروں کو حرم سے باہر ہی ذبح کر دیا تھا۔

البتہ حالت امن میں اور حرم تک پہنچ جانے کی صورت میں سر منڈانا جائز نہیں ہے ﴿ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ﴾ ’’حتی کہ قربانی اپنے حلال ہونے کے مقام تک پہنچ جائے۔‘‘ اور حج کرنے والا اگر قارن ہے تو حج وعمرے کے افعال سے فارغ ہو جائے اور اگر مفرد (حج افراد کرنے والا) یا مُتَمَتِّع (حج تمتع کرنے والا) ہے تو ان میں سے ایک سے فارغ ہو جائے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! لوگوں نے تو عمرہ کر کے احرام کھول دیا ہے مگر آپ نے نہیں کھولا؟ تو آپ نے فرمایا: [إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي فَلَا أَحِلُّ حَتّٰى أَنْحَرَ] ’’میں نے اپنے سر کے بالوں کو چپکا لیا اور اپنے قربانی کے جانور کو قلادہ پہنا دیا ہے، لہٰذا میں اس وقت تک احرام کھول کر حلال نہیں ہو سکتا جب تک قربانی کے جانور کو ذبح نہ کر دوں۔‘‘[2]

جو شخص حالت احرام میں سر منڈادے تو اس پر فدیہ واجب ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ﴾ ’’پھر اگر کوئی تم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں کسی طرح کی تکلیف ہو تو (اگر وہ سر منڈوالے) تو اس کے بدلے میں روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔‘‘

امام بخاری رحمہ اللہ نے عبدالرحمٰن بن اصبہانی سے روایت کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن معقل سے سنا کہ میں کعب بن عُجْرہ رضی اللہ عنہ کے پاس اس مسجد (مسجد کوفہ) میں بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے ان سے روزوں کی صورت میں فدیے کی ادائیگی کے متعلق پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ مجھے جب نبی ﷺ کی خدمت میں لے جایا گیا تو میرے چہرے پر جوئیں چل رہی تھیں، آپ نے فرمایا: [مَا كُنْتُ أُرَى أَنَّ الْجَهْدَ قَدْ بَلَغَ بِكَ هٰذَا، أَمَا تَجِدُ شَاةً ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينَ لِكُلِّ مِسْكِينٍ نِّصْفُ صَاعٍ مِّنْ طَعَامٍ ، وَّاحْلِقْ رَأْسَكَ] ’’میرا خیال نہیں تھا کہ تمھاری تکلیف یہاں تک پہنچ جائے گی، کیا تمھارے پاس ایک بکری موجود ہے؟ میں نے عرض کی: نہیں، تو آپ نے فرمایا: تین روزے رکھ لو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو اور ہر مسکین کو نصف صاع کھانا دو اور اپنے سر کو منڈوا دو۔‘‘ تو یہ آیت خاص طور پر میرے بارے میں

---

[1] صحيح البخاري، الحج، باب تقليد الغنم، حديث:1701 و صحيح مسلم، الحج، باب استحباب بعث الهدى إلى الحرم......، حديث:1321. [2] صحيح البخاري، الحج، باب التمتع والقران والإفراد بالحج......، حديث:1566 و صحيح مسلم، الحج، باب بيان أن القارن لا يتحلل إلا في وقت تحلل الحاج المفرد، حديث:1229.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نازل ہوئی تھی لیکن اس کا حکم تم سب کے لیے عام ہے۔[1]

امام احمد رحمہ اللہ نے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں ہنڈیا کے نیچے آگ جلا رہا تھا اور جوئیں میرے چہرے یا میری پلکوں پر چل رہی تھیں تو آپ نے فرمایا: [أَیُؤْذِیكَ هَوَامُّ رَأْسِكَ؟ قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ ، قَالَ: فَاحْلِقْهُ، وَ صُمْ ثَلَاثَةَ أَیَّامٍ ، أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِینَ ، أَوِ انْسُكْ نَسِیكَةً] ''کیا تمھارے سر کی جوئیں تمھیں تکلیف دے رہی ہیں؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! تو آپ نے فرمایا کہ اپنے سر کو منڈوا دو اور تین روزے رکھ لو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو یا قربانی کر لو۔'' ایوب (حدیث کے راوی) کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ آپ نے ان میں سے پہلے کس کا ذکر فرمایا۔[2]

قرآن مجید کے الفاظ میں چونکہ رخصت کو بیان کرنا مقصود تھا، اس لیے قرآن نے سب سے پہلے زیادہ آسان صورت کو بیان کیا اور نبی ﷺ نے زیادہ افضل عمل کی طرف راہنمائی فرمائی تھی، اس لیے آپ نے فرمایا کہ بکری قربان کر دو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو یا تین روزے رکھ لو[3] تو ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ بہت خوب ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

حج میں تمتع کا بیان: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَإِذَآ أَمِنتُمْ ۚ فَمَن تَمَتَّعَ بِٱلْعُمْرَةِ إِلَى ٱلْحَجِّ فَمَا ٱسْتَيْسَرَ مِنَ ٱلْهَدْيِ ۚ﴾

''پھر جب تمھیں امن مل جائے (اور تم حج سے پہلے مکہ پہنچ جاؤ) تو تم میں سے جس نے حج (کے احرام) تک عمرے کا فائدہ اٹھایا وہ (احرام کھول کر) جو قربانی میسر ہو کرے۔'' یعنی جب مناسک حج ادا کرنا تمھارے لیے ممکن ہو جائے اور تم میں سے جو حج کے وقت تک عمرے سے فائدہ اٹھانا چاہے۔ اور یہ حکم اس کے لیے ہے جس نے حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھا ہو اور اس کے لیے بھی جس نے پہلے صرف عمرے کا احرام باندھا ہو اور عمرے سے فراغت کے بعد حج کا احرام باندھ لیا ہو اور یہی خاص تمتع ہے جو فقہا کے کلام میں معروف ہے۔ اور عام تمتع دونوں قسموں کو شامل ہے جیسا کہ صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ بعض راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج تمتع کیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ آپ نے حج قِران کیا تھا لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ ہدی کے جانور ساتھ لائے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَمَن تَمَتَّعَ بِٱلْعُمْرَةِ إِلَى ٱلْحَجِّ فَمَا ٱسْتَيْسَرَ مِنَ ٱلْهَدْيِ ۚ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح کی ہَدْی مقدور ہو وہ ذبح کر دے جو کم سے کم ایک بکری تو ہونی چاہیے۔ اسی طرح گائے بھی ذبح کر سکتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کو ذبح کیا تھا۔ امام اوزاعی نے یحییٰ بن ابو کثیر سے انھوں نے ابوسَلَمہ سے اور انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کو ذبح کیا اور انھوں نے حج تمتع کا احرام باندھا ہوا تھا۔[4] اسے ابوبکر بن مردویہ نے بھی روایت کیا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله تعالیٰ: ﴿فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا﴾ ...... (البقرة2:196)، حدیث:4517 و صحیح مسلم، حدیث:(85)-1201. [2] مسند أحمد:241/4 و صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الحديبية، حدیث:4190.

[3] کسی حدیث میں بعینہ یہ ترتیب ہمیں نہیں ملی۔ و اللہ أعلم. [4] سنن أبی داود، المناسك، باب في هدی البقر، حدیث:1751.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ حدیث حج تمتع کی مشروعیت کی دلیل ہے جیسا کہ صحیحین میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کتاب اللہ میں آیت تمتع نازل ہوئی تھی اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج تمتع کیا، قرآن نے اسے حرام یا ممنوع قرار نہیں دیا حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہا۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کا اشارہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ہے۔[1]

امام بخاری رحمہ اللہ نے جو یہ فرمایا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی صراحت بھی منقول ہے کہ آپ لوگوں کو حج تمتع سے منع کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر ہم کتاب اللہ کو لیں تو اس میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اتمام کا حکم دیا ہے، آپ کا اشارہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ﴾ کی طرف تھا۔ درحقیقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے اس لیے منع نہیں فرماتے تھے کہ آپ اسے حرام سمجھتے تھے بلکہ آپ اس لیے منع فرماتے تھے تا کہ حج وعمرہ کرنے والوں کا بیت اللہ کی طرف زیادہ سے زیادہ قصد ہو جیسا کہ آپ سے اس کی صراحت موجود ہے۔

ہدی کا جانور میسر نہ ہو تو متمتع دس روزے رکھے: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ﴾ ''پھر جس کو (قربانی) نہ ملے وہ تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات اس وقت جب تم گھر لوٹ آؤ، یہ پورے دس (روزے) ہوئے۔'' یعنی جس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو تو وہ تین روزے ایام حج میں رکھ لے۔ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جس کے پاس قربانی نہ ہو تو وہ ایام حج میں عرفے کے دن سے پہلے پہلے تین روزے رکھ لے اور اگر تیسرا دن عرفہ ہو تو اس کے روزے پورے ہو گئے اور سات روزے اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر رکھ لے۔[2]

اسی طرح ابواسحاق نے وبرہ سے اور انھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک دن یوم الترویہ سے پہلے روزہ رکھ لے، ایک یوم الترویہ کو روزہ رکھ لے اور ایک روزہ عرفے کے دن رکھ لے۔[3] جعفر بن محمد نے اپنے والد گرامی محمد باقر رحمہ اللہ سے اور انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔[4]

اگر تینوں یا ان میں سے کچھ روزے عید سے پہلے نہ رکھ سکے تو ایام تشریق میں بھی یہ روزے رکھنا جائز ہیں جیسا کہ حضرت عائشہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کا قول صحیح بخاری میں ہے کہ ایام تشریق میں روزے رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہاں، البتہ جس شخص کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو تو وہ ان دنوں میں بھی روزے رکھ سکتا ہے۔[5] سفیان نے جعفر بن محمد سے انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص ایام حج میں روزے نہ رکھ سکے تو وہ ایام تشریق میں رکھ لے۔ عُبَید بن عمیر لیثی، عکرمہ، امام حسن بصری، اور عروہ بن زبیر رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔[6] انھوں نے یہ بات: ﴿ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ ﴾ (البقرة 2:196)، حديث:4518 و صحيح مسلم، الحج، باب جواز التمتع، حديث:1226. ② تفسير الطبري:340/2. ③ تفسير الطبري:341/2. ④ تفسير الطبري: 338/2. ⑤ صحيح البخاري، الصوم، باب صيام أيام التشريق، حديث:1997، 1998. ⑥ تفسير الطبري:340/2 و تفسير ابن أبي حاتم:342/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ فِي الْحَجِّ ﴾ کے عموم کے پیشِ نظر فرمائی ہے۔اور امام مسلم نے نُبَیْشَۃ ھُذَلِی رضی اللہ عنہ سے جو یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[أَيَّامُ التَّشْرِيقِ أَيَّامُ أَكْلٍ وَّ شُرْبٍ وَّ ذِكْرِ اللّٰهِ] ''ایام تشریق کھانے، پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں۔''① تو یہ حکم عام ہے جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایات خاص ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ﴾ ''اور سات اس وقت جب تم گھر لوٹ آؤ'' کے بارے میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ جب تم اپنی رہائش گاہوں میں واپس آ جاؤ۔ اور دوسرا یہ کہ جب تم اپنے وطنوں میں واپس آؤ تو روزے رکھ لو۔ امام عبدالرزاق نے سالم سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ آپ اس آیت کے بارے میں فرما رہے تھے کہ سات روزے اس وقت رکھے جب اپنے گھر والوں کے پاس واپس آئے۔ سعید بن جبیر، ابوالعالیہ، مجاہد، عکرمہ، حسن، قتادہ، زہری اور ربیع بن انس رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔②

امام بخاری نے سالم بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں عمرے کے ساتھ حج تک فائدہ اٹھایا تھا، آپ نے قربانی بھی دی اور قربانی کا جانور اپنے ساتھ ذوالحلیفہ سے لائے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا میں عمرے کا احرام باندھا، پھر آپ نے حج کا احرام باندھا اور لوگوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرے سے حج تک فائدہ اٹھایا، یعنی حج تمتع کیا، کچھ لوگ قربانی کے جانور ساتھ لائے تھے اور کچھ لوگ قربانی کے جانور اپنے ساتھ نہیں لائے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں تشریف لائے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا:[مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدٰى فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى يَقْضِيَ حَجَّهُ وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ مِّنْكُمْ أَهْدٰى فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ وَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَيُقَصِّرْ وَلْيَحْلِلْ ثُمَّ لِيُهِلَّ بِالْحَجِّ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ هَدْيًا فَلْيَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً إِذَا رَجَعَ إِلٰى أَهْلِهِ] ''تم میں سے جو شخص قربانی کا جانور اپنے ساتھ لایا ہو تو اس کے لیے اس وقت تک احرام کی وجہ سے حرام ہونے والی چیزوں میں سے کوئی بھی حلال نہ ہوگی جب تک وہ اپنے حج کو پورا نہ کر لے۔ اور جو شخص قربانی کا جانور اپنے ساتھ نہ لایا ہو تو وہ بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کر لے، بال کٹوا دے اور حلال ہو جائے، پھر حج کا احرام باندھ لے اور جسے قربانی میسر نہ ہو تو وہ ایام حج میں تین روزے رکھ لے اور سات روزے اس وقت رکھے جب اپنے اہل و عیال کے پاس لوٹ جائے۔'' پھر اس کے بعد باقی ساری حدیث بھی بیان کی ہے۔ اور یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم میں بیان کی گئی ہے۔③

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ﴾ ''یہ پورے دس ہوئے'' میں ﴿ كَامِلَةٌ ﴾ کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اسے بطور تاکید لایا گیا ہے جیسا کہ عرب کہتے ہیں کہ ''میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا''، ''میں نے اپنے کانوں سے سنا''، ''میں نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ ﴾ (الأنعام 38:6) ''اور نہ کوئی پرندہ

① صحيح مسلم، الصيام، باب تحريم صوم أيام التشريق......، حديث:1141. ② تفسير ابن أبي حاتم:343/1. ③ صحيح البخاري، الحج، باب من ساق البُدْن معه، حديث:1691 و صحيح مسلم، الحج، باب وجوب الدم على المتمتع ......، حديث:1227.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي

حج کے مہینے معلوم ومقرر ہیں، چنانچہ جس شخص نے ان (مہینوں) میں حج کو لازم کر لیا تو حج کے دوران میں وہ جنسی باتیں نہ کرے، اللہ کی نافرمانی نہ کرے

الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۚ وَاتَّقُوْنِ

اور کسی سے جھگڑا نہ کرے اور جو نیک کام تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے اور (حج کے لیے) زادِ راہ لے لو، بے شک بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے اور اے عقل

يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿197﴾

مندو! تم مجھ ہی سے ڈرو ﴿197﴾

جو اپنے دو پروں سے اڑتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ ﴾ (العنکبوت 48:29) ''اور نہ آپ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھ ہی سکتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ ﴾ (الأعراف 142:7) ''اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس راتوں کا وعدہ کیا (کہ وہ انھیں کوہ طور پر گزارے) اور ہم نے انھیں (مزید) دس راتوں کے ساتھ پورا کر دیا تو اس کے پروردگار کی (مقرر کی ہوئی) چالیس رات کی میعاد پوری ہوگئی۔'' اور ﴿ كَامِلَةٌ ؕ ﴾ کے دوسرے معنی یہ بھی بیان کیے گئے ہیں کہ ان روزوں کے اکمال اور اتمام کا حکم دیا گیا ہے۔

اہل مکہ کے لیے تمتع نہیں ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ ﴾ ''یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام کے پاس نہ رہتے ہوں۔'' یعنی اہل حرم کے لیے تمتع نہیں ہے۔ امام عبدالرزاق نے طاؤس سے روایت کیا ہے کہ تمتع دیگر لوگوں کے لیے ہے اہل مکہ کے لیے نہیں ہے۔ امام عبدالرزاق نے فرمایا ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بھی طاؤس ہی کے قول کی طرح ہے۔[1]

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ ''اور اللہ سے ڈرتے رہو۔'' یعنی جس بات کا اس نے تمھیں حکم دیا ہے وہ کرو اور جس سے منع فرمایا ہے اس سے رک جاؤ۔ ﴿ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿196﴾ ﴾ ''اور جان رکھو کہ بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔'' یعنی جو اس کے حکم کی مخالفت کرے اور جس سے اس نے منع فرمایا ہے اس کا ارتکاب کرے تو اسے وہ سخت عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

تفسیر آیت:197

حج کے لیے احرام کب باندھا جائے؟ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ ﴾ ''حج کے مہینے (معین ہیں جو) معلوم ہیں۔'' کے معنی یہ ہیں کہ حج کا احرام حج کے مہینوں ہی میں باندھا جا سکتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے۔[2] اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت ہے، نیز حضرت عطاء، طاؤس اور مجاہد رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے کیونکہ سال کے تمام مہینوں میں سے وقتِ حج کی معین ومعلوم مہینوں کے ساتھ تخصیص اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے پہلے حج کا احرام باندھنا صحیح نہیں ہے جیسا کہ وقت سے پہلے نماز ادا کرنا صحیح نہیں ہے۔

[1] تفسیر الطبری:349/2. [2] تفسیر الطبری:352/2 وتفسیر ابن أبی حاتم:345/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ حج کے مہینوں سے پہلے حج کا احرام باندھے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ﴾ [1] امام ابن خزیمہ نے بھی اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں ہی میں باندھا جائے، چنانچہ حج کی سنت یہ ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں ہی میں باندھا جائے۔ [2] اس کی سند صحیح ہے اور کسی صحابی کا یہ کہنا کہ سنت اس طرح ہے، یہ اکثر محدثین کے نزدیک مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتا ہے خصوصاً ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہوئے اس طرح فرمانا تو یقیناً مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔

اس کے بارے میں ایک مرفوع حدیث بھی موجود ہے، ابن مردویہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يُحْرِمَ بِالْحَجِّ إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ] ''کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ حج کے مہینوں کے سوا حج کا احرام باندھے۔'' [3] اس کی سند میں بھی اگرچہ کوئی علت نہیں ہے، تاہم امام شافعی اور امام بیہقی نے مختلف سندوں کے ساتھ ابن جریج کے واسطے سے ابوزبیر سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے سنا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا: کیا حج کے مہینوں سے پہلے حج کا احرام باندھا جا سکتا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: نہیں۔ [4] یہ موقوف روایت مذکورہ بالا مرفوع روایت سے زیادہ صحیح اور ثابت ہے، پھر صحابی کے مذہب کی تقویت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے ہوگئی کہ سنت یہ ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں ہی میں باندھا جائے۔ واللّٰہ أَعلَم.

حج کے مہینے: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ﴾ کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول بیان کیا ہے کہ ان سے شوال، ذوالقعدہ اور دس دن ذوالحجہ کے مراد ہیں۔ [5] امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس معلق روایت کو صیغہ جزم کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور حافظ ابن جریر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ﴿ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ﴾ کی تفسیر میں یہ موصول روایت بھی بیان فرمائی ہے کہ ان سے مراد شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن ہیں۔ [6] اس حدیث کی سند بھی صحیح ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے بھی اسے مستدرک میں روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث شیخین کی شرط کے مطابق ہے۔ [7] میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث حضرت عمر، علی، ابن مسعود، عبداللہ بن زبیر، ابن عباس رضی اللہ عنہم، عطاء، طاؤس، مجاہد، ابراہیم نخعی، شعبی، حسن، ابن سیرین، مکحول، قتادہ، ضحاک بن مُزاحم، ربیع بن انس اور مُقاتل بن حَیّان رحمہم اللہ سے بھی مروی ہے۔ [8]

---

(1) كتاب الأم للشافعي، الحج، باب الوقت الذي يجوز فيه الحج والعمرة: 529/2، حديث: 914 وتفسير ابن أبي حاتم: 345/1. (2) صحيح ابن خزيمة، المناسك، باب النهي عن الإحرام بالحج في غير أشهر الحج......: 162/4، حديث: 2596 وصحيح البخاري، الحج، باب قول الله تعالى: ﴿ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ...... ﴾، معلّقا، قبل الحديث: 1560. (3) الدر المنثور: 394/1. (4) كتاب الأم للشافعي، الحج، باب الوقت الذي يجوز فيه الحج والعمرة: 529/2، حديث: 910 والسنن الكبرى للبيهقي، الحج، باب لا يهل بالحج في غير أشهر الحج: 343/4. (5) صحيح البخاري، الحج، باب قوله تعالى: ﴿ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ...... ﴾، ذكره تعليقًا، قبل الحديث: 1560. (6) تفسير الطبري: 354/2. (7) المستدرك للحاكم، التفسير، ومن سورة البقرة: 276/2، حديث: 3092. (8) تفسير ابن أبي حاتم: 345/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور لکھا ہے کہ دو مہینوں اور تیسرے مہینے کے کچھ حصے کو شامل کر کے تغلیباً ان کے لیے جمع کے لفظ کا اطلاق صحیح ہے جیسا کہ عرب کہتے ہیں زُرْتُهُ الْعَامَ، رَأَيْتُهُ الْيَوْمَ ''میں نے اس سال اس کی زیارت کی'' اور'' آج اس کو دیکھا ہے۔'' حالانکہ ایسا سال کے بعض حصے میں اور دن کے کچھ حصے میں واقع ہوا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ﴾ (البقرة2:203) ''پھر جس نے دو دنوں میں (منی سے مکے کی طرف واپسی میں) جلدی کی تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں۔'' حالانکہ اس نے ایک دن اور نصف دن میں جلدی کی ہوتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ ﴾ ''چنانچہ جس شخص نے ان (مہینوں) میں حج کو لازم کر لیا'' یعنی احرام باندھ کر اپنے اوپر حج کو واجب کر لیا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حج کے لیے احرام لازم ہے اور احرام باندھنے کے بعد حج کو جاری رکھنا چاہیے۔ حافظ ابن جریر فرماتے ہیں کہ ائمۂ تفسیر کا اجماع ہے کہ ﴿ فَرَضَ ﴾ سے یہاں واجب و لازم مراد ہے۔[1] علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: ﴿ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ جو حج یا عمرے کا احرام باندھ لے۔ عطاء فرماتے ہیں کہ یہاں ﴿ فَرَضَ ﴾ سے مراد احرام باندھنا ہے۔ ابراہیم، ضحاک اور دیگر کئی علماء کا بھی یہی قول ہے۔[2]

حج میں اپنی عورتوں سے اختلاط تک کی ممانعت: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ فَلَا رَفَثَ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص حج یا عمرے کا احرام باندھ لے تو وہ عورتوں سے رفث، یعنی جماع سے اجتناب کرے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ﴾ (البقرة2:187) ''روزوں کی راتوں میں تمھارے لیے اپنی عورتوں کے پاس جانا جائز کر دیا گیا ہے۔'' میں بھی ﴿ الرَّفَثُ ﴾ کا لفظ عورتوں کے ساتھ مباشرت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ حج میں جس طرح عورتوں سے مباشرت حرام ہے اسی طرح اس کے مبادیات، بوس و کنار اور عورتوں کی موجودگی میں اس موضوع پر گفتگو بھی حرام ہے۔ ابن جریر نے نافع سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ الرفث سے مراد عورتوں سے جنسی تعلق قائم کرنا اور اس موضوع پر مردوں اور عورتوں کا گفتگو کرنا ہے۔[3] عطاء بن ابورباح کا قول ہے کہ الرفث سے مراد جماع بھی ہے اور فحش بات بھی۔[4] عمرو بن دینار کا قول بھی یہی ہے۔ عطاء فرماتے ہیں کہ حالت احرام میں تعریض بھی مکروہ ہے۔[5] طاؤس فرماتے ہیں کہ اس کی مثال یہ ہے کہ آپ عورت سے یہ کہیں کہ میں جب حلال ہو گیا تو پھر تجھ سے صحبت کروں گا۔[6] ابوالعالیہ کا بھی یہی قول ہے علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الرفث سے مراد عورتوں سے مباشرت، بوس و کنار، معانقہ اور فحش گفتگو ہے۔[7]

حضرت ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کا بھی یہ قول ہے کہ الرفث سے مراد عورتوں سے مباشرت ہے۔ حضرت سعید بن جبیر، عِکرِمہ، مجاہد، ابراہیم، ابوالعالیہ، عطاء، مکحول، عطاء خراسانی، عطاء بن یَسار، عَطِیَّہ، ابراہیم نخعی، ربیع، زہری، سدی، مالک بن

① تفسير الطبري:357/2. ② تفسير الطبري:357/2. ③ تفسير ابن أبي حاتم:346/1. ④ تفسير الطبري:360/2.
⑤ تفسير الطبري:361/2. ⑥ تفسير الطبري:361/2. ⑦ تفسير الطبري:361/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انس، مُقاتل بن حیان، عبدالکریم، حسن، قتادہ، ضحاک رحمہم اللہ اور دیگر بہت سے اہل علم کا بھی یہی قول ہے۔ ①

حج میں برے کام کی ممانعت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا فُسُوْقَ ﴾ ''اور نہ کوئی برا کام کرے۔'' مقسم اور دیگر کئی راویوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ فُسُوْقَ ﴾ سے مراد گناہ کے کام ہیں۔ ② عطاء، مجاہد، طاؤس، عِکرِمہ، سعید بن جبیر، محمد بن کعب قرظی، حسن بصری، قتادہ، ابراہیم نخعی، زہری، مکحول، ربیع بن انس، عطاء بن یسار، عطاء خُراسانی اور مُقاتل بن حَیّان رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ ③ ابن وہب نے یونس سے اور انھوں نے نافع سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ ﴿ فُسُوْقَ ﴾ سے مراد حرم میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کام کرنا ہے۔ ④

دیگر ائمہ تفسیر نے کہا ہے کہ ﴿ فُسُوْقَ ﴾ سے مراد گالی دینا ہے۔ ان کی دلیل صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے: [سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَّقِتَالُهُ كُفْرٌ] ''مسلمان کو گالی دینا فسق اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔'' ⑤ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا قول ہے کہ یہاں ﴿ فُسُوْقَ ﴾ سے مراد بتوں کے نام پر ذبح کرنا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ﴾ (الأنعام145:6) ''یا کوئی گناہ کی چیز ہو کہ اس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔'' ⑥ امام ضحاک فرماتے ہیں کہ ﴿ فُسُوْقَ ﴾ سے مراد ایک دوسرے کے برے نام رکھنا ہے۔ ⑦

جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہاں ﴿ فُسُوْقَ ﴾ سے مراد تمام گناہ ہیں انھی کا قول زیادہ صحیح ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حرمت والے مہینوں میں ظلم سے منع فرمایا ہے، ظلم اگرچہ سارا سال ہی ممنوع ہے لیکن حرمت والے مہینوں میں اس کی ممانعت کی زیادہ تاکید ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ ﴾ (التوبۃ36:9) ''ان میں سے چار مہینے حرمت (ادب) والے ہیں۔ یہی دین (کا) سیدھا (راستہ) ہے تو ان (مہینوں) میں (قتالِ ناحق سے) اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا۔'' اور حرم کے بارے میں فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ (الحج25:22) ''اور جو اس میں شرارت سے کج روی (وکفر) کرنا چاہے، اس کو ہم درد دینے والے عذاب کا مزا چکھائیں گے۔'' اور صحیح بخاری و مسلم میں ابوحازم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ ، فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ] ''جو شخص اللہ کے لیے حج کرے، پھر نہ عورتوں سے جنسی باتیں کرے اور نہ کوئی گناہ کا کام کرے تو وہ گناہوں سے پاک ہو کر لوٹتا ہے گویا (اس دن کی طرح ہو جاتا ہے) جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔'' ⑧

حج میں لڑائی جھگڑے کی ممانعت: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ﴾ ''اور نہ حج میں کسی سے جھگڑے'' میں

① تفسير ابن أبي حاتم:346/1 وتفسير الطبري:364/2. ② تفسير ابن أبي حاتم:347/1. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 347/1. ④ تفسير ابن أبي حاتم:347/1. ⑤ صحيح البخاري، الإيمان، باب خوف المؤمن......، حديث:48. ⑥ تفسير الطبري:349/2. ⑦ تفسير ابن أبي حاتم:347/1. ⑧ صحيح البخاري، الحج، باب فضل الحج المبرور، حديث:1521 وصحيح مسلم، الحج، باب فضل الحج والعمرة، حديث:1350.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ

تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم (حج کے دوران میں) اپنے رب کا فضل تلاش کرو، پھر جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعر الحرام کے پاس اللہ کو یاد کرو

عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿198﴾

اور تم اسے اس طرح یاد کرو جس طرح اس نے تمھیں ہدایت دی اور یقیناً اس سے پہلے تم گمراہوں میں سے تھے ﴿198﴾

﴿ جِدَالَ ﴾ سے مراد لڑائی جھگڑا ہے۔ ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ﴿ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم اپنے ساتھی سے لڑائی جھگڑا کرو حتی کہ اسے ناراض کر دو۔ [1] ابوالعالیہ، عطاء، مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ، جابر بن زید، عطاء خراسانی، مکحول، سدی، مُقاتل بن حَیّان، عمرو بن دینار، ضحاک، ربیع بن انس، ابراہیم نخعی، عطاء بن یسار، حسن، قتادہ اور امام زہری رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ [2]

حج میں نیک کام کرنے اور زادِ راہ لینے کی ترغیب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ ﴾ ''اور جو نیک کام تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔'' پہلے اللہ تعالیٰ نے برے قول و فعل سے منع فرمایا تو اب نیک کام کی ترغیب دی ہے اور فرمایا کہ اسے تمھارے نیک کام کا علم ہے اور وہ قیامت کے دن اس کی پوری پوری جزا عطا فرمائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ ﴾ ''اور (حج کے لیے) زادراہ (رستے کا خرچ) ساتھ لے جاؤ بے شک بہترین زادراہ پرہیزگاری ہے۔'' امام بخاری اور ابوداود رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اہل یمن حج کرتے تو زادراہ ساتھ نہیں لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم مُتَوَکِّل ''توکل کرنے والے'' ہیں تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا: ﴿ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ ﴾ [3] امام ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب وہ احرام باندھتے اور ان کے پاس زادراہ ہوتا تو اسے پھینک دیتے، پھر نیا زادِراہ لے لیتے تو اس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا اور حکم دیا کہ وہ آٹا، ستو اور روٹی وغیرہ بطور زادراہ ساتھ لے جائیں۔ [4]

آخرت کا زادِ سفر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ ﴾ ''بے شک بہترین زادراہ پرہیزگاری ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے جب دنیا کے اس سفر میں زادراہ ساتھ لینے کا حکم دیا تو ساتھ ہی سفر آخرت کے لیے زادراہ کی تیاری کی طرف بھی رہنمائی فرمادی اور وہ یہ کہ آخرت کے لیے تقوے کو بطور زادراہ کے تیار رکھو جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ﴾ (الأعراف 26:7) ''اور (جو) پرہیزگاری کا لباس (ہے) وہ سب سے اچھا ہے۔'' یعنی پہلے اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر لباس حسی کا ذکر فرمایا ہے تو پھر ساتھ ہی لباس معنوی کی طرف بھی رہنمائی فرما دی ہے اور لباس معنوی سے مراد خشوع، اطاعت اور تقویٰ ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ذکر فرما دیا کہ یہ معنوی لباس زیادہ بہتر اور زیادہ نفع بخش ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي

---

① تفسير الطبري:370/2. ② تفسير ابن أبي حاتم:348/1. ③ صحيح البخاري، الحج، باب قول الله تعالى: ﴿ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ﴾، حديث:1523 وسنن أبي داود، المناسك، باب التزود في الحج، حديث:1730.
④ تفسير الطبري:380/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿اُولِي الۡاَلۡبَابِ ۝١٩٧﴾ ''اوراے اہل عقل! مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔'' اوراے اہل عقل و دانش! اس شخص کو میری گرفت، میری سزا اور میرے عذاب سے خوب ڈرنا چاہیے جو میری مخالفت کرتا اور میرے حکم کی اطاعت نہیں بجالاتا۔

تفسیر آیت:198

حج میں تجارت: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عُکَاظ، مَجَنَّة اور ذو المَجاز زمانۂ جاہلیت کے بازار تھے، لوگوں نے موسم حج میں تجارت کرنے کو گناہ سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: ﴿لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ؕ﴾ ''اس کا تمھیں کچھ گناہ نہیں کہ (حج کے دنوں میں بذریعہ تجارت) اپنے پروردگار سے روزی طلب کرو۔''[1] امام ابوداود وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لوگ موسم حج میں خرید وفروخت اور تجارت سے اجتناب کیا کرتے تھے کہ یہ ذکر الٰہی کے دن ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: ﴿لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ؕ﴾[2]

حضرت مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ، منصور بن معتمر، قتادہ، ابراہیم نخعی، ربیع بن انس رحمہم اللہ اور دیگر ائمہ نے بھی اس آیت کریمہ کی اسی طرح تفسیر بیان فرمائی ہے۔ امام ابن جریر نے ابواُمیمہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ آپ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو حج کرتا ہے اور اس کے پاس سامان تجارت بھی ہے تو جواب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ کو پڑھ دیا۔[3] یہ روایت گو موقوف ہے مگر قوی اور جید ہے، نیز یہ مرفوعًا بھی مروی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ابوامامہ تیمی سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ہم کرائے کا کام کرتے ہیں تو کیا ہمارا حج ہو جائے گا؟ فرمایا: کیا تم طواف نہیں کرتے، عرفے میں نہیں آتے، جمرات کو رمی نہیں کرتے اور اپنے سروں کو نہیں منڈواتے؟ ہم نے عرض کی: کیوں نہیں! تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک شخص نے آپ سے یہی سوال پوچھا تھا جو تم نے مجھ سے پوچھا ہے تو آپ نے اسے ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت کریمہ لے کر نازل ہو گئے: ﴿لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ؕ﴾ تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور فرمایا: [أَنْتُمْ حُجَّاجٌ] ''تم حاجی ہو۔''[4]

امام ابن جریر نے ابوصالح مولیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! کیا آپ حضرات حج میں تجارت کرلیا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ لوگوں کی معیشت کا انحصار حج کی تجارت ہی پر تو تھا۔[5]

وقوفِ عرفہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاِذَاۤ اَفَضۡتُمۡ مِّنۡ عَرَفٰتٍ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ عِنۡدَ الۡمَشۡعَرِ الۡحَرَامِ﴾ ''پھر جب تم عرفات سے واپس ہونے لگو تو مشعر حرام، یعنی مزدلفہ میں اللہ کا ذکر کرو۔'' لفظ عَرَفَات میں اگرچہ منع صرف کے اسباب میں

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ ......﴾ (البقرة2:198)، حديث:4519. [2] تفسير الطبري: 388/2 و الدر المنثور:400/1 و سنن أبي داود، المناسك، باب التجارة في الحج، حديث:1731 نحوه . [3] تفسير الطبري:386/2. [4] مسند أحمد:155/2. [5] تفسير الطبري:389,388/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے دو سبب علَم اور تانیث موجود ہیں لیکن پھر بھی اسے منصرف پڑھا گیا ہے کیونکہ اصل میں یہ ''مسلمات'' اور ''مومنات'' کی طرح جمع ہے اور ایک معین اور مخصوص جگہ کو اس نام سے موسوم کیا گیا ہے، لہٰذا اصل کی رعایت کے پیش نظر اسے منصرف پڑھا گیا ہے۔ حافظ ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ①

عرفہ حج میں وقوف کا مقام ہے اور وقوفِ عرفہ افعال حج میں سب سے اہم فعل ہے۔ اسی وجہ سے امام احمد رحمہ اللہ اور اہل سنن نے حضرت عبدالرحمٰن بن یَعْمر دِیلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [اَلْحَجُّ عَرَفَاتٌ، اَلْحَجُّ عَرَفَاتٌ، اَلْحَجُّ عَرَفَاتٌ۔ ثَلاثًا۔ وَأَيَّامُ مِنًى ثَلَاثٌ ﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ﴾ وَمَنْ أَدْرَكَ عَرَفَةَ قَبْلَ أَنْ يَّطْلُعَ الْفَجْرُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْحَجَّ] ''حج (وقوف) عرفات ہی کا نام ہے، حج (وقوف) عرفات ہی کا نام ہے، حج (وقوف) عرفات ہی کا نام ہے اور ایام منیٰ تین ہیں'' پھر جس نے دو دنوں میں (منیٰ سے مکے کی طرف واپسی میں) جلدی کی تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جس نے (ایک دن کی) تاخیر کی تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔'' اور جو شخص طلوع فجر سے پہلے وقوف عرفہ کو پالے تو اس نے حج کو پالیا۔'' ②

وقوف کا وقت یوم عرفہ کے زوال سے لے کر قربانی کے دن کی صبح صادق کے طلوع تک ہے کیونکہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر نماز ظہر ادا کرنے کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک وقوف فرمایا تھا اور اس موقع پر آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا: [لِتَأْخُذُوا مَنَاسِكَكُمْ] ''مجھ سے حج کے احکام سیکھ لو۔'' ③ اور فرمایا: [وَمَنْ أَدْرَكَ عَرَفَةَ قَبْلَ أَنْ يَّطْلُعَ الْفَجْرُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْحَجَّ] ''جس نے طلوع فجر سے پہلے پہلے وقوف عرفہ کو پالیا تو اس نے حج کو پالیا۔'' ④

عروہ بن مُضرِّس بن اوس بن حارثہ بن لام طائی سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مُزدلفہ میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ نماز کے لیے نکل چکے تھے، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں ''طے'' کے دو پہاڑوں سے آیا ہوں، میں نے اپنی سواری کو تیز دوڑایا اور اپنے آپ کو خوب تھکایا ہے، اللہ کی قسم! میں نے کوئی ٹیلہ (یا پہاڑ) نہیں چھوڑا جس پر وقوف نہ کیا ہو تو کیا میرا حج ہو جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ شَهِدَ صَلٰوتَنَا هٰذِهٖ ، وَوَقَفَ مَعَنَا حَتّٰى يَدْفَعَ ، وَقَدْ وَقَفَ بِعَرَفَةَ قَبْلَ ذٰلِكَ لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَقَدْ تَمَّ حَجُّهٗ وَقَضٰى تَفَثَهٗ] ''جو ہماری اس نماز میں حاضر ہوا اور اس نے ہمارے ساتھ وقوف کیا حتی کہ وہ یہاں سے روانہ ہو گیا اور اس سے پہلے رات یا دن کو عرفہ میں وقوف کر لیا تو اس کا حج پورا ہو گا اور اس نے اپنے میل کچیل کو دور کر لیا۔''

① تفسیر الطبری:390/2. ② مسند أحمد:309/4 وسنن أبی داود، المناسك، باب من لم يدرك عرفة، حديث:1949 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب و من سورة البقرة، حديث:2975 واللفظ له و سنن النسائی، مناسك الحج، باب فيمن لم يدرك صلاة الصبح مع الإمام بالمزدلفة، حديث:3047 و سنن ابن ماجه، المناسك، باب من أتى عرفة قبل الفجر ليلة جمع، حديث:3015. ③ صحيح مسلم، الحج، باب استحباب رمى جمرة العقبة يوم النحر راكبًا ......، حديث:1297. ④ جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب و من سورة البقرة، حديث:2975.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث کو امام احمد اور اہل سنن نے روایت کیا اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ ①

عرفہ کی وجہ تسمیہ: عرفات کی وجہ تسمیہ کے بارے میں یہ قول بھی بیان کیا گیا ہے جیسا کہ مصنف عبدالرزاق میں حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجا تو آپ نے ان کے ساتھ حج کیا حتی کہ جب آپ عرفے میں تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے کیونکہ ایک بار آپ اس سے پہلے بھی یہاں تشریف لا چکے تھے۔ اسی وجہ سے اسے عرفے کے نام سے موسوم کیا گیا۔ ②

ابن مبارک نے عبدالملک بن ابوسلیمان سے اور انھوں نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ ''عرفہ'' کو اس نام سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج سکھا رہے تھے تو آپ فرما رہے تھے کہ میں نے جان لیا، میں نے جان لیا، تو اسی وجہ سے اسے عرفات کے نام سے موسوم کیا گیا۔ ③ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عطاء اور ابومجلز سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ④ واللہ أعلم.

عرفات کو مشعر حرام، مشعر اقصیٰ اور اِلال (ہلال کے وزن پر) کے ناموں سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ اور میدان عرفات کے درمیان میں جو پہاڑ ہے، اس کا نام جبل رحمت ہے۔

عرفات اور مزدلفہ سے واپسی کا وقت: امام ابن ابوحاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اہل جاہلیت عرفہ میں وقوف کرتے حتی کہ سورج جب پہاڑوں کے سروں پر اس طرح ہوتا گویا وہ عمامہ ہے تو وہ عرفے سے واپس ہونا شروع کر دیتے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے غروب آفتاب تک مؤخر فرما دیا۔ ⑤ اس حدیث کو ابن مردویہ نے بھی روایت کیا اور یہ اضافہ بھی کیا ہے: پھر آپ مزدلفہ میں وقوف فرماتے اور نماز فجر اندھیرے میں ادا فرماتے حتی کہ جب ہر چیز روشن ہو جاتی اور یہ صبح کا آخری وقت ہوتا تو آپ روانہ ہو جاتے۔ ⑥ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی اس طویل حدیث میں ہے جو صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے عرفے میں وقوف فرمایا حتی کہ سورج غروب ہو گیا، اس کی زردی تھوڑی سی ختم ہو گئی حتی کہ سورج کی ٹکیہ غائب ہو گئی تو آپ نے اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنی سواری پر پیچھے بٹھایا اور آپ وہاں سے روانہ ہو گئے، آپ نے اپنی ناقہ ''قصوا'' کے سر کو لگام کے ساتھ باندھا ہوا تھا حتی کہ اس کا سر کاب کو لگ رہا تھا اور آپ دائیں ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرما رہے تھے: [أَيُّهَا النَّاسُ! السَّكِينَةَ السَّكِينَةَ] ''لوگو! آرام وسکون سے چلو، آرام وسکون سے چلو۔''

---

① سنن أبي داود، المناسك، باب من لم يدرك عرفة، حديث:1950 وجامع الترمذي، الحج، باب ماجاء في من أدرك الإمام بجمع فقد أدرك الحج، حديث:891 واللفظ له. وسنن النسائي، مناسك الحج، باب فيمن لم يدرك صلاة الصبح مع الإمام بالمزدلفة، حديث:3045 وسنن ابن ماجه، المناسك، باب من أتى عرفة قبل الفجر ليلة جمع، حديث:3016 ومسند أحمد:261/4. ② المصنف لعبدالرزاق، الحج، باب بنيان الكعبة:96/5، حديث:9099 وتفسير الطبري:392/2. ③ تفسير الطبري:392/2. ④ تفسير الطبري:392/2 وتفسير ابن أبي حاتم:352/1. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم:352/1. ⑥ الدر المنثور:402/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ جب بھی کسی پہاڑ کے پاس تشریف لاتے تو اس کی لگام کو تھوڑا سا ڈھیلا چھوڑ دیتے تاکہ وہ پہاڑ پر چڑھ جائے حتی کہ آپ مزدلفہ میں تشریف لے آئے۔ یہاں آپ نے مغرب وعشاء کی نمازیں ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ ادا فرمائیں اور دونوں نمازوں کے فرضوں کے درمیان اور کوئی نوافل وغیرہ ادا نہیں فرمائے۔ پھر آپ نے طلوع فجر تک آرام فرمایا جب صبح ہوگئی تو اذان و اقامت کے ساتھ نماز فجر ادا فرمائی، پھر اپنی اونٹنی ''قصوا'' پر سوار ہوئے اور مشعر حرام تشریف لے آئے، قبلہ رخ ہوئے، اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اللہ تعالیٰ کی تکبیر وتہلیل وتوحید کے کلمات ادا فرمائے، آپ کھڑے رہے حتی کہ دن خوب روشن ہوگیا اور آپ طلوع آفتاب سے پہلے روانہ ہوگئے۔[1]

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ واپسی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح چل رہے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ آپ سُبک خرام تھے اور جب آپ کھلی جگہ پاتے تو اپنی سواری باد بہاری کی رفتار اور بھی تیز فرما دیتے۔[2]

مشعر حرام: امام عبدالرزاق نے سالم سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سارا مزدلفہ مشعر حرام ہے۔[3] اور ہشیم نے حجاج اور نافع کے واسطے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ سے ﴿فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ﴾ ''چنانچہ تم مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔'' کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ پہاڑ اور اس کے ارد گرد کا سارا علاقہ مشعر حرام ہے۔[4] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر، عکرمہ، مجاہد، سدی، ربیع بن انس، حسن اور قتادہ رحمہم اللہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا دونوں پہاڑوں کے درمیان مشعر حرام ہے۔[5]

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [كُلُّ عَرَفَاتٍ مَّوْقِفٌ ، وَّارْفَعُوا عَنْ بَطْنِ عُرَنَةَ، وَكُلُّ مُزْدَلِفَةَ مَوْقِفٌ، وَّارْفَعُوا عَنْ مُّحَسِّرٍ، وَّكُلُّ فِجَاجِ مَكَّةَ مَنْحَرٌ، وَّكُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ] ''سارا عرفات موقف (ٹھہرنے کی جگہ) ہے مگر عرنہ میں وقوف نہ کرو (کیونکہ یہ عرفات میں شامل نہیں) اور سارا مزدلفہ موقف ہے مگر وادیٔ محسر میں وقوف نہ کرو (اس لیے کہ یہ مزدلفہ سے خارج ہے) مکہ کے تمام راستوں میں قربانی کی جاسکتی ہے اور تمام ایام تشریق (ماہ ذوالحجہ کی گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخ) میں قربانی کے جانور ذبح کیے جاسکتے ہیں۔''[6]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ﴾ ''اور تم اسے اس طرح یاد کرو جس طرح اس نے تمھیں ہدایت دی

---

[1] صحيح مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، حديث:1218. [2] صحيح البخاری، الحج، باب السير إذا دفع من عرفة، حديث:1666 وصحيح مسلم، الحج، باب الإفاضة من عرفات إلى المزدلفة......، حديث:1286. [3] تفسير ابن أبي حاتم:353/2. [4] تفسير الطبری:393/2. [5] تفسير ابن أبي حاتم:353/2. [6] مسند أحمد:82/4 وصحيح ابن حبان، الحج، باب ذكر وقوف الحاج بعرفات والمزدلفة:166/9، حديث:3854. ان میں [فِجَاجِ مَكَّةَ] کے بجائے [فِجَاجِ مِنًى] ہے، مکہ سے منیٰ کے تمام راستوں یا منیٰ سے مکہ کے تمام راستوں پر قربانی ہوسکتی ہے۔ میقات حج وعمرہ کا نقشہ اور منیٰ، مزدلفہ وغیرہ کا چارٹ سورۂ بقرہ، آیات:126-128 کے تحت دیکھیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿199﴾

پھر جہاں سے سب لوگ لوٹیں وہیں سے تم بھی لوٹو اور اللہ سے بخشش مانگو بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ﴿199﴾

ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے توجہ مبذول کرائی ہے کہ اس نے ہدایت و بیان کا انعام فرمایا اور سنت ابراہیمی کے مطابق مناسک حج کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿198﴾ ﴾ ''اور یقیناً اس سے پیشتر تم لوگ گمراہوں میں سے (ان طریقوں سے محض ناواقف) تھے۔'' ﴿ مِّنْ قَبْلِهٖ ﴾ سے مراد اس ہدایت سے پہلے یا قرآن مجید سے پہلے یا رسول اللہ ﷺ سے پہلے ہے اور یہ سارے مفہوم آپس میں لازم وملزوم اور صحیح ہیں۔

تفسیر آیت:199

عرفہ میں وقوف اور وہاں سے واپسی کا حکم: ﴿ ثُمَّ ﴾ ''پھر'' یہ یہاں خبر کے خبر پر عطف اور اس کی ترتیب کے لیے ہے گویا اللہ تعالیٰ نے عرفات میں وقوف کرنے والے کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ مزدلفہ کی طرف واپس آئے تاکہ مشعر حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، نیز حکم دیا ہے کہ تمام لوگوں کے ساتھ مل کر عرفات میں وقوف ہونا چاہیے۔ سب لوگ وقوف کے لیے عرفات چلے جاتے تھے مگر قریش حرم سے باہر نہیں نکلا کرتے تھے، وہ حرم کے ایک طرف حِلّ کے قریبی مقام پر وقوف کر لیا کرتے اور کہا کرتے تھے کہ ہم اہل اللہ ہیں، اس کے شہر میں رہتے اور اس کے گھر کے باسی ہیں، لہٰذا ہمیں باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ قریش اور ان کے ہم مذہب مزدلفہ میں وقوف کیا کرتے تھے اور اپنے آپ کو ''حُمس'' کے نام سے موسوم کیا کرتے تھے جبکہ دیگر تمام عرب عرفات ہی میں وقوف کیا کرتے تھے۔ جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ بھی عرفات جائیں اور وہاں وقوف کریں، پھر وہاں سے واپس آئیں۔ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ ﴾ ''(پھر) جہاں سے اور لوگ واپس ہوں (وہیں سے تم بھی واپس ہو۔)'' کے یہی معنیٰ ہیں۔[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عطاء، قتادہ، سدی رحمہم اللہ اور دیگر کئی اہل علم کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا اور فرمایا ہے کہ اس پر اجماع ہے۔[2]

امام احمد رحمہ اللہ نے جبیر بن مُطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عرفے میں میرا اونٹ گم ہو گیا تو میں اس کی تلاش میں نکلا تو دیکھا کہ نبی ﷺ (عرفہ میں) وقوف فرمائے ہوئے تھے۔ میں نے کہا کہ ان کا تعلق تو حُمس سے ہے تو یہ یہاں کیوں تشریف فرما ہیں؟ اس روایت کو امام بخاری و مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔[3]

پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہاں لوٹنے سے مراد مزدلفہ سے منیٰ کی طرف ''رمیِ جمار'' کے لیے لوٹنا ہے۔[4] واللّٰہ أعلم.

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ ﴾ (البقرة2:199)، حديث:4520. [2] تفسير الطبري:2/399-402. [3] مسند أحمد:4/80 و صحيح البخاري، الحج، باب الوقوف بعرفة، حديث:1664 و صحيح مسلم، الحج، باب في الوقوف......، حديث:1220. [4] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ ﴾ (البقرة2:199)، حديث:4521.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استغفار کا حکم اور استغفار کی بعض دعائیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾ ''اور اللہ سے بخشش مانگو، بے شک اللہ بہت بخشنے والا (اور) نہایت رحمت کرنے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اکثر و بیشتر عبادات کی تکمیل کے بعد اپنے ذکر کا حکم دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحیح مسلم کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار پڑھتے: أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ. ① صحیح بخاری و مسلم میں حدیث موجود ہے کہ آپ نے تینتیس تینتیس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُلِلّٰہِ اور اَللّٰہُ أَکْبَرُ پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔②

ابن مردویہ نے یہاں اس حدیث کو ذکر کیا ہے جسے امام بخاری نے شدّاد بن اَوس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سید الاستغفار'' یہ ہے کہ بندہ اس طرح کہے:

[اَللّٰھُمَّ ! أَنْتَ رَبِّی، لَا إِلٰہَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِی وَأَنَا عَبْدُكَ ، وَأَنَا عَلٰی عَھْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّمَا صَنَعْتُ، أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَأَبُوءُ بِذَنْبِی ، فَاغْفِرْلِی فَإِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، قَالَ: وَمَنْ قَالَھَا مِنَ النَّھَارِ مُوقِنًا بِھَا فَمَاتَ مِنْ یَّوْمِهٖ قَبْلَ أَنْ یُّمْسِیَ ، فَھُوَ مِنْ أَھْلِ الْجَنَّةِ وَمَنْ قَالَھَا مِنَ اللَّیْلِ ، وَھُوَ مُوقِنٌ بِھَا، فَمَاتَ قَبْلَ أَنْ یُّصْبِحَ ، فَھُوَ مِنْ أَھْلِ الْجَنَّةِ]

''اے اللہ! تو ہی میرا پروردگار ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو نے ہی مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا ہی بندہ ہوں، میں تیرے وعدے اور عہد پر (قائم) ہوں جتنا مجھ سے ہو سکا، میں پناہ مانگتا ہوں ان (تمام کاموں) کے شر سے جو میں نے کیے اور میرے اوپر جو تیری نعمتیں ہیں ان کا اعتراف کرتا ہوں اور میں اپنے گناہوں کا بھی اقرار کرتا ہوں، پس تو میرے گناہوں کو بخش دے اس لیے کہ تیرے سوا اور کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔ آپ نے فرمایا: جو شخص اس (استغفار) کو یقین رکھتے ہوئے دن کو پڑھے اور اسی دن شام سے پہلے فوت ہو جائے تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور جو آدمی اس (استغفار) کو یقین کے ساتھ رات کو پڑھے اور صبح سے پہلے فوت ہو جائے تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔''③

صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے ایک ایسی دعا سکھا دیں جو میں نماز میں پڑھ لیا کروں۔ آپ نے فرمایا یہ دعا پڑھ لیا کرو: [اَللّٰھُمَّ ! إِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِی ظُلْمًا کَثِیرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْلِی مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ ، وَارْحَمْنِی إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُالرَّحِیمُ] ''اے اللہ! بے شک میں نے اپنی جان پر بہت ظلم (گناہ) کیے ہیں اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا، پس تو اپنی خاص مغفرت کے ساتھ میرے تمام گناہ معاف فرما دے اور مجھ پر رحم فرما، بے شک تو ہی بہت بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔''④ استغفار

① صحیح مسلم، المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ......، حدیث:591. ② صحیح البخاری، الأذان، باب الذکر بعد الصلاۃ، حدیث:843 و صحیح مسلم، المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ، حدیث:595.

③ صحیح البخاری، الدعوات، باب أفضل الاستغفار، حدیث:6306. ④ صحیح البخاری، الأذان، باب الدعاء قبل السلام، حدیث:834 و صحیح مسلم، الذکر والدعاء، باب الدعوات......، حدیث:2705.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۗ فَمِنَ

پھر جب تم اپنے حج کے ارکان پورے کر چکو تو اللہ کو اس طرح یاد کرو جس طرح تم اپنے باپ دادا کو یاد کیا کرتے تھے، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر (اللہ کو یاد

النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿200﴾

کرو)، چنانچہ کچھ لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا ہی میں (سب کچھ) دے دے، ایسے شخص کے لیے آخرت میں کوئی حصہ

وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ

نہیں ﴿200﴾ اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے

النَّارِ ﴿201﴾ أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ۚ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿202﴾ النصف

عذاب سے بچا ﴿201﴾ انھی لوگوں کے لیے ان کی کمائی کا حصہ ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے ﴿202﴾

کے بارے میں اور بھی بہت سی احادیث مبارکہ ہیں۔

تفسیر آیات:200-202

مناسک حج کو پورا کرنے کے بعد کثرت ذکر اور دنیا و آخرت کی بھلائی طلب کرنے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مناسک حج کو پورا کرنے اور ان سے فراغت حاصل کرنے کے بعد کثرت سے اس کا ذکر کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ﴾ ''(اللہ کو اس طرح یاد کرو) جس طرح تم اپنے باپ دادا کو یاد کیا کرتے تھے۔'' کے بارے میں سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اہل جاہلیت موسم حج میں کھڑے ہو جاتے اور ان میں سے ایک آدمی کہتا کہ میرا باپ تو لوگوں کو کھانا کھلایا کرتا، لوگوں کے بوجھ اٹھا لیتا اور ان کی طرف سے دیت ادا کر دیا کرتا تھا۔

الغرض اس موقع پر اپنے آباء و اجداد کے کارناموں کے ذکر کے سوا ان کا اور کوئی کام نہ تھا، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر یہ آیت نازل فرمادی: ﴿فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۗ﴾ [1] ''چنانچہ تم (منٰی میں) اللہ کو اس طرح یاد کرو جس طرح اپنے باپ دادا کو یاد کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔'' الغرض اس سے مقصود ذکر الٰہی کی کثرت کی ترغیب دینا ہے۔ اسی وجہ سے ﴿أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۗ﴾ کو تمیز کی بنا پر منصوب پڑھا گیا ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے: كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ مِنْهُ ذِكْرًا.

﴿أَوْ﴾ یہاں خبر میں مماثلت کی تحقیق کے لیے ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ﴾ (البقرۃ 2:74) ''چنانچہ وہ پتھروں کے مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت۔'' اور فرمایا: ﴿يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ۚ﴾ (النسآء 4:77) ''(ان میں سے ایک گروہ کافر) لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگا جس طرح اللہ سے ڈرنا چاہیے بلکہ وہ اس سے بھی بڑھ کر خوف زدہ تھا۔'' اور فرمایا: ﴿وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:147) ''اور ہم نے اسے ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ (لوگوں) کی طرف بھیجا۔'' اور فرمایا: ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ﴾ (النجم

[1] تفسیر ابن أبی حاتم:356,355/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

9:53) ''تو وہ دو کمان کے فاصلے پر بلکہ اس سے بھی قریب تر ہو گیا۔'' تو ان تمام آیات کریمہ میں حرف اَوْ قطعی طور پر شک کے لیے نہیں ہے بلکہ ان آیات میں جس جس چیز کے بارے میں خبر دی گئی ہے یہ اس کی تحقیق مزید کے لیے ہے کہ وہ اس طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ رہنمائی فرمائی ہے کہ کثرت سے اس کا ذکر کرنے کے بعد اس سے دعا کی جائے کیونکہ اس طرح دعا کی قبولیت کی امید ہے، نیز اس مقام پر اس شخص کی مذمت بھی کی گئی ہے جو محض اپنی دنیا کی خاطر تو دعا کرتا ہے مگر آخرت سے غافل ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝﴾ ''اور بعض لوگ ایسے ہیں جو (اللہ سے) التجا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمیں دنیا ہی میں (سب کچھ) عنایت کر ایسے لوگوں کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔'' ﴿خَلَاقٍ ۝﴾ کے معنی نصیب اور حصے کے ہیں۔ اس مذمت کے ضمن میں اس شخص کے ساتھ مشابہت سے نفرت دلانا بھی مقصود ہے جس کا یہ حال ہو۔

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کچھ اعراب موقف (میدان عرفات یا حج کے مشاعر) میں آتے اور یہ کہا کرتے تھے کہ ''اے اللہ! اس سال کو بارش، خوشحالی اور اچھی اولاد کے حصول کا سال بنا دے۔'' آخرت کی بہتری سے متعلق وہ کوئی دعا نہیں کیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: ﴿فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝﴾[1] ان کے بعد جب دوسرے مومن لوگ آئے تو انھوں نے یہ دعا کی: ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝﴾ ''اے پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی نعمت و بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت و بھلائی دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔'' تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا ہے: ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے ان کے کاموں کا حصہ (نیک اجر تیار) ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا (اور جلد اجر دینے والا) ہے۔''[2]

اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی تعریف فرمائی ہے جو اس سے دنیا و آخرت کی بہتری و بھلائی کا سوال کرتا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝﴾ اس دعا نے دنیا کی ہر خیر و بھلائی کو جمع کر دیا اور ہر خرابی و برائی کو دور کر دیا ہے کیونکہ ﴿فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً﴾ کے جامع الفاظ ہر دنیوی مطلوب و مقصود، مثلاً: صحت و عافیت، وسیع و کشادہ رہائش، خوب صورت بیوی، وسیع رزق، علم نافع، عمل صالح، عمدہ سواری اور اچھی تعریف وغیرہ پر مشتمل ہیں جیسے کہ اس کی تفسیر میں مفسرین کی مختلف عبارتیں ہیں[3] اور ان میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ یہ سب ﴿فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً﴾ میں شامل ہیں۔

جہاں تک آخرت کی بہتری و بھلائی کا تعلق ہے تو اس کی سب سے اعلیٰ صورت تو جنت میں داخل ہونا اور اس سے متعلق دیگر امور ہیں، مثلاً: میدان حشر میں بڑے بھاری خوف سے نجات، حساب میں آسانی اور اس طرح کے آخرت کے دیگر اچھے

---

[1] تفسير ابن أبي حاتم:357/2. [2] تفسير ابن أبي حاتم:357/2. [3] تفسير ابن أبي حاتم:358/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اچھے امور۔اور جہاں تک جہنم سے نجات کا تعلق ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ دنیا میں اس کے اسباب مہیا کیے جائیں۔اور وہ اس طرح کہ نہ صرف محرمات اور گناہوں سے اجتناب کیا جائے بلکہ شبہات کو بھی ترک کر دیا جائے۔

قاسم بن عبدالرحمٰن ،جن کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے، نے کہا ہے کہ جسے شکر کرنے والا دل، ذکر کرنے والی زبان اور صبر کرنے والا جسم مل گیا تو اسے دنیا و آخرت کی بہتری و بھلائی مل گئی اور وہ جہنم کے عذاب سے بھی بچا لیا جائے گا۔[1]

اس دعا کی جامعیت کی وجہ سے سنت میں اس کی ترغیب آئی ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے:[اَللّٰهُمَّ ! رَبَّنَا ! اٰتِنَا فِي الدُّنيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ][2] ’’اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی خیر و بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی خیر و بھلائی نصیب کر اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔‘‘

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان کی عیادت فرمائی جو پرندے کے ننھے بچے کی طرح (ہڈیوں کا ڈھانچہ) ہو گیا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا:[هَلْ كُنْتَ تَدْعُو بِشَيْءٍ أَوْ تَسْأَلُهُ إِيَّاهُ ؟ قَالَ : نَعَمْ ، كُنْتُ أَقُولُ : اَللّٰهُمَّ! مَا كُنْتَ مُعَاقِبِي بِهِ فِي الْاٰخِرَةِ فَعَجِّلْهُ لِي فِي الدُّنْيَا ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:سُبْحَانَ اللّٰهِ! لَا تُطِيقُهُ أَوْ لَا تَسْتَطِيعُهُ ، فَهَلَّا قُلْتَ: اَللّٰهُمَّ ! اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ] ’’کیا تم اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا یا سوال کیا کرتے تھے؟اس نے جواب دیا:ہاں، میں یہ دعا کیا کرتا تھا:اے اللہ! تو نے مجھے جو آخرت میں سزا دینی ہے وہ دنیا ہی میں دے دے۔یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:سبحان اللہ! تمھیں اس کی طاقت و استطاعت کہاں؟تم نے یہ دعا کیوں نہ کر لی:[اَللّٰهُمَّ! اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ] ’’اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما،اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔‘‘اس نے یہ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفا عطا فرما دی۔[3] اس حدیث کو شیخین میں سے صرف امام مسلم نے روایت کیا ہے۔[4]

امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک میں سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آکر کہنے لگا کہ میں نے کچھ لوگوں کا کام اس اجرت پر کیا ہے کہ وہ مجھے سوار کر کے ساتھ لے جائیں گے، پھر اجرت میں سے کچھ کم کر دیا تاکہ وہ مجھے حج کرنے دیں تو کیا میرا حج ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا:تم تو ان لوگوں میں سے ہو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ۚ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴾ ’’یہی لوگ ہیں جن کے لیے ان کے کاموں کا حصہ (نیک اجر تیار) ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا (اور جلد اجر دینے والا) ہے۔‘‘امام حاکم نے فرمایا ہے کہ یہ

[1] تفسیر ابن أبی حاتم:359/2. [2] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ ﴾ ...... (البقرة2:201) ، حدیث:4522. [3] مسند أحمد:107/3. [4] صحیح مسلم،الذکر والدعاء، باب کراهة الدعاء بتعجیل العقوبة فی الدنیا، حدیث:2688.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ

اور گنتی کے چند دنوں میں تم اللہ کو یاد کرو، پھر جس نے دو دنوں (منیٰ سے مکے کی طرف واپسی) میں جلدی کی تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جس نے (ایک دن کی)

فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿203﴾

تاخیر کی تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں (بشرطیکہ) وہ تقویٰ اختیار کرے اور تم اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک تمھیں اسی کے حضور اکٹھا کیا جائے گا ﴿203﴾

حدیث صحیح اور شیخین کی شرط کے مطابق ہے مگر انھوں نے اسے روایت نہیں کیا ہے۔ ①

تفسیر آیت:203

ایام تشریق میں ذکر اور کھانا پینا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ سے مراد ایام تشریق ہیں اور ایام معلومات سے مراد ذوالحجہ کے دس دن ہیں۔ ② عکرمہ فرماتے ہیں: ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ سے مراد یہ ہے کہ ایام تشریق میں فرض نمازوں کے بعد تکبیر پڑھی جائے: اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ ③

امام احمد رحمہ اللہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يَوْمُ عَرَفَةَ وَ يَوْمُ النَّحْرِ، وَأَيَّامُ التَّشْرِيقِ عِيدُنَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ، وَهُنَّ أَيَّامُ أَكْلٍ وَّشُرْبٍ] ''یوم عرفہ، یوم قربانی اور ایام تشریق ہم اہل اسلام کی عید کے دن اور کھانے پینے کے دن ہیں۔'' ④ امام احمد رحمہ اللہ ہی نے نُبَیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: [أَيَّامُ التَّشْرِيقِ أَيَّامُ أَكْلٍ وَّشُرْبٍ وَّ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ] ''ایام تشریق کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں۔'' ⑤ اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ ⑥

جبیر بن مُطعِم رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے: [عَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ...... أَيَّامُ التَّشْرِيقِ كُلُّهَا ذَبْحٌ] ''سارا عرفہ موقف ہے......اور تمام ایام تشریق میں قربانی کا جانور ذبح کیا جا سکتا ہے۔'' ⑦ عبدالرحمن بن یعمر دِیلی سے مروی یہ حدیث بھی قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے: ⑧ [أَيَّامُ مِنًى ثَلَاثَةٌ ﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ﴾] ''ایام منیٰ تین ہیں'' پھر جس نے دو دنوں میں (منیٰ سے مکے کی طرف واپسی میں) جلدی کی تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جس نے (ایک دن کی) تاخیر کی تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں۔'' ⑨

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَيَّامُ التَّشْرِيقِ أَيَّامُ طُعْمٍ

① المستدرك للحاكم، التفسير، من سورة البقرة:278,277/2، حديث:3099. ② الدر المنثور:420/1. ③ تفسير ابن أبي حاتم:360/2 والدر المنثور:420/1. ④ مسند أحمد:152/4. ⑤ مسند أحمد:75/5. ⑥ صحيح مسلم، الصيام، باب تحريم صوم أيام التشريق......، حديث:1141. ⑦ ابتدائی حصہ صحيح مسلم، الحج، باب ماجاء أن عرفة كلها موقف، حديث:(149)-1218 میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت اور آخری حصہ السنن الكبرى للبيهقي، الحج، باب النحر يوم النحر، وأيام منى:239/5 کے مطابق ہے۔ اور بالفاظ دیگر یہ روایت مسند أحمد:82/4 میں بھی ہے۔ اور قبل ازیں یہ حدیث آیت:198 کے تحت عنوان: ''مشعر حرام'' میں بیان ہوئی ہے۔ ⑧ دیکھیے آیت:198 کے تحت عنوان: ''وقوف عرفہ'' میں۔ ⑨ سنن أبي داود، المناسك، باب من لم يدرك عرفة، حديث:1949.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ

اور (اے نبی!) لوگوں میں کوئی تو ایسا ہے کہ آپ کو اس کی بات دنیا کی زندگی میں بہت بھلی لگتی ہے اور جو کچھ اس کے دل میں ہے اس پر وہ اللہ کو گواہ ٹھہراتا

اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿204﴾ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ

ہے، حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے ﴿204﴾ اور جب وہ پلٹتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ زمین میں فساد پھیلائے کھیتوں اور نسل کو تباہ کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا ﴿205﴾

لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿205﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ

اور جب اس کہا جاتا ہے: تو اللہ سے ڈر، تو اسکا غرور اسے گناہ پر ابھارتا ہے، چنانچہ ایسے شخص کے لیے جہنم کافی ہے اور یقیناً وہ برا ٹھکانا ہے ﴿206﴾

وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿206﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ

اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو (اس کے ہاتھ) بیچ ڈالتا ہے اور اللہ اپنے بندوں

رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿207﴾

پر بہت شفیق ہے ﴿207﴾

وَّ ذِكْرِ (اللّٰهِ)] ''ایام تشریق کھانے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے دن ہیں۔''[1] امام ابن جریر ہی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ وہ منیٰ میں یہ اعلان کر دیں: [لَا تَصُومُوا هٰذِهِ الْأَيَّامَ ، فَإِنَّهَا أَيَّامُ أَكْلٍ وَّشُرْبٍ وَّذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ] ''ان دنوں میں روزے نہ رکھو کیونکہ یہ کھانے پینے اور اللہ عزوجل کا ذکر کرنے کے دن ہیں۔''[2]

ایام معدودات کا بیان: مِقْسَم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ ﴾ سے مراد ایام تشریق ہیں جو چار دن ہیں، ایک قربانی کا دن اور تین دن اس کے بعد۔[3] حضرت ابن عمر، ابن زبیر، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم اور عطاء، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، ابومالک، ابراہیم نخعی، یحییٰ بن ابوکثیر، حسن، قتادہ، سدی، زہری، ربیع بن انس، ضحاک، مُقاتل بن حَیّان، عطاء خراسانی اور امام مالک بن انس رحمہ اللہ وغیرہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[4] آیت کریمہ سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ یہ ہے: ﴿ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ ﴾ اس سے بھی معلوم ہوا کہ ایام تشریق قربانی کے دن کے بعد تین دن ہیں۔ ﴿ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْۤ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ ﴾ سے متعلق ہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ذکر ہے جو قربانیوں پر، فرض نمازوں کے بعد اور دیگر تمام حالات میں کیا جاتا ہے۔

نیز ایام تشریق میں سے ہر دن رمیِ جمرات کے وقت تکبیر اور اللہ کا ذکر بھی اسی سے متعلق ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے جسے امام ابوداود رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ نے روایت کیا ہے: [إِنَّمَا جُعِلَ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ، وَالسَّعْيُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَرَمْيُ الْجِمَارِ لِإِقَامَةِ ذِكْرِ اللّٰهِ] ''بیت اللہ کا طواف، صفا و مروہ کی سعی اور رمیِ جمار اللہ تعالیٰ کے ذکر ہی کے لیے مقرر کیے

[1] تفسير الطبرى:415/2 اور لفظ الله مسند أحمد:229/1 میں ہے۔ [2] تفسير الطبرى:415/2. [3] تفسير ابن أبى حاتم:361/2 و تفسير الطبرى:413/2. [4] تفسير ابن أبى حاتم:361/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے ہیں۔"[1]

جب اللہ تعالیٰ نے یہاں لوگوں کے آنے جانے کا ذکر کیا، یعنی پہلے لوگوں نے اطراف واکنافِ عالم سے آکر یہاں مشاعر و مواقف میں پڑاؤ ڈالا اور اب موسم حج کے اختتام پر وہ اپنے اپنے علاقوں اور ملکوں میں جا رہے ہیں تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا ہے: ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴾ (203) "اور تم لوگ اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ بے شک تمھیں اسی کے حضور اکٹھا کیا جائے گا۔" جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ ﴾ (المؤمنون 79:23) "اور وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلایا اور اسی کی طرف تم جمع ہو کر جاؤ گے۔"

تفسیر آیات: 204-207

منافقوں کے حالات کا بیان: مفسر سدی نے لکھا ہے کہ یہ آیت اَخنَس بن شُرَیق ثَقفی کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ظاہر یہ کیا کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے لیکن باطنی طور پر اس کی صورت حال اس کے خلاف تھی۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت ان منافقوں کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنھوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں گفتگو کی تھی اور ان پر عیب لگائے تھے، جو مقام "رَجیع" میں شہید ہو گئے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے منافقین کی مذمت اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی مدحت میں یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ﴾ "اور لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا بھی ہے جو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی جان بیچ ڈالتا ہے۔"[3] یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیات عام ہیں اور تمام منافقوں اور تمام مومنوں کے لیے ہیں۔[4] یہ حضرت قتادہ، مجاہد، ربیع بن انس اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا قول ہے اور صحیح بات بھی یہی ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے (محمد بن کعب) قُرظی سے اور انھوں نے نَوف بِکالی سے روایت کیا ہے، یہ ان لوگوں میں سے تھا جو سابقہ کتب پڑھا کرتے تھے، اس نے کہا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب میں اس امت کے کچھ لوگوں کی صفات اس طرح پاتا ہوں کہ یہ لوگ حیلہ بازی کے ساتھ دین کے بدلے دنیا حاصل کرنے کی کوشش کریں گے، ان کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی مگر دل ایلوے سے بھی زیادہ کڑوے ہوں گے، لوگوں کے سامنے تو بھیڑوں کی کھال کا لباس پہنیں گے مگر ان کے دل بھیڑیوں جیسے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا یہ لوگ میرے بارے میں جرأت کرتے اور مجھے دھوکا دیتے ہیں، مجھے اپنی ذات کی قسم! میں انھیں ایسے فتنے میں مبتلا کر دوں گا جو عقل مند اور دانشور لوگوں کو بھی حیران و پریشان کر دے گا۔ قُرظی بیان کرتے ہیں کہ میں نے قرآن مجید میں غور کر کے اس کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ یہ منافقوں کے حالات کا ذکر ہے، چنانچہ یہ آیت کریمہ ان کے مناسب حال ہے: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ

---

[1] سنن أبي داود، المناسك، باب في الرمل، حديث: 1888 و جامع الترمذي، باب ما جاء كيف ترمى الجمار؟ حديث: 902 عن عائشة رضي الله عنها. [2] تفسير الطبرى: 425/2. [3] تفسير الطبرى: 426/2. [4] تفسير الطبرى: 2/425-428.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ قَلْبِهٖ ﴾ ''اور لوگوں میں کوئی تو ایسا ہے جس کی گفتگو دنیا کی زندگی میں آپ کو دلکش معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنے مافی الضمیر پر اللہ کو گواہ بناتا ہے۔''[1] قُرطبی کی یہ بات بہت اچھی اور بالکل صحیح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىْ قَلْبِهٖ ﴾ ''اور وہ اپنے مافی الضمیر پر اللہ کو گواہ بناتا ہے۔'' کے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگوں کے سامنے تو اسلام کو ظاہر کرتا ہے مگر اللہ کے سامنے اس کفر ونفاق کو پیش کرتا ہے جو اس کے دل میں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ ﴾ (النسآء4:108) ''یہ لوگوں سے تو (اپنی حرکات) چھپا سکتے ہیں مگر اللہ سے نہیں چھپا سکتے۔'' یہی معنی ہیں اس قول کے جسے ابن اسحٰق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔[2]

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ جب یہ لوگوں کے سامنے اپنے اسلام کا اظہار کرتا ہے تو اس پر قسم کھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہے کہ جو اس کے دل میں ہے وہ اس کی زبان کے مطابق ہے۔ یہ معنی بھی صحیح ہیں اور یہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا قول ہے۔[3] اسے امام ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کیا ہے، نیز اسے امام مجاہد کے حوالے سے بھی بیان کیا ہے۔ واللّٰہ أعلم.

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴾ ''حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے۔'' ﴿ اَلَدُّ ﴾ کے معنی لغت میں ٹیڑھے کے ہیں۔ ﴿ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴾ (مریم19:97) یعنی تا کہ آپ اس کے ذریعے سے ٹیڑھے لوگوں کو ڈرائیں۔ منافق کا بھی جھگڑتے ہوئے یہی حال ہوتا ہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے، حق سے منہ موڑتا ہے اور اس کا ساتھ نہیں دیتا بلکہ افترا پردازی اور گالی گلوچ سے کام لیتا ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے: [آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ] ''منافق کی نشانیاں تین ہیں: (1) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (2) وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور (3) جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔''[4]

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ أَبْغَضَ الرِّجَالِ إِلَى اللّٰهِ الْأَلَدُّ الْخَصِمُ] ''اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ ناپسندیدہ آدمی وہ ہے جو سخت جھگڑالو ہو۔''[5]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴾ ''اور جب وہ پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے تو زمین میں دوڑتا پھرتا ہے تاکہ اس میں فتنہ انگیزی کرے اور کھیتی کو (برباد) اور (انسانوں اور حیوانوں کی) نسل کو نابود کر دے اور اللہ فتنہ انگیزی کو پسند نہیں کرتا۔'' یعنی اس کا قول بہت ٹیڑھا اور فعل بہت برا ہے، اس کی بات جھوٹی، اعتقاد فاسد اور افعال بہت برے ہیں۔

﴿ سَعٰى ﴾ کا لفظ یہاں قصد وارادے کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے بارے میں فرمایا

---

(1) تفسير الطبري:427/2. (2) تفسير ابن أبي حاتم:364/2. (3) تفسير الطبري:428/2. (4) صحيح البخاري، الإيمان، باب علامات المنافق، حديث:33 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ. (5) صحيح البخاري، المظالم، باب قول الله تعالى: ﴿ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴾، حديث:2457.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے: ﴿ ثُمَّ اَدْبَرَ یَسْعٰی ۝ فَحَشَرَ فَنَادٰی ۝ فَقَالَ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی ۝ فَاَخَذَہُ اللّٰہُ نَکَالَ الْاٰخِرَۃِ وَ الْاُوْلٰی ۝ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰی ۝﴾ (النّزعٰت 79:22-26) ''پھر وہ لوٹ گیا اور (فساد کا) ارادہ کرنے لگا۔ پھر (لوگوں کو) اکٹھا کر کے اعلان کیا تو کہا کہ تمھارا سب سے بڑا مالک میں ہوں تو اللہ نے اس کو دنیا اور آخرت (دونوں) کے عذاب میں پکڑ لیا، بے شک جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اس کے لیے اس قصے میں عبرت ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ﴾ (الجمعۃ 62:9) ''مومنو! جب جمعے کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد (نماز) کا قصد کرو۔'' یعنی تمھارا قصد وارادہ نماز جمعہ کی ادائیگی ہو ورنہ حسی طور پر نماز کے لیے دوڑ کر جانے کی تو سنت نبویہ میں ممانعت آئی ہے جیسا کہ فرمان نبوی ہے: [إِذَا أَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَلَا تَأْتُوهَا تَسْعَوْنَ وَأْتُوهَا تَمْشُونَ، وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةَ] ''جب تم نماز کے لیے آؤ تو دوڑتے ہوئے نہ آؤ بلکہ سکون اور وقار کے ساتھ چلتے ہوئے آؤ۔''[1]

منافق کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ زمین میں فساد برپا کرے اور کھیتی کو تباہ و برباد کرے جو کہ فصلوں اور پھلوں کے بڑھنے کا مقام ہے اور نسلوں کو ہلاک کرے۔ نسل سے مراد حیوانات ہیں اور انھی دونوں پر لوگوں کی زندگی کا انحصار ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ جب زمین میں فتنہ وفساد برپا کیا جائے تو اللہ تعالیٰ باران رحمت سے محروم کر دیتا ہے تو اس سے کھیتی اور نسل ہلاک ہو جاتی ہے۔ ﴿ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ ﴾ ''اور اللہ فتنہ انگیزی کو پسند نہیں کرتا۔'' یعنی اسے پسند نہیں فرماتا جس کا کام فتنہ انگیزی ہو اور جو ہمیشہ فتنہ انگیزی ہی میں لگا رہتا ہو۔

منافق کی علامت نصیحت کو رد کرنا ہے: ﴿ وَاِذَا قِیْلَ لَہُ اتَّقِ اللّٰہَ اَخَذَتْہُ الْعِزَّۃُ بِالْاِثْمِ ﴾ ''اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے خوف کر تو اس کا غرور اس کو گناہ پر ابھارتا ہے۔'' یعنی جب اس فاجر کو قول وفعل پر نصیحت کی جاتی ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر، اپنے اس قول وفعل سے رک جا اور حق کی طرف لوٹ آ تو وہ اسے قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے اور اسے حمیت وغضب گناہ میں پھنسا دیتا ہے۔

یہ آیت حسب ذیل آیت سے مشابہ ہے: ﴿ وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الْمُنْکَرَ ؕ یَکَادُوْنَ یَسْطُوْنَ بِالَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُکُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِکُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝﴾ (الحج 22:72) ''اور جب ان کو ہماری واضح آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو (ان کی شکل بگڑ جاتی ہے اور) آپ ان کے چہروں میں صاف طور پر ناخوشی (کے آثار) دیکھتے ہیں، یوں لگتا ہے کہ جو لوگ ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں ان پر حملہ کر دیں گے۔ کہہ دیجیے: کیا پھر میں تم کو اس سے بھی بری چیز بتاؤں؟ وہ (دوزخ کی) آگ ہے جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کیا ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔'' اس لیے اس آیت کریمہ میں بھی فرمایا ہے: ﴿ فَحَسْبُہٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ ﴾ ''چنانچہ ایسے شخص کے لیے جہنم کافی ہے اور وہ یقیناً بہت برا ٹھکانا ہے۔'' یعنی سزا کے لیے یہ اسے کافی ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، المساجد، باب استحباب إتیان الصلاة بوقار و سکینة......، حدیث:602 و سنن النسائی، الإمامة، باب السعی إلى الصلاة، حدیث:862 و اللفظ له.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مومن مخلص کی علامت اللہ کی رضا کو ترجیح دینا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی جان بیچ ڈالتا ہے۔''
پہلے اللہ تعالیٰ نے منافقوں اور ان کی مذموم صفات کا ذکر کیا تھا اور اب اس آیت میں مومنوں اور ان کی صفات حمیدہ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ حضرت ابن عباس، حضرت انس رضی اللہ عنہم، سعید بن مسیّب، ابوعثمان نہدی، عکرمہ اور مفسرین کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ یہ حضرت صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ انھوں نے جب مکہ میں اسلام قبول کر لیا، پھر ہجرت مدینہ کا ارادہ فرمایا تو لوگوں نے ہجرت کرتے ہوئے اپنا مال ساتھ لے جانے سے منع کر دیا اور کہا کہ اگر مال یہاں چھوڑ کر ہجرت کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔ آپ نے ان سے خلاصی حاصل کرنے کے لیے اپنا سارا مال انھیں دے دیا تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں کی ایک جماعت کی حَرَّہ کی طرف ان سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ صہیب! تم اس سودے میں کامیاب ہو۔ صہیب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اپنی تجارت میں خسارے سے بچائے، وہ کیا ہے (جس کی آپ مجھے مبارک باد دے رہے ہیں؟) تو انھوں نے بتایا کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا تھا۔ اور یہ بھی روایت کیا جاتا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ ہی نے یہ فرمایا تھا: [رَبِحَ الْبَيْعُ يَا أَبَا يَحْيٰى! رَبِحَ الْبَيْعُ يَا أَبَا يَحْيٰى! رَبِحَ الْبَيْعُ يَا أَبَا يَحْيٰى!] ''اے ابو یحییٰ! تمھاری یہ بیع نفع بخش ہے، اے ابو یحییٰ! تمھاری یہ بیع نفع بخش ہے، اے ابو یحییٰ! تمھاری یہ بیع نفع بخش ہے۔''[1]

اس آیت کریمہ کے معنی عام ہیں، اللہ کے رستے میں جہاد کرنے والا ہر مجاہد اس میں داخل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۭ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۣ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۭ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝﴾ (التوبۃ 9:111) ''اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں (اور اس کے) عوض میں ان کے لیے بہشت (تیار کی) ہے، یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے جاتے بھی ہیں۔ یہ تورات، انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اس سے خوش رہو اور یہی بڑی کامیابی ہے۔''

ہشام بن عامر رضی اللہ عنہما نے جب صف کے درمیان حملہ کیا تو بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو حضرت عمر بن خطاب اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے انھیں جواب دیتے ہوئے اسی آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی تھی: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے

[1] تفسیر الطبری:2/437 و تفسیر ابن أبی حاتم:2/368,369 و الدر المنثور:1/430,431.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور تم شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو، بے شک شیطان تمھارا کھلا دشمن

مُّبِیْنٌ ﴿208﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿209﴾

ہے ﴿208﴾ پھر اگر تم ہارے پاس واضح دلائل آ جانے کے بعد تم پھسل جاؤ تو جان لو کہ بے شک اللہ غالب ہے، خوب حکمت والا ﴿209﴾

لیے اپنی جان بیچ ڈالتا ہے اور اللہ (اپنے) بندوں پر بہت مہربان ہے۔“[1]

تفسیر آیات: 209,208

مکمل اسلام پر عمل کرنا واجب ہے: اللہ تعالیٰ اپنے ایمان دار اور اپنے رسول کی تصدیق کرنے والے بندوں کو حکم دیتے ہوئے فرما رہا ہے کہ وہ مکمل دین و شریعتِ اسلام کو اپنائیں، اسلام کے تمام احکام کے مطابق عمل کریں اور مقدور بھر کوشش کر کے تمام منہیات کو ترک کر دیں۔ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، نیز حضرت مجاہد، طاؤس، ضحاک، عکرمہ، قتادہ، سدی اور ابن زید سے مروی ہے کہ ﴿ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ﴾ سے مراد اسلام میں داخل ہونا ہے۔[2]

اور ﴿كَآفَّةً﴾ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ابو العالیہ، عکرمہ، ربیع بن انس، سدی، مقاتل بن حیان، قتادہ اور ضحاک رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ سب داخل ہو جاؤ۔[3] اور مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تمام اعمال صالحہ بجا لاؤ اور نیکی کی تمام صورتوں کو اپنا لو۔[4] خصوصاً یہ حکم ان لوگوں کے لیے تھا جو اہل کتاب میں سے ایمان لائے تھے جیسا کہ ابن ابو حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے ﴿كَآفَّةً﴾ کو منصوب پڑھا ہے، یعنی مومنین اہل کتاب کو بھی اسلام میں پورے پورے داخل ہو جانا چاہیے۔ انھیں بطور خاص اس لیے مخاطب کیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے کے ساتھ ساتھ ابھی تک تورات اور اپنی سابقہ شریعتوں کے بعض احکام پر عمل پیرا تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں نازل فرمایا ہے: ﴿ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً﴾ ”اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔“[5] یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے تمام احکام کے مطابق عمل کرو اور ان میں سے کسی بھی حکم کو نہ چھوڑو اور تورات کے بارے میں بس اتنی بات ہی کافی ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ﴾ ”اور شیطان کے پیچھے نہ چلو“ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کو اختیار کرو اور اس سے اجتناب کرو جس بات کا تمھیں شیطان حکم دیتا ہے کیونکہ ﴿اِنَّمَا یَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرۃ 2:169) ”وہ تو تم کو برائی اور بے حیائی ہی کے کام کرنے کو کہتا ہے اور یہ بھی کہ

[1] تفسیر الطبری: 438/2 و الدر المنثور: 431/1. یہ حملہ کابل (افغانستان) کے علاقے میں ہوا تھا۔ دیکھیے کتاب الزهد لابن المبارك، ص: 258,257 و الإصابة: 425/6. [2] تفسیر الطبری: 439/2 و تفسیر ابن أبی حاتم: 370/2. [3] تفسیر ابن أبی حاتم: 370/2. [4] تفسیر ابن أبی حاتم: 370/2 و تفسیر الطبری: 443/2. [5] تفسیر ابن أبی حاتم: 370-369/2 و تفسیر الطبری: 442/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَ قُضِيَ

کیا اب وہ اس انتظار میں ہیں کہ اللہ بادلوں کے سائے میں ان کے سامنے چلا آئے اور فرشتے بھی اور (ان کے) معاملے کا فیصلہ ہی کر ڈالا جائے؟ آخر

25 ع 14 9

الْاَمْرُ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿210﴾ ع

سارے معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں ﴿210﴾

اللہ کی نسبت ایسی باتیں کہو جن کا تمھیں (کچھ بھی) علم نہیں۔'' ﴿ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ؕ﴾ (فاطر 6:35) ''وہ اپنے (پیروؤں کے) گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ دوزخ والوں میں ہوں۔'' اور اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿208﴾ ﴾ ''بے شک وہ تمھارا صریح دشمن ہے۔''

اور فرمایا: ﴿ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ ﴾ ''پھر اگر تمھارے پاس واضح دلائل آ جانے کے بعد تم پھسل جاؤ''، یعنی دلائل و براہین کے واضح ہو جانے کے بعد حق سے منہ موڑ لو ﴿ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ﴾ ''تو جان رکھو کہ اللہ غالب ہے۔'' کہ وہ انتقام لینے میں اس قدر غالب ہے کہ کوئی اس پر غالب نہیں آ سکتا اور نہ کوئی اس سے بھاگ کر کہیں اور جا سکتا ہے۔ ﴿ حَكِيْمٌ ﴿209﴾ ﴾ یعنی وہ اپنے احکام میں، انھیں ختم کرنے اور محکم کرنے میں حکمت والا ہے۔ ابو العالیہ، قتادہ اور ربیع بن انس کا قول ہے کہ وہ اپنے انتقام میں غالب ہے اور اپنے حکم میں حکمت والا ہے۔[1]

تفسیر آیت:210

ایمان لانے میں تاخیر نہ کرنے کی ترغیب: نبی ﷺ کے ساتھ کفر کرنے والوں کو سرزنش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: ﴿ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ﴾ ''کیا یہ لوگ اسی بات کے منتظر ہیں کہ اللہ بادلوں کے سائے میں ان کے سامنے چلا آئے اور فرشتے بھی (اتر آئیں۔)'' یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اگلے اور پچھلے لوگوں میں فیصلے کے لیے آئے اور ہر عمل کرنے والے کو اس کے اچھے یا برے عمل کے مطابق صلہ دے۔ اور اسی لیے تو فرمایا ہے: ﴿ وَ قُضِيَ الْاَمْرُ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿210﴾ ﴾ ''اور (ان کے) معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كَلَّاۤ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۙ وَّ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۚ وَ جِايْٓءَ يَوْمَىِٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ۬ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَ اَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ؕ﴾ (الفجر 89:21-23) ''ہرگز نہیں! جب زمین (کی بلندی) خوب کوٹ کر پست کر دی جائے گی اور آپ کا پروردگار جلوہ فرما ہوگا اور فرشتے صف در صف آ موجود ہوں گے اور دوزخ اس دن حاضر کی جائے گی تو انسان اس دن متنبہ ہوگا مگر (اب) انتباہ (سے) اسے (فائدہ) کہاں مل سکے گا؟'' اور فرمایا: ﴿ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ﴾ (الأنعام 6:158) ''یہ اس کے سوا اور کس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا خود آپ کا پروردگار آئے یا آپ کے پروردگار کی کچھ نشانیاں آئیں؟''

امام ابوجعفر رازی نے ربیع بن انس سے اور انھوں نے ابو العالیہ سے: ﴿ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 2/371.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۭ بَيِّنَةٍ ؕ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا

پوچھیے بنی اسرائیل سے! ہم نے انھیں کتنی واضح نشانیاں دیں اور جو کوئی اللہ کی نعمت پا لینے کے بعد اسے بدل دیتا ہے تو بے شک

جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿211﴾ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ

اللہ سخت سزا دینے والا ہے ﴿211﴾ جن لوگوں نے کفر کیا، ان کے لیے دنیا کی زندگی سجا دی گئی ہے اور وہ ان لوگوں سے مذاق کرتے ہیں جو ایمان لائے ہیں

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿212﴾ وقف لازم

اور جو لوگ متقی ہیں وہ قیامت کے دن ان سے بلند مرتبہ ہوں گے اور اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے ﴿212﴾

الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ فرشتے تو بادل کے سائبانوں میں آئیں گے اور اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے گا جلوہ افروز ہوگا۔[1]

بعض قراءتوں کے مطابق اس آیت کو اس طرح پڑھا گیا ہے: [هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّأْتِيَهُمُ اللّٰهُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ] یہ آیت اسی طرح ہے، جیسے حسب ذیل آیت کریمہ ہے: ﴿ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ○ ﴾ (الفرقان 25:25) ''اور جس دن آسمان ابر کے ساتھ پھٹ جائے گا اور فرشتے لگا تار نازل کیے جائیں گے۔''[2]

تفسیر آیات: 212,211

اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدلنے اور مومنوں سے مذاق کرنے کی سزا: اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے بارے میں بیان فرما رہا ہے کہ انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے کتنے ہی ایسے روشن دلائل و براہین کو دیکھا جو ان کی صداقت کی قطعی دلیل تھے، مثلاً: ید بیضا، عصا کا سانپ بن جانا، سمندر کا پھٹنا، پتھر سے پانی کے چشموں کا نکلنا، گرمی کی شدت میں ان کے سروں پر بادل کا سایہ افگن ہونا، ان پر من و سلویٰ کا نازل ہونا۔ اور اس طرح کی دیگر بہت سی نشانیاں ایک طرف اللہ تعالیٰ فاعل و مختار کے وجود کی روشن دلیل تھیں تو دوسری طرف اس پیغمبر کی صداقت و حقانیت کی دلیل جس کے ہاتھ پر یہ خرق عادت معجزات صادر ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود بنی اسرائیل کی اکثریت نے ان سے اعراض کیا اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کفر سے بدل دیا، یعنی ایمان سے اعراض کر کے کفر کو قبول کر لیا۔

﴿ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿211﴾ ﴾ ''اور جو شخص اللہ کی نعمت کو اپنے پاس آنے کے بعد بدل دے تو اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ○ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ؕ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ○ ﴾ (ابراهيم 29,28:14) ''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے اللہ کی نعمت (ایمان) کو کفر سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں جا اتارا؟ (یعنی) دوزخ میں، وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نے دنیا کی زندگی کو کافروں کے لیے مزین کر دیا ہے اور وہ اس پر راضی اور مطمئن ہو گئے

[1] تفسير الطبرى: 446,445/2. [2] تفسير الطبرى: 446/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ اور انھوں نے مال و دولت کے انبار لگانا شروع کر دیے ہیں اور ان مصارف پر خرچ نہیں کرتے جن پر خرچ کرنے کا انھیں حکم دیا گیا تھا تاکہ اللہ ان سے راضی ہو جاتا مگر یہ ان اہل ایمان سے، جو دنیا سے کنارہ کشی کیے ہوئے ہیں، مذاق کرتے ہیں کیونکہ انھیں دنیا کا جو مال حاصل ہو جائے وہ اسے اپنے رب کی طاعت میں خرچ کرتے اور اس کی خوشنودی کے طلب گار رہتے ہیں، لہٰذا روز قیامت یہ سعادتوں اور کامرانیوں سے فیض یاب ہوں گے، حشر نشر میں، چلنے پھرنے میں اور اپنے مقام اور ٹھکانے کے اعتبار سے کفار کی نسبت کہیں بلند ہوں گے کہ انھیں تو اعلیٰ علیین میں بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ درجات پر فائز کیا جائے گا اور کفار جہنم کے انتہائی نچلے درجوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عذاب الٰہی میں مبتلا رہیں گے۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ ''اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے رزق عطا فرماتا ہے اور اسے دنیا و آخرت میں بے شمار اور بے حساب رزق سے نوازتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے: [أَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ! أُنْفِقْ عَلَيْكَ] ''اے ابن آدم! تو خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔''[1] اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: [أَنْفِقْ بِلَالُ! وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِي الْعَرْشِ إِقْلَالًا] ''اے بلال! خوب خوب خرچ کرو اور اس بات کا خوف نہ کھاؤ کہ عرش والا تمھیں محتاج کر دے گا۔''[2] اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَآ أَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ﴾ (سبا 39:34) ''اور تم جو چیز بھی خرچ کرو گے وہ اس کا (تمھیں) عوض دے گا۔''

صحیح حدیث میں ہے: [مَا مِنْ يَوْمٍ يُّصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ! أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَّيَقُولُ الْآخَرُ: اَللّٰهُمَّ! أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا] ''ہر روز صبح کے وقت دو فرشتے آسمان سے نازل ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا عوض عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! بخل کرنے والے کے مال کو تباہ و برباد کر دے۔''[3] ایک اور صحیح حدیث میں ہے: [يَقُولُ ابْنُ آدَمَ: مَالِي مَالِي، قَالَ: وَ هَلْ لَّكَ يَا ابْنَ آدَمَ! مِنْ مَّالِكَ إِلَّا مَا أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ، أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ، أَوْ تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ، وَفِي رِوَايَةٍ: وَّ مَا سِوٰى ذٰلِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَّ تَارِكُهُ لِلنَّاسِ] ''ابن آدم کہتا ہے: میرا مال، میرا مال، حالانکہ تیرا مال تو صرف وہ ہے جسے تو نے کھا لیا اور ہضم کر لیا یا پہن لیا اور بوسیدہ کر دیا یا صدقہ کر کے آگے بھیج دیا۔'' اور ایک روایت میں ہے: ''اس کے سوا جو ہے تو وہ دنیا سے جانے والا ہے اور تو اسے لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔''[4]

مسند امام احمد میں حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [اَلدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَّا دَارَ لَهُ، (وَمَالُ مَنْ لَّا مَالَ لَهُ)، وَلَهَا يَجْمَعُ

---

[1] صحیح البخاری، النفقات، باب فضل النفقة علی الأهل......، حدیث:5352. [2] المعجم الکبیر للطبرانی:342/1، أبو هريرة عن بلال رضی اللہ عنہ، حدیث:1025. [3] صحیح البخاری، الزکاة، باب قول اللّٰه تعالٰی: ﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ...... ﴾، حدیث:1442 و صحیح مسلم، الزکاة، باب فی المنفق و الممسك، حدیث:1010 عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ. [4] صحیح مسلم، الزهد و الرقائق، باب:[الدنيا سجن للمؤمن و جنة للكافر]، حدیث:2959,2958 عن عبداللّٰه بن شِخِّير و أبی هريرة رضی اللہ عنہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۪ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ

لوگ (پہلے) ایک ہی امت تھے (پھر ان میں اختلافات پیدا ہو گئے) تو اللہ نے نبی بھیجے، خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے اور ان کے ساتھ اس نے

الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ

برحق کتاب نازل کی، تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے جن میں انھوں نے اختلاف کیا اور اس میں اختلاف انھی لوگوں نے آپس کی

اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا

ضد سے کیا جنھیں کتاب دی گئی تھی، حالانکہ ان کے پاس واضح دلیلیں آ گئی تھیں، پھر جو ایمان لے آئے انھیں اللہ نے اپنے حکم سے اس حق کا راستہ دکھا

فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿213﴾

دیا جس میں لوگوں نے اختلاف کیا تھا اور اللہ جسے چاہتا ہے، سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے ﴿213﴾

مَنْ لَّا عَقْلَ لَہٗ] ''دنیا تو اس شخص کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو، یہ اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہ ہو اور اسے وہ جمع کرتا ہے جس میں عقل نہ ہو۔'' [1]

تفسیر آیت:213

علم کے بعد اختلاف بغاوت وضلالت کی دلیل ہے: امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نوح اور حضرت آدم علیہما السلام کے درمیان دس صدیاں تھیں، ان میں سب لوگ شریعت حق کے مطابق عمل پیرا تھے لیکن پھر بعد میں یہ لوگ اختلاف میں مبتلا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے خوش خبریاں سنانے اور اس کے عذاب سے ڈرانے کے لیے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔

امام ابن جریر نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے: [كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا] ''لوگ (پہلے) ایک ہی امت تھے پھر انھوں نے اختلاف کیا۔'' [2] اسے امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ [3] امام ابوجعفر رازی نے ابوالعالیہ سے اور انھوں نے حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بھی اس آیت کی اسی طرح قراءت فرماتے تھے: [كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَ مُنْذِرِينَ] ''لوگ (پہلے) ایک ہی امت تھے، پھر ان میں اختلافات پیدا ہو گئے تو اللہ نے نبی بھیجے، خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے۔'' [4]

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے معمر کے حوالے سے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ﴿ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ سب لوگ ہدایت پر تھے۔ ﴿ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ ﴾ ''تو اللہ نے پیغمبر بھیجے۔'' سب سے پہلے جس پیغمبر کو مبعوث

[1] مسند أحمد: 71/6 عن عائشة رضی اللہ عنہا۔ یہ روایت ضعیف ہے، دیکھیے السلسلة الضعيفة: 1933 اور قوسین والے الفاظ نسخۂ میمنیہ میں نہیں ہیں۔ [2] تفسیر الطبری: 455/2. [3] المستدرك للحاكم، تواريخ المتقدمين...... باب ذكر نوح النبي ﷺ: 546/2، حدیث: 4009. [4] تفسیر الطبری: 456/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا وہ حضرت نوح علیہ السلام تھے۔ [1] امام عبدالرزاق ہی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ﴾ ''تو جس امر حق میں وہ اختلاف کرتے تھے، اللہ نے اپنی مہربانی سے مومنوں کو اس کی راہ دکھا دی۔'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [نَحْنُ الْآخِرُونَ الْأَوَّلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، نَحْنُ أَوَّلُ النَّاسِ دُخُولًا الْجَنَّةَ ، بَيْدَ أَنَّهُمْ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا ، وَ أُوتِينَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ ، فَهَدَانَا اللّٰهُ لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ، فَهٰذَا الْيَوْمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ فَهَدَانَا اللّٰهُ لَهُ ، فَالنَّاسُ لَنَا فِيهِ تَبَعٌ ، فَغَدًا لِّلْيَهُودِ، وَ بَعْدَ غَدٍ لِّلنَّصَارٰى] ''ہم اگرچہ آخر میں آنے والے ہیں لیکن قیامت کے دن ہم پہلے ہوں گے، جنت میں ہم دوسرے لوگوں سے پہلے داخل ہوں گے، گو انھیں کتاب ہم سے پہلے ملی ہے اور ہمیں ان کے بعد ملی ہے۔ انھوں نے جس امر حق میں اختلاف کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے ہمیں اس کی راہ دکھا دی ہے، (مثلاً:) اس دن میں انھوں نے اختلاف کیا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کے بارے میں ہدایت فرما دی ہے، چنانچہ لوگ اس دن (جمعے کے حوالے) سے ہم سے پیچھے ہیں، اس کے بعد کا دن (ہفتہ) یہودیوں کا دن ہے اور اس کے بعد والا دن (اتوار) عیسائیوں کا ہے۔'' [2]

ابن وہب نے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے اور انھوں نے اپنے والد زید بن اسلم سے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ لوگوں نے جمعے کے دن کے بارے میں اختلاف کیا تو یہودیوں نے ہفتے کے دن کو اختیار کر لیا اور عیسائیوں نے اتوار کے دن کو مگر اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو جمعے کے دن کے اختیار کرنے کی ہدایت عطا فرما دی۔ اسی طرح لوگوں نے قبلے کے بارے میں اختلاف کیا تو عیسائیوں نے مشرق کو اور یہودیوں نے بیت المَقدِس کو قبلہ بنا لیا لیکن اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کی بطور قبلہ کعبۃ اللہ کی طرف راہنمائی فرما دی۔

اسی طرح لوگوں نے نماز کے بارے میں اختلاف کیا تو ان میں سے کچھ لوگ اپنی نماز میں رکوع تو کرتے ہیں مگر سجدہ نہیں کرتے اور کچھ سجدہ کرتے ہیں مگر رکوع نہیں کرتے، کچھ لوگ نماز پڑھتے ہوئے باتیں بھی کرتے اور کچھ نماز پڑھتے ہوئے چلتے پھرتے بھی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو صحیح طریقے سے نماز ادا کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اسی طرح لوگوں نے روزے کے بارے میں اختلاف کیا، کچھ لوگ دن کے صرف کچھ حصے کا روزہ رکھتے ہیں اور کچھ لوگ کھانے پینے کی تمام نہیں بلکہ صرف کچھ چیزوں سے روزہ رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو صحیح صحیح روزہ رکھنے کی ہدایت فرما دی ہے۔ اسی طرح لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کیا۔ یہودیوں نے کہا کہ وہ یہودی تھے، عیسائیوں نے کہا کہ وہ عیسائی تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں ﴿ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ﴾ (آل عمران 3:67) ''سب سے بے تعلق ہو کر ایک (اللہ) کے ہو رہنے والے اور اسی کے فرماں بردار'' قرار دیا ہے۔

---

[1] تفسير عبدالرزاق:1/330، رقم:244. [2] صحيح البخاري، الجمعة، باب فرض الجمعة، حديث:876 وصحيح مسلم، الجمعة، باب هداية هذه الأمة ليوم الجمعة، حديث:855 وتفسير ابن أبي حاتم:2/377 واللفظ له.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ

(پھر) کیا تمھارا خیال ہے کہ تم یوں ہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے؟ حالانکہ ابھی تک تمھیں ان لوگوں کے مانند (مشکلیں) پیش نہیں آئیں جو تم سے پہلے

الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ

گزرے، ان کو سختی اور تکلیف پہنچی اور وہ ہلا ڈالے گئے یہاں تک کہ رسول اور وہ لوگ جو ان پر ایمان لائے تھے، کہنے لگے: اللہ کی مدد کب (آئے گی؟)

اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿214﴾

آگاہ رہو! بے شک اللہ کی مدد قریب ہی ہے ﴿214﴾

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہ صحیح موقف اختیار کرنے کی بھی امت محمدیہ ہی کو ہدایت عطا فرمائی ہے۔ اسی طرح لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی اختلاف کیا، یہودیوں نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کی والدہ پر بہت بڑا بہتان لگایا۔ اور عیسائیوں نے آپ ہی کو معبود اور اللہ کا بیٹا قرار دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف سے روح اور اپنا کلمہ قرار دیا اور آپ کے بارے میں اس صحیح صحیح موقف اختیار کرنے کی بھی صرف امت محمدیہ ہی کو ہدایت عطا فرمائی۔[1]

﴿ بِاِذْنِهٖ ؕ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی طرف سے علم عطا فرما کر اور اپنی طرف سے ہدایت سے نواز کر راہ دکھا دی۔ یہ امام ابن جریر کا قول ہے۔[2] ﴿ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿213﴾ ﴾ ''اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھا رستہ دکھا دیتا ہے۔'' یعنی اپنی مخلوق میں سے۔ اور اس سلسلے میں صرف اور صرف اسی کا حکم اور اسی کی دلیل کارگر ثابت ہوتی ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ ! رَبَّ جِبْرَائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ، فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ، اِهْدِنِي لِمَا اخْتُلِفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ ، إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ] ''اے اللہ! اے جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے رب! آسمانوں اور زمین کو ایجاد کرنے والے! پوشیدہ اور علانیہ کا علم رکھنے والے! جن باتوں میں (تیرے یہ بندے) اختلاف کر رہے ہیں تو ہی ان کا فیصلہ فرمائے گا، اور حق کے بارے میں جو اختلاف دنیا میں ہو رہا ہے اس میں اپنے فضل سے میری رہنمائی فرما، بے شک تو ہی جس کو چاہتا ہے سیدھے رستے پر چلاتا ہے۔''[3]

اور ایک دعائے ماثور میں یہ الفاظ آئے ہیں: [اَللّٰهُمَّ ! أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا ، وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ ، وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا، وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ ، وَلَا تَجْعَلْهُ مُلْتَبِسًا عَلَيْنَا فَنَضِلَّ ، وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا] ''اے اللہ! ہمیں حق کو حق دکھا اور اس کی اتباع کی توفیق عطا فرما اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے اجتناب کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور باطل میں ہمارے لیے التباس پیدا نہ فرما کہیں ہم گمراہ نہ ہو جائیں اور ہمیں اپنے پرہیزگار بندوں کا امام بنا۔''[4]

---

[1] تفسير ابن أبي حاتم:378/2. [2] تفسير الطبري:462/2. [3] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ و دعائه بالليل، حديث:770. [4] تخريج الإحياء:1418/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر آیت:214

فتح و نصرت اور جنت امتحان و آزمائش کے بعد ہی ملتی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ ﴾ ''کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ یوں ہی بہشت میں داخل ہو جاؤ گے؟'' اور تمھارا کوئی امتحان اور آزمائش نہ ہوگی جس طرح کہ تم سے پہلی امتوں کو امتحان و آزمائش کے مراحل سے گزرنا پڑا۔ اور اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۭ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ ﴾ ''حالانکہ ابھی تم کو پہلے لوگوں کی سی (مشکلیں) تو پیش آئی ہی نہیں، ان کو (بڑی بڑی) سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں۔'' مثلاً: بیماریاں، آلام و مصائب، دکھ اور پریشانیاں۔ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور ابوالعالیہ، مجاہد، سعید بن جبیر، مرہ ہمدانی، حسن، قتادہ، ضحاک، ربیع، سدی اور مقاتل بن حیان رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿ الْبَاْسَاۗءُ ﴾ سے مراد فقر ہے۔[1] اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ الضَّرَّاۗءُ ﴾ سے مراد بیماری ہے۔[2]

﴿ وَزُلْزِلُوْا ﴾ ''اور وہ (صعوبتوں میں) ہلا ہلا دیے گئے۔'' یعنی دشمنوں کی طرف سے آنے والی صعوبتوں میں بہت شدید ہلا دیے گئے اور بہت عظیم امتحانوں میں مبتلا کر دیے گئے جیسا کہ حضرت خبّاب بن ارتّ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث میں ہے کہ ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا آپ ہمارے لیے مدد طلب نہیں کریں گے، کیا آپ ہمارے لیے دعا نہیں فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا: [كَانَ الرَّجُلُ فِيمَنْ قَبْلَكُم يُحفَرُلَهُ فِي الْأَرْضِ، فَيُجعَلُ فِيهِ ، فَيُجَاءُ بِالْمِيشَارِ فَيُوضَعُ عَلٰى رَأْسِهِ فَيُشَقُّ بِاثْنَتَيْنِ وَمَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَ يُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ مَادُونَ لَحمِهِ مِنْ عَظْمٍ أَوْعَصَبٍ وَّمَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَاللّٰهِ ! لَيُتِمَّنَّ هٰذَا الْأَمْرَحَتّٰى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلٰى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ إِلَّا اللّٰهَ ، أَوِ الذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهِ وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُونَ] ''تم سے پہلے ایک آدمی کے لیے گڑھا کھودا جاتا، پھر اس کو اس میں کھڑا کر کے آرا اس کے سر پر رکھ کر دو حصوں میں چیر دیا جاتا لیکن یہ (اذیت) اسے اس کے دین سے نہ روکتی، اسی طرح کسی کی ہڈیوں یا پٹھوں سے گوشت لوہے کی کنگھیوں کے ساتھ اتار دیا جاتا لیکن یہ (اذیت) بھی اسے دین سے نہ روک سکتی تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور پورا فرمائے گا حتی کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک آئے گا اور اسے اللہ کے سوا اور کسی کا ڈر نہ ہوگا حتی کہ اپنی بکریوں کے بارے میں اسے بھیڑیے کا بھی ڈر نہ ہوگا لیکن تم لوگ جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہو۔''[3]

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: ﴿ الۗمّۗ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝ ﴾ (العنکبوت 29:1-3) ''الٓمّٓ۔ کیا لوگ یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ (صرف) یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے، چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی؟ اور البتہ تحقیق جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں ہم نے ان کو بھی آزمایا تھا (اور ان کو بھی آزمائیں گے)، چنانچہ اللہ ان کو ضرور ظاہر کرے گا جو (اپنے

[1] تفسیر ابن أبي حاتم:380/2. [2] تفسیر ابن أبي حاتم:380/2. [3] صحيح البخاري، المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، حديث:3612.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى

(اے نبی!) لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ کہہ دیجیے: تم اپنے مال میں سے جو بھی خرچ کرو، اپنے والدین، رشتے داروں،

وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿215﴾

یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے (خرچ کرو) اور تم جو بھلائی بھی کرو گے، تو بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے ﴿215﴾

ایمان میں) سچے ہیں اور ان کو بھی جو جھوٹے ہیں۔"

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جنگ احزاب کے دن اس طرح کی زبردست آزمائش سے دوچار ہونا پڑا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ○ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ○ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ○ ﴾ (الأحزاب 33:10-12) "جب دشمن تمھارے اوپر اور نیچے کی طرف سے تم پر (چڑھ) آئے اور جب آنکھیں پتھرا گئیں اور دل (مارے دہشت کے) گلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے، وہاں مومن آزمائے گئے اور سخت طور پر ہلائے گئے اور جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول نے تو ہم سے محض دھوکے کا وعدہ کیا تھا۔"

اور جب ہرقل نے ابوسفیان سے یہ سوال کیا تھا کہ کیا تم نے اس نبی سے جنگ بھی کی ہے؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا: ہاں! پھر ہرقل نے پوچھا کہ تمھارے مابین جنگ کیسی رہی ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا کہ جنگ ڈول کے مانند ہے جسے ہم پر انڈیل دیا جاتا ہے اور ہم اس پر انڈیل دیتے ہیں ہرقل نے کہا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی اسی طرح آزمائش ہوتی ہے اور بالآخر انجام کار فتح ونصرت انھی کی قدم بوسی کرتی ہے۔ ①

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ ﴾ کے معنی ہیں: تم سے پہلے لوگوں کے سے حالات جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ○ ﴾ (الزخرف 43:8) "تو جو ان میں سخت زور والے تھے ان کو ہم نے ہلاک کر دیا اور اگلے لوگوں کی مثال (حالت) گزر گئی ہے۔" ﴿ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ ﴾ "یہاں تک کہ پیغمبر اور مومن لوگ جو ان کے ساتھ تھے، سب پکار اٹھے کہ کب اللہ کی مدد (آئے گی)؟" یعنی وہ اپنے دشمنوں کے خلاف مدد مانگتے تھے اور اس تنگی اور سختی سے جلد نکلنے کے لیے دعائیں کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿214﴾ ﴾ "دیکھو! اللہ کی مدد (عن) قریب (آیا چاہتی) ہے۔" جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ○ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ○ ﴾ (الإنشراح 94:5,6) "پھر بے شک مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے۔ (اور) بے شک مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے۔" یعنی جس طرح کی مشکل اور سختی ہوتی ہے فتح ونصرت بھی اسی حساب سے نازل ہوتی ہے۔ اسی لیے تو اللہ

① ملخص از صحیح البخاری، بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ ﷺ؟......، حدیث:7 وحدیث: 2804.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ

تم پر جہاد فرض کر دیا گیا ہے اور وہ تمھارے لیے ناگوار ہے اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمھارے لیے بہتر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ

26 ع 6 10 تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿216﴾ ع

تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمھارے لیے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ﴿216﴾

تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿214﴾ ﴾۔

تفسیر آیت:215

کس پر خرچ کیا جائے؟ مُقاتل بن حَیّان نے کہا ہے کہ یہ آیت نفلی صدقے کے بارے میں ہے۔[1] اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ یہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کس طرح خرچ کریں؟ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد کا قول ہے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے: ﴿ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ ﴾ ”کہہ دیجیے کہ تم اپنے مال میں سے جو بھی خرچ کرنا چاہو تو وہ (درجہ بدرجہ اہل استحقاق، یعنی) ماں باپ کو اور قریب کے رشتے داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو (سب کو) دو۔“ یعنی ان تمام پر خرچ کرو جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے: [أُمَّكَ وَأَبَاكَ، أُخْتَكَ وَأَخَاكَ ، ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ] ”اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بہن، اپنے بھائی، پھر درجہ بدرجہ قریبی رشتے داروں پر (خرچ کرو۔)“[2]

میمون بن مہران نے اس آیت کی تلاوت کی تو فرمایا کہ یہ ہیں خرچ کرنے کے مقامات اور ان میں کسی طبلے، بانسری، لکڑی کی تصویروں اور دیواروں کے پردوں وغیرہ پر خرچ کرنے کا ذکر نہیں ہے۔[3] پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿215﴾ ﴾ ”اور جو بھلائی تم کرو گے، اللہ اس کو جانتا ہے۔“ یعنی تم سے جس نیک کام کا بھی صدور ہو گا اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے اور اس کی وہ تمھیں پوری پوری جزا بھی دے گا کیونکہ وہ کسی پر بھی ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا۔

تفسیر آیت:216

جہاد کا وجوب: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جہاد کو واجب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ اسلام کی سرحدوں سے دشمنوں کے شر کو روکیں۔ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جہاد ہر مسلمان پر واجب ہے، خواہ وہ جہاد کرے یا بیٹھ رہے۔ بیٹھ رہنے والے پر واجب ہے کہ جب اس سے مدد طلب کی جائے تو وہ مدد کرے جب اس سے فریاد رسی کی جائے تو وہ فریاد رسی کرے جب اس سے جہاد کے لیے نکلنے کا مطالبہ کیا جائے تو وہ جہاد کے لیے نکلے اور اگر اس کی جہاد کے لیے ضرورت نہ ہو تو پھر بے شک بیٹھ رہے۔ اسی لیے صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے: [مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَغْزُ ، وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ ، مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنْ

(1) تفسير ابن أبي حاتم:381/2. (2) صحيح ابن حبان، التاريخ، باب كتب النبي ﷺ:519/14، حديث:6562 مطوّلًا و المستدرك للحاكم، معرفة الصحابة، باب ذكر صعصعة بن ناجية المجاشعي ﷺ:611/3، حديث:6563. (3) تفسير ابن أبي حاتم:381/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

(اے نبی!) لوگ آپ سے حرمت والے مہینے کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس میں لڑائی کیسی ہے؟ کہہ دیجیے: اس میں لڑائی کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور

وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ

لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنا اور اللہ کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام سے (روکنا) اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی

الْقَتْلِ ؕ وَ لَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَ مَنْ

بڑا (گناہ) ہے اور فتنہ انگیزی قتل سے کہیں بڑا گناہ ہے۔ اور وہ (کافر) تو ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو وہ تمھیں تمھارے

يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا

دین سے پھیر دیں اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے پھر وہ حالت کفر ہی پر مر جائے تو انھی لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت (دونوں) میں

وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿217﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ

برباد ہو گئے اور وہ لوگ دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ﴿217﴾ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی

هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿218﴾

راہ میں جہاد کیا، وہی لوگ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ﴿218﴾

نِّفَاقٍ] ''جو شخص مر جائے اور وہ جہاد نہ کرے اور نہ اس کے دل میں جہاد کا خیال آئے تو وہ نفاق کی ایک حالت پر مرا۔''[1]

نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا تھا: [لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ ، وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَّ إِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا] ''فتح مکہ کے بعد اب ہجرت تو نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت باقی ہے اور جب تم سے جہاد کے لیے نکلنے کا مطالبہ کیا جائے تو جہاد کے لیے نکل پڑو۔''[2]

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ﴾ ''اور وہ تمھیں ناگوار تو ہوگا۔'' یعنی وہ تمھیں بہت شدید اور پر مشقت معلوم ہوگا اور اس میں واقعی سختی اور مشقت ہے کیونکہ اس میں سفر کی مشقت اور دشمنوں کے مقابلے کی مشقت کے بعد انسان قتل ہو جاتا ہے یا زخمی، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ﴾ ''مگر عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمھارے حق میں بھلی ہو۔'' کیونکہ قتال کے بعد انسان کو نصرت، دشمن پر فتح اور دشمن کے شہروں، مالوں اور اولاد پر غلبہ و تسلط حاصل ہو جاتا ہے۔

فرمایا: ﴿وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ﴾ ''اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمھارے لیے مضر ہو۔'' یہ ایک عام حکم ہے جس کا تمام امور سے تعلق ہو سکتا ہے کہ انسان ایک چیز کو اپنے لیے پسند کرتا ہے مگر ممکن ہے کہ اس میں کوئی خیر و بھلائی اور مصلحت نہ ہو، مثلاً: دشمن سے جنگ نہ کرنے اور بیٹھ رہنے کو انسان پسند کرتا ہے لیکن اس کے نتیجے میں دشمن علاقے کو

[1] صحیح مسلم، الإمارة، باب ذم من مات ولم یغز......، حدیث:1910. [2] صحیح البخاري، الجهاد والسیر، باب فضل الجهاد والسیر، حدیث:2783.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتح کر کے حکمران بن سکتا ہے، پھر فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''اور (ان باتوں کو) اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' یعنی تمھاری نسبت تمھارے امور کے انجام کو وہ زیادہ بہتر جانتا ہے اور وہ تمھیں وہ باتیں بتاتا ہے جو دنیا و آخرت کے اعتبار سے تمھارے لیے بہتر ہیں، لہٰذا اس کے حکم پر لبیک کہو اور اسی کے فرمان کے سامنے سر اطاعت خم کر دو، اسی میں تمھاری بہتری و بھلائی ہے۔

تفسیر آیات: 218,217

سَرِیّہ نَخلَہ اور حرمت والے مہینے میں قتال: امام ابن ابو حاتم نے حضرت جُندُب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور اس پر ابوعبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ کو قائد مقرر کیا جب وہ روانہ ہونے لگے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کی وجہ سے رونے لگ گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جگہ پر عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دیا اور ایک دستاویز لکھ کر انھیں دی اور فرمایا: ''اس دستاویز کو فلاں مقام پر پہنچنے سے پہلے نہ پڑھنا'' اور آپ نے یہ بھی فرمایا: [لَا تُكْرِهَنَّ أَحَدًا عَلَى السَّيْرِ مَعَكَ مِنْ أَصْحَابِكَ] ''اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو اپنے ساتھ جانے پر مجبور نہ کرنا۔'' جب انھوں نے دستاویز کو پڑھا تو ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ (البقرۃ 2:156) پڑھنے لگ گئے اور کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول کا فرمان سر آنکھوں پر، پھر انھوں نے اپنے ساتھیوں کو صورت حال سے آگاہ کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک پڑھ کر سنایا تو ان میں سے دو آدمی واپس آ گئے اور باقی ان کے ساتھ ہی رہے۔ ابن الحَضرَمی سے ان کی ملاقات ہوئی تو اسے انھوں نے قتل کر دیا اور انھیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ دن رجب کا ہے یا جُمادیٰ کا۔ مشرکوں نے مسلمانوں سے کہا کہ تم نے تو حرمت والے مہینے میں لڑائی کی ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ ﴾ ''(اے نبی!) لوگ آپ سے حرمت والے مہینوں میں لڑائی کرنے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں؟ آپ کہہ دیں: ان میں لڑنا بہت بڑا گناہ ہے۔''[1]

''سیرۂ نبویہ'' کے راوی عبدالملک بن ہشام نے زیاد بن عبداللہ بَکّائی سے اور انھوں نے محمد بن اسحاق بن یَسار مدنی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اپنی سیرت کی کتاب میں لکھا ہے کہ بدر اولیٰ سے واپسی کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جحش بن رِئاب اسدی کو رجب میں آٹھ مہاجر صحابہ کے ساتھ بھیجا، ان میں ایک بھی انصاری نہ تھا، آپ نے عبداللہ کو خط بھی لکھ کر دیا اور حکم دیا کہ دو دن تک چلتے رہنے سے پہلے اس خط کو نہ دیکھا جائے۔ دو دن کے بعد اسے دیکھے، پھر اس میں جو کچھ لکھا ہے اس کے مطابق عمل کرے اور اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو مجبور نہ کرے۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے ان تمام ساتھیوں کا تعلق مہاجرین سے تھا۔ بنی عبد شمس بن عبد مَناف میں سے ابوحُذَیفہ بن عُتبہ بن رَبیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف تھے اور ان کے حلیفوں میں سے خود امیر قوم عبداللہ بن جحش تھے اور عُکّاشہ بن مِحصَن بھی ان کے حلیفوں میں سے تھے جو بنی اسد بن خُزَیمہ میں سے تھے اور بنی نوفل بن عبد مناف میں سے عُتبہ بن غَزوان بن جابر تھے جو

[1] تفسیر ابن أبي حاتم:2/384.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھی کے حلیف تھے۔ بنی زُہرہ بن کِلاب میں سے سعد بن ابو وقاص تھے۔ بنی عدی بن کعب میں سے عامر بن ربیعہ تھے جو عَنَز بن وائل کی طرف سے ان کے حلیف تھے اور وَاقِد بن عبداللہ بن عبد مناف بن عَرِین بن ثعلبہ بن یَرْبُوع، بنی تمیم میں سے تھے اور ان کے حلیف تھے۔ اور خالد بن بُکَیر کا تعلق بنی سعد بن لیث سے تھا اور وہ بھی ان کے حلیف تھے، بنی حارث بن فِہر سے سُہَیل ابن بیضاء تھے۔

عبداللہ بن جحش نے دو دن تک چلنے کے بعد نامہ مبارک کو کھولا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ جب میرے اس خط کو دیکھو تو بدستور آگے بڑھتے جاؤ حتی کہ مکہ و طائف کے درمیان مقام نخلہ پر پڑاؤ ڈال لو اور قریش کے حالات پر نظر رکھو اور ہمیں ان کے حالات کے بارے میں مطلع کرو۔ عبداللہ بن جحش نے جب نامہ مبارک کو پڑھا تو کہا: چشم ما روشن دل ماشاد! پھر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ میں نخلہ جاؤں، قریش پر نظر رکھوں اور ان کے حالات کو معلوم کروں لیکن آپ نے مجھے اس بات سے بھی منع فرمایا ہے کہ میں تم میں سے کسی کو مجبور کروں جو شخص شہادت کا طلب گار ہو تو وہ میرے ساتھ چلے اور جو ناپسند کرے وہ لوٹ جائے لیکن میں تو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی تعمیل میں آگے جا رہا ہوں، چنانچہ وہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے اور ان کے تمام ساتھی بھی ان کے ہمراہ تھے، ان میں سے کوئی ایک بھی واپس نہ گیا۔

یہ حجاز کی طرف چلے حتی کہ جب مَعْدِن (کان) میں پہنچے جو فُرُع سے آگے ہے جسے بُحران کہا جاتا تھا تو سعد بن ابو وقاص اور عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہما کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا جس پر وہ باری باری سوار ہوتے چلے آرہے تھے تو وہ اس کی تلاش میں پیچھے رہ گئے مگر عبداللہ بن جحش اور ان کے باقی ساتھی آگے چلتے گئے حتی کہ وہ مقام نخلہ پہنچ گئے، ان کے پاس سے قریش کا ایک تجارتی قافلہ گزرا جو کشمش اور کھانے پینے کا دیگر سامان لیے جا رہا تھا۔ اس تجارتی قافلے میں عمرو بن حضرمی بھی تھا۔ حضرمی کا نام عبداللہ بن عباد تھا جو خاندان صَدَف میں سے تھا، نیز اس میں عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی اور اس کا بھائی نوفل بن عبداللہ مخزومی اور ہشام بن مغیرہ کا غلام حکم بن کیسان تھا۔ جب انھوں نے انھیں دیکھا تو ڈر گئے اور انھوں نے ان کے قریب ہی پڑاؤ ڈالا تھا۔ عُکّاشہ بن محصن نے انھیں جھانک کر دیکھا، انھوں نے اپنا سر منڈایا ہوا تھا۔ انھوں نے جب انھیں دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ تو عمرہ کرنے والے لوگ ہیں، لہٰذا ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے بارے میں مشورہ کیا، یہ ماہ رجب کا آخری دن تھا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اگر تم نے انھیں آج رات چھوڑ دیا تو یہ حرم میں داخل ہو جائیں گے اور تم سے محفوظ ہو جائیں گے اور اگر تم ان سے لڑائی کرتے ہو تو یہ حرمت والا مہینہ ہے، لہٰذا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تردد میں تھے اور ان پر حملہ کرنے سے ڈرتے تھے، پھر انھوں نے دل گردے کو مضبوط کیا اور اس بات کا فیصلہ کیا کہ ان میں سے جو قابو آجائے اسے قتل کر دیا جائے اور اس کے مال کو چھین لیا جائے، اس کے بعد واقد بن عبداللہ تمیمی نے عمرو بن حضرمی کو تیر کا نشانہ بنایا اور اسے قتل کر دیا اور عثمان بن عبداللہ اور حَکَم بن کَیْسان کو گرفتار کر لیا، نوفل بن عبداللہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور اس نے انھیں عاجز کر دیا۔ عبداللہ بن جحش اور ان کے ساتھی اس قافلے اور دونوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیدیوں کو لے کر مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے خاندان سے بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ ہم نے جو مال غنیمت حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے، حالانکہ اس وقت مال غنیمت میں سے خُمس فرض ہی نہیں ہوا تھا۔ بہر حال انھوں نے پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کے لیے الگ کر دیا اور باقی اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ یہ لوگ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: [مَا أَمَرْتُكُمْ بِقِتَالٍ فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ] ''میں نے تمھیں حرمت والے مہینے میں لڑنے کا تو حکم نہیں دیا تھا۔'' قافلہ اور دونوں قیدی کھڑے تھے اور آپ نے ان میں سے کسی کو لینے سے انکار فرما دیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے جب یہ فرمایا تو ان لوگوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور انھوں نے خیال کیا کہ وہ تباہ و برباد ہو گئے، مسلمانوں نے بھی انھیں برا بھلا کہا۔ ادھر قریش نے بھی یہ کہنا شروع کر دیا کہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں نے تو حرمت والے مہینے کو بھی حلال قرار دے لیا ہے، اس میں خون بہایا ہے، اموال چھین لیے ہیں اور لوگوں کو قیدی بنا لیا ہے۔ ان کے جواب میں مکہ میں موجود مسلمان یہ کہتے کہ انھوں نے یہ سب کچھ رجب میں نہیں کیا بلکہ شعبان میں کیا ہے۔ یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بدشگونی پکڑتے ہوئے کہا کہ عمرو بن حضرمی کو واقد بن عبداللہ نے قتل کیا ہے (اور ان کے ناموں سے اس طرح بدشگونی لی:) عَمْرٌو، عَمَرَتِ الْحَرْبُ ''عمرو، گویا میدان جنگ آباد ہو گیا'' وَالْحَضْرَمِيُّ، حَضَرَتِ الْحَرْبُ ''حضرمی، گویا (اب) جنگ پیش آ گئی۔'' اور وَاقِدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، وَقَدَتِ الْحَرْبُ ''واقد بن عبداللہ، گویا لڑائی بھڑک اٹھی۔'' مگر یہ تمام چیزیں اللہ نے انھیں کے خلاف کر دیں، ان کے حق میں نہیں کیں۔

جب لوگوں نے اس کے بارے میں زیادہ ہی باتیں کرنا شروع کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں اپنے رسول ﷺ پر یہ وحی نازل فرما دی: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ ﴾ ''(اے نبی!) لوگ آپ سے عزت والے مہینوں میں لڑائی کرنے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ کہہ دیجیے کہ ان میں لڑنا بڑا (گناہ) ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس سے کفر کرنا اور مسجد حرام (خانہ کعبہ میں جانے) سے (بند کرنا) اور اہل مسجد کو اس میں سے نکال دینا (جو یہ کفار کرتے ہیں) اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ (گناہ) ہے اور فتنہ انگیزی خونریزی سے بھی بڑھ کر ہے۔'' یعنی اگر تم نے حرمت والے مہینے میں لڑائی کی ہے تو انھوں نے تمھیں اللہ کے رستے سے روکا اور اس کے ساتھ کفر بھی کیا ہے، نیز انھوں نے تو تمھیں مسجد حرام سے بھی روکا اور اس سے نکالا ہے، حالانکہ تم اہل مسجد حرام ہو اور یہ سب باتیں اس کے قتل سے بڑی ہیں جسے تم نے قتل کیا ہے۔

﴿ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ ﴾ ''اور فتنہ انگیزی خونریزی سے بھی بڑھ کر ہے۔'' یعنی یہ لوگ تو مسلمانوں کو اس قدر

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ ؕ قُلْ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ؗ

(اے نبی!) لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں؟ کہہ دیجیے: ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے (کچھ) فائدہ

وَ اِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَ یَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ؕ۬ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ

بھی ہے اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بہت بڑا ہے اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں: کیا خرچ کریں؟ کہہ دیجیے: جو ضرورت سے زائد ہو۔ اللہ

یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿219﴾ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ

تمھارے لیے اپنے احکام اسی طرح بیان کرتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو ﴿219﴾ دنیا اور آخرت دونوں کی بابت۔ اور لوگ آپ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے

الْیَتٰمٰی ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ ؕ وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ

ہیں، کہہ دیجیے: ان کی اصلاح کرنا ان کے لیے بہت بہتر ہے اور اگر تم اپنا اور ان کا خرچ اور رہن سہن اکٹھا رکھو تو وہ تمھارے بھائی ہی ہیں اور اللہ جانتا ہے

الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿220﴾

کہ فساد کرنے والا کون ہے اور اصلاح کرنے والا کون اور اگر اللہ چاہتا تو تمھیں تکلیف میں ڈال دیتا، بے شک اللہ بہت زبردست ہے، خوب حکمت والا ﴿220﴾

فتنہ انگیزی میں مبتلا کر دیتے تھے کہ بعض ایمان لانے کے بعد کفر کی طرف لوٹ جاتے۔ اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے ہاں قتل سے بھی بڑھ کر ہے۔ ﴿وَلَا یَزَالُوْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰی یَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِیْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ﴾ ''اور یہ لوگ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر مقدور رکھیں تو تم کو تمھارے دین سے پھیر دیں۔'' یعنی یہ لوگ تو بہت خبیث اور بہت بڑی بات پر قائم ہیں، اس سے توبہ بھی نہیں کرتے اور نہ اس بات کو ترک کرتے ہیں۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب اس کے بارے میں قرآن مجید میں حکم نازل ہو گیا اور مسلمان جس مشکل میں مبتلا تھے، اللہ تعالیٰ نے اسے دور فرما دیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس قافلے اور دونوں قیدیوں کو اپنے قبضے میں لے لیا تو قریش نے عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کی رہائی کے لیے آپ کی خدمت میں فدیہ بھیجا تو آپ نے فرمایا: [لَا نُفْدِیكُمُوهَا حَتّٰی یَقْدَمَ صَاحِبَانَا یَعْنِی سَعْدَ بْنَ أَبِی وَقَّاصٍ وَّعُتْبَةَ بْنَ غَزْوَانَ ، فَإِنَّا نَخْشَاكُمْ عَلَیْهِمَا، فَإِنْ تَقْتُلُوهُمَا نَقْتُلْ صَاحِبَیْكُمْ] ''ہم اس وقت تک ان کو فدیہ لے کر رہا نہیں کریں گے جب تک ہمارے دونوں ساتھی، یعنی سعد بن ابو وقاص اور عتبہ بن غزوان ہمارے پاس نہیں آ جاتے کیونکہ ہمیں یہ خدشہ ہے کہ تم انھیں نقصان پہنچاؤ گے لیکن یاد رکھو کہ اگر تم نے ہمارے ان دونوں ساتھیوں کو قتل کیا تو ہم تمھارے ان دونوں آدمیوں کو قتل کر دیں گے۔'' چنانچہ سعد اور عتبہ خیریت سے واپس آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فدیہ لے کر قریش کے دونوں آدمیوں کو رہائی عطا فرما دی۔

ان میں سے حکم بن کیسان تو مُشرَّف بہ اسلام بھی ہو گیا تھا اور بہت اچھا مسلمان ثابت ہوا، اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ہی اقامت اختیار کر لی تھی حتی کہ بئر معونہ کے دن جام شہادت نوش کیا۔ اللہ ان سے راضی ہو۔ اور عثمان بن عبداللہ مکہ میں واپس چلا گیا تھا اور وہاں حالت کفر میں فوت ہوا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ نزول قرآن کے بعد جب عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی یہ مشکل دور ہو گئی تو انھیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجر و ثواب کی بھی امید ہوگئی اور انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا ہم یہ امید رکھیں کہ ہمارا یہ عمل جہاد ہے اور ہمیں مجاہدین کا اجر و ثواب ملے گا؟ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾ ''جو لوگ ایمان لائے اور اللہ کے لیے وطن چھوڑ گئے اور (کفار سے) جنگ کرتے رہے، وہی اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بخشنے والا (اور) رحمت کرنے والا ہے۔'' اس طرح اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی رحمت کے عظیم ترین امیدوار قرار دیا۔[1]

تفسیر آیات: 220,219

شراب کی حرمت کا حکم تدریجاً نازل ہوا: امام احمد رحمہ اللہ نے ابومیسرہ سے اور انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جن دنوں شراب کی حرمت کا حکم نازل ہونے والا تھا تو انھوں نے کہا کہ اے اللہ! شراب کے بارے میں ہمارے لیے شافی حکم بیان فرما دے۔ جب سورۂ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ؕ قُلْ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِیْرٌ ﴾ ''(اے پیغمبر!) لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں، کہہ دیجیے کہ ان دونوں میں نقصان بڑے ہیں۔'' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو انھوں نے کہا: اے اللہ! شراب کے بارے میں ہمارے لیے شافی حکم بیان فرما دے تو پھر سورۂ نساء کی یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰی ﴾ (النسآء4:43) ''مومنو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے پاس نہ جاؤ۔'' اس آیت کے نزول کے بعد جب نماز کھڑی ہونے لگتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک منادی یہ اعلان کر دیتا کہ کوئی نشے والا نماز کے پاس نہ جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان کے سامنے اس آیت کو پڑھا گیا تو انھوں نے پھر یہی کہا: اے اللہ! شراب کے بارے میں ہمارے لیے شافی حکم بیان فرما دے تو پھر وہ آیت نازل ہوئی جو سورۂ مائدہ میں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر جب اس آیت کو پڑھا گیا اور اس آیت کے آخر میں یہ الفاظ آئے: ﴿ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ ﴾ (المآئدۃ5:91) ''پھر کیا تم ان (برے کاموں) سے باز آتے ہو؟'' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اِنْتَهَيْنَا اِنْتَهَيْنَا ''ہم ان سے باز آ گئے، ہم ان سے باز آ گئے۔''[2] امام ابوداود، ترمذی اور نسائی نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔[3]

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صالح اور صحیح ہے۔ امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔[4] امام احمد نے اس حدیث کو بطریق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی روایت کیا ہے۔[5] ہم سورۂ مائدہ کی آیت کریمہ: ﴿ یٰۤاَیُّهَا

---

[1] السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، سریّۃ عبداللہ بن جحش: 2/601-605 و السیرۃ النبویۃ لابن خلدون، سریّۃ عبداللہ بن جحش: 1/115 116. [2] مسند أحمد: 1/53. [3] سنن أبی داود، الأشربۃ، باب تحریم الخمر، حدیث: 3670 و جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب و من سورۃ المائدۃ، حدیث: 3049 و سنن النسائی، الأشربۃ، باب تحریم الخمر، حدیث: 5542. [4] فتح الباری، تحت حدیث: 4620 و تحفۃ الأحوذی، تحت حدیث: 3050. [5] مسند أحمد: 2/351,352.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾ (المآئدة 90:5) کی تفسیر میں اسے بیان کریں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ﴾ ''(اے پیغمبر!) لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں۔'' یہاں خَمر سے مراد جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے، ہر وہ چیز ہے جو عقل کو ڈھانپ لے جیسا کہ سورۂ مائدہ (آیت:90) میں اس کا بیان آئے گا۔ اور مَیسِر سے مراد جوا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ﴾ ''کہہ دیجیے کہ ان دونوں میں نقصان بڑے ہیں اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں۔'' یعنی ان کے نقصانات دین کے اعتبار سے ہیں جبکہ فوائد کا تعلق دنیا سے ہے کہ یہ بدن کو فائدہ پہنچاتی ہے، کھانے کو ہضم کرتی، جسم سے فضلات کو نکالتی، بعض ذہنوں کو جلا بخشتی اور لذت و سرور پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح خرید و فروخت کی صورت میں اس سے دنیوی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح جوئے سے حاصل ہونے والی رقم کو انسان اپنے نفس یا اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے لیکن یہ فوائد و منافع ان واضح اور نمایاں نقصانات کے مقابلے میں بالکل ہیچ ہیں جو اس سے دین اور عقل کو پہنچتے ہیں۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ﴾ ''مگر ان دونوں کے نقصان ان کے فائدے سے کہیں زیادہ ہیں۔'' یہ آیت کریمہ شراب کو قطعی طور پر حرام کیے جانے سے قبل اس کی حرمت کی تمہید تھی۔ اس میں حرمت کو صراحت کے ساتھ بیان نہیں کیا گیا بلکہ صرف اشارہ کیا گیا تھا۔ اسی لیے جب اس آیت کریمہ کو پڑھا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اے اللہ! شراب کے بارے میں ہمارے لیے شافی حکم بیان فرما دے۔'' حتی کہ پھر سورۂ مائدہ کی ان آیات کریمہ میں صراحت کے ساتھ شراب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دیا گیا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ ﴾ (المآئدة 91,90:5) ''اے ایمان والو! شراب اور جوا اور آستانے اور فال نکالنے کے تیر، سب ناپاک کام ہیں اور شیطان کے عمل سے ہیں، چنانچہ تم ان سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمھارے آپس میں دشمنی اور رنجش ڈلوا دے اور تمھیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے، پھر کیا تم (ان کاموں سے) باز آتے ہو؟'' اس مسئلے کے بارے میں تفصیل کے ساتھ بحث ان شاء اللہ تعالیٰ سورۂ مائدہ (آیت:91) میں ہوگی۔ وَبِهِ الثِّقَةُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، امام شعبی، مجاہد، قتادہ، ربیع بن انس اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم رحمہم اللہ بیان فرماتے ہیں کہ شراب کے بارے میں پہلی آیت تو یہی نازل ہوئی ہے: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ ﴾ پھر اس کے بعد سورۂ نساء کی آیت نازل ہوئی، پھر سورۂ مائدہ کی آیت نازل ہوئی جس نے شراب کو قطعی طور پر حرام قرار دے دیا۔[1]

[1] تفسیر الطبری:2/491-495.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرورت سے زائد مال خرچ کرنے کا حکم: ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَا ذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ؕ قُلِ الْعَفْوَؕ ﴾ ”اور یہ (بھی) آپ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کون سا مال خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجیے کہ جو ضرورت سے زیادہ ہو۔“ میں ﴿ الْعَفْوَؕ ﴾ کو منصوب اور مرفوع دونوں طرح پڑھا گیا ہے اور اسے دونوں طرح پڑھنا ہی صحیح ہے۔

حَکَم نے مِقْسَم سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو تمھارے اہل و عیال کی ضرورت سے زیادہ ہو۔① حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، امام مجاہد، عطاء، عکرمہ، سعید بن جبیر، محمد بن کعب، حسن، قتادہ، قاسم، سالم، عطاء خُراسانی، ربیع بن انس رحمہم اللہ اور دیگر کئی ائمہ تفسیر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔②

امام ابن جریر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرے پاس ایک دینار ہے، فرمایا: [أَنْفِقْهُ عَلٰى نَفْسِكَ ، قَالَ : عِنْدِي اٰخَرُ ، قَالَ: أَنْفِقْهُ عَلٰى أَهْلِكَ ، قَالَ: عِنْدِي اٰخَرُ ، قَالَ : أَنْفِقْهُ عَلٰى وَلَدِكَ ، قَالَ: عِنْدِي اٰخَرُ ، قَالَ: فَأَنْتَ أَبْصَرُ] ”اپنے آپ پر اسے خرچ کرلو، اس نے عرض کی کہ میرے پاس ایک اور دینار ہے، فرمایا: اسے اپنے اہل پر خرچ کرلو، اس نے عرض کی: میرے پاس ایک اور بھی ہے، فرمایا: اسے اپنی اولاد پر خرچ کرلو، اس نے عرض کی: میرے پاس ایک اور بھی ہے تو آپ نے فرمایا: اس کے بارے میں تم ہی زیادہ بہتر جانتے ہو۔“③ اس حدیث کو امام مسلم نے بھی صحیح میں بیان فرمایا ہے۔④

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا: [اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا ، فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ فَلِأَهْلِكَ ، فَإِنْ فَضَلَ عَنْ أَهْلِكَ شَيْءٌ فَلِذِي قَرَابَتِكَ ، فَإِنْ فَضَلَ عَنْ ذِي قَرَابَتِكَ شَيْءٌ فَهٰكَذَا وَهٰكَذَا] ”اپنے آپ سے آغاز کرو اور اپنے اوپر خرچ کرو، اگر کچھ بچ جائے تو اسے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو اور اگر اہل و عیال پر خرچ کرنے کے بعد کچھ بچ رہے تو اسے اپنے رشتے داروں پر خرچ کردو اور اگر رشتے داروں پر خرچ کرنے کے بعد بھی بچ رہے تو اسے ادھر ادھر خرچ کردو۔“⑤

حدیث میں یہ بھی آیا ہے: [يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ أَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَّكَ ، وَأَنْ تُمْسِكَهُ شَرٌّ لَّكَ، وَلَا تُلَامُ عَلٰى كَفَافٍ] ”اے ابن آدم! اگر تم ضرورت سے زیادہ کو خرچ کردو تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے اور اگر اسے روک رکھو تو یہ تمھارے لیے بدتر ہے اور بقدر ضرورت رکھنے پر تمھیں ملامت نہیں کی جائے گی۔“⑥

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۱۹ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِؕ ﴾ ”اسی طرح اللہ تمھارے لیے اپنے احکام کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم سوچو (یعنی) دنیا اور آخرت کی باتوں میں (غور کرو۔)“ یعنی اللہ تعالیٰ نے جس طرح ان احکام کو تفصیل و وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے، اسی طرح وہ اپنے احکام اور وعدہ وعید سے متعلق

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 393/2. ② تفسیر ابن أبي حاتم: 393/2. ③ تفسیر الطبري: 497/2. ④ یہ حدیث صحیح مسلم میں ہمیں نہیں ملی، سنن أبي داود، الزکاة باب في صلة الرحم، حدیث: 1691 میں ہے۔ ⑤ صحیح مسلم، الزکاة، باب الابتداء في النفقة بالنفس ......، حدیث: 997. ⑥ صحیح مسلم، الزکاة، باب بیان أن الید العلیا خیر من الید السفلی......، حدیث: 1036.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام آیات کوکھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم دنیا وآخرت کی ان تمام باتوں پر غور وفکر کرو۔ علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: تاکہ تم یہ سوچو کہ دنیا زوال پذیر ہوجانے والی اور فانی ہے اور آخرت ابدی وسرمدی اور باقی رہنے والی ہے۔ ①

یتیموں کے اموال کی اصلاح: اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۭ وَاِنْ تُخَالِطُوْھُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۭ ﴾ ''اور لوگ آپ سے یتیموں کے بارے میں بھی دریافت کرتے ہیں، کہہ دیں کہ ان کی (حالت کی) اصلاح بہت اچھا کام ہے اور اگر تم ان سے مل جل کر رہنا (خرچ اکٹھا رکھنا) چاہو تو وہ تمھارے بھائی ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ خرابی کرنے والا کون ہے اور اصلاح کرنے والا کون اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو تکلیف میں ڈال دیتا۔''

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ ھِيَ اَحْسَنُ ﴾ (الأنعام152:6 و بنی إسرآء یل34:17) ''اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جانا مگر ایسے طریق سے کہ بہت ہی پسندیدہ ہو۔'' اور یہ آیت کریمہ: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِھِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝ ﴾ (النسآء10:4) ''بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور وہ جلد دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔'' نازل ہوئی تو جن لوگوں کے پاس یتیم تھے انھوں نے اپنا کھانا پینا ان کے کھانے پینے سے الگ کرلیا اور اگر یتیم کے کھانے پینے کی کوئی چیز بچ جاتی تو اسے اسی طرح سنبھال کر رکھ دیتے حتی کہ اسے خود یتیم ہی کھاتا یا پھر وہ چیز خراب ہوجاتی تو یہ صورت حال انھیں بہت گراں محسوس ہوئی اور اس کا انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی: ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۭ وَاِنْ تُخَالِطُوْھُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۭ ﴾ ''اور لوگ آپ سے یتیموں کے بارے میں بھی دریافت کرتے ہیں کہہ دیجیے کہ ان کی (حالت کی) اصلاح بہت اچھا کام ہے اور اگر تم ان سے مل جل کر رہنا (خرچ اکٹھا رکھنا) چاہو تو وہ تمھارے بھائی ہیں۔'' تو اس کے بعد انھوں نے اپنا کھانا پینا اکٹھا کرلیا۔ ②

اسی طرح امام ابوداود اور نسائی نے اور حاکم نے بھی اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے۔ ③ امام مجاہد، عطاء، شعبی، ابن ابولیلیٰ، قتادہ اور ائمۂ سلف وخلف میں سے کئی ایک نے اس آیت کا شان نزول یہی بتایا ہے۔ ④ امام وکیع بن جراح نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ میں اس بات کو ناپسند کرتی ہوں کہ میرے پاس یتیم کا مال الگ تھلگ پڑا رہے بلکہ میں اس بات کو پسند کرتی ہوں کہ اس کے کھانے پینے کی چیزوں کو اپنی چیزوں کے ساتھ ملا کر اکٹھا رکھوں۔ ⑤

پس ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۭ ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ ان کی اصلاح ہوسکے تو یہ بہت اچھا ہے۔'' ﴿ وَاِنْ

① تفسیر الطبری:502/2. ② تفسیر الطبری:503/2. ③ سنن أبی داود، الوصایا، باب مخالطة الیتیم فی الطعام، حدیث:2871 وسنن النسائی، الوصایا، باب ماللوصی من مال الیتیم إذا قام علیه؟ حدیث:3699 والمستدرك للحاکم، الجهاد:103/2، حدیث:2499. ④ تفسیر الطبری:503/2-505. ⑤ تفسیر الطبری:507/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا

اور تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں، البتہ ایک ایمان والی لونڈی مشرک عورت سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمھیں بھلی ہی

تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ

لگے،اور تم (مسلمان عورتیں) مشرک مردوں کے نکاح میں نہ دو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں، البتہ مومن غلام مشرک سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمھیں بھلا

يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ

ہی لگے۔ یہ (مشرک لوگ) دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے حکم سے تمھیں جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اور وہ لوگوں کے لیے اپنی آیتیں

27 ع 5 11 لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿221﴾ ع

بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ﴿221﴾

﴿ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ ﴾ یعنی ان کے کھانے پینے کی چیزوں کو اپنے کھانے پینے کی چیزوں کے ساتھ ملا لو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ تمھارے دینی بھائی ہیں۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ ﴾ ’’اور اللہ خوب جانتا ہے کہ خرابی کرنے والا کون ہے اور اصلاح کرنے والا کون؟‘‘ یعنی اللہ جانتا ہے کہ خرابی کا قصد و ارادہ اور نیت کس کی ہے اور اصلاح کا ارادہ و نیت کس کی ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿220﴾ ﴾ ’’اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو تکلیف میں ڈال دیتا بے شک اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔‘‘ یعنی اگر اللہ چاہتا تو تم کو تنگی اور مشکل میں ڈال دیتا لیکن اس نے توسع اور تخفیف سے کام لیا ہے اور احسن انداز میں یتیموں کے ساتھ مل جل کر رہنے اور خرچ اکٹھا رکھنے کو جائز قرار دے دیا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ﴾ (الأنعام 152:6) ’’اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جانا مگر ایسے طریق سے جو بہت ہی پسندیدہ ہو۔‘‘ بلکہ اللہ تعالیٰ نے فقیر کے لیے تو دستور کے مطابق یتیم کے مال سے کھانا بھی جائز قرار دے دیا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ اگر اس کے لیے ممکن ہو تو وہ اس کے عوض اسے مال دے دے اور اگر معاوضہ دینا اس کے لیے ممکن نہ ہو تو پھر مفت بھی کھا سکتا ہے جیسا کہ اس کا بیان تفصیل کے ساتھ سورۂ نساء (آیت:10 کے ذیل) میں آئے گا۔ إن شاء الله.

تفسیر آیت:221

مشرک مردوں اور عورتوں سے نکاح حرام ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے لیے یہ حرام قرار دیا ہے کہ وہ بت پرست مشرک عورتوں سے نکاح کریں۔ اگرچہ اس آیت کریمہ میں حکم عام ہے اور یہ ہر مشرک عورت کے لیے ہے، خواہ وہ کتابی ہو یا بت پرست لیکن اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل آیت کریمہ میں اہل کتاب کی عورتوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دے دیا ہے: ﴿ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ﴾ (المآئدة 5:5) ’’اور پاک دامن اہل کتاب عورتیں بھی (حلال ہیں) جبکہ تم ان کا مہر دے دو اور ان سے عفت قائم رکھنی مقصود ہو نہ کہ کھلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدکاری کرنی۔‘‘

علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ﴾ ’’اور (مومنو!) تم مشرک عورتوں سے جب تک وہ ایمان نہ لائیں نکاح نہ کرو۔‘‘ سے اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی عورتوں کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔[1] امام مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، مکحول، حسن، ضحاک، زید بن اسلم، ربیع بن انس رحمہم اللہ اور دیگر کئی اہل علم کا بھی یہی قول ہے۔[2] دوسرا قول یہ ہے کہ مشرکوں سے یہاں مراد بتوں کے پجاری ہیں،[3] اہل کتاب یہاں مراد ہی نہیں ہیں اور اس قول کے معنی پہلے قول کے قریب ہی ہیں۔ واللہ أعلم.

امام ابوجعفر بن جریر رحمہ اللہ نے یہ بیان فرمانے کے بعد کہ اہل کتاب عورتوں سے نکاح کے جواز پر اجماع ہے، لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے مکروہ سمجھا ہے تاکہ لوگوں کی مسلمان عورتوں سے دلچسپی ختم نہ ہو جائے، نیز کچھ دیگر مصلحتوں کی وجہ سے انھوں نے اسے مکروہ سمجھا ہے۔[4] جیسا کہ ابوکریب نے شقیق سے روایت کیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جب ایک یہودی عورت سے شادی کر لی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں لکھا کہ اس عورت کو الگ کر دو۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اسے الگ تو کر دیا مگر انھوں نے آپ سے پوچھا: کیا آپ کے خیال میں یہ حرام ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ نہیں میرے خیال میں یہ حرام تو نہیں لیکن مجھے خدشہ ہے کہیں تم ان کی بدکار عورتوں سے شادی نہ کرنے لگ جاؤ۔[5] اس واقعے کی سند صحیح ہے۔

امام ابن جریر نے زید بن وہب سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسلمان تو نصرانی عورت سے شادی کر سکتا ہے لیکن کوئی نصرانی مرد کسی مسلمان عورت سے شادی نہیں کر سکتا۔[6] اس حدیث کی سند پہلی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

امام ابن ابوحاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو مکروہ سمجھا اور آیت: ﴿ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ﴾ کی انھوں نے یہی تفسیر کی ہے۔[7] حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان فرمایا ہے کہ اس سے بڑھ کر اور شرک کیا ہو سکتا ہے کہ عیسائی عورت یہ کہے کہ میرا رب عیسیٰ ہے۔[8]

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا وَ لِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا ، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ ، تَرِبَتْ يَدَاكَ] ’’عورت سے شادی کے وقت چار چیزوں کو دیکھا جاتا ہے: (1) اس کے مال کو (2) اس کے خاندان کو (3) اس کے حسن و جمال کو اور (4) اس کے دین کو، تم دین دار عورت سے شادی کرنے میں کامیابی حاصل کرو، تمھارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں۔‘‘[9] صحیح مسلم میں یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی

[1] تفسیر الطبری:511/2. [2] تفسیر ابن أبی حاتم:397/2. [3] تفسیر ابن أبی حاتم:397/2. [4] تفسیر الطبری:514/2.
[5] تفسیر الطبری:514/2. [6] تفسیر الطبری:514/2. [7] تفسیر ابن أبی حاتم:398/2. [8] صحیح البخاری، الطلاق، باب قول اللہ تعالی: ﴿ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ﴾، حدیث:5285. [9] صحیح البخاری، النکاح، باب الأکفاء فی الدین، حدیث:5090 وصحیح مسلم، الرضاع، باب استحباب نکاح ذات الدین، حدیث:1466.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ

اور (اے نبی!) لوگ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ کہہ دیجیے: وہ تو گندگی ہے۔ تم حیض (کی حالت) میں عورتوں سے الگ رہو اور ان

حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

سے ہم بستری نہ کرو یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ نے تمھیں حکم دیا ہے، بے شک اللہ

التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿222﴾ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫

توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے﴿222﴾ تمھاری عورتیں تمھاری کھیتی ہیں، پس تم جس طرح چاہو اپنی کھیتی میں آ ؤ

وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿223﴾

اور تم اپنی ذات کے لیے (نیک عمل) آگے بھیجو اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک (ایک دن) تمھیں اس سے ملنا ہے اور مومنوں کو خوشخبری سنا دیجیے ﴿223﴾

اسی طرح مروی ہے۔[1] نیز صحیح مسلم ہی میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اَلدُّنیا مَتاعٌ، وَّخَیرُ مَتاعِ الدُّنیا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَة] ”دنیا ساز و سامان کا نام ہے اور دنیا کا بہترین ساز و سامان نیک عورت ہے۔“[2]

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ﴾ یعنی مشرک مردوں کے نکاح میں مومن عورتوں کو نہ دو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ﴾ (الممتحنة 10:60) ”نہ وہ (مسلمان عورتیں) ان (کفار) کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) ان (عورتوں) کے لیے حلال ہیں۔“

پھر فرمایا: ﴿ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ﴾ ”البتہ مومن غلام مشرک سے بہتر ہے، خواہ وہ تم کو کیسا ہی بھلا لگے۔“ یعنی مومن مرد اگرچہ وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو مشرک سے بہتر ہے، خواہ وہ کوئی سردار اور کتنا مال دار ہی کیوں نہ ہو۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ﴾ ”یہ (مشرک لوگوں کو) دوزخ کی طرف بلاتے ہیں۔“ یعنی ان سے میل جول اور تعلقات دنیا کی محبت، حصول دنیا کی چاہت اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے پر برانگیختہ کرتے ہیں اور اس کا انجام بہت خطرناک ہے۔ ﴿ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ﴾ ”اور اللہ اپنی مہربانی سے بہشت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی شریعت اور اپنے احکام ونواہی کے ذریعے سے جنت ومغفرت کی طرف بلاتا ہے۔ ﴿ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿221﴾﴾ ”اور وہ اپنے حکم لوگوں سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔“

تفسیر آیات: 223,222

حالت حیض میں عورتوں سے کنارہ کشی کا حکم: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب عورت کے ایام حیض شروع ہو جاتے تو یہودی نہ اس کے ساتھ کھاتے پیتے اور نہ گھروں ہی میں رہتے سہتے تھے، حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

[1] صحیح مسلم، الرضاع، باب استحباب نکاح ذات الدین، حدیث:715، بعد الحدیث:1466. [2] صحیح مسلم، الرضاع، باب خیر متاع الدنیا المرأة الصالحة، حدیث:1469.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا تو جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی: ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ﴾ ''اور لوگ آپ سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، کہہ دیجیے: وہ تو نجاست ہے، چنانچہ تم ایام حیض میں عورتوں سے کنارہ کش رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان سے مقاربت نہ کرو۔'' اس طرح یہ پوری آیت اس سوال کے جواب میں نازل ہوئی۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اِصْنَعُوا کُلَّ شَیْءٍ إِلَّا النِّکَاحَ] ''ایام حیض میں تم عورتوں سے مقاربت کے سوا اور سب کچھ کر سکتے ہو۔'' یہودیوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو کہنے لگے کہ یہ شخص تو اب ہر کام میں ہماری مخالفت کا ارادہ کرنے لگا ہے۔ اُسَید بن حُضَیر اور عبّاد بن بِشر رضی اللہ عنہما نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہودیوں نے یہ یہ باتیں کی ہیں تو کیا ہم ان سے اس حالت میں بھی مقاربت نہ کر لیا کریں؟ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ اقدس کا رنگ بدل گیا جس کی وجہ سے ہمیں یہ گمان ہوا کہ آپ ان سے ناراض ہیں، یہ دونوں چلے گئے۔ ادھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دودھ کا تحفہ پیش ہوا تو آپ نے انھیں واپس بلوایا اور دودھ پلایا جس سے ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ آپ ان سے ناراض نہیں ہیں۔[1] اس حدیث کو امام مسلم نے بھی بیان فرمایا ہے۔[2]

پس ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ایام حیض میں عورتوں کی شرم گاہوں سے دور رہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [اِصْنَعُوا کُلَّ شَیْءٍ إِلَّا النِّکَاحَ] ''ایام حیض میں تم عورتوں سے مقاربت کے سوا اور سب کچھ کر سکتے ہو۔'' اسی لیے بہت سے بلکہ اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ شرم گاہ کے علاوہ حائضہ عورت سے دیگر امور جائز ہیں۔ امام ابوداود رحمہ اللہ نے عِکرِمہ سے اور انھوں نے بعض ازواج مطہرات سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب حائضہ سے کچھ ارادہ فرماتے تو اس کے مقام خاص پر کپڑا ڈال دیتے تھے۔[3]

امام ابوجعفر بن جریر نے روایت کیا ہے کہ حضرت مَسروق سفر کر کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اہل بیت پر سلام! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا: ابو عائشہ! مرحبا، مرحبا! انھوں نے اندر آنے کی اجازت دے دی تو یہ اندر چلے گئے اور عرض کی: میں آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں لیکن میں سوال پوچھنے سے بہت شرم بھی محسوس کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: میں تمھاری ماں ہوں اور تم میرے بیٹے ہو۔ انھوں نے عرض کی: حالت حیض میں مرد کے لیے اپنی بیوی سے کیا کچھ جائز ہے؟ آپ نے فرمایا: مقام خاص کے سوا اور سب کچھ جائز ہے۔[4] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن اور عِکرِمہ کا بھی یہی قول ہے۔[5]

اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حائضہ عورت کے ساتھ لیٹنا اور اس کے ساتھ مل کر کھانا پینا جائز ہے۔ اُم المؤمنین

---

[1] مسند أحمد:133,132/3. [2] صحیح مسلم، الحیض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها......، حدیث:302.

[3] سنن أبی داود، الطهارة، باب فی الرجل یُصیب منها مادون الجماع، حدیث:272. [4] تفسیر الطبری:520/2.

[5] تفسیر الطبری:521/2 و تفسیر ابن أبی حاتم :401/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو دھو دیتی تھی، حالانکہ میں اپنے خاص ایام میں ہوتی تھی۔ اسی طرح آپ میری گود میں تکیہ لگا کر قرآن مجید کی تلاوت فرمالیا کرتے تھے اور میں اپنے ان خاص ایام میں ہوتی تھی۔ ①

اسی طرح صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں کوئی مشروب پیتی، اور میں خاص ایام میں ہوتی، پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو برتن دے دیتی تو آپ بھی وہیں سے نوش فرماتے جہاں سے میں نے پیا ہوتا تھا، اور میں ہڈی سے گوشت کھاتی، اور میں خاص ایام میں ہوتی تھی، پھر میں یہ ہڈی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیتی تو آپ بھی وہیں سے گوشت کھاتے جہاں سے میں نے کھایا ہوتا تھا۔ ②

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ازواج مطہرات میں سے کسی سے خاص ایام میں جسم سے جسم لگانا چاہتے تو آپ حکم دیتے اور وہ تہ بند باندھ لیتی تھی۔ یہ بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں۔ ③ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ④ امام احمد، ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری بیوی جب اپنے خاص ایام میں ہو تو کیا کچھ حلال ہے؟ فرمایا: [لَكَ مَا فَوْقَ الْإِزَارِ] ''تیرے لیے ازار بند سے اوپر اوپر سب کچھ حلال ہے۔'' ⑤

پس ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ﴾ ''اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان سے مقاربت نہ کرو۔'' یہ درحقیقت ﴿ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ﴾ ''چنانچہ تم ایام حیض میں عورتوں سے کنارہ کش رہو'' کی تفسیر ہے، یعنی جب تک حیض موجود ہو اللہ تعالیٰ نے عورتوں سے مقاربت کو منع فرما دیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حیض ختم ہو جائے تو پھر مقاربت حلال ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ﴾ ''پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو جس طریق سے اللہ نے تمھیں ارشاد فرمایا ہے ان کے پاس جاؤ'' اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ رہنمائی فرمائی ہے کہ عورتوں سے مقاربت اس وقت کی جائے جب حیض ختم ہونے کے بعد وہ غسل کر لیں۔ اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ حیض ختم ہونے کے بعد اس وقت تک عورت حلال نہیں ہے جب تک پانی سے غسل کر کے پاک نہ ہو جائے یا اگر پانی کے استعمال میں کوئی شرعی

---

① صحیح البخاری ، الحیض، باب غسل الحائض رأس زوجها ...... ،حدیث:297,295. ② صحیح مسلم، الحیض، باب جوازغسل الحائض رأس زوجها......، حدیث:300. ③ صحیح البخاری، الحیض، باب مباشرة الحائض، حدیث:303 وصحیح مسلم، الحیض، باب مباشرة الحائض فوق الإزار،حدیث:294. ④ صحیح البخاری، الحیض، باب مباشرة الحائض، حدیث:302 و صحیح مسلم، الحیض، باب مباشرة الحائض فوق الإزار، حدیث:293. ⑤ مسند أحمد:342/4 وسنن أبی داود ، الطهارة ، باب فی المذی ، حدیث:212 واللفظ له وجامع الترمذی ، الطهارة ، باب ماجاء فی مؤاكلة الجنب......، حدیث:133 وسنن ابن ماجه، الطهارة، باب فی مؤاكلة الحائض ، حدیث:651 لیکن مسند احمد، ترمذی اور ابن ماجہ کی اسی سند سے یہ مروی ہے کہ میں (عبداللہ بن سعد) نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حائضہ (عورت) کے ساتھ کھانے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: [وَاكِلْهَا] ''اس (بیوی) کو اپنے ساتھ کھلایا پلایا کرو۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عذر مانع ہو تو پھر شریعت کے مقرر کردہ شرائط کے مطابق تیمّم نہ کر لے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ﴿ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ﴾ کے معنی ہیں حتی کہ وہ خون سے پاک ہو جائیں۔ اور ﴿ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ ﴾ کے معنی ہیں کہ جب وہ پانی سے غسل کر کے پاک ہو جائیں۔ امام مجاہد، عِکرِمہ، حسن، مُقاتِل بن حَیّان، لیث بن سعد رحمہم اللہ اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے بھی یہی فرمایا ہے۔[1]

دُبُر میں وطی کی حرمت: ﴿ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ﴾ ''جس طریق سے اللہ نے تمھیں ارشاد فرمایا ہے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام مجاہد، اور کئی ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد عورت کی شرم گاہ ہے۔[2] اور یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ عورت کی دبر میں وطی کرنا حرام ہے جیسا کہ اس کا بیان۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ عنقریب آ رہا ہے۔ ابورَزین، عِکرِمہ، ضحاک رحمہم اللہ اور کئی ایک اہل علم نے فرمایا ہے: ﴿ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ﴾ ''تو جس طریق سے اللہ نے تمھیں ارشاد فرمایا ہے، ان کے پاس جاؤ۔'' سے مراد یہ ہے کہ جب وہ پاک ہوں اور حالت حیض میں نہ ہوں تو ان کے پاس جاؤ۔[3] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو گناہ سے توبہ کرنے والے ہوں، خواہ گناہ کا بار بار ارتکاب ہوا ہو اور جو ان نجاستوں اور غلاظتوں سے پاک صاف رہنے والے ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے انھیں منع فرمایا ہے کہ نہ تو حالت حیض ہی میں عورتوں سے مقاربت کرتے ہوں اور نہ غیر محل ہی کو استعمال کرتے ہوں۔

﴿ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ﴾ کا شان نزول: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ﴾ ''تمھاری عورتیں تمھاری کھیتی ہیں۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ﴿ حَرْثٌ ﴾ سے مراد بچے کی پیدائش کی جگہ ہے۔[4] ﴿ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ﴾ ''تو تم اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو جاؤ۔'' یعنی جس حالت میں چاہو مقاربت کرو، خواہ آگے سے یا پیچھے سے مگر سوراخ صرف ایک، یعنی سامنے والا ہی استعمال کرنا ہے جیسا کہ اس کے بارے میں کئی احادیث ثابت ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن مُنکَدِر سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ یہودی کہتے تھے: اگر عورت کے پیچھے کی طرف سے مقاربت کی جائے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے، تب اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ﴾ ''تمھاری عورتیں تمھاری کھیتی ہیں تو تم اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو جاؤ۔''[5]

امام ابن ابوحاتم نے محمد بن مُنکَدِر سے روایت کیا ہے کہ انھیں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے یہ خبر دی کہ یہودیوں نے مسلمانوں سے کہا: جو پشت کی طرف سے عورت سے مقاربت کرے تو اس سے بچہ بھینگا پیدا ہوگا، تب اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ

---

[1] تفسیر ابن أبی حاتم:402/2. [2] تفسیر ابن أبی حاتم:402/2. [3] تفسیر الطبری:528/2 و تفسیر ابن أبی حاتم: 402/2 . [4] تفسیر الطبری:532/2. [5] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ﴾، حدیث:4528 و صحیح مسلم، النکاح، باب جواز جماعه امرأته فی قبلها……، حدیث:1435 و سنن أبی داود، النکاح، باب فی جامع النکاح، حدیث:2163.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت نازل فرمادی: ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ ابن جُریج نے اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:[مُقْبِلَةً وَّمُدْبِرَةً إِذَا كَانَ ذٰلِكَ فِي الْفَرْجِ]''عورت خواہ سیدھے رخ ہو یا الٹے رخ لیکن مقاربت شرم گاہ ہی میں ہونی چاہیے۔''[1]

امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت: ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ﴾ انصار لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی، وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے سوال کیا، تو نبی ﷺ نے فرمایا:[اِئْتِهَا عَلٰى كُلِّ حَالٍ، إِذَا كَانَ فِي الْفَرْجِ]''ہر طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے جب فرج میں (مقاربت) ہو۔''[2]

امام احمد نے عبدالرحمٰن بن سابِط سے روایت کیا ہے کہ میں حَفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابو بکر کے پاس گیا اور کہا کہ میں ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں لیکن حیا دامن گیر ہے، انھوں نے فرمایا: برادر زادے پوچھو اور شرماؤ نہیں، تو انھوں نے کہا کہ میں عورتوں کی دبر میں وطی کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں؟ انھوں نے جواب دیا کہ مجھ سے حضرت ام سَلَمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ انصار عورتوں سے پشت کی طرف سے مقاربت نہیں کیا کرتے تھے اور یہودی کہتے تھے کہ اگر پشت کی طرف سے عورت سے مباشرت کی جائے تو اس سے بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے۔ جب مہاجرین مدینے میں آئے اور انھوں نے انصاری عورتوں سے شادی کی تو انھوں نے پشت کی طرف سے مقاربت کی، چنانچہ ایک عورت نے اس سلسلے میں اپنے شوہر کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ تم ایسا ہرگز نہیں کر سکو گے جب تک کہ میں رسول اللہ ﷺ سے نہ پوچھ لوں۔ وہ حضرت ام سَلَمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور اس نے اس بات کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ بیٹھ جائیں حتی کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو اسے رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ پوچھنے میں حیا دامن گیر ہوا جس کی وجہ سے وہ پوچھے بغیر ہی چلی گئی، پھر حضرت ام سَلَمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے پاس اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا:[اُدْعِي الْأَنْصَارِيَّةَ]''اس انصاری خاتون کو بلاؤ۔'' اسے بلایا گیا تو آپ نے اسے یہ آیت کریمہ سنا دی: ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ لیکن ضروری ہے کہ مقاربت ایک ہی رستے سے ہو۔[3] امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو بیان کیا اور اسے حسن قرار دیا ہے۔[4]

امام نسائی نے کعب بن علقمہ سے اور انھوں نے ابونضر سے روایت کیا ہے، انھوں نے نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے۔ کہا: آپ کے بارے میں یہ اکثر بیان کیا جاتا ہے کہ آپ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے فتویٰ دیا تھا کہ عورتوں کی دبروں میں بھی مقاربت کی جا سکتی ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میری طرف یہ جھوٹی بات منسوب کی جا رہی ہے لیکن میں یہ بیان کرتا ہوں کہ اصل صورت حال کیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو قرآن سنایا جا رہا تھا، میں ان کے پاس موجود تھا حتی کہ جب یہ آیت آئی: ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ تو انھوں نے فرمایا: نافع! اس آیت کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟ میں نے عرض کی: جی نہیں، تو انھوں نے فرمایا کہ ہم قریشی لوگ عورتوں سے پشت کی طرف سے

[1] تفسیر ابن أبي حاتم :405,404/2. [2] مسند أحمد :268/1. [3] مسند أحمد:305/6. [4] جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة البقرة، حديث:2979.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقاربت کر لیتے تھے، جب ہم مدینے میں آئے اور یہاں انصاری عورتوں سے نکاح کیے تو ہم نے اسی طرح حسب معمول ان سے مقاربت کرنا چاہی تو انھوں نے اسے بہت ناپسند اور ناگوار سمجھا کیونکہ انصاری عورتوں نے اس سلسلے میں یہودیوں کے معمول کو اختیار کر رکھا تھا اور ان سے پہلوؤں کے بل صحبت کی جاتی تھی تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ﴾.[1]

امام احمد نے خزیمہ بن ثابت خطمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَسْتَحْيِي اللّٰهُ مِنَ الْحَقِّ۔ ثَلَا ثًا۔ لَاتَأْتُوا النِّسَاءَ فِي أَعْجَازِهِنَّ] ''اللہ تعالیٰ حق بات بیان فرمانے میں عار نہیں کرتا، یہ بات آپ نے تین بار دہرائی، تم عورتوں کی دبروں میں مباشرت نہ کیا کرو۔''[2] اسے امام نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

امام ترمذی اور نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلٰى رَجُلٍ أَتٰى رَجُلًا أَوِ امْرَأَةً فِي الدُّبُرِ] ''اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف دیکھے گا بھی نہیں جس نے کسی مرد یا عورت کی دبر میں جنسی خواہش کی تکمیل کی۔''[4] امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اسے امام ابن حبان نے بھی صحیح میں تقریباً اسی طرح بیان فرمایا ہے۔[5] نیز اسے امام ابن حزم نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔[6]

امام احمد رحمہ اللہ نے علی بن طلق سے روایت بیان کی ہے: [نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَّأْتُوا النِّسَاءَ فِي أَدْبَارِهِنَّ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ] ''رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی دبروں میں مباشرت سے منع فرمایا ہے اور (فرمایا:) بے شک اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے عار نہیں کرتا۔''[7] امام ترمذی نے اسے بیان کیا اور اسے حسن قرار دیا ہے۔[8]

امام ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی نے اپنی مسند (سنن) میں سَعِید بن یَسَار ابو حُبَاب سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آپ ان باندیوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں جن سے تحمیض کی جائے؟ انھوں نے فرمایا کہ تحْمِیض کیا ہے؟ میں نے کہا کہ دبر میں وطی کرنا، تو انھوں نے فرمایا: کیا کوئی مسلمان یہ کام کر سکتا ہے؟[9] اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف سے اس کام کی حرمت کے بارے میں نص صریح ہے۔

---

[1] السنن الكبرى للنسائي، عشرة النساء، باب تأويل قول الله جل ثناؤه: ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ﴾......:315/5، حديث: 8978. [2] مسند أحمد:215/5. [3] السنن الكبرى للنسائي، عشرة النساء، باب ذكر الاختلاف على عبدالله بن على بن السائب:319,318/5، حديث:8989-8995 وسنن ابن ماجه، النكاح، باب النهي عن إتيان النساء في أدبارهن، حديث:1924. [4] جامع الترمذي، الرضاع، باب ماجاء في كراهية إتيان النساء في أدبارهن، حديث:1165 والسنن الكبرى للنسائي، عشرة النساء، ذكر حديث ابن عباس فيه......:320/5، حديث:9001. [5] صحيح ابن حبان، النكاح، باب ذكر الزجر عن إتيان المرءامرأة......:517/9، حديث:4204,4203 [6] المحلّٰى، الرضاع، باب العنين: 70/10، مسئلة:1905. [7] أطراف المسند لابن حجر:384/4 والسنن الكبرى للبيهقي، النكاح، باب إتيان النساء في أدبارهن:198/7 واللفظ له. [8] جامع الترمذي، الرضاع، باب ماجاء في كراهية إتيان النساء في أدبارهن، حديث: 1164. [9] سنن الدارمي، الطهارة، باب من أتى امرأته في دبرها:179/1، حديث:1143.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ

اور تم اللہ کا نام اپنی قسموں کے لیے استعمال نہ کرو، یہ کہ تم نیکی (نہیں) کرو گے اور تقویٰ (نہیں) اپناؤ گے اور لوگوں کے درمیان صلح (نہیں) کراؤ گے اور اللہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿224﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ

خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے﴿224﴾ اللہ تمھاری لغو قسموں پر تمھیں نہیں پکڑے گا لیکن وہ ان قسموں پر تمھیں ضرور پکڑے گا جن کا تمھارے دلوں نے

قُلُوْبُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿225﴾

ارادہ کیا، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت حوصلے والا ہے﴿225﴾

ابوبکر بن زیاد نیشا پوری نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے اسماعیل بن حُصَن نے اور ان سے اسماعیل بن رَوح نے بیان کیا کہ میں نے امام مالک بن انس رحمۃ اللہ سے پوچھا کہ آپ عورتوں سے دبر میں وطی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا تم عرب نہیں ہو؟ اور عربی زبان میں الحرث مزروعہ زمین نہیں ہوتی؟ کیا تم نے اللہ کا یہ ارشاد: ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۡ﴾ نہیں سنا؟ یعنی کھڑی، بیٹھی اور پہلو کے بل کسی بھی حالت میں آپ اپنی بیویوں سے مباشرت کر سکتے ہیں لیکن شرم گاہ سے تجاوز نہ کریں، تو میں نے عرض کی: اے ابوعبداللہ! میں نے لوگوں سے سنا ہے کہ آپ اس کو جائز قرار دیتے ہیں؟ آپ نے تین دفعہ فرمایا کہ یہ لوگ میرے بارے میں جھوٹ بولتے ہیں۔[1] آپ سے یہی ثابت ہے کہ آپ وطی فی الدُّبر کو حرام سمجھتے تھے۔

حضرت سعید بن مسیّب، ابوسلمہ، عِکرِمہ، طاؤس، عطاء، سعید بن جبیر، عروہ بن زبیر، مجاہد بن جَبْر، حسن رحمہم اللہ اور دیگر بہت سے ائمۂ سلف کا بھی یہی قول ہے اور انھوں نے اس فعل کو انتہائی بدترین قرار دیا ہے بلکہ بعض نے ایسا کرنے والے کو کافر بھی قرار دیا ہے۔ جمہور علماء کا بھی یہی مذہب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۭ﴾ ''اور تم اپنی ذات کے لیے (نیک عمل) آگے بھیجو۔'' یعنی افعال طاعت بجالاؤ اور جن محرمات سے تمھیں منع کر دیا گیا ہے انھیں ترک کر دو۔ اسی لیے فرمایا: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۭ﴾ ''اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ بے شک (ایک دن) تمھیں اس کے روبرو حاضر ہونا ہے۔'' تو وہ تم سے تمھارے تمام اعمال کا حساب لے گا۔ ﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿223﴾﴾ ''اور (اے پیغمبر!) ایمان والوں کو بشارت سنا دیں۔'' یعنی ان کو جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت بجالاتے ہیں اور جن کاموں سے اس نے منع فرمایا ہے، ان کو ترک کر دیتے ہیں۔ امام ابن جریر نے عطاء سے اور انھوں نے شاید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: ﴿وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۭ﴾ سے مراد جماع کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینا ہے، یعنی وہ بسم اللہ کہے۔[2]

اور صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْتِيَ أَهْلَهُ فَقَالَ: بِاسْمِ اللّٰهِ ، اَللّٰهُمَّ! جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا ، فَإِنَّهُ إِنْ يُقَدَّرْ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ

[1] تاریخ دمشق لابن عساکر:285/8، ترجمة:إسماعيل بن رَوح. [2] تفسير الطبري:542/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فِي ذٰلِكَ لَمْ يَضُرَّهٗ شَيْطَانٌ أَبَدًا] ''جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے صحبت کا ارادہ کرے اور یہ دعا پڑھ لے: [بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ ! جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ، وَ جَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَارَزَقْتَنَا] ''اللہ کے نام سے، اے اللہ! تو ہمیں شیطان سے بچا اور جو اولاد تو ہم کو عطا فرمائے اسے بھی شیطان سے بچا۔'' چنانچہ اس صحبت کے نتیجے میں اگر ان کے ہاں اولاد پیدا ہو تو شیطان اسے کبھی بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''[1]

تفسیر آیات: 225,224

اعمال صالحہ ترک کر دینے کی قسم کھانے کی ممانعت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم اپنی قسموں کو نیکی اور صلہ رحمی کے کاموں کے ترک کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِينَ وَالْمُهٰجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۗ﴾ (النور 24:22) ''اور جو لوگ تم میں صاحب فضل اور صاحب وسعت ہیں، وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں اور محتاجوں اور وطن چھوڑ جانے والوں کو کچھ خرچ نہیں دیں گے، ان کو چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تم کو بخش دے؟''

قسم کا کفارہ ادا کر کے اس سے نکل جانے کے بجائے اگر انسان اپنی (ناجائز) قسم ہی پر برقرار رہے تو وہ گناہ گار ہو گا جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: [وَاللّٰهِ ! لَأَنْ يَلِجَّ أَحَدُكُمْ بِيَمِينِهٖ فِي أَهْلِهٖ ، آثَمُ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ أَنْ يُعْطِيَ كَفَّارَتَهُ الَّتِي افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْهِ] ''ہم گو آخر میں آنے والے ہیں لیکن روز قیامت سب سے سبقت کرنے والے ہوں گے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ''اللہ کی قسم! اگر کوئی شخص قسم کے بارے میں اللہ کے فرض کیے ہوئے کفارے کو ادا کرنے کے بجائے اپنے گھر والوں کے بارے میں کھائی ہوئی قسم ہی پر ڈٹا رہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں گناہ گار ٹھہرے گا۔''[2] اسے امام مسلم اور امام احمد رحمہما اللہ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔[3]

علی بن ابو طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں روایت کیا ہے: ﴿وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِأَيْمَانِكُمْ﴾ ''اور اللہ کا نام اپنی قسموں کے لیے استعمال نہ کرو۔'' یعنی میری قسم کو نیکی نہ کرنے کا عذر نہ بناؤ بلکہ قسم کا کفارہ دے دو اور نیکی کا کام کرو۔[4] امام مَسروق، شعبی، ابراہیم نخعی، مجاہد، طاؤس، سعید بن جبیر، عطاء، عِکرمہ، مکحول، زہری، حسن، قتادہ، مُقاتل بن حَیّان، ربیع بن انس، ضحاک، عطاء خُراسانی اور سُدّی رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔[5]

ان جمہور علمائے کرام کے اس قول کی تائید صحیح بخاری و مسلم کی اس حدیث کے آخری حصے سے بھی ہوتی ہے جو حضرت

---

① صحيح البخاري، التوحيد، باب السؤال بأسماء الله تعالى......، حديث:7396. ② صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب قول الله تعالى: ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ أَيْمَانِكُمْ﴾، حديث:6625,6624. ③ صحيح مسلم، الأيمان، باب النهي عن الإصرار على اليمين......، حديث:1655و مسند أحمد:317/2 عن أبي هريرة ﷺ. ④ تفسير الطبري:545/2. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم:407/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[إِنِّي وَاللّٰهِ ! إِنْ شَاءَ اللّٰهُ ، لَا أَحْلِفُ عَلٰى يَمِينٍ فَأَرٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا ، إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَّتَحَلَّلْتُهَا] ”میں اگر کسی بات پر قسم کھاؤں اور پھر یہ دیکھوں کہ کوئی دوسری بات اس سے زیادہ بہتر ہے تو میں ان شاءاللہ زیادہ بہتر بات کو اختیار کرلوں گا اور اپنی قسم کا کفارہ دے دوں گا۔“[1] اور امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ فَرَأٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا فَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَّمِينِهِ وَلْيَفْعَلِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ] ”جو شخص کسی کام کے بارے میں قسم کھالے، پھر دیکھے کہ دوسرا کام اس سے زیادہ بہتر ہے تو وہ اپنی قسم کا کفارہ دے دے اور زیادہ بہتر کام کو سرانجام دے۔“[2]

لغو قسم: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ ﴾ ”اللہ تمھاری لغو قسموں پر تم سے مؤاخذہ نہیں کرے گا۔“ یعنی تمھاری لغو قسموں کا اللہ تعالیٰ نہ تو تم سے مؤاخذہ کرے گا اور نہ ان کی پابندی ہی کو لازم قرار دے گا۔ ”لغو قسم“ سے مراد وہ قسم ہے جو قسم اٹھانے والے کی زبان پر قصد و ارادے کے بغیر محض عادت کے طور پر آجائے جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلِفِهِ : بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى، فَلْيَقُلْ: لَٓا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ] ”جو شخص قسم اٹھائے اور کہہ بیٹھے کہ لات وعزّیٰ کی قسم! تو اسے چاہیے کہ وہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھ لے۔“[3]

آپ نے یہ بات ان لوگوں سے فرمائی تھی جو زمانۂ جاہلیت کو نئے نئے خیرباد کہہ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے اور قصد و ارادے کے بغیر ان کی زبانوں پر لات وعزّیٰ کی قسم آجاتی تھی تو انھیں حکم دیا گیا کہ اس صورت میں وہ کلمۂ اخلاص پڑھ لیں تاکہ یہ لات وعزّیٰ کی قسم کا کفارہ ہو جائے۔ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ﴾ ”لیکن جو قسمیں تم قصد سے کھاؤ گے ان پر وہ تمھارا مؤاخذہ کرے گا۔“ اور دوسری آیت میں اس مفہوم کے لیے الفاظ یہ آئے ہیں: ﴿ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ﴾ (المآئدۃ 89:5) ”(لیکن وہ ان قسموں پر ضرور تمھارا مؤاخذہ کرے گا) جو تم نے مضبوط باندھ لیں۔“

امام ابوداود رحمہ اللہ نے باب لغو الیمین میں عطاء سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[هُوَ كَلَامُ الرَّجُلِ فِي بَيْتِهِ: كَلَّا وَاللّٰهِ ! وَ بَلٰى وَاللّٰهِ!] ”لغو قسم یہ ہے کہ آدمی اپنے گھر میں اس طرح کہتا رہتا ہے: ہرگز نہیں اللہ کی قسم! کیوں نہیں اللہ کی قسم!“[4] امام ابن ابوحاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ”لغو قسم“ وہ ہے جو آپ غصے کی حالت میں کھالیتے ہیں۔[5] انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ ”لغو قسم“ یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ کسی چیز کو حرام قرار دے لیں تو اس کا کوئی کفارہ آپ پر نہیں ہے۔ حضرت سعید بن جبیر سے

---

[1] صحیح البخاری، الذبائح والصید، باب لحم الدّجاج، حدیث:5518 وصحیح مسلم، الأیمان، باب ندب من حلف یمینًا فرأی غیرها خیرًا منها......، حدیث:1649. [2] صحیح مسلم، الأیمان، باب ندب من حلف یمینًا فرأی غیرها خیرًا منها......، حدیث:1650. [3] صحیح البخاری، الأیمان والنذور، باب لایحلف باللّات والعزّٰی ......، حدیث:6650 وصحیح مسلم، الأیمان، باب من حلف باللّات والعزّٰی......، حدیث:1647. [4] سنن أبی داود، الأیمان والنذور، باب لغو الیمین، حدیث:3254، بعدحدیث:3324. [5] تفسیر ابن أبی حاتم :410/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

جولوگ اپنی عورتوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھالیتے ہیں انھیں چاہیے کہ چار ماہ انتظار کریں، پھر اگر وہ رجوع کرلیں تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بڑا رحم

رَّحِيْمٌ ﴿226﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿227﴾

والا ہے ﴿226﴾ اور اگر انھوں نے طلاق ہی کی ٹھان لی ہو تو بے شک اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے ﴿227﴾

بھی اسی طرح مروی ہے۔[1]

امام ابوداود رحمہ اللہ نے باب الیمین فی قطیعة الرحم[2] میں حضرت سعید بن میّب سے روایت کیا ہے کہ دو انصاری بھائیوں کی مشترکہ میراث تھی تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے میراث کی تقسیم کے بارے میں کہا تو اس نے جواب دیا کہ اگر تم نے آئندہ میراث کی تقسیم کے بارے میں کہا تو میرا سارا مال کعبے کے دروازے کے لیے وقف ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک کعبہ تمھارے مال سے بے نیاز ہے، تم اپنی قسم کا کفارہ دو اور اپنے بھائی سے گفتگو کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: [لَا يَمِينَ عَلَيْكَ وَلَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةِ الرَّبِّ ، وَ فِي قَطِيعَةِ الرَّحِمِ وَ فِيمَا لَا تَمْلِكُ] ''رب تعالیٰ کی نافرمانی لازم آتی ہو تو نہ قسم کا اعتبار ہے اور نہ نذر کا، اسی طرح قطع رحمی میں یا جس چیز کے تم مالک ہی نہیں ہو اس میں بھی قسم اور نذر کا کوئی اعتبار نہیں۔''[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ﴾ ''لیکن جو قسمیں تم دل کے ارادے سے کھاؤ گے ان پر وہ ضرور تمھارا مؤاخذہ کرے گا۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام مجاہد اور کئی ایک ائمہ نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز پر قسم کھائے اور اسے معلوم ہو کہ وہ جھوٹا ہے۔ امام مجاہد وغیرہ نے فرمایا کہ یہ آیت ایسے ہے جیسے یہ آیت کریمہ ہے: ﴿ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ ﴾ (المآئدة 89:5) ''لیکن وہ ان قسموں پر تمھارا مؤاخذہ کرے گا جو تم نے مضبوط باندھ لیں۔'' ﴿ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿225﴾ ﴾ ''اور اللہ بہت بخشنے والا بڑا بردبار ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بخشنے والا اور ان سے حلم و بردباری کا معاملہ فرمانے والا ہے۔

تفسیر آیات: 227,226

ایلاء اور اس کا حکم: ایلاء کے معنی قسم کھانے کے ہیں۔ جب کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ وہ ایک مدت تک اپنی بیوی سے مجامعت نہیں کرے گا تو یہ مدت یا چار ماہ سے کم ہوگی یا زیادہ۔ اگر کم ہو تو اسے مدت پوری ہونے تک انتظار کرنا چاہیے اور مدت پوری ہونے کے بعد اپنی بیوی سے مجامعت کرنی چاہیے۔ عورت کو بھی اس دوران میں صبر سے کام لینا چاہیے اور اسے یہ مطالبہ نہیں کرنا چاہیے کہ وہ اس مدت کے پورا ہونے سے پہلے اس سے مجامعت کرے جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک ازواج مطہرات کے پاس نہ جانے کی قسم کھالی تھی، پھر آپ انتیسویں دن تشریف لے

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 409/2 . [2] تفسیر ابن کثیر کے نسخوں میں باب الیمین فی الغضب ہے اور یہ باب ہمیں سنن وغیرہ میں نہیں ملا۔ [3] سنن أبی داود، الأیمان والنذور، باب الیمین فی قطیعة الرحم، حدیث: 3272 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے تو آپ نے فرمایا: [اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ] ''مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔''① صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔②

اور اگر مدت چار ماہ سے زیادہ ہو جائے تو بیوی کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے شوہر سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ یا تو اس سے ہم بستری کرے یا پھر اسے طلاق دے دے۔ حاکم وقت بھی اسے اس بات پر مجبور کرے تاکہ عورت کو نقصان نہ ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: ﴿ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ﴾ یعنی جو لوگ اپنی بیویوں سے جماع نہ کرنے کی قسم کھا لیتے ہیں۔ یہ آیت اس بات کی بھی دلیل ہے کہ ایلاء کا تعلق بیویوں سے ہے لونڈیوں سے نہیں جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے۔

﴿ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ﴾ یعنی قسم کے وقت سے لے کر چار ماہ تک شوہر انتظار کرے، پھر اس سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ یا تو رجوع کر لے یا اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ فَاِنْ فَآءُوْ ﴾ اگر وہ اسی حالت کی طرف لوٹ آئیں جس پر وہ پہلے تھے۔ یہ جماع سے کنایہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مسروق، شعبی، سعید بن جبیر رحمہم اللہ اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے یہی فرمایا ہے جن میں امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی شامل ہیں۔③ ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ''تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔'' یعنی قسم کھا لینے کی وجہ سے ان کے حق میں جو کوتاہی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور رحم فرمائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ ﴾ ''اور اگر وہ طلاق ہی کا ارادہ کر لیں۔'' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ محض چار ماہ کی مدت گزرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے نافع سے اور انھوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب کوئی آدمی اپنی بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھا لے تو طلاق واقع نہیں ہوگی، خواہ چار ماہ کی مدت گزر جائے حتی کہ اس سے مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ طلاق دے یا پھر رجوع کرے۔④ اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی بیان فرمایا ہے۔⑤

اور امام ابن جریر نے سُہَیل بن ابو صالح سے اور انھوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ میں نے بارہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو اپنی بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھا لے تو انھوں نے فرمایا کہ اس پر کچھ نہیں ہے حتی کہ جب چار ماہ کی مدت گزر جائے تو اس سے مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ رجوع کرے یا پھر طلاق دے دے۔⑥ امام دارقطنی نے بھی اس روایت کو بطریق سُہَیل بیان فرمایا ہے۔⑦ حضرت عمر فاروق، عثمان، علی، ابو الدرداء، ام المومنین حضرت عائشہ، ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح مروی ہے اور سعید بن مسیّب، عمر بن عبد العزیز، مجاہد، طاؤس، محمد بن کعب اور قاسم

① صحيح البخارى، المظالم، باب الغرفة والعُلّيّة المُشرِفَة......، حديث:2468 عن عمر رضی اللہ عنہ. وصحيح مسلم، الصيام، باب الشهر يكون تسعا وعشرين، حديث:1083. ② صحيح البخارى، النكاح، باب موعظة الرجل ابنته لحال زوجها، حديث:5191 وصحيح مسلم، الطلاق، باب فى الإيلاء واعتزال النساء......، حديث:1479. ③ تفسير الطبرى:577/2. ④ الموطأ للإمام مالك، الطلاق، باب الإيلاء:202/2، حديث:1210. ⑤ صحيح البخارى، الطلاق، باب قول الله تعالى: ﴿ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ﴾، حديث:5291. ⑥ تفسير الطبرى:591/2. ⑦ سنن الدارقطنى، الطلاق:61/4، حديث:3995.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ

اور مطلقہ عورتیں تین حیض تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں اور ان کے لیے جائز نہیں کہ اللہ نے ان کے پیٹ میں جو کچھ پیدا کیا ہے اسے چھپائیں اگر

فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ

وہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہیں (تو ایسا ہرگز نہ کریں) اور ان کے خاوند اگر اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں تو وہ زیادہ حق دار ہیں کہ انھیں اس (مدت)

ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ

میں لوٹا لیں، اور دستور کے مطابق عورتوں کے لیے (مردوں پر) ویسے ہی حقوق ہیں جیسے (مردوں کے لیے) عورتوں پر ہیں اور مردوں کے لیے ان پر

دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿228﴾ ع 28/7/12

فضیلت ہے اور اللہ غالب، خوب حکمت والا ہے ﴿228﴾

رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

تفسیر آیت:228

مطلقہ عورت کی عدت کا بیان: یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان مطلقہ عورتوں کو حکم دیا ہے جن کے ساتھ دخول ہو چکا ہو اور انھیں حیض آتا ہو کہ وہ تین حیض تک اپنے آپ کو روکے رکھیں، یعنی جب ان کے شوہر انھیں طلاق دے دیں تو طلاق کے بعد تین حیض تک انتظار کریں اور اس کے بعد اگر وہ چاہیں تو شادی کر لیں۔

قُرءٌ کے معنی: امام سفیان ثوری نے علقمہ سے روایت کیا ہے کہ ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ آپ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا: میرے شوہر نے مجھے ایک یا دو طلاقوں کے ساتھ الگ کر دیا تھا، پھر وہ میرے پاس آیا جبکہ میں نے (غسل کے لیے) پانی رکھ دیا تھا، اپنے کپڑے اتار دیے تھے اور دروازہ بند کر لیا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ جب تک عورت کے لیے نماز حلال نہیں ہوتی، میرے نزدیک یہ اس کی بیوی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری بھی یہی رائے ہے۔[1]

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، عثمان، علی، ابوالدرداء، عُبادہ بن صامت، انس بن مالک، ابن مسعود، معاذ، اُبَیّ بن کَعب، ابوموسیٰ اشعری، ابن عباس رضی اللہ عنہم اور سعید بن مسیّب، عَلْقَمہ، اَسْود، ابراہیم، مجاہد، عطاء، طاؤس، سعید بن جبیر، عِکرِمہ، محمد بن سیرین، حَسن، قتادہ، شَعْبی، رَبیع، مُقاتل بن حَیَّان، سُدّی، مکحول، ضحاک اور عطاء خُراسانی رحمہم اللہ سے بھی یہی مروی ہے کہ أَقْرَاء سے مراد حیض ہے۔[2] اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام ابوداود اور نسائی نے فاطمہ بنت ابوحُبَیش سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا: [إِذَا أَتٰى قَرْؤُكِ فَلَا تُصَلِّي] ''جب تجھے حیض آئے تو تو نماز نہ پڑھ۔''[3] یہ حدیث اگر صحیح ہو تو اس سے صریحًا معلوم ہوتا ہے کہ قَرءٌ سے مراد حیض ہے لیکن اس کے ایک راوی مُنذر

① تفسیر الطبری:597/2. ② تفسیر الطبری:595/2، 596 و تفسیر ابن أبي حاتم:415/2. ③ سنن أبي داود، الطهارة، باب في المرأة تستحاض ......، حدیث:280 و سنن النسائي، الحیض، باب ذکر الأقراء، حدیث:358.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بارے میں امام ابوحاتم نے فرمایا ہے کہ وہ مجہول ہے مشہور نہیں لیکن امام ابن حبان نے اسے ثقات میں شمار کیا ہے۔

حیض وطہر کے بارے میں عورتوں کا کلام مقبول ہے: ﴿ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ ﴾ ''ان کو جائز نہیں کہ اللہ نے جو کچھ ان کے شکم میں پیدا کیا ہے اس کو چھپائیں۔'' یعنی حمل یا حیض۔ یہ حضرت ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ عنہم، مجاہد، شعبی، حکم بن عُتَیبہ، ربیع بن انس، ضحاک رحمہم اللہ اور کئی اہل علم کا قول ہے۔[1]

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ ''اگر وہ اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتی ہیں۔'' یہ ان کے لیے دھمکی ہے کہ وہ خلاف حق کوئی بات نہ کریں۔ نیز یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ اس سلسلے میں رجوع انھی کی طرف کیا جائے گا کیونکہ اس امر کو صرف انھی کی طرف سے معلوم کیا جا سکتا ہے اور اس مسئلے کو اکثر و بیشتر حالات میں کسی دلیل سے ثابت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے، لہٰذا اس مسئلے کو انھی کے سپرد کر دیا گیا اور انھیں تاکید کر دی گئی ہے کہ وہ خلاف حق کوئی بات نہ کہیں تاکہ اپنی عدت کو جلد ختم نہ کر لیں یا کچھ مقاصد کی وجہ سے اسے طول نہ دے دیں، لہٰذا عورتوں کو حکم یہ دیا گیا ہے کہ وہ اس سلسلے میں کسی کمی بیشی کے بغیر صحیح بات بتائیں۔

شوہر رجوع کا زیادہ حقدار ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ﴾ ''اور ان کے خاوند اگر پھر موافقت چاہتے ہوں تو اس (مدت) میں وہ ان کو اپنی زوجیت میں لے لینے کے زیادہ حقدار ہیں۔'' یعنی جب تک عورت اپنی عدت میں ہو اس کا وہ شوہر جس نے اسے طلاق دی ہو، اسے اپنی زوجیت میں لے لینے کا زیادہ حقدار ہے جبکہ اس کا ارادہ اصلاح اور خیر کا ہو۔ اس مسئلے کا تعلق ان عورتوں سے ہے جن سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔

اور جہاں تک مطلقات بائنہ کا تعلق ہے تو اس آیت کے نزول کے وقت کوئی مطلقہ بائنہ نہ تھی کیونکہ مطلقات بائنہ تو اس وقت وجود میں آئیں جب طلاق کو تین کے عدد میں محصور کر دیا گیا۔ اور اس آیت کے نزول کے وقت خاوند اپنی بیوی کو دوبارہ اپنی زوجیت میں لے لینے کا زیادہ حقدار تھا، خواہ اس نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاق دے دی ہو، چنانچہ اس کے بعد والی آیت میں جب طلاق کو تین میں محصور کر دیا گیا تو مطلقہ عورتوں کی بائنہ اور غیر بائنہ کے اعتبار سے تقسیم ہو گئی۔

حقوق زوجین: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ ''اور عورتوں کا حق (مردوں پر) ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے۔'' یعنی عورتوں کا بھی مردوں پر ویسا ہی حق ہے جیسا کہ مردوں کا عورتوں پر حق ہے، لہٰذا ہر ایک کو دوسرے کا حق دستور کے مطابق ادا کرنا چاہیے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۂ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا: [فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللّٰهِ ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ ، وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَّا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ ، فَإِنْ فَعَلْنَ ذٰلِكَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ ، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ] ''عورتوں کے بارے میں تم

[1] تفسیر ابن أبی حاتم:416,415/2 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمۡ اَنۡ تَاۡخُذُوۡا

طلاق (رجعی) دو مرتبہ ہے، پھر یا تو (عورت کو) دستور کے مطابق روک لیا جائے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دیا جائے اور تمھارے لیے یہ جائز نہیں کہ تم انھیں

مِمَّاۤ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ شَيۡـًٔا اِلَّاۤ اَنۡ يَّخَافَاۤ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا يُقِيۡمَا

جو دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لو الا یہ کہ دونوں کو ڈر ہو کہ وہ اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے۔ پس اگر تمھیں ڈر ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدیں قائم

حُدُوۡدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا فِيۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ ؕ تِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ فَلَا تَعۡتَدُوۡهَا ۚ

نہ رکھ سکیں گے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ عورت فدیے میں وہ مال دے (کر خلع حاصل کرلے)۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں، سو تم ان سے آگے نہ بڑھو، اور جو

وَمَنۡ يَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿229﴾ فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ

لوگ اللہ کی حدوں سے تجاوز کرتے ہیں، وہی ظالم ہیں ﴿229﴾ پھر اگر وہ (خاوند) اسے (تیسری) طلاق دے دے تو اس کے بعد وہ (عورت) اس کے لیے

مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ؕ فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۤ اَنۡ

حلال نہیں یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور خاوند سے نکاح کرے، پھر اگر وہ بھی اسے طلاق دے دے تو ان دونوں (سابقہ میاں بیوی) پر کوئی گناہ

يَّتَرَاجَعَاۤ اِنۡ ظَنَّاۤ اَنۡ يُّقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا

نہیں کہ آپس میں رجوع کرلیں اگر وہ دونوں خیال کریں کہ اللہ کی حدیں قائم رکھ سکیں گے، اور یہ اللہ کی حدیں ہیں، وہ انھیں ان لوگوں کے لیے بیان

لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ﴿230﴾

کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں ﴿230﴾

اللہ سے ڈرو، تم نے انھیں اللہ تعالیٰ کی امانت کے ساتھ لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلمے کے ساتھ ان کی شرم گاہوں کو حلال کیا ہے، تمھارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمھارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ بیٹھنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور اگر وہ ایسا کریں تو انھیں ایسی سزا دو جس سے جسم پر نشان نہ پڑے اور انھیں دستور کے مطابق کھانا اور لباس دو۔''[1]

حکیم بن مُعاویہ قُشَیری اپنے باپ (معاویہ بن حَیدہ قُشَیری) سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کسی کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا: [أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ ، وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ، وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ، وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ] ''یہ کہ جب تم کھانا کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، جب تم لباس پہنو تو اسے بھی پہناؤ، اس کے چہرے پر نہ مارو، اسے گالی نہ دو اور اس سے قطع تعلق نہ کرو مگر گھر ہی میں۔''[2]

امام وَکیع نے بشیر بن سلمان[3] سے، انھوں نے عکرمہ سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اپنی بیوی کے لیے اسی طرح زینت اختیار کروں جس طرح میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میری

[1] صحیح مسلم، الحج، باب حجة النبیﷺ، حدیث: 1218. [2] سنن أبی داود، النکاح، باب فی حق المرأة علی زوجها، حدیث: 2142. [3] تفسیر ابن کثیر کے نسخوں میں سُلیمان ہے جو کہ خطا ہے۔ دیکھیے تقریب التهذیب و تهذیب التهذیب.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیوی میرے لیے زیب و زینت کو اختیار کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ ”اور عورتوں کا حق (مردوں پر) ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے۔“[1]

مردوں کی عورتوں پر فضیلت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴾ ”اور مردوں کے لیے ان (عورتوں) پر فضیلت ہے۔“ یعنی خَلق و خُلق، مقام و مرتبہ، اطاعت، انفاق، مصلحتوں کے قیام اور دنیا و آخرت کے شرف کے اعتبار سے مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ﴾ (النسآء4:34) ”مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لیے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے اور اس لیے بھی کہ مرد اپنے مالوں میں سے خرچ کرتے ہیں۔“

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ﴾ ”اور اللہ غالب (اور) صاحب حکمت ہے۔“ یعنی جو اس کی نافرمانی اور اس کے حکم کی مخالفت کرے، اس سے انتقام لینے میں وہ غالب ہے اور اپنے حکم، اپنی شریعت اور اپنی تقدیر میں وہ صاحبِ حکمت ہے۔

تفسیر آیات: 230,229

طلاقیں تین ہی ہیں اور رجعی و بائن طلاق کا بیان: ابتدائے اسلام میں جو یہ حکم تھا کہ شوہر اپنی بیوی کو دوبارہ اپنی زوجیت میں لے لینے کا زیادہ حقدار ہے، خواہ اس نے اسے ایک سو طلاق دے دی ہو بشرطیکہ بیوی عدت میں ہو، اس آیت کریمہ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا ہے کیونکہ اس میں عورتوں کا بہت نقصان تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اب طلاقوں کو صرف تین تک محدود کر دیا ہے اور پہلی اور دوسری طلاق کے بعد عدت کے اندر رجوع کرنے کو جائز قرار دیا اور تیسری طلاق کے بعد اس کو بائنہ قرار دے دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ﴾ ”طلاق (صرف) دو بار ہے (جب دو دفعہ طلاق دے دی جائے) تو (عورتوں کو) یا تو بطریق شائستہ (نکاح میں) رہنے دینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔“

امام ابوداود نے اپنی سنن میں ایک باب کا عنوان اس طرح قائم فرمایا ہے کہ باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث ”تین طلاقوں کے بعد مراجعت کے منسوخ ہونے کا بیان۔“ پھر انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ وَلَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ یَّکْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیْٓ اَرْحَامِهِنَّ ﴾ (البقرة2:228) ”اور مطلقہ عورتیں تین حیض تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں اور ان کے لیے جائز نہیں کہ اللہ نے ان کے پیٹ میں جو کچھ پیدا کیا ہے اسے چھپائیں۔“ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا تو وہ رجوع کا زیادہ حقدار تھا، خواہ اسے تین طلاقیں ہی کیوں نہ دے دیتا تھا تو اس آیت نے اسے منسوخ کر دیا اور فرمایا: ﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ﴾ ”طلاق (صرف) دو بار

[1] تفسير ابن أبي حاتم:417/2 وتفسير الطبري:615/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔''[1] اس روایت کو امام نسائی نے بھی بیان کیا ہے۔[2]

اور امام ابن ابو حاتم نے حضرت عروہ (بن زبیر) سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نہ تو کبھی تجھے طلاق دوں گا اور نہ کبھی اپنے گھر بساؤں گا۔ اس نے پوچھا کہ وہ کیسے؟ کہنے لگا کہ تجھے طلاق دے دوں گا اور جب عدت ختم ہونے کے قریب آ جائے گی تو رجوع کر لوں گا، چنانچہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا تذکرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی: ﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ﴾[3] امام ابن جریر نے بھی اپنی تفسیر میں اسی طرح روایت کیا ہے۔[4]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ﴾ ''پھر (عورتوں کو) یا تو بطریق شائستہ (نکاح میں) رہنے دینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔'' یعنی جب آپ اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دے دیں تو آپ کو اس کے بارے میں جب تک اس کی عدت باقی ہو یہ اختیار ہے کہ یا تو عورت کی اصلاح اور اس کے ساتھ احسان کرنے کی نیت سے اسے لوٹا لیں اور یا پھر اسے چھوڑ دیں حتی کہ اس کی عدت پوری ہو جائے اور وہ مستقل طور پر علیحدہ ہو جائے تو اسے بھلائی کے ساتھ چھوڑ دیں کہ نہ تو اس کی ذرہ بھر کوئی حق تلفی کریں اور نہ اسے قطعاً کوئی نقصان ہی پہنچائیں۔ علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے دے تو اسے تیسری کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے کہ یا تو بیوی کو بطریق شائستہ اپنے نکاح میں رہنے دے اور اس سے حسن سلوک سے پیش آئے یا پھر بھلائی کے ساتھ اسے چھوڑ دے اور اس کی ذرہ بھر بھی حق تلفی نہ کرے۔[5]

مہر واپس لینے کی ممانعت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا ﴾ ''اور تمھارے لیے یہ جائز نہیں کہ جو مہر تم ان کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے لو۔'' یعنی یہ تمھارے لیے جائز نہیں ہے کہ تم انھیں اس قدر تنگی اور مشکل میں مبتلا کر دو کہ وہ تم سے جان چھڑانے کے لیے تمھارے دیے ہوئے مہر یا اس کے کچھ حصے کو بطور فدیہ دینے کے لیے مجبور ہو جائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ﴾ (النسآء4:19) ''اور تم انھیں (اس نیت سے) نہ روک رکھو کہ تم نے انھیں جو مہر دیا ہو اس کا کچھ حصہ واپس لے لو مگر اس صورت میں انھیں روکنا جائز ہے اگر وہ کھلی بے حیائی کا کام کریں۔'' ہاں، البتہ اگر عورت بطیب خاطر اپنے شوہر کو کچھ واپس کرنا چاہے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: ﴿ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ○ ﴾ (النسآء4:4) ''پھر اگر وہ اپنی خوشی سے اس میں سے کچھ مہر تمھیں چھوڑ دیں تو اسے ذوق وشوق سے کھا سکتے ہو۔''

خلع میں مہر واپس لینے کی اجازت: جب میاں بیوی میں اختلاف پیدا ہو جائے اور عورت مرد کے حقوق کو ادا نہ کرے، اس سے نفرت کرے اور اس کے ساتھ مل جل کر نہ رہ سکے تو اس صورت میں عورت کو یہ اختیار ہے کہ مہر کو بطور فدیہ دے کر اس سے

[1] سنن أبي داود، الطلاق، باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، حديث:2195. [2] سنن النسائي، الطلاق، باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، حديث:3584. [3] تفسير ابن أبي حاتم:418/2. [4] تفسير الطبري: 618/2. [5] تفسير الطبري:620/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہائی حاصل کرلے۔ اس صورت میں نہ تو عورت کے لیے مہر واپس کرنے میں کوئی حرج ہے اور نہ مرد کے لیے اسے قبول کرنے میں کوئی مضائقہ۔ اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ﴾ ''اور تمھارے لیے یہ جائز نہیں کہ جو مہر تم ان کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لو۔ ہاں، اگر دونوں کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدیں قائم نہیں رکھ سکیں گے، پس اگر تمھیں ڈر ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ عورت فدیے میں وہ مال دے (کر خلع حاصل کرلے۔)''

عورت کا بلا وجہ خلع کا مطالبہ کرنا: اور اگر عورت کے لیے کوئی عذر نہ ہو اور وہ فدیہ دے کر اپنے شوہر سے بلا وجہ علیحدگی اختیار کرنا چاہے تو امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا مِّنْ غَيْرِ مَا بَأْسٍ ، فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ] ''جو عورت بلا وجہ اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔''[1] امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا اور اسے حسن قرار دیا ہے۔[2]

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے کہ یہ آیت کریمہ ثابت بن قیس بن شمّاس اور ان کی بیوی جمیلہ بنت عبداللہ بن اُبَی ابن سَلُول کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[3] امام مالک رحمہ اللہ نے ''موطأ'' میں حبیبہ بنت سہل انصاریہ سے روایت کیا ہے کہ وہ ثابت بن قیس بن شماس کے عقد میں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت کاشانۂ نبوت سے باہر تشریف لائے تو آپ نے اندھیرے میں انھیں دروازے کے پاس پایا تو فرمایا:

[مَنْ هٰذِهِ ؟ قَالَتْ : أَنَا حَبِيبَةُ بِنْتُ سَهْلٍ يَّا رَسُولَ اللّٰهِ ! قَالَ : مَا شَأْنُكِ ؟ فَقَالَتْ: لَا أَنَا وَلَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ، لِّزَوْجِهَا ، فَلَمَّا جَاءَ زَوْجُهَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ، قَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: هٰذِهِ حَبِيبَةُ بِنْتُ سَهْلٍ قَدْ ذَكَرَتْ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ تَذْكُرَ، فَقَالَتْ حَبِيبَةُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! كُلُّ مَا أَعْطَانِي عِنْدِي ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ: خُذْ مِنْهَا ، فَأَخَذَ مِنْهَا وَجَلَسَتْ فِي بَيْتِ أَهْلِهَا]

''یہ کون ہے؟ انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں حبیبہ بنت سہل ہوں۔ آپ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ انھوں نے اپنے شوہر کا نام لیتے ہوئے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں اور ثابت بن قیس اکٹھے نہیں رہ سکتے جب ان کے شوہر ثابت بن قیس آئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ حبیبہ بنت سہل ہیں، انھوں نے یہ بات کی ہے۔ حبیبہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! انھوں نے جو مجھے (مہر) دیا تھا وہ سب کچھ میرے پاس موجود ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اپنا مال) ان سے لے لو، چنانچہ ثابت نے اپنا مال لے لیا اور یہ اپنے والدین کے گھر میں بیٹھ گئیں۔''[4] اور اسی طرح امام احمد، ابوداود اور نسائی رحمہم اللہ نے

---

① تفسیر الطبری:634/2 اور [مَا] سنن أبي داود، حدیث:2226 وسنن ابن ماجه، حدیث:2055 میں ہے۔ ② جامع الترمذي، الطلاق واللعان، باب ماجاء في المختلعات، حدیث:1187. ③ تفسیر الطبری:627/2. ④ الموطأ للإمام مالك، الطلاق، باب ماجاء في الخلع:204/2 ، حدیث:1226.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث کو روایت کیا ہے۔[1]

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ثابت بن قیس بن شمّاس کی بیوی نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی کہ اے اللہ کے رسول! مجھے ان کے اخلاق اور دین کے بارے میں کوئی اعتراض نہیں لیکن میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ ؟ قَالَتْ: نَعَمْ ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اِقْبَلِ الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً] ''کیا تم ان کا باغ واپس کر دو گی؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! تو رسول اللہ ﷺ نے ثابت سے فرمایا کہ اپنے باغ کو لے لو اور اسے طلاق دے دو۔''[2] اور اسی طرح امام نسائی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔[3]

خُلع حاصل کرنے والی عورت کی عدت: امام ترمذی نے رُبَیِّع بنت مُعَوِّذ بن عَفراء سے روایت کیا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں خلع حاصل کیا تھا تو نبی ﷺ نے اسے حکم دیا تھا کہ یہ ایک حیض تک عدت گزارے۔[4]

حدودِ الٰہی سے تجاوز ظلم ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ ''یہ اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں، چنانچہ تم ان سے تجاوز نہ کرو اور جو لوگ اللہ کی حدوں سے تجاوز کریں گے وہی گناہ گار ہوں گے۔'' یعنی یہ احکام شریعت جنھیں اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے مقرر فرما دیا ہے یہ اس کی حدیں ہیں، چنانچہ تم ان سے تجاوز نہ کرو جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے: [إِنَّ اللّٰهَ حَدَّ حُدُودًا فَلَا تَعْتَدُوهَا، وَفَرَضَ لَكُمْ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوهَا ، وَحَرَّمَ أَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوهَا، وَتَرَكَ أَشْيَاءَ مِنْ غَيْرِ نِسْيَانٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْهُ لَكُمْ فَاقْبَلُوهَا وَلَا تَبْحَثُوا فِيهَا] ''بے شک اللہ تعالیٰ نے کچھ حدود کو مقرر فرمایا ہے، تم ان سے تجاوز نہ کرو، کچھ فرائض مقرر کیے ہیں، تم انھیں ضائع نہ کرو، کچھ باتوں کو حرام قرار دیا ہے، تم ان کی بے حرمتی نہ کرو اور کچھ باتوں سے تم پر رحمت کے پیش نظر نہ کہ نسیان کی وجہ سے، سکوت فرمایا ہے، تم ان کو قبول کرو، اور ان میں بحث مت کرو۔''[5]

ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دینا حرام ہے: اس آیت کریمہ سے استدلال کیا گیا ہے کہ ایک ہی کلمے کے ساتھ اکٹھی تین طلاقیں دینا حرام ہے۔ اس کی تائید محمود بن لبید کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب ایک ایسے شخص کے بارے میں بتایا گیا جس نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دی تھیں تو آپ غصے سے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: [أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟] ''کیا اللہ تعالیٰ کی کتاب کو

---

① مسند أحمد: 434,433/6، وسنن أبي داود، الطلاق، باب في الخلع، حديث: 2227 وسنن النسائي، الطلاق، باب ماجاء في الخلع، حديث: 3492. ② صحيح البخاري، الطلاق، باب الخلع و كيف الطلاق فيه......، حديث: 5273. ③ سنن النسائي، الطلاق، باب ماجاء في الخلع، حديث: 3493. ④ جامع الترمذي، الطلاق واللعان، باب ماجاء في الخلع، حديث: 1185. ⑤ المستدرك للحاكم، الأطعمة: 115/4، حديث: 7114 عن أبي ثعلبة رضی اللہ عنہ. البتہ یہ روایت ضعیف ہے، دیکھیے غاية المرام للألباني، ص: 21، حدیث: 4 اور دیکھیے السلسلة الصحيحة: 2256.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھیل بنالیا گیا ہے، حالانکہ میں ابھی تک تمھارے درمیان موجود ہوں؟'' حتی کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا میں اسے قتل نہ کردوں؟[1]

تیسری طلاق کے بعد رجوع نہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُۥ مِنۢ بَعۡدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهُۥ﴾ ''پھر اگر شوہر (دوطلاقوں کے بعد تیسری) طلاق عورت کو دے دے تو اس کے بعد جب تک عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے اس (پہلے شوہر) پر حلال نہیں ہوگی۔'' یعنی جب شوہر دو طلاقوں کے بعد اپنی بیوی کو تیسری طلاق بھی دے دے تو وہ اس کے لیے حرام ہو جائے گی۔ ﴿حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهُۥ﴾ یعنی جب تک وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے اور وہ دوسرا شخص صحیح نکاح کی صورت میں اس سے مقاربت نہ کر لے، وہ پہلے شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی، اگر کوئی شخص اس سے نکاح کے بغیر ہم بستری کرے، خواہ ملک یمین ہی کی صورت میں ہو تو وہ پھر بھی اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عورت کے بارے میں سوال کیا گیا جس سے کسی شخص نے شادی کی ہو، پھر اسے طلاق دے دی ہو، پھر اس سے کوئی دوسرا شخص شادی کر لے اور مقاربت سے پہلے ہی طلاق دے دے تو کیا وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی؟ فرمایا: [لَا، حَتّٰى يَذُوقَ عُسَيْلَتَهَا] ''نہیں! حتی کہ وہ اس سے لطف اندوز ہو۔''[2] اور امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔[3]

امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رِفاعہ قُرظی کی بیوی آئی اور اس وقت میں اور میرے والد گرامی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ اس نے کہا: رفاعہ نے مجھے طلاقِ بتہ دے دی تھی اور عبدالرحمٰن بن زَبیر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے شادی کر لی اور اس کا (عضو تناسل) تو کپڑے کے ڈورے جیسا ہے، اس نے اپنی اوڑھنی کے ایک ڈورے کو پکڑ کر کہا کہ اس جیسا، اس وقت خالد بن سعید بن عاص دروازے کے پاس کھڑے تھے اور انھیں اندر آنے کی ابھی تک اجازت نہیں ملی تھی۔ انھوں نے کہا: ابوبکر! تم اس عورت کو منع کیوں نہیں کرتے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کس طرح کھلم کھلے انداز میں گفتگو کر رہی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر صرف تبسم فرمایا۔ اور فرمایا: [كَأَنَّكِ تُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلٰى رِفَاعَةَ ؟ لَا، حَتّٰى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ ، وَ يَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ] ''کیا تو دوبارہ رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہے؟ (فرمایا:) نہیں، اس وقت تک واپس نہیں جاسکتی جب تک تو اس سے اور وہ تجھ سے لطف اندوز نہ ہو۔''[4] اور اسی طرح اس حدیث کو امام بخاری، مسلم اور نسائی رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے۔[5] مسلم کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ رفاعہ نے اسے تیسری اور آخری

---

[1] سنن النسائی، الطلاق، باب الثلاث المجموعة وما فيه من التغليظ، حديث: 3430. [2] صحيح مسلم، النكاح، باب لاتحل المطلقة ثلاثا لمطلقها......، حديث: 1433. [3] صحيح البخاری، الطلاق، باب من قال لامرأته: أنتِ عليّ حرام ، حديث: 5265 عن عائشة رضی اللہ عنہا. [4] مسند أحمد: 34/6 . [5] صحيح البخاری، الأدب، باب التبسم والضحك، حديث: 6084 وصحيح مسلم، النكاح، باب لا تحل المطلقة ثلاثا لمطلقها......، حديث: 1433 وسنن النسائی، الطلاق، باب طلاق البتة، حديث: 3438.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلاق دے دی تھی۔[1]

اس حدیث میں لفظ [عُسَيْلَة] سے مراد ''جماع'' ہے کیونکہ امام احمد اور نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اَلْعُسَيْلَةُ هِيَ الْجِمَاعُ] ''عسیلہ سے مراد جماع ہے۔''[2]

حلالہ کرنے والے اور کروانے والے پر لعنت: مقصود یہ ہے کہ اس دوسرے شوہر کی اس عورت میں رغبت ہو اور وہ اس کے ساتھ واقعی زندگی بسر کرنا چاہتا ہو جس طرح کہ نکاح سے اصل مقصود یہی ہوتا ہے اور اگر دوسرے شوہر کا مقصد صرف پہلے شوہر کے لیے بیوی کو حلال کرنا ہو تو اسے مُحَلِّلْ ''حلالہ کرنے والا'' کہا جاتا ہے اور احادیث مبارکہ میں اس کی بے حد مذمت آئی ہے اور اس پر لعنت کی گئی ہے۔ اور اگر وہ عقد کے وقت اپنے اس مقصود کی صراحت کر دے تو جمہور ائمہ کے نزدیک یہ نکاح ہی باطل ہو جاتا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: [لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْوَاشِمَةَ وَالْمُوتَشِمَةَ وَالْوَاصِلَةَ وَالْمَوْصُولَةَ وَالْمُحِلَّ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ وَآكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ] ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی اور گدوانے والی اور بال ملانے والی اور بال ملوانے والی اور حلالہ کرنے والے اور حلالہ کروانے والے اور سود کھانے والے اور سود کھلانے والے (ان سب) پر لعنت فرمائی ہے۔''[3] امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اہل علم، مثلاً: حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم کا عمل اسی کے مطابق ہے، فقہاء تابعین کا بھی یہی قول ہے۔[4] حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[5]

امام حاکم نے مستدرک میں نافع سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آ کر اس شخص کے بارے میں پوچھا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں اور اس کے بھائی نے اس سے مشورہ کیے بغیر اس سے نکاح کر لیا تاکہ اپنے بھائی کے لیے اسے حلال کر دے تو کیا اس طرح وہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی؟ انھوں نے فرمایا: نہیں! وہ حلال نہیں ہوگی کیونکہ اس صورت میں عورت صرف نکاحِ رغبت ہی سے حلال ہوتی ہے، یہ صورت جو تم نے بیان کی ہے، اسے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں زنا شمار کیا کرتے تھے۔[6] امام حاکم نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، البتہ امام بخاری و مسلم نے اسے بیان نہیں فرمایا۔

---

[1] صحیح مسلم، النكاح، باب لا تحل المطلقة ثلاثا……، حديث: (113)-1433. [2] مسند أحمد: 62/6 یہ روایت معنیً صحیح ہے، إرواء الغليل: 163/7 و سنن النسائي، الطلاق، باب إحلال المطلقة ثلاثا……، حديث: 3444 عن ابن عمر ﷺ بالفاظ دیگر عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نسائی میں نہیں ملی۔ [3] مسند أحمد: 448/1 و سنن النسائي، الطلاق، باب إحلال المطلقة ثلاثا ……، حديث: 3445. [4] جامع الترمذي، النكاح، باب ماجاء في المحل والمحلل له، حديث: 1120. [5] جامع الترمذي، النكاح باب ما جاء في المحل والمحلل له، حديث: 1119. [6] المستدرك للحاكم، الطلاق: 199/2، حديث: 2806.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ

اور جب تم عورتوں کو (پہلی یا دوسری) طلاق دو پھر ان کی عدت پوری ہونے کو ہو تو انھیں دستور کے مطابق روک لو یا انھیں دستور کے مطابق چھوڑ دو اور

وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ

انھیں ستانے کے لیے نہ روکو تاکہ تم زیادتی کرو اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ یقیناً اپنے آپ ہی پر ظلم کرے گا اور تم اللہ کی آیتوں کو ہنسی مذاق نہ بناؤ اور اللہ

اللّٰهِ هُزُوًا ۡ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ

کی طرف سے تم پر جو انعام ہوا اسے یاد کرو اور اس کتاب اور حکمت کو بھی یاد کرو جو اس نے تم پر نازل کی، وہ تمھیں اس کی نصیحت کرتا ہے اور تم اللہ سے

29 ع 3 13 بِهٖ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿231﴾ ع

ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ﴿231﴾

یہ اسلوبِ بیان کہ ''ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اسے زنا شمار کیا کرتے تھے۔'' مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔ اسی طرح امام ابوبکر بن ابوشیبہ، جوزجانی، حَرب کرمانی اور امام ابوبکر اَثرم رحمہم اللہ نے قبیصہ بن جابر سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میرے پاس کوئی حلالہ کرنے والا اور کروانے والا لایا گیا تو میں ان دونوں کو رجم کرا دوں گا۔ ①

مُطلّقہ ثلاثہ پہلے شوہر کے لیے کب حلال ہوتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَاِنْ طَلَّقَهَا ﴾ یعنی اگر دوسرا شوہر مقاربت کے بعد طلاق دے دے ﴿ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ ﴾ ''تو ان دونوں (سابقہ میاں بیوی) پر کوئی گناہ نہیں کہ ایک دوسرے کی طرف رجوع کریں۔'' ﴿ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۭ ﴾ ''بشرطیکہ دونوں یقین کریں کہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے۔'' یعنی دستور کے مطابق زندگی بسر کر سکیں گے۔ امام مجاہد فرماتے ہیں کہ بشرطیکہ دونوں یقین کریں کہ ان کا یہ نکاح دھوکا و فریب پر مبنی نہیں ہے۔ ② ﴿ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ﴾ یعنی یہ شرائع و احکام اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں۔ ﴿ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿230﴾ ﴾ ''وہ انھیں ان لوگوں کے لیے بیان فرماتا ہے جو دانش رکھتے ہیں۔''

تفسیر آیت:231

مُطلّقہ کے ساتھ حسنِ سلوک: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب ان میں سے کوئی اپنی بیوی کو ایسی طلاق دے جس میں اسے رجوع کا حق حاصل ہو تو وہ اس سے جب اس کی عدت پوری ہو جائے اور صرف اس قدر باقی ہو کہ اس کے لیے رجوع کرنا ممکن ہو تو حسن سلوک کا معاملہ کرے اور اسے یا تو دستور کے مطابق اپنی عصمت نکاح میں روک لے اور رجوع پر گواہ مقرر کر لے اور دستور کے مطابق اس کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی نیت کرے یا پھر اسے چھوڑ دے حتی کہ اس کی عدت پوری ہو جائے، پھر اسے اختلاف و انتشار، لڑائی جھگڑے اور گالی گلوچ کے بغیر احسن انداز میں اپنے گھر سے رخصت کر دے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ ﴾ ''اور اس نیت سے ان کو نکاح میں نہ رہنے

① المصنف لابن أبي شيبة، النكاح، باب في الرجل يطلق امرأته فيتزوجها رجل ليحلّها له:547/3، حديث:17074.

② تفسير الطبري:649/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینا چاہیے کہ تم انھیں تکلیف دو اور ان پر زیادتی کرو۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام مجاہد، مسروق، حسن، قتادہ، ضحاک، ربیع، مُقاتِل بن حَیّان رحمہم اللہ اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے لکھا ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا تھا اور جب عدت ختم ہونے کے قریب ہوتی تو وہ رجوع کر لیتا تاکہ اسے تکلیف دے اور وہ کسی اور کے پاس بھی نہ جا سکے، پھر اسے ایک اور طلاق دے دیتا اور عورت کی عدت شروع ہو جاتی، پھر جب عدت ختم ہونے کے قریب ہوتی تو اسے طلاق دے دیتا تاکہ اس کے ذریعے سے اس عورت کی ایذا رسانی کی مدت کو طول دے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرما دیا۔[1] اور اس پر ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ﴾ یعنی جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی وجہ سے اپنا ہی نقصان کرے گا۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ﴾ ''اور اللہ کی آیات کو ہنسی (اور کھیل) نہ بناؤ۔'' امام ابن جریر نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشعریوں سے ناراض ہو گئے تو ابوموسیٰ آئے اور انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ اشعریوں سے ناراض ہو گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: [يَقُولُ أَحَدُكُمْ : قَدْ طَلَّقْتُ ، قَدْ رَاجَعْتُ ، لَيْسَ هٰذَا طَلَاقَ الْمُسْلِمِينَ ، طَلِّقُوا الْمَرْأَةَ فِي قُبُلِ عِدَّتِهَا] ''(ہاں! اس لیے کہ) تم میں سے ایک یہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق دی، میں نے رجوع کر لیا، یہ مسلمانوں کا طلاق دینے کا طریقہ نہیں ہے، عورت کو اس کی عدت کے شروع (حیض کے بعد طہر) میں طلاق دو۔''[2] مسروق فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو عورت کو صحیح طریقے سے طلاق نہیں دیتا بلکہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دینے اور رجوع کرنے سے نقصان پہنچانا چاہتا ہے تاکہ اس کی عدت طویل ہو جائے۔[3]

امام حسن بصری، قتادہ، عطاء خراسانی، ربیع اور مُقاتِل بن حَیّان رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو طلاق دے اور کہے کہ میں تو ہنسی مذاق کر رہا تھا۔ اسی طرح وہ کسی غلام لونڈی کو آزاد کرے یا کسی عورت سے نکاح کرے اور کہے کہ میں تو ہنسی مذاق کر رہا تھا تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی آیات (احکام) کو ہنسی (اور کھیل) نہ بناؤ۔''[4] اس طرح اللہ تعالیٰ نے (ہنسی، مذاق اور کھیل میں) نکاح و طلاق وغیرہ کو لازم قرار دے دیا ہے (کہ یہ اس حالت میں بھی واقع ہو جائیں گے۔)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ﴾ ''اور اللہ کی طرف سے تم پر جو انعام ہوا اسے یاد کرو۔'' کہ اس نے ہدایت اور روشن دلائل کے ساتھ اپنے رسول کو تمھاری طرف مبعوث فرمایا، ﴿ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ ﴾ ''اور تم پر جو کتاب اور دانائی کی باتیں نازل کی ہیں (اسے بھی یاد کرو۔)'' حکمت سے مراد سنت ہے۔ ﴿ يَعِظُكُمْ بِهٖ ﴾ ''(جن سے) وہ تمھیں نصیحت فرماتا ہے۔'' یعنی تمھیں حکم دیتا، منع فرماتا اور محرمات کے ارتکاب کی وجہ سے اپنے عذاب سے ڈراتا

[1] تفسير ابن أبي حاتم: 425/2. [2] تفسير الطبري: 655/2. [3] الدر المنثور: 509/1 وتفسير الطبري: 651/2. [4] تفسير ابن أبي حاتم: 425/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا

اور جب تم عورتوں کو طلاق دو پھر وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو تم انھیں اس بات سے مت روکو کہ وہ اپنے (پہلے) خاوندوں سے نکاح کریں جبکہ وہ دستور

تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

کے مطابق آپس میں راضی ہوں۔ یہ اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ تمھارے لیے

الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿232﴾

بہت سلجھا ہوا اور زیادہ پاکیزہ طریقہ یہی ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ﴿232﴾

ہے۔ ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ ''اور اللہ سے ڈرتے رہو۔'' یعنی ان کاموں میں جنھیں تم بجالاتے ہو اور جنھیں تم ترک کر دیتے ہو سب میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ ﴿ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿231﴾ ﴾ ''اور جان رکھو کہ بے شک اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔'' یعنی تمھارے ظاہری و باطنی امور و معاملات میں سے کچھ بھی اس سے مخفی نہیں ہے، پھر وہ تمھارے انھی اعمال کے مطابق ہی تمھیں بدلہ دے گا۔

تفسیر آیت:232

ولی عورت کو طلاق دینے والے شوہر سے نکاح کرنے سے منع نہ کرے: علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دے دے، پھر اس کی عدت پوری ہو جائے اور وہ اس سے رجوع یا شادی کرنا چاہے اور اس کی بیوی بھی یہی چاہے مگر اس کے وارث اسے اس سے منع کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ اس کے وارث اسے دوبارہ اپنے اسی شوہر سے شادی کرنے سے روکیں۔[1] عوفی نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔[2] مسروق، ابراہیم نخعی، زہری اور ضحاک رحمہم اللہ نے بھی اس آیت کے بارے میں یہی فرمایا ہے۔[3] اور اس آیت کریمہ سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔

ولی کے بغیر نکاح نہیں: یہ آیت کریمہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ عورت اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی۔ ضروری ہے کہ اس کا نکاح اس کا ولی کرے جیسا کہ امام ترمذی اور امام ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے۔[4] اور جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے: [لَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ ، وَلَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا ، فَإِنَّ الزَّانِيَةَ هِيَ الَّتِي تُزَوِّجُ نَفْسَهَا] ''کوئی عورت خود کسی عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ کوئی عورت خود اپنا نکاح کرے کیونکہ وہ عورت زانیہ ہے جو اپنا نکاح خود کرتی ہے۔''[5] اور ایک دوسری حدیث میں ہے: [لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ وَّشَاهِدَيْ عَدْلٍ] ''ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہے۔''[6]

① تفسیر الطبری:659/2. ② تفسیر الطبری:660/2. ③ تفسیر الطبری:660/2. ④ جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة البقرة، حدیث:2981 وتفسیر الطبری:662/2 . ⑤ سنن ابن ماجه، النکاح، باب لانکاح إلّا بولی، حدیث:1882 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ. ⑥ صحیح ابن حبان ، النکاح ، باب ذکر نفی إجازة ...... :386/9 ، حدیث:4075 وسنن الدارقطنی ، النکاح :225/3، حدیث:3492-3494 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت کریمہ کا شان نزول: روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ معقل بن یسار مُزَنی رضی اللہ عنہ اور ان کی بہن کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے کہ معقل بن یسار کی بہن کو ان کے شوہر نے طلاق دے دی تھی اور جب ان کی عدت پوری ہوئی تو انھوں نے پھر سے نکاح کا پیغام بھیج دیا تو معقل نے انکار کر دیا، تب اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ ﴾ ''چنانچہ تم ان کو ان کے (سابقہ) شوہروں کے ساتھ نکاح کرنے سے مت روکو۔''[1] امام ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ، ابن ابوحاتم، ابن جریر، ابن مردویہ رحمہم اللہ نے متعدد طرق کے ساتھ حسن سے اور انھوں نے معقل بن یسار سے اسی طرح روایت کیا ہے۔[2]

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور ان کی معقل بن یسار سے روایت کے الفاظ یہ ہیں: ''اس نے اپنی بہن کی شادی رسول اللہ کے زمانے میں ایک مسلمان سے کر دی، ان کی بہن کچھ عرصہ اس کے عقد میں رہی، پھر اس نے اسے ایک طلاق دے دی اور رجوع نہ کیا حتی کہ عدت گزر گئی، پھر دونوں ہی رجوع کے خواہش مند ہوئے، چنانچہ اس نے بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ نکاح کا پیغام بھیج دیا تو معقل نے کہا: اے کمینے شخص! میں نے اس عورت کو تیرے نکاح میں دے کر تیری عزت افزائی کی مگر تو نے اسے طلاق دے دی، لہٰذا اب تو کبھی بھی رجوع نہ کر سکے گا مگر اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ اس شخص کو اس عورت کی اور اس عورت کو اپنے شوہر کی ضرورت ہے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝232 ﴾ ''اور جب تم عورتوں کو طلاق دو، پھر وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو تم انھیں اس بات سے مت روکو کہ وہ اپنے (پہلے) خاوندوں سے نکاح کریں جبکہ وہ دستور کے مطابق آپس میں راضی ہوں۔ یہ اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ تمھارے لیے بہت سلجھا ہوا اور زیادہ پاکیزہ طریقہ یہی ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

حضرت معقل نے اس آیت کریمہ کو سنا تو کہا کہ میں اپنے رب کے فرمان کو سن کر اطاعت بجالاتا ہوں، پھر انھوں نے اپنی بہن کے سابقہ خاوند کو بلایا اور کہا کہ میں تمھیں بہن کا نکاح دیتا اور تمھاری عزت افزائی کرتا ہوں۔[3] ابن مردویہ کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ انھوں نے کہا: ''میں اپنی قسم کا کفارہ دیتا ہوں۔''[4]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ ''اس (حکم) سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ اور روز آخرت پر یقین رکھتا ہے۔'' یعنی یہ جو ہم نے تمھیں منع کیا ہے کہ اپنی عورتوں کو

---

[1] صحيح البخاري، النكاح، باب من قال: لانكاح إلا بولي، حديث: 5130. [2] سنن أبي داود، النكاح، باب في العضل، حديث: 2087 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة البقرة، حديث: 2981 و تفسير ابن أبي حاتم: 427,426/2 و تفسير الطبري: 657,656/2. [3] جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة البقرة، حديث: 2981.

[4] السنن الكبرىٰ للبيهقي، النكاح، باب لانكاح إلا بولي: 104/7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَی

اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں، (یہ حکم) اس شخص کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے (اس صورت میں) باپ کے

الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ

ذمے ہے کہ ان (ماؤں) کو دستور کے مطابق کھانا اور کپڑا دے، کسی جان پر اس کی گنجائش سے بڑھ کر بوجھ نہ ڈالا جائے، نہ ماں کو اس کے بچے کی وجہ

بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۗ وَعَلَی الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ

سے تکلیف دی جائے اور نہ باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے (تنگ کیا جائے) اور (اگر باپ مر جائے تو) اس کے وارث کا یہی ذمہ ہے، پھر اگر دونوں (ماں

تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ

باپ) آپس کی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانے کا ارادہ کریں تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں اور اگر تم ارادہ کرو کہ اپنی اولاد کو کسی اور عورت سے

فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّاۤ اٰتَیْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ

دودھ پلواؤ تو تم پر کوئی گناہ نہیں جبکہ تم اس معاوضے کی ادائیگی کر دو جو تم نے دستور کے مطابق دینا طے کیا ہو اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿233﴾

تمھارے ہر عمل پر کڑی نگاہ رکھتا ہے جو تم کرتے ہو ﴿233﴾

اپنے شوہروں سے دوبارہ شادی کرنے سے منع نہ کرو جبکہ وہ دستور کے مطابق باہم رضامند ہو جائیں تو وہ اس حکم کو مانتا، اس سے نصیحت حاصل کرتا اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔ ﴿مَنْ كَانَ مِنْكُمْ﴾ ''(اے لوگو!) جو تم میں سے'' ﴿یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ﴾ ''اللہ اور روز آخرت پر یقین رکھتا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی شریعت پر ایمان رکھتا ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی وعید، عذاب اور جزا سزا سے ڈرتا ہے۔ ﴿ذٰلِكُمْ اَزْكٰی لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ﴾ ''یہ تمھارے لیے نہایت خوب اور بہت پاکیزگی کی بات ہے۔'' یعنی عورتوں کو ان کے شوہروں کی طرف واپس کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کی اتباع اور اس سلسلے میں حمیت کو ترک کر دینا بہت خوب اور دلوں کے لیے بہت پاکیزگی کی بات ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ یَعْلَمُ﴾ ''اور اللہ جانتا ہے۔'' ان مصلحتوں کو جن پر اس کا امر و نہی مبنی ہوتا ہے۔ ﴿وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿232﴾﴾ ''اور تم نہیں جانتے۔'' اس بھلائی کو جو تمھارے ان کاموں میں ہوتی ہے جن کو تم کرتے ہو یا جنھیں تم ترک کر دیتے ہو۔

تفسیر آیت:233

وہی رضاعت معتبر ہے جو مدت رضاعت میں ہو: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ماؤں کو یہ رہنمائی فرمائی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو پوری مدت تک، جو کہ دو سال ہے، دودھ پلائیں، اس کے بعد رضاعت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ﴾ ''یہ (حکم) اس شخص کے لیے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے۔'' یعنی اسی رضاعت سے حرمت ثابت ہوگی جو دو سال کے اندر اندر ہو اور اگر بچے نے دو سال سے زیادہ عمر میں دودھ پیا تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ترمذی نے ایک باب کا عنوان اس طرح قائم کیا ہے: باب مَاجَاءَ مَا ذُكِرَ أَنَّ الرَّضَاعَةَ لَا تُحَرِّمُ إِلَّا فِي الصِّغَرِ دُونَ الْحَوْلَيْنِ ''صرف اسی رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے جو صغرسنی میں دو سال کے اندر اندر ہو۔'' پھر انھوں نے اس باب میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَا يُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ إِلَّا مَا فَتَقَ الْأَمْعَاءَ فِي الثَّدْيِ وَكَانَ قَبْلَ الْفِطَامِ] ''صرف اسی رضاعت سے حرمت ثابت ہوگی جو پستان سے ہو اور انتڑیوں کو پھاڑ دے اور دودھ چھڑانے کی مدت سے پہلے پہلے ہو۔''

امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور حضرات صحابۂ کرام اور دیگر اہل علم میں سے اکثر کا عمل اسی کے مطابق ہے کہ صرف اسی رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے جو دو سال کی عمر سے پہلے پہلے ہو اور جو رضاعت مکمل دو سال کی عمر کے بعد ہو تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔[1] امام ترمذی اس حدیث کے بیان کرنے میں منفرد ہیں لیکن اس کے رجال صحیحین کی شرط کے مطابق ہیں۔

حدیث میں جو یہ الفاظ آئے ہیں: [إِلَّا مَا فَتَقَ الْأَمْعَاءَ فِي الثَّدْيِ] ان کے معنی یہ ہیں کہ وہی رضاعت معتبر ہے جو محل رضاعت، یعنی پستان سے ہو اور دو سال سے پہلے ہو جیسا کہ اس حدیث میں بھی آیا ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادۂ گرامی حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ نے فرمایا: [إِنَّ لَهُ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ] ''اس کے لیے جنت میں دودھ پلانے والی ایک دایہ مقرر ہے۔''[2]

اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَا رِضَاعَ إِلَّا مَا كَانَ فِي الْحَوْلَيْنِ] ''صرف اسی رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے جو دو سال کے اندر ہو۔''[3] اس حدیث کو امام مالک رحمہ اللہ نے بھی موطا میں ثور بن زید کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعا روایت کیا ہے۔[4] اسے دراوردی نے بھی ثور از عکرمہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور ان الفاظ کو بھی بیان کیا ہے: [وَمَا كَانَ بَعْدَ الْحَوْلَيْنِ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ] ''اور جو رضاعت دو سال کے بعد ہو وہ کچھ نہیں ہے۔''[5] یہ حدیث زیادہ صحیح ہے۔

رضاعت کبیر: صحیح حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ کے نزدیک رضاعت کبیر سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔[6] عطاء بن ابورباح اور لیث بن سعد رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جن آدمیوں کو اپنے گھر میں

---

[1] جامع الترمذی، الرضاع، باب ماجاء ما ذكر أن الرضاعة لاتحرم......، حديث: 1152. [2] مسند أحمد: 302/4 و صحيح البخاری، الجنائز، باب ما قيل فی أولاد المسلمين، حديث: 1382. [3] سنن الدارقطنی، الرضاع: 174/4، حديث: 4318. [4] الموطأ للإمام مالك، الرضاع، باب رضاعة الصغير: 221/2، حديث: 1315. [5] السنن الكبرى للبيهقی، الرضاع، باب ماجاء فی تحديد ذلك بالحولين: 462/7. [6] صحيح مسلم، الرضاع، باب رضاعة الكبير، حديث: 1453.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنے جانے کی اجازت دیتی تھیں، ان کے بارے میں اپنے خاندان کی بعض عورتوں کو یہ حکم دے دیتی تھیں کہ وہ انھیں دودھ پلا دیں۔ اور اس سلسلے میں آپ کا استدلال حدیث سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہما سے تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو حذیفہ کی بیوی کو حکم دے دیا تھا کہ وہ سالم کو دودھ پلا دے، حالانکہ وہ بڑی عمر کا لڑکا تھا۔ اور اسی رضاعت کی وجہ سے وہ ان کے پاس آتا جاتا تھا لیکن باقی تمام ازواج مطہرات اس کی قائل نہیں تھیں۔ ان کی رائے میں یہ واقعہ خصائص میں سے تھا۔[1] جمہور کا بھی یہی قول ہے کہ رضاعت کبیر سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

رضاعت کی اجرت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ ''اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق باپ کے ذمے ہوگا۔'' یعنی بچے کے باپ کے ذمے یہ ہے کہ وہ ماؤں کو دستور کے مطابق نفقہ اور کپڑا وغیرہ دے۔ دستور سے مراد یہ ہے کہ ان کے شہر میں ان جیسی عورتوں کے کھانے اور کپڑے کا جو معمول ہو اس کے مطابق اِسراف اور بخل کے بغیر انھیں بھی دیا جائے، یعنی ہر شخص مالی خوش حالی یا درمیانے درجے کی مالی حالت یا تنگی و ترشی کے اعتبار سے جیسی بھی اس کی حالت ہو اس کے مطابق وہ حسب دستور کھانا اور کپڑا دے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ ۖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ ۚ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا﴾ (الطلاق 65:7) ''صاحب وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے اور جس کے رزق میں تنگی ہو وہ جتنا اللہ نے اس کو دیا ہے، اس کے موافق خرچ کرے، اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کے مطابق جو اس کو دیا ہے اور اللہ عنقریب تنگی کے بعد کشائش بخشے گا۔''

ضحاک فرماتے ہیں کہ جب کوئی اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور اس سے اس کا بچہ بھی ہو اور وہ اس کے بچے کو دودھ پلائے تو والد پر یہ واجب ہے کہ دستور کے مطابق اسے نفقہ اور کپڑا دے۔[2]

ابتدا کرکے یا بدلے میں نقصان نہ پہنچایا جائے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا﴾ ''ماں اپنے بچے کے سبب (اس کے باپ کو) نقصان نہ پہنچائے۔'' یعنی ماں کو بھی یہ نہیں چاہیے کہ بچے کو اپنے سے دور کر دے تاکہ اس کی تربیت کی ذمے داری کی وجہ سے اس کے باپ کو نقصان پہنچائے۔ جب اس نے بچے کو جنم دیا ہے تو اسے چاہیے کہ اس وقت تک بچے کو اپنے سے دور نہ کرے جب تک اسے اس مدت تک دودھ نہ پلا لے جس وقت تک وہ عموماً دودھ پیے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، پھر اس کے بعد اگر چاہے تو بچے کو اپنے سے الگ کر سکتی ہے لیکن اگر اس کا مقصد باپ کو نقصان پہنچانا ہو تو پھر اس کے لیے بچے کو الگ کرنا حلال نہ ہوگا۔ اسی طرح باپ کے لیے بھی یہ حلال نہیں ہے کہ نقصان پہنچانے کی غرض سے بچے کو اس کی ماں سے الگ کرے۔

اسی لیے فرمایا: ﴿وَلَا مَوْلُودٌ لَّهُ بِوَلَدِهِ﴾ ''اور نہ باپ اپنے بچے کے سبب (اس کی ماں کو) نقصان پہنچائے۔'' یعنی

[1] سنن أبي داود، النكاح، باب من حرّم به، حديث: 2061. [2] تفسير الطبري: 672/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باپ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ محض نقصان پہنچانے کی خاطر بچے کو اس کی ماں سے چھین لے۔ یہ امام مجاہد، قتادہ، ضحاک، زہری، سدی، ثوری اور ابن زید رحمہم اللہ وغیرہ کا قول ہے۔①

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ﴾ ''اور اسی طرح (نان ونفقہ) بچے کے وارث کے ذمے ہے۔'' اس کے بارے میں ایک قول تو یہ ہے کہ وارث کے لیے بھی یہ واجب ہے کہ وہ اپنے قریبی عزیز کو نقصان نہ پہنچائے۔ یہ امام مجاہد، شعبی اور ضحاک رحمہم اللہ کا قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وارث پر بھی بچے کے والد کی طرح یہ واجب ہے کہ وہ بچے کی ماں پر خرچ کرے، اس کے حقوق کو پورا کرے اور اسے کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ یہ جمہور کا قول ہے۔ امام ابن جریر نے اس مسئلے پر اپنی تفسیر میں تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔②

کہا جاتا ہے کہ دو سال کے بعد رضاعت بچے کے جسم یا عقل کو نقصان پہنچاتی ہے۔ امام سفیان ثوری نے اعمش سے انھوں نے ابراہیم سے اور انھوں نے علقمہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے ایک عورت کو دیکھا جو دو سال کے بعد بھی دودھ پلا رہی ہے تو آپ نے فرمایا کہ اب اسے دودھ نہ پلاؤ۔③

دونوں کی رضامندی سے دودھ چھڑانا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا﴾ ''پھر اگر دونوں (ماں باپ) آپس کی رضامندی اور صلاح سے بچے کا دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں۔'' یعنی بچے کے والدین اگر اس بات پر متفق ہو جائیں کہ دو سال سے پہلے ہی بچے کا دودھ چھڑا دیا جائے اور بچے کی مصلحت بھی اسی میں ہو اور باہمی مشورے سے اس بات پر وہ اتفاق کر لیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس مسئلے میں والدین میں سے صرف ایک ہی کی رائے کافی نہیں ہے اور نہ کسی ایک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دوسرے کے مشورے کے بغیر از خود زبردستی کوئی فیصلہ کرے۔ یہ امام ثوری وغیرہ کا قول ہے۔ اسی میں بچے کی احتیاط ہے اور یہ حکم بھی کہ اس کے بارے میں خوب غور وفکر کے بعد فیصلہ کیا جائے۔

پھر اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کے لیے رحمت بھی ہے کہ اس نے ماں باپ دونوں پر بچے کی تربیت کی پابندی عائد کی اور ایسے امور کی طرف ان کی رہنمائی فرمائی جس میں ان دونوں کی اور بچے کی بہتری ہے جیسا کہ سورۂ طلاق میں فرمایا: ﴿فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ۝﴾ (الطلاق 6:65) ''پھر اگر وہ بچے کو تمھارے کہنے سے دودھ پلائیں تو تم ان کو ان کی اجرت دو اور (بچے کے بارے میں) آپس میں پسندیدہ طریق سے موافقت رکھو اور اگر تم باہم ضد (اور نااتفاقی) کرو گے تو (بچے کو) اس کے (باپ کے) کہنے سے کوئی اور عورت دودھ پلائے گی۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ﴾

① تفسیر الطبری: 676,675/2. ② تفسیر الطبری: 686-673/2. ③ تفسیر الطبری: 668/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ

اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ چار ماہ دس دن اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں،

وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ

پھر جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو تم پر کوئی گناہ نہیں، وہ اپنی ذات کے معاملے میں دستور کے مطابق جو چاہیں کریں (انھیں اختیار ہے)

بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿234﴾

اور اللہ تمھارے ہر عمل سے خوب خبردار ہے جو تم کرتے ہو ﴿234﴾

”اور اگر تم اپنی اولاد کو کسی اور عورت سے دودھ پلوانا چاہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ تم دودھ پلانے والیوں کو دستور کے مطابق ان کا حق، جو تم نے دینا کیا تھا، دے دو۔“ یعنی جب والدہ اور والد اتفاق سے یہ طے کر لیں کہ والد بچے کو اس کی والدہ سے لے لے، خواہ اس میں والدہ کی طرف سے کوئی عذر ہو یا بچے کی وجہ سے کوئی عذر ہو تو والد کے خرچ کرنے کی وجہ سے عورت کو کوئی گناہ نہیں ہوگا اور نہ والد کو عورت سے (بچہ) لے لینے کی وجہ سے گناہ ہوگا جبکہ وہ اس کی مکمل اجرت احسن انداز میں ادا کر دے اور اپنے بچے کے لیے کسی دوسری عورت کو دستور کے مطابق اجرت پر دودھ پلانے کے لیے رکھ لے جیسا کہ کئی ایک مفسرین نے کہا ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ”اور تم (اپنے تمام حالات میں) اللہ سے ڈرتے رہو۔“ ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿233﴾﴾ ”اور تم جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔“ یعنی تمھارے احوال و اقوال میں سے کوئی چیز بھی تو اس سے مخفی نہیں ہے۔

تفسیر آیت: 234

جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اس کی عدت: اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کو جن کے شوہر فوت ہو جائیں یہ حکم دیا ہے کہ وہ چار ماہ اور دس دن تک عدت گزاریں۔ یہ حکم سب عورتوں کے لیے ہے، خواہ ان کے شوہروں کا ان سے ازدواجی تعلق قائم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اور اس مسئلے پر تمام علماء و فقہاء کا اجماع ہے۔

جس عورت سے اس کے شوہر کا ازدواجی تعلق قائم نہ ہوا ہو اس کے لیے اس عدت کے سلسلے میں اسی آیت کریمہ کے عموم سے استدلال کیا گیا ہے، نیز اس کی دلیل یہ حدیث بھی ہے جسے امام احمد اور اہل سنن نے روایت کیا اور امام ترمذی نے حسن صحیح قرار دیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے کسی عورت سے نکاح کیا مگر اس سے ازدواجی تعلق قائم کرنے سے پہلے ہی فوت ہو گیا اور اس نے اس کے لیے مہر کا بھی تعین نہیں کیا تھا، لوگوں نے اس مسئلے کے لیے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کئی بار رجوع کیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں اس کا جواب اپنی رائے سے دیتا ہوں، اگر صحیح ہوا تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا اور اگر غلط ہوا تو یہ میری اور شیطان کی طرف سے ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہوں گے۔ اس عورت کو مہر کامل ملے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اسے مہر مثل ملے گا، نہ کم اور نہ زیادہ اور اسے عدت بھی گزارنا ہوگی اور اسے میراث سے حصہ بھی ملے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کا یہ جواب سن کر حضرت مَعْقِل بن سِنان [1] اشجعی نے کہا: میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی بِرْوَع بنت واشق کے بارے میں یہی فیصلہ فرمایا تھا۔ یہ بات سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بے حد خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا۔ ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ خاندان اشجع کے کچھ لوگ کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بِرْوَع بنت واشق کے بارے میں یہی فیصلہ فرمایا تھا۔ [2]

اس سے صرف وہ مُتَوَفّٰی عَنْهَا زَوْجُهَا (وہ عورت جس کا خاوند فوت ہو جائے) مستثنیٰ ہے جو حاملہ ہو کیونکہ اس کی عدت وضع حمل ہے، خواہ وہ شوہر کی وفات کے ایک ہی لمحہ بعد بچے کو جنم دے دے۔ اس کی دلیل ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ط﴾ (الطلاق 65:4) ''اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل (بچہ جننے) تک ہے۔'' کا عموم ہے۔

اور حدیث سُبَیْعَہ اَسلَمِیَّہ سے بھی یہی ثابت ہے جو کہ صحیحین میں کئی سندوں سے بیان ہوئی ہے۔ ان کے شوہر سعد بن خولہ جب فوت ہوئے تو وہ حاملہ تھیں۔ ان کی وفات کے کچھ ہی دیر بعد انھوں نے بچے کو جنم دے دیا۔ ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ انھوں نے چند راتوں کے بعد ہی بچے کو جنم دے دیا۔ جب وہ نفاس سے فارغ ہوئیں تو انھوں نے منگنی کے لیے آرائش وزیبائش کا اہتمام کیا تو ان کے پاس ابوسنابل بن بعلک آئے تو انھوں نے کہا: کیا بات ہے؟ تم نے آرائش وزیبائش اختیار کر رکھی ہے، شاید تمھارا نکاح کا ارادہ ہے؟ واللہ! تم چار ماہ دس دن سے پہلے نکاح نہیں کر سکتی، سبیعہ نے کہا کہ جب انھوں نے یہ بات کہی تو میں نے شام کے وقت کپڑے بدلے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے مجھے فتویٰ یہ دیا کہ بچے کو جنم دینے کے بعد تم حلال ہوگئی ہو اور آپ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو نکاح کر سکتی ہو۔ [3]

اس عدت کی حکمت: سعید بن مسیّب، ابوالعالیہ اور دیگر کئی اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ وفات کی صورت میں چار ماہ اور دس دن کی عدت میں حکمت یہ ہے کہ اگر رحم میں حمل ہو تو وہ واضح ہو جائے۔ [4] کیونکہ اگر رحم میں حمل ہو تو اس مدت تک انتظار کرنے کی صورت میں وہ یقیناً ظاہر ہو جاتا ہے جیسا کہ اس حدیث ابن مسعود میں ہے جو صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں ہے: [إِنَّ خَلْقَ أَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ إِلَيْهِ مَلَكًا...... ثُمَّ يَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ] ''تم میں سے کسی ایک کی تخلیق کی صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ چالیس دن تک شکم مادر میں نطفہ ہوتا ہے، پھر وہ اسی طرح چالیس دن لوتھڑا ہوتا ہے اور اسی طرح چالیس دن تک بوٹی ہوتا ہے، پھر اللہ

---

[1] ابن کثیر کے نسخوں میں ''یسار'' ہے جو کہ خطا ہے۔ [2] مسند أحمد: 480/3 و سنن أبي داود، النكاح، باب فيمن تزوج ولم يسم لها صداقًا......، حديث: 2116 و جامع الترمذي، النكاح، باب ماجاء في الرجل يتزوج المرأة فيموت عنها قبل أن يفرض لها، حديث: 1145 و سنن النسائي، النكاح، باب إباحة التزويج بغير صداق، حديث: 3356 و سنن ابن ماجه، النكاح، باب الرجل يتزوج ولا يفرض......، حديث: 1891. [3] صحيح البخاري، المغازي، باب 10، حديث: 3991 و صحيح مسلم، الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفّٰى عنها وغيرها......، حديث: 1484. [4] ماخوذ از تفسير الطبري: 700,699/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ اس کی طرف فرشتے کو بھیجتا ہے...... پھر وہ اس میں روح پھونک دیتا ہے۔"[1] ان تینوں مراحل کے چار ماہ بن گئے اور اس کے بعد احتیاط کی خاطر دس دن اور رکھے گئے ہیں کیونکہ بعض ماہ پورے تیس دن کے نہیں ہوتے اور اس لیے بھی کہ بچے میں حرکت اس میں روح پھونکے جانے کے بعد ہی پیدا ہوتی ہے۔ واللہ أعلم.

ام ولد[2] کی عدت: اسی وجہ سے بعض اہل علم نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ لونڈی کی عدت بھی وہی ہے جو ایک آزاد عورت کی ہے اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ہم پر ہمارے نبی کی سنت کو خلط ملط نہ کرو، اُم ولد (لونڈی) کا آقا جب فوت ہو جائے تو اس کی عدت بھی چار ماہ دس دن ہے۔[3] اس حدیث کو ابوداود اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

اس عدت میں سوگ واجب ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاِذَا بَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيۡمَا فَعَلۡنَ فِىۡۤ اَنۡفُسِهِنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ‌ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ ﴿۲۳۴﴾﴾ "پھر جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو تم پر کوئی گناہ نہیں، وہ اپنی ذات کے معاملے میں دستور کے مطابق جو چاہیں کریں (انھیں اختیار ہے) اور اللہ تمھارے سب کاموں سے خوب واقف ہے۔" اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے تو اس کے لیے عدت کی اس مدت میں سوگ منانا واجب ہے کیونکہ صحیحین میں کئی سندوں سے اُم المؤمنین ام حبیبہ اور زینب بنت جحش رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ ، إِلَّا عَلٰى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا] "کسی بھی ایسی عورت کے لیے جس کا اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہو، یہ حلال نہیں کہ وہ کسی بھی میت پر تین راتوں سے زیادہ سوگ منائے۔ ہاں، البتہ وہ اپنے شوہر کی وفات کی صورت میں چار ماہ دس دن تک سوگ منائے گی۔"[5]

صحیحین ہی میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میری بیٹی کا شوہر فوت ہو گیا ہے اور اس کی آنکھوں میں تکلیف ہے تو کیا ہم اس کی آنکھوں میں سرمہ ڈال سکتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: [لَا، مَرَّتَيْنِ أَوْثَلَاثًا كُلَّ ذٰلِكَ يَقُولُ: لَا، ثُمَّ قَالَ: إِنَّمَا هِيَ: أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا وَّقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عَلٰى رَأْسِ الْحَوْلِ] "نہیں! آپ نے دو یا تین بار فرمایا: نہیں! پھر فرمایا کہ یہ مدت چار ماہ اور دس دن ہے

---

[1] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ذكر الملائكة ، حديث: 3208 و صحيح مسلم، القدر، باب كيفية خلق الآدمي ......، حديث: 2643 وسنن أبي داود، السنة ، باب في القدر، حديث: 4708 واللفظ له. [2] وہ لونڈی جس کا اس کے آقا سے بچہ پیدا ہو چکا ہو۔ [3] مسند أحمد: 203/4 . [4] سنن أبي داود، الطلاق، باب في عدة أم الولد، حديث: 2308 وسنن ابن ماجه، الطلاق، باب عدة أم الولد، حديث: 2083. یہ روایت ضعیف ہے۔ [5] صحيح البخاري، الطلاق، باب تُحِدُّ المتوفّٰى عنها أربعة أشهر وعشرًا، حديث: 5334 و صحيح مسلم، الطلاق، باب وجوب الإحداد في عدة الوفاة ...... ، حديث: 1486.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ

اور اس بات میں تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم عورتوں کی عدت کے دوران انھیں اشارے کنائے میں نکاح کا پیغام دو یا تم اپنا ارادہ اپنے دلوں میں چھپائے

اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؕ۬ وَلَا تَعْزِمُوْا

رکھو۔ اللہ جانتا ہے کہ بے شک تم ان عورتوں کا ذکر ضرور کرو گے لیکن ان سے نکاح کا خفیہ وعدہ نہ کرو، مگر یہی کہ دستور کے مطابق بات کہو، اور عقد نکاح کا

عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ

پختہ ارادہ مت کرو یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے، اور جان لو! بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے، پس تم اس سے ڈرو اور جان لو

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿235﴾ ع 30 4 14

کہ بے شک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت بردبار ہے ﴿235﴾

جبکہ تم میں سے کوئی ایک زمانۂ جاہلیت میں ایک سال تک انتظار کر کے مینگنی پھینکتی تھی (تب عدت سے فارغ ہوتی تھی۔)''[1]

زینب بنت ام سلمہ سے روایت ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں جب کسی عورت کا شوہر فوت ہو جاتا تو وہ ایک کٹیا میں داخل ہو جاتی، بدترین کپڑے پہنتی، خوشبو وغیرہ قطعاً استعمال نہ کرتی حتی کہ ایک سال کی مدت اسی حالت میں گزرتی، پھر کسی جانور، گدھے، بکری یا پرندے کو لایا جاتا وہ اسے چھوتی تھی، بہت کم ایسا ہوا ہوگا کہ کسی جانور کو اس نے چھوا ہو اور وہ مرا نہ ہو، پھر وہ نکلتی اسے مینگنی دی جاتی وہ اسے پھینکتی تھی، پھر خوشبو وغیرہ کی بابت جو چاہتی کرتی۔[2]

سوگ کے ایام میں عورت زیب وزینت سے بچے: غرض سوگ یہ ہے کہ عورت زینت، خوشبو کے استعمال اور ایسے زیورات اور کپڑوں کے استعمال کو ترک کر دے جن کو شوہر کے لیے پہنا جاتا ہو۔ عدت وفات میں یہ سوگ واجب ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے اور اس سلسلے میں کوئی دوسرا قول نہیں ہے، نیز ان تمام بیویوں کے لیے جن کے شوہر فوت ہو جائیں یہ سوگ منانا واجب ہے، خواہ وہ بہت چھوٹی عمر کی ہوں یا حیض سے ناامید ہوگئی ہوں یا آزاد ہوں یا لونڈی ہوں یا مسلمان ہوں یا کافر ہوں کیونکہ آیت کریمہ کے عموم کا تقاضا یہی ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ﴾ یعنی جب یہ اپنی عدت پوری کر چکیں۔ ضحاک اور ربیع بن انس نے ان الفاظ کے یہی معنی بیان کیے ہیں۔[3] ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾ ''تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔'' امام زہری فرماتے ہیں: یعنی اس عورت کے وارثوں پر۔[4] ﴿فِيْمَا فَعَلْنَ﴾ ''اس چیز میں جو وہ (نکاح) کر لیں۔'' یعنی یہ عورتیں جن کی عدت پوری ہو چکی ہے۔ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب عورت کو طلاق مل جائے یا اس کا شوہر فوت ہو جائے اور اس

---

[1] صحيح البخاري، الطلاق، باب تحد المتوفّى عنها أربعة أشهر وعشرًا، حديث: 5336 و صحيح مسلم، الطلاق، باب وجوب الإحداد في عدة الوفاة......، حديث: 1488. [2] صحيح البخاري، الطلاق، باب تحد المتوفى عنها ......، حديث: 5337 و صحيح مسلم، الطلاق، باب وجوب الإحداد في عدة الوفاة ......، حديث: 1489. [3] تفسير ابن أبي حاتم: 437/2. [4] تفسير ابن أبي حاتم: 437/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی عدت پوری ہو جائے، پھر اس کے لیے اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ وہ زیب و زینت کو اختیار کر کے اور آرائش و زیبائش کا اہتمام کر کے اپنے آپ کو نکاح کے لیے پیش کرے اور اس سلسلے میں دستور اور معروف کو پیش نظر رکھے۔[1] ابن جریج نے مجاہد سے روایت کیا ہے: ﴿ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِيٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ ''تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنی ذات کے معاملے میں دستور کے مطابق جو چاہیں کریں۔'' اس سے مراد حلال وطیب نکاح ہے۔ امام حسن بصری، امام زہری اور امام سدی رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2]

تفسیر آیت:235

عدت میں نکاح کی ممانعت مگر اس سلسلے میں اشارہ و کنایہ جائز ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ﴾ ''اور تم پر کچھ گناہ نہیں۔'' کہ جو عورتیں اپنے شوہر کی وفات کی وجہ سے عدت میں ہوں اور تم انھیں کسی صراحت کے بغیر اشارے و کنایے میں نکاح کا پیغام بھیج دو۔ امام ثوری، شعبہ اور جریر وغیرہ نے منصور سے انھوں نے مجاہد سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ ﴾ ''اور اس بات میں تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم عورتوں کی عدت کے دوران انھیں اشارے کنایے میں نکاح کا پیغام دو۔'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ تعریض یہ ہے کہ ''آدمی یوں کہے: میرا شادی کرنے کا ارادہ ہے۔'' یا یہ کہے کہ میں اس عورت کو پسند کرتا ہوں جو ایسی ایسی ہو، یعنی دستور کے مطابق اشارے و کنایے سے کام لے۔[3] ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''میں بھی چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی کوئی بیوی عطا فرمائے۔'' یا اس طرح کے کوئی اور الفاظ استعمال کر لے لیکن صراحت کے ساتھ منگنی کا پیغام نہ دے۔[4]

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: ﴿ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ انسان کہے کہ میرا شادی کرنے کا پروگرام ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے کوئی نیک بیوی عطا فرمائے۔[5] امام مجاہد، طاؤس، عکرمہ، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، شعبی، حسن، قتادہ، زہری، یزید بن قُسیط، مُقاتل بن حیّان، قاسم بن محمد رحمہم اللہ اور کئی ایک ائمۂ سلف وخلف نے تعریض کے بارے میں لکھا ہے کہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے تو اس سے عدت کے دوران میں صراحت کے ساتھ تو نہیں، البتہ اشارے کنایے کی زبان میں منگنی کے بارے میں بات کی جا سکتی ہے۔[6]

اسی طرح جس عورت کو طلاق بتہ ہوئی ہو تو اس کی عدت کے دوران میں اسے بھی کنایے سے نکاح کا پیغام دینا جائز ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا جبکہ ان کے شوہر ابو عمرو بن حفص رضی اللہ عنہ نے انھیں آخری تیسری طلاق بھی دے دی تھی تو آپ نے انھیں حکم دیا تھا کہ وہ ابن ام مکتوم کے گھر میں عدت گزاریں اور فرمایا: [فَإِذَا حَلَلْتِ فَآذِنِينِي] ''جب تمھاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے بتا دینا۔'' وہ کہتی ہیں جب میری عدت پوری ہوگئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے

---

[1] تفسیر ابن أبی حاتم:437/2. [2] تفسیر ابن أبی حاتم:438/2. [3] تفسیر الطبری:701/2. [4] تفسیر الطبری:701/2. [5] صحیح البخاری، النکاح، باب قول اللہ عزوجل: ﴿ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ...... ﴾، حدیث:5124. [6] تفسیر ابن أبی حاتم:439,438/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرض کی: اسامہ بن زید...... نے نکاح کا پیغام بھیجا ہے تو آپ نے فرمایا: اسامہ بن زید سے نکاح کر لو۔ [1] اور جس عورت کو رجعی طلاق ہوئی ہو تو اس کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس کی عدت کے دوران میں اس کے شوہر کے علاوہ کسی اور کے لیے صراحت یا کنایے سے پیغام نکاح بھیجنا جائز نہیں ہے۔ واللّٰہ أعلم.

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ ﴾ ''یا تم اپنا ارادہ اپنے دلوں میں مخفی رکھو'' کہ تم انھیں منگنی کا پیغام دو گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝ ﴾ (القصص 69:28) ''اور ان کے سینے جو کچھ مخفی کرتے اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں، تمھارا پروردگار اس کو جانتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ؕ ﴾ (الممتحنة 1:60) ''اور جو کچھ تم مخفی طور پر اور جو علی الاعلان کرتے ہو وہ مجھے معلوم ہے۔'' اسی لیے فرمایا: ﴿ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ ﴾ ''اللہ کو معلوم ہے کہ تم ان (عورتوں سے نکاح) کا ذکر ضرور کرو گے۔'' یعنی اپنے دلوں میں، لہٰذا اس سلسلے میں اس نے تم سے حرج کو دور کر دیا ہے۔

پھر فرمایا: ﴿ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا ﴾ ''لیکن (ایام عدت میں) پوشیدہ طور پر ان سے قول وقرار نہ کرنا۔'' علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ تم اس سے یہ نہ کہو کہ میں تمھارا عاشق ہوں، لہٰذا وعدہ کرو کہ میرے سوا کسی اور سے نکاح نہیں کرو گی یا اس طرح کی کوئی اور بات نہ کہو۔ [2] اسی طرح سعید بن جبیر، شعبی، عکرمہ، ابوالضحیٰ، ضحاک، زہری، امام مجاہد اور امام سفیان ثوری رحمہم اللہ سے مروی ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ اس عورت سے یہ پختہ عہد لے کہ وہ اس کے سوا کسی اور سے نکاح نہیں کرے گی۔ [3]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؕ ﴾ ''مگر یہی کہ دستور کے مطابق کوئی بات کہہ دو۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، سُدّی، ثوری اور ابن زید رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہی ہے جو عدت کے دوران میں کنایے کے جواز کی پہلے اجازت دی جا چکی ہے، جیسے کوئی یہ کہہ دے کہ مجھے تجھ سے رغبت ہے وغیرہ۔ [4] محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ میں نے عَبِیدہ سے پوچھا: ﴿ اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؕ ﴾ کے معنی کیا ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ عورت کے ولی سے کہے کہ جلدی نہ کرنا، یعنی مجھے بتائے بغیر اس کی شادی نہ کرنا۔ [5]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ ﴾ ''اور جب تک عدت پوری نہ ہو جائے نکاح کا پختہ ارادہ نہ کرو۔'' یعنی عدت پوری ہونے تک نکاح نہ کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، شعبی، قتادہ، ربیع بن انس، ابو مالک، زید بن اسلم، مُقاتل بن حَیّان، زہری، عطاء خراسانی، سدی، ثوری اور ضحاک رحمہم اللہ فرماتے ہیں: ﴿ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ عدت پوری ہونے تک نکاح نہ کرو۔ [6]

---

[1] صحیح مسلم، الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها، حدیث:1480 و مسند أحمد:412/6. [2] تفسیر الطبری: 709/2. [3] تفسیر ابن أبی حاتم:439/2 و تفسیر الطبری:711,710/2. [4] تفسیر ابن أبی حاتم:440/2 و تفسیر الطبری:714,713/2. [5] تفسیر ابن أبی حاتم:441/2. [6] تفسیر ابن أبی حاتم:441/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚۖ

تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو جبکہ تم نے انھیں ہاتھ نہ لگایا ہو اور نہ ان کے لیے کچھ مہر مقرر کیا ہو اور انھیں کچھ مال ومتاع دے دو،

وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا ۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا

وسعت والے آدمی پر اس کی حیثیت کے مطابق ہے اور تنگ دست پر اس کی حیثیت کے مطابق، فائدہ پہنچانا ہے معروف طریقے سے، (یہ) نیکی کرنے

عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿236﴾

والوں پر لازم ہے ﴿236﴾

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا

اور اگر تم انھیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو جبکہ تم ان کے لیے مہر مقرر کر چکے ہو تو اس (مہر) کا نصف ادا کرنا ہوگا جو تم نے مقرر کیا ہو۔ ہاں! وہ

فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ

عورتیں چاہیں تو (مہر) معاف کر سکتی ہیں یا وہ شخص معاف کر سکتا ہے جس کے ہاتھ میں عقد نکاح ہے اور تم معاف کر دو تو یہ تقوے کے زیادہ قریب ہے

لِلتَّقْوٰى ۭ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿237﴾

اور تم آپس میں بھلائی اور احسان کا برتاؤ کرنا مت بھولو، بے شک اللہ تمھارے ہر عمل پر نگاہ رکھتا ہے جو تم کرتے ہو ﴿237﴾

علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ مدتِ عدت میں عقد نکاح صحیح نہیں ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ﴾ ''اور جان رکھو کہ جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے اللہ کو سب معلوم ہے، لہٰذا تم اس سے ڈرتے رہو۔'' عورتوں کے امور و معاملات سے متعلق جو کچھ دلوں میں آتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس سے ڈرایا ہے اور رہنمائی فرمائی ہے کہ دلوں میں اچھی بات ہی کو لاؤ، بری بات کو نہ لاؤ، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی رحمت سے مایوس و ناامید نہیں کیا، چنانچہ فرمایا ہے: ﴿ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿235﴾ ﴾ ''اور جان رکھو کہ بے شک اللہ بہت بخشنے والا (اور) حلم والا ہے۔''

تفسیر آیت: 236

صنفی تعلق قائم کرنے سے پہلے طلاق: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بات کو بھی جائز قرار دیا ہے کہ عورت کو عقد نکاح کے بعد اور صنفی تعلق قائم کرنے سے پہلے طلاق دے دی جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، طاؤس، ابراہیم، اور امام حسن بصری رحمہم اللہ فرماتے ہیں (اس آیت تمسوھن میں) مَسّ سے مراد نکاح ہے۔[1] بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ اگر حق مہر مقرر کیے بغیر شادی ہو چکی ہے تو صنفی تعلق قائم کرنے اور مہر مقرر کرنے سے قبل طلاق دے دی جائے، گو اس سے عورت کا دل ٹوٹ جاتا ہے مگر طلاق جائز ہے۔

متعہ طلاق: اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اسے کچھ خرچ ضرور دیا جائے۔ یہ خرچ گویا اس چیز کے عوض ہے جو اسے شوہر سے اس کے حالات کے مطابق ملنا تھا اور اب طلاق کی وجہ سے یہ اس سے محروم ہو گئی ہے۔ اور یہ خرچ مقدور والا اپنے مقدور کے مطابق اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق دے۔

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 442/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں سہل بن سعد اور ابو اُسَید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمَیمہ بنت شراحیل سے نکاح کیا اور اسے جب آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور آپ نے اپنا دست مبارک اس کی طرف بڑھایا تو اس نے گویا اسے ناپسند کیا تو آپ نے ابو اسید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اسے رخصت کرنے کے لیے تیار کر دیا جائے اور اسے سفید کَتّان کے دو (سوتی) کپڑے پہنا دیے جائیں۔ ①

تفسیر آیت:237

مقاربت سے قبل طلاق ہو تو نصف مہر ہے: اس سے پہلی آیت کریمہ میں عورت کو خرچ دینے کا جو حکم دیا گیا تھا، اس آیت میں اس کی تعیین کر دی گئی ہے اور وہ یہ کہ اگر شوہر مقاربت سے پہلے عورت کو طلاق دے دے تو طے شدہ مہر کا نصف دے گا۔ اگر اسے کچھ اور خرچ دینا بھی واجب ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے بھی بیان فرما دیتا، خصوصاً جبکہ اس آیت کو اس پہلی آیت کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا ہے جس میں اسے خرچ دینے کا ذکر ہے۔ و اللّٰہ أعلم.

اس حالت میں نصف مہر دینے پر تمام علماء کا اتفاق ہے اور اس مسئلے میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر اس نے مہر مقرر کر دیا ہو اور مقاربت سے قبل اسے طلاق دے دے تو اس کے لیے اس مہر کا نصف ہو گا۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ ﴾ الا یہ کہ عورتیں اس نصف مہر کو بھی معاف کر دیں جو ان کے شوہروں پر واجب ہے تو پھر اس صورت میں ان کے لیے کچھ بھی واجب نہیں رہے گا۔ سدی نے ابو صالح سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں: ''الا یہ کہ عورت معاف کر دے اور اپنے حق کو چھوڑ دے۔'' امام ابو محمد بن ابو حاتم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ شُرَیح، سعید بن مسیّب، عِکرِمہ، مجاہد، شعبی، حسن، نافع، قتادہ، جابر بن زید، عطاء خراسانی، ضحاک، زہری، مقاتل بن حیان، ابن سیرین، ربیع بن انس اور سدی رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ②

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ ﴾ ''یا مرد جس کے ہاتھ میں عقد نکاح ہے (اپنا حق) چھوڑ دے (اور پورا مہر دے دے تو اس کو اختیار ہے۔)'' امام ابن ابو حاتم نے فرمایا ہے کہ عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے اور انھوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [وَلِيُّ عُقْدَةِ النِّكَاحِ الزَّوْجُ] ''جس کے ہاتھ میں عقد نکاح ہے، اس سے مراد شوہر ہے۔'' ③

ابن مردویہ نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے اور اسی قول کو امام ابن جریر نے اختیار کیا ہے۔ اس قول کی دلیل یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں عقد نکاح ہے اس سے مراد حقیقت میں شوہر ہی ہے کیونکہ اس کے ہاتھ میں عقد نکاح ہے۔ اسے مضبوط رکھنا، توڑ دینا یا منہدم کر دینا اسی کے ہاتھ میں ہے، اس سے مراد عورت کا ولی نہیں ہے کیونکہ جس طرح ولی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ جس عورت کا ولی بنا ہے اس کا مال کسی کو ہبہ کرے، اسی طرح اس کے لیے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ اس کے مہر کو معاف کر دے۔

① صحیح البخاري، الطلاق، باب من طلق......، حدیث:5257. ② تفسیر ابن أبي حاتم :444/2. ③ تفسیر ابن أبي حاتم :445/2. یہ روایت ضعیف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿238﴾ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا

اور تم سب نمازوں اور خاص طور پر درمیان والی نماز کی حفاظت کرو اور اللہ کے سامنے عاجزی کرنے والے بن کر کھڑے ہو﴿238﴾ پھر اگر تم خوف کی

اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿239﴾

حالت میں ہو تو پیدل یا سوار ہی (نماز پڑھ لو)، پھر جب تم امن میں ہو جاؤ تو اللہ کو یاد کرو جس طرح اس نے تمھیں وہ سکھایا جو تم نہیں جانتے تھے﴿239﴾

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ﴾ ''اور اگر تم مرد لوگ ہی اپنا حق چھوڑ دو تو یہ پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے۔'' بعض نے کہا ہے کہ اس ارشاد کے مخاطب مرد اور عورتیں ہیں۔[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آیت: ﴿وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان دونوں میں سے زیادہ متقی وہ ہے جو معاف کر دے۔[2] امام شعبی وغیرہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ امام مجاہد، نخعی، ضحاک، مُقاتل بن حَیّان، ربیع بن انس اور ثوری فرماتے ہیں کہ یہاں فضیلت کی بات یہ ہے کہ عورت اپنے نصف مہر کو بھی معاف کر دے یا شوہر اسے نصف کے بجائے پورا مہر ہی دے دے۔[3]

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ﴾ ''اور تم آپس میں بھلائی کرنے کو فراموش نہ کرنا۔'' بھلائی سے یہاں احسان کرنا مراد ہے جیسا کہ سعید (بن مسیب) نے فرمایا ہے۔[4] ﴿اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿237﴾﴾ ''کچھ شک نہیں کہ اللہ تمھارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔'' یعنی تمھارے امور و معاملات اور حالات میں سے کچھ بھی اس سے مخفی نہیں ہے اور وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا۔

تفسیر آیات:239,238

اللہ تعالیٰ حکم دے رہا ہے کہ نمازوں کی ان کے اوقات میں محافظت کی جائے، اور ان کے حدود کی حفاظت کی جائے اور انھیں ان کے مقرر کردہ اوقات ہی میں ادا کیا جائے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: [الصَّلَاةُ عَلٰى وَقْتِهَا ، قَالَ : ثُمَّ أَيٌّ ؟ قَالَ : ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ ، قَالَ : ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ : الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ] ''نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کی: پھر کون سا؟ فرمایا: والدین سے نیکی کرنا۔ آپ نے عرض کی: پھر کون سا؟ فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے بیان فرمایا تھا اور اگر میں کچھ مزید سوال کرتا تو آپ بھی یقیناً کچھ مزید ارشاد فرماتے۔[5]

---

① تفسیر الطبری:747/2. ② تفسیر الطبری:747/2. ③ تفسیر ابن أبی حاتم:446/2 و تفسیر الطبری:749,748/2.
④ تفسیر الطبری:749/2. ⑤ صحیح البخاری، الأدب، باب البرّ والصّلة، حدیث:5970 لیکن یہاں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا سوال اس طرح مروی ہے کہ ''اللہ عزوجل کی بارگاہ میں کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟'' اور تفسیر میں مذکور یہ الفاظ صحیح البخاری، الجهاد والسير، باب فضل الجهاد والسير، حديث:2782 کے مطابق ہیں۔ و صحیح مسلم، الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال، حديث:85.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلاۃ وسطٰی: اللہ تعالیٰ نے نمازوں میں سے درمیان والی نماز، یعنی نمازِ عصر کے بارے میں خاص تاکید فرمائی ہے۔ امام ترمذی وبغوی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اکثر علماء صحابہ اور دیگر اہل علم کا یہی قول ہے کہ صلاۃ وسطٰی سے مراد نمازِ عصر ہے۔ ① قاضی ماوردی فرماتے ہیں: کہ جمہور تابعین کا بھی یہی قول ہے۔ حافظ ابوعمر بن عبدالبر کہتے ہیں کہ اکثر اہل حدیث کا یہی قول ہے۔ ② ابومحمد بن عطیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جمہور کا یہی قول ہے۔ شرف الدین عبدالمؤمن بن خلف دِمیاطی نے اپنی کتاب کَشْفُ الْمُغَطّٰی فِی فَضْلِ الصَّلَاۃِ الْوُسْطٰی میں لکھا ہے کہ اس سے مراد نمازِ عصر ہے اور حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابوایوب، عبداللہ بن عمرو، سمرہ بن جندب، ابوہریرہ، ابوسعید، حفصہ، ام حبیبہ، ام سَلَمہ، ابن عباس، اور اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا صحیح روایت کے مطابق یہی قول ہے۔ عبیدہ، ابراہیم نخعی، رزین، زِرّ بن حُبَیش، سعید بن جبیر، ابن سیرین، حسن، قتادہ، ضحاک، کلبی، مقاتل اور عبید بن ابومریم رحمہم اللہ وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔ ③

اس کی دلیل: امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے دن فرمایا تھا: [شَغَلُونَا عَنِ الصَّلَاۃِ الْوُسْطٰی صَلَاۃِ الْعَصْرِ، مَلَأَ اللّٰہُ قُلُوبَهُمْ وَبُيُوتَهُمْ نَارًا] ”انھوں نے ہمیں نمازِ وسطٰی، یعنی نمازِ عصر سے مشغول کر دیا، اللہ تعالیٰ ان کے دلوں اور گھروں کو آگ سے بھر دے۔“ پھر آپ نے اسے مغرب وعشاء کے مابین ادا فرمایا۔ ④ اور اسی طرح امام مسلم اور نسائی نے اس حدیث کو شُتَیر بن شکل از علی رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے۔ ⑤ اور شیخین، امام ابوداود، ترمذی، نسائی رحمہم اللہ اور کئی اصحاب مسانید وسنن وصحاح نے عَبِیدہ سلمانی عن علی رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے۔ ⑥

جنگ خندق کے دن مشرکوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو نمازِ عصر ادا کرنے سے روکنے کے بارے میں یہ حدیث صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے مروی ہے جس کا ذکر موجب طوالت ہوگا کیونکہ اس وقت مقصود تو ان سے ایک نص کو بیان کرنا ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ نمازِ وسطٰی سے مراد نمازِ عصر ہے، اسے امام مسلم نے حضرت ابن مسعود اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کیا ہے۔ ⑦

---

① جامع الترمذی، الصلاۃ، باب ماجاء فی الصلاۃ الوسطی......، حدیث: 182 عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ وتفسیر البغوی: 323,322/1. ② الاستذکار، باب الصلاۃ الوسطی: 429/5، رقم: 275. ③ تفسیر الطبری: 755-750/2. ④ مسند أحمد: 113/1 مسند احمد اور صحیح مسلم میں [قُلُوبَهُم] کے بجائے [قُبُورَهُم] ہے، البتہ ابن کثیر کے الفاظ کی تائید صحیح ابن خزیمۃ: 289/2، حدیث: 1336 وتفسیر الطبری: 759/2 وغیرہ سے ہوتی ہے۔ ⑤ صحیح مسلم، المساجد، باب الدلیل لمن قال: الصلاۃ الوسطی ھی صلاۃ العصر، حدیث: 627 والسنن الکبری للنسائی، التفسیر، باب قولہ جل ثناؤہ: ﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾: 304,303/6، حدیث: 11045. ⑥ صحیح البخاری، الدعوات، باب الدعاء علی المشرکین، حدیث: 6396 وصحیح مسلم، المساجد، باب الدلیل لمن قال: الصلاۃ الوسطی ھی صلاۃ العصر، حدیث: 627 وسنن أبی داود، الصلاۃ، باب وقت العصر، حدیث: 409 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ البقرۃ، حدیث: 2984 وسنن النسائی، الصلاۃ، باب المحافظۃ علی صلاۃ العصر، حدیث: 474. ⑦ صحیح مسلم، المساجد، باب الدلیل لمن قال: الصلاۃ الوسطی ھی صلاۃ العصر، حدیث: 628-630.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام احمد نے حضرت سَمُرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[صَلَاۃُ الْوُسْطٰی صَلَاۃُ الْعَصْرِ] ''نماز وُسطیٰ نماز عصر ہے۔''① اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ﴿ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ﴾ کے بارے میں نام لے کر یہ فرمایا کہ اس سے مراد نماز عصر ہے۔② ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[هِیَ الْعَصْرُ] ''یہ نماز عصر ہے۔'' (اس حدیث کے ایک راوی) ابن جعفر بیان کرتے ہیں کہ یہ آپ نے اس وقت فرمایا تھا جب آپ سے نماز وُسطیٰ کے بارے میں دریافت کیا گیا تھا۔③ اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا اور اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔④ امام ابوحاتم ابن حبان نے صحیح میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[صَلَاۃُ الْوُسْطٰی صَلَاۃُ الْعَصْرِ] ''نماز وُسطیٰ نماز عصر ہے۔''⑤ امام ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[صَلَاۃُ الْوُسْطٰی صَلَاۃُ الْعَصْرِ] ''نماز وُسطیٰ نماز عصر ہے۔'' پھر انھوں نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔⑥ امام مسلم نے بھی اسے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[شَغَلُونَا عَنِ الصَّلَاۃِ الْوُسْطٰی صَلَاۃِ الْعَصْرِ] ''انھوں نے ہمیں نماز وُسطیٰ نماز عصر کے ادا کرنے سے مشغول کر دیا۔''⑦

یہ احادیث مبارکہ اس مسئلے میں نصوص ہیں جن میں بجز اس کے اور کوئی احتمال ہی نہیں کہ نماز وُسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے نماز عصر کی حفاظت کا بطور خاص حکم دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[مَنْ فَاتَتْهُ الْعَصْرُ فَكَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ] ''جس شخص کی نماز عصر فوت ہوگئی، گویا اس کا اہل و مال تباہ و برباد ہوگیا۔''⑧

حضرت بُرَیدہ بن حُصَیب سے صحیح حدیث میں ہے، وہ (بریدہ) نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں:[(بَكِّرُوا بِالصَّلَاۃِ فِي يَوْمِ الْغَيْمِ) فَإِنَّهُ مَنْ تَرَكَ صَلَاۃَ الْعَصْرِ، فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ] ''ابر آلود موسم میں عصر کی نماز جلد ادا کر لیا کرو کیونکہ جس شخص کی نماز عصر چھوٹ جائے اس کے اعمال رائیگاں ہوگئے۔''⑨

نماز میں گفتگو کرنے کی ممانعت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴾ ''اور اللہ کے سامنے عاجزی کرنے والے بن کر کھڑے ہوا کرو۔'' یعنی اس کے آگے بڑے خشوع و خضوع اور عاجزی و انکسار کے ساتھ کھڑے ہوا کرو، یہ حکم اس

① مسند أحمد:22/5. ② مسند أحمد:8/5. ③ مسند أحمد:7/5. ④ جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة البقرة، حديث:2983. ⑤ صحيح ابن حبان، الصلاة، باب فضل الصلوات الخمس:41/5، حديث:1746. ⑥ جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في الصلاة الوسطى أنها العصر......، حديث:181. ⑦ صحيح مسلم، المساجد، باب الدليل لمن قال:الصلاة الوسطى هي العصر،حديث:628 . ⑧ صحيح مسلم، المساجد، باب التغليظ في تفويت صلاة العصر، حديث:626. ⑨ ابتدائی حصہ مسند أحمد:361/5 و سنن ابن ماجه، الصلاة، باب ميقات الصلاة في الغيم،حديث:694. کے مطابق ہے اور یہ مرفوعًا صحیح ثابت نہیں بلکہ یہ موقوف ہے، تفصیل کے لیے دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد):38/157-159 و إرواء الغليل:1/276,277،حديث:255 اور دوسرا حصہ صحيح ابن حبان، الصلاة، باب الوعيدعلى ترك الصلاة:332/4، حديث:1470 کے مطابق ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات کو مستلزم ہے کہ نماز ادا کرتے ہوئے گفتگو کو ترک کر دیا جائے کیونکہ یہ خشوع وخضوع کے منافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز ادا فرماتے ہوئے جب نبی ﷺ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سلام کا جواب نہ دیا تو آپ نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا: [إِنَّ فِي الصَّلَاةِ لَشُغُلًا] ”بے شک نماز دوسرے کاموں سے مشغول کر دیتی ہے۔“ ①

صحیح مسلم میں ہے کہ جب معاویہ بن حکم سُلَمی رضی اللہ عنہ نے نماز میں گفتگو کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: [إِنَّ هٰذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ ، إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ] ”اس نماز میں لوگوں سے گفتگو کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اس میں تو تسبیح وتکبیر اور قراءت قرآن ہے۔“ ② امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ کے زمانے میں آدمی بوقت ضرورت اپنے ساتھی سے نماز میں گفتگو کر لیا کرتا تھا حتی کہ جب یہ آیت: ﴿ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴾ ”اللہ کے سامنے عاجزی کرنے والے بن کر کھڑے ہوا کرو۔“ نازل ہوئی تو ہمیں خاموشی کے ساتھ نماز ادا کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ اسے امام ابن ماجہ کے سوا محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ ③

نمازِ خوف: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ”پھر اگر تم خوف کی حالت میں ہو تو پیادے یا سوار (جس حالت میں ہو نماز پڑھ لو) پھر جب امن (واطمینان) ہو جائے تو اللہ کو یاد کرو جس طرح اللہ نے تم کو وہ سکھایا ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔“ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نمازوں کی حفاظت اور ان کی حدود کو قائم رکھنے کا حکم دیا اور اس کی تاکید کرتے ہوئے نہایت سخت حکم دیا تو اب اس حالت کا ذکر کیا جا رہا ہے جس میں آدمی بہت زیادہ مشغول ہو جاتا ہے اور وہ ہے حالتِ قتال اور جنگ۔ اور بتایا ہے کہ اس حالت میں تم نے نماز کو کس طرح ادا کرنا ہے، فرمایا: ﴿ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ ﴾ یعنی جو بھی حالت ہو، خواہ تم پیادہ ہو یا سوار، قبلہ رخ ہو یا نہ ہو، ہر حالت میں نماز پڑھو۔

جیسا کہ امام مالک نے نافع سے روایت کیا ہے کہ اگر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نماز خوف کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ اس کے طریقے کو بیان کر دیتے، پھر فرماتے کہ اگر خوف بہت زیادہ ہو تو پھر پیادہ ہو یا سوار، قبلہ رخ ہو یا نہ ہو جس طرح ممکن ہو نماز پڑھ لو۔ نافع بیان کرتے ہیں: میرا خیال ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اسے نبی ﷺ کے حوالے سے بیان کیا کرتے

① صحيح البخاري، العمل في الصلاة، باب ما يُنهى من الكلام في الصلاة، حديث:1216,1199 وسنن أبي داود، الصلاة، باب رد السلام في الصلاة، حديث:923 واللفظ له . ② صحيح مسلم، المساجد، باب تحريم الكلام في الصلاة……، حديث:537 . ③ مسند أحمد:368/4 وصحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴾ (البقرة 238:2)، حديث:4531 وصحيح مسلم، المساجد، باب تحريم الكلام في الصلاة ……، حديث:539 وسنن أبي داود، الصلاة، باب النهي عن الكلام……، حديث:949 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة البقرة، حديث: 2986 وسنن النسائي، السهو، باب الكلام في الصلاة، حديث:1220.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔① اسے امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے بھی روایت کیا ہے اور یہ الفاظ بخاری کی روایت کے مطابق ہیں۔②

امام مسلم، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے نبی کی زبانی حضر میں نماز کی چار رکعتیں، سفر میں دو رکعتیں اور حالت خوف میں ایک ہی رکعت فرض قرار دی ہے۔③ امام حسن بصری، قتادہ اور ضحاک وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔④

امام بخاری نے صحیح کے بَابُ الصَّلَاةِ عِنْدَ مُنَاهَضَةِ الْحُصُونِ وَلِقَاءِ الْعَدُوِّ میں لکھا ہے کہ امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ اگر فتح قریب ہو اور نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو ہر ہر شخص الگ الگ اشارے سے نماز ادا کر لے اور اگر اشارے سے بھی نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو نماز کو مؤخر کر دیں حتی کہ جنگ ختم ہو جائے یا وہ امن کی حالت میں ہو جائیں تو پھر دو رکعتیں پڑھ لیں اور اگر دو رکعتیں پڑھنا ممکن نہ ہو تو ایک رکعت دو سجدوں کے ساتھ ادا کر لیں اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پھر محض تکبیر کہنا کافی نہ ہوگا، لہٰذا نماز کو مؤخر کر لیں حتی کہ وہ امن کی حالت میں ہو جائیں۔ مکحول کا بھی یہی قول ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تُستَر کے قلعے کے محاصرے کے وقت موجود تھا، فجر کا وقت تھا، گھمسان کا رن پڑا ہوا تھا حتی کہ نماز پڑھنا بھی ممکن نہ تھا، لہٰذا اس نماز کو ہم نے سورج بلند ہونے کے بعد ادا کیا۔ ہم نے اس نماز کو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح سے بھی نوازا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اس نماز سے مجھے جس قدر خوشی تھی وہ دنیا و مافیہا سے حاصل نہیں ہو سکتی۔⑤ یہ صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں۔

حالت امن میں پوری نماز پڑھنے کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَإِذَآ أَمِنتُمۡ فَٱذۡكُرُواْ ٱللَّهَ ﴾ "پھر جب تمھیں امن (واطمینان) ہو جائے تو اللہ کو یاد کرو۔" یعنی نماز اس طرح ادا کرو جس طرح تمھیں حکم دیا گیا ہے۔ رکوع و سجود اور قیام و قعود کو مکمل کرو اور پورے خشوع و خضوع سے نماز ادا کرو۔ ﴿ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمۡ تَكُونُواْ تَعۡلَمُونَ ﴾ "جس طرح اللہ نے تم کو وہ سکھایا ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔"

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمھیں اپنے انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا، ہدایت سے نوازا اور تمھیں وہ سکھایا جو دنیا و آخرت دونوں میں تمھارے لیے نفع بخش ہے تو تم بھی اس کے جواب میں اپنے رب تعالیٰ کا شکر کرو اور اس کے ذکر میں رطب اللسان رہو جیسا کہ اس نے نماز خوف کے بعد کے لیے حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَإِذَا ٱطۡمَأۡنَنتُمۡ فَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَۚ إِنَّ

---

① الموطأ للإمام مالك، صلاة الخوف، باب صلاة الخوف:178/1، حديث:451. ② صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ وَقُومُواْ لِلَّهِ قَٰنِتِينَ ﴾ (البقرة2:238)، حديث:4535 وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة الخوف، حديث:839. ③ صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة المسافرين وقصرها، حديث:687 وسنن أبي داود، صلاة السفر، باب من قال يصلي بكل طائفة ركعة......، حديث:1247 و سنن النسائي، تقصير الصلاة......، باب:1، حديث:1443 وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات......، باب تقصير الصلاة في السفر، حديث:1068 وتفسير الطبري: 781/2. ④ تفسير الطبري:777/2. ⑤ صحيح البخاري، صلاة الخوف، باب الصلاة عند مُناهضة الحُصون ولقاء العدو، قبل حديث:945.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖۚ وَّصِیَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى

اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں، ان پر اپنی بیویوں کے حق میں وصیت کرنا (لازم) ہے کہ انھیں خرچ دیا جائے اور ان کو

الْحَوْلِ غَیْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْ مَا فَعَلْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ

ایک سال تک گھر سے نہ نکالا جائے، پھر اگر وہ خود چلی جائیں تو تم پر اس کے بارے میں کوئی گناہ نہیں جو وہ دستور کے مطابق اپنی ذات کے معاملے میں

مَّعْرُوْفٍ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿240﴾ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِیْنَ ﴿241﴾

کریں اور اللہ غالب ہے، خوب حکمت والا ﴿240﴾ اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو انھیں بھی دستور کے مطابق کچھ دے دلا کر رخصت کیا جائے، (یہ) متقی

31 ع 7 15 كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿242﴾ ع

لوگوں پر لازم ہے ﴿241﴾ اللہ اسی طرح تمھارے لیے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو ﴿242﴾

الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝ (النسآء4:103) ”پھر جب خوف جاتا رہے تو (اس طرح سے) نماز پڑھو (جس طرح امن کی حالت میں پڑھتے ہو) بے شک نماز مومنوں پر اوقات (مقررہ) میں ادا کرنا فرض ہے۔“

نماز خوف اور اس کے پڑھنے کے طریقے کے بارے میں وارد شدہ احادیث سورۂ نساء میں ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَاِذَا كُنْتَ فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ ﴾ (النسآء4:102) کی تفسیر میں بیان کی جائیں گی۔ (إن شاء اللّٰہ)

تفسیر آیات: 240-242

یہ آیت کریمہ منسوخ ہے: اکثر علماء فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اس سے پہلی آیت ناسخ ہے جس میں یہ حکم ہے: ﴿ یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ ﴾ (البقرۃ2:234) ”تو عورتیں چار مہینے اور دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔“ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی: ﴿ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖۚ ﴾ کو دوسری آیت نے منسوخ کر دیا ہے؟ تو آپ نے اسے کیوں لکھا، اسے چھوڑ کیوں نہ دیا؟ تو انھوں نے فرمایا: برادر زادے! میں قرآن مجید کی کسی چیز کو اس کی جگہ سے تبدیل نہیں کروں گا۔[1]

ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جو اشکال پیش کیا وہ درحقیقت یہ ہے کہ اگر اس کا حکم چار مہینوں والی آیت سے منسوخ ہے اور اس کا حکم اب ختم ہو چکا ہے تو اس آیت کے الفاظ کو باقی رکھنے میں کیا حکمت ہے؟ کیونکہ ناسخ آیت کے بعد منسوخ آیت کے باقی رہنے سے تو یہ خیال آتا ہے کہ شاید اس (منسوخ آیت) کا حکم اب بھی باقی ہو؟ تو امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہ آیات اسی ترتیب سے ثابت شدہ ہیں، اس میں رائے وغیرہ کا دخل نہیں۔ میں نے اسی طرح منسوخ آیت کو ناسخ آیت کے بعد پایا ہے، لہٰذا میں اس (منسوخ آیت) کو اسی مقام پر برقرار رکھوں گا۔ (یہ نہیں کہ منسوخ آیت کو پہلے اور ناسخ کو بعد میں کر دوں جبکہ تقاضا تو یہی ہے۔)

[1] صحیح البخاري، التفسیر، باب: ﴿ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖۚ ﴾ (البقرۃ2:234)، حدیث:4530.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابن ابوحاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِیَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَیْرَ اِخْرَاجٍ ۚ ﴾ ''اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں ان پر اپنی بیویوں کے حق میں وصیت کرنا (لازم) ہے کہ انھیں خرچ دیا جائے اور ان کو ایک سال تک گھر سے نہ نکالا جائے۔'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جاتا تو گھر ہی میں رہنے کی صورت میں اسے ایک سال تک کے لیے خرچہ اور رہائش دی جاتی تھی لیکن اس حکم کو آیت میراث نے منسوخ کر دیا اور اس کے لیے شوہر کے ترکے سے چوتھایا آٹھواں حصہ مقرر کر دیا۔ ①

علی بن ابوطلحہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ آدمی جب فوت ہو جاتا اور اس کی بیوی ہوتی تو وہ اس گھر میں ایک سال تک عدت گزارتی اور اس پر اس کے شوہر کے مال میں سے خرچ کیا جاتا، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی: ﴿ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ ﴾ (البقرۃ2:234) ''اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں تو عورتیں چار مہینے اور دس دن اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں۔''

یہ اس عورت کی عدت ہے جس کا شوہر فوت ہو جائے الا یہ کہ وہ حاملہ ہو کیونکہ حاملہ کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنے پیٹ کے بچے کو جنم دے دے۔ ان کے حصۂ میراث کو ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ ﴾ (النسآء4:12) ''اور اگر تمھاری اولاد نہ ہو تو تمھارے ترکے میں سے تمھاری عورتوں کا چوتھا حصہ ہے، پھر اگر تمھاری اولاد ہو تو تمھارے ترکے میں سے ان کا آٹھواں حصہ ہے۔'' اس میں وصیت و نفقے کو ترک کر کے عورت کی میراث کو بیان کیا گیا ہے۔ ②

امام مجاہد، حسن، عکرمہ، قتادہ، ضحاک، ربیع اور مقاتل بن حیان رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ اس آیت کو ﴿ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ ﴾ نے منسوخ کر دیا ہے۔ ③

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد سے ﴿ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ ﴾ (البقرۃ 2:234) ''اور جو تم میں سے فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ چار ماہ دس دن اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں۔'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ (جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس کی) یہ عدت تھی۔ اور عورت کے لیے یہ واجب تھا کہ اس عدت کو وہ شوہر کے اہل خانہ ہی میں گزارے، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِیَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَیْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْ مَا فَعَلْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ﴾ ''تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو ان پر

① تفسیر ابن أبی حاتم:451/2. ② تفسیر الطبری:785/2. ③ تفسیر ابن أبی حاتم:452/2. لیکن مابعد سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام مجاہد اس کی منسوخیت کے قائل نہ تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیویوں کے حق میں وصیت کرنا (لازم) ہے کہ انھیں خرچ دیا جائے اوران کو ایک سال تک گھر سے نہ نکالا جائے، پھر اگر وہ خود چلی جائیں تو تم پر اس بارے میں کوئی گناہ نہیں جو وہ دستور کے مطابق اپنی ذات کے معاملے میں کریں۔'' اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے سات ماہ بیس دن بطور وصیت شامل کر کے ایک سال کی مدت پوری کر دی، لہٰذا اگر وہ چاہے تو وصیت کے ایام (7 ماہ 20 دن) میں خاوند کے گھر رہے اور اگر چاہے تو چلی جائے۔ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿غَيْرَ إِخْرَاجٍ ۚ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾ ''(وہ عورتیں) گھر سے نہ نکالی جائیں۔ ہاں! اگر وہ خود گھر سے چلی جائیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔'' یعنی (چار ماہ دس دن کی) عدت اسی طرح اس پر واجب ہے جس طرح پہلے تھی۔ ابن ابونجیح کہتے ہیں کہ یہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے۔

اور عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ اس آیت نے اس حکم کو منسوخ کر دیا کہ عورت عدت اپنے شوہر کے اہل خانہ میں گزارے اور اب یہ حکم دے دیا کہ وہ جہاں چاہے عدت گزارے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿غَيْرَ إِخْرَاجٍ ۚ﴾ ''وہ گھر سے نہ نکالی جائیں۔'' عطاء فرماتے ہیں کہ اگر چاہے تو وہ اپنے اہل خانہ میں عدت گزارے اور وصیت کے مطابق سکونت رکھے اور اگر چاہے تو چلی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ﴾ ''تو تم پر اس کے بارے میں کچھ گناہ نہیں جو وہ (دستور کے مطابق) اپنے معاملے میں کریں۔'' عطاء فرماتے ہیں: اس کے بعد آیت میراث نازل ہوئی تو اس نے سکونت کو منسوخ کر دیا اور اختیار دے دیا کہ وہ جہاں چاہے عدت گزارے، اس کے لیے سکونت نہیں ہے۔[1]

عطاء اور ان کے ہم نواؤں کے قول کا مفہوم یہ ہے کہ آیت میراث نے اس آیت کے حکم کو منسوخ کر دیا ہے، اگر ان کا مقصود یہ ہے کہ چار ماہ دس دن سے زیادہ کے بارے میں حکم منسوخ ہے تو اسے ہم تسلیم کرتے ہیں اور اگر ان کا مقصود یہ ہے کہ چار ماہ دس دن کی رہائش بھی میت کے ترکے میں واجب نہیں ہے تو اس مسئلے میں ائمہ میں اختلاف ہے۔ انھوں نے شوہر کے گھر میں وجوب سکنٰی کے بارے میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے جسے امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی ''موطا'' میں زینب بنت کعب بن عُجرہ سے روایت کیا ہے کہ فُریعہ بنت مالک بن سِنان، جو ابوسعید خدری کی بہن ہے رضی اللہ عنہما، نے انھیں بتایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ اجازت طلب کرنے کے لیے آئیں کہ وہ اپنے خاندان بنی خُدرہ میں چلی جائیں کیونکہ ان کا شوہر جب اپنے بھاگ جانے والے غلاموں کی تلاش میں نکلا اور اس نے انھیں قدوم کی جانب جا پکڑا تو انھوں نے اسے قتل کر دیا۔ فُریعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے خاندان بنی خُدرہ میں واپس چلے جانے کی اجازت طلب کی اور کہا کہ میرے شوہر نے اپنی ملکیت کا نہ کوئی مکان اپنے پیچھے چھوڑا ہے اور نہ نفقے کے لیے کوئی سامان، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اور جب میں واپس جانے لگی اور ابھی تک حجرے ہی میں تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا یا آپ نے کسی کو حکم دیا

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا﴾ (البقرة 2:234)، حديث:4531.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ مجھے بلائے تو آپ نے فرمایا: تم نے کیا کہا تھا؟ میں نے اپنے شوہر کا سارا قصہ دوبارہ بیان کر دیا تو آپ نے فرمایا: [أُمْكُثِي فِي بَيْتِكِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهٗ] ''اپنے گھر ہی میں رہو حتی کہ حکم الٰہی پورا ہو جائے۔'' بیان کرتی ہیں کہ اس فرمان نبوی کے بعد میں نے چار ماہ دس دن اسی گھر میں گزارے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور میں مجھ سے یہ مسئلہ پوچھا تھا۔ میں نے جب انھیں بتایا تو انھوں نے بھی اسی فرمان نبوی کی پیروی کی اور اس کے مطابق فیصلہ فرمایا۔[1] اور اسی طرح اس حدیث کو امام ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔[2]

مطلقہ عورتوں کو کچھ نہ کچھ مال ومتاع دینا واجب ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭحَقًّا عَلَي الْمُتَّقِيْنَ ۝۲۴۱﴾ ''اور مطلقہ عورتوں کو بھی دستور کے مطابق مال ومتاع دینا چاہیے، پرہیز گاروں پر (یہ بھی) حق ہے۔'' کے بارے میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَي الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾ (البقرۃ2:236) ''ان کو دستور کے مطابق کچھ خرچ ضرور دو، نیکی کرنے والوں پر یہ ایک طرح کا حق ہے۔'' تو ایک شخص نے کہا کہ میں اگر چاہوں تو نیکی کروں اور اگر چاہوں تو نہ کروں، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭحَقًّا عَلَي الْمُتَّقِيْنَ ۝۲۴۱﴾ ''اور مطلقہ عورتوں کو بھی دستور کے مطابق مال ومتاع دینا چاہیے، پرہیز گاروں پر (یہ بھی) حق ہے۔''[3]

اس آیت کریمہ سے ان علماء نے استدلال کیا ہے جن کا مذہب یہ ہے کہ ہر مطلقہ کو تھوڑا بہت مال ومتاع دینا واجب ہے، خواہ اس سے بلا مہر نکاح کیا گیا ہو یا اس کے لیے مہر مقرر کر دیا گیا ہو یا اسے صنفی تعلق سے قبل ہی طلاق دے دی گئی ہو یا مقاربت کے بعد طلاق دی گئی ہو۔ سعید بن جبیر اور دیگر کئی ائمۂ سلف کا یہی مذہب ہے۔[4] امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[5]

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْھُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَھُنَّ فَرِيْضَةً ښ وَّمَتِّعُوْھُنَّ ۚ عَلَي الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَي الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَي الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾ (البقرۃ2:236) ''اور اگر تم عورتوں کو ان کے پاس جانے یا ان کا مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق دے دو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ ہاں! ان کو دستور کے مطابق کچھ مال و متاع ضرور دو (یعنی) مقدور والا اپنے مقدور کے مطابق دے اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق۔ نیک لوگوں پر یہ ایک

① الموطأ للإمام مالك، الطلاق، باب مقام المتوفى عنها زوجها فى بيتها حتى تحل:216/2، حديث:1287. ② سنن أبى داود، الطلاق، باب فى المتوفى عنها تنتقل، حديث:2300 وجامع الترمذى، الطلاق واللعان، باب ماجاء أين تعتد المتوفى عنها زوجها؟ حديث:1204 وسنن النسائى، الطلاق، باب مقام المتوفى عنها زوجها فى بيتها حتى تحل، حديث:3558 وسنن ابن ماجه، الطلاق، باب أين تعتد المتوفى عنها زوجها؟ حديث:2031. ③ تفسير الطبرى: 791/2. ④ تفسير الطبرى:791/2. ⑤ تفسير الطبرى:791/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ص فَقَالَ لَهُمُ

(اے نبی!) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے گھروں سے موت کے ڈر سے نکلے اور وہ کئی ہزار تھے، پس اللہ نے ان سے کہا:

اللّٰهُ مُوْتُوْا قف ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا

تم مر جاؤ، پھر اس نے ان کو زندہ کر دیا، بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے، لیکن اکثر لوگ

يَشْكُرُوْنَ (243) وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (244) مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ

شکر نہیں کرتے (243) اور تم اللہ کی راہ میں لڑو اور جان لو کہ بے شک اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے (244) کون ہے جو اللہ کو

اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ط وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ص وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (245)

قرض حسنہ دے؟ پھر اللہ وہ مال اس کے لیے کئی گنا بڑھا دے اور اللہ ہی تنگی کرتا ہے اور فراخی کرتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے (245)

طرح کا حق ہے۔'' (جوائمہ، ہر ایک طلاق یافتہ عورت کو کچھ نہ کچھ مال ومتاع دے کر رخصت کرنے کے قائل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اس آیت کے معنی یہ نہیں کہ صرف اس عورت کو مال ومتاع دینا چاہیے جس سے صنفی تعلق بھی قائم نہ ہوا ہو اور نہ حق مہر ہی مقرر کیا ہو کیونکہ یہ قرآنی حکم) اس باب سے ہے کہ عام میں سے ایک خاص صورت کا ذکر کرنا اسی صورت کے ساتھ اس حکم کو مخصوص نہیں کرتا۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ﴾ ''اسی طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات بیان فرماتا ہے۔'' یعنی حلال وحرام، فرائض وحدود اور اوامر ونواہی کے سلسلے میں اس نے اپنے تمام احکام کو نہایت واضح طور پر بیان فرما دیا ہے اور کسی ایسی بات کو مجمل نہیں چھوڑا جس کی تمھیں ضرورت ہو۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (242)﴾ تاکہ تم سمجھو اور غور وفکر سے کام لو۔

تفسیر آیات: 243-245

ان مرنے والوں کا قصہ: امام ابن ابو حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ لوگ دَاوَرْدَان نامی بستی کے رہنے والے تھے۔[1] علی بن عاصم نے بھی کہا ہے کہ یہ دَاوَرْدَان نامی ایک بستی کے رہنے والے تھے جو واسط کی طرف سے ایک فرسخ (تین میل) کی مسافت پر تھی۔[2]

امام وکیع بن جراح نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کی تعداد چار ہزار تھی اور یہ طاعون کی وجہ سے اپنے گھروں سے نکلے تھے اور کہتے تھے کہ ہم ایک ایسی زمین میں چلے جاتے ہیں جہاں موت نہیں ہے لیکن جب ایک جگہ پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: ﴿مُوْتُوْا قف﴾ ''مر جاؤ'' تو یہ سب مر گئے، پھر ان کے پاس سے اللہ تعالیٰ کے ایک نبی کا گزر ہوا تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ انھیں زندہ کر دے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ کر دیا۔[3] ارشاد باری تعالیٰ: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ص﴾ ''(اے نبی!) بھلا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو (شمار میں) ہزاروں میں تھے اور موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل بھاگے تھے۔'' میں اسی واقعے کو بیان کیا گیا ہے۔

کئی ایک ائمۂ سلف نے ذکر کیا ہے کہ یہ لوگ بنی اسرائیل کے زمانے میں ایک شہر کے رہنے والے تھے ان کے علاقے

[1] تفسير ابن أبي حاتم :455/2. [2] تفسير الطبري :794/2. [3] الدر المنثور :551/1 وتفسير الطبري :793/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

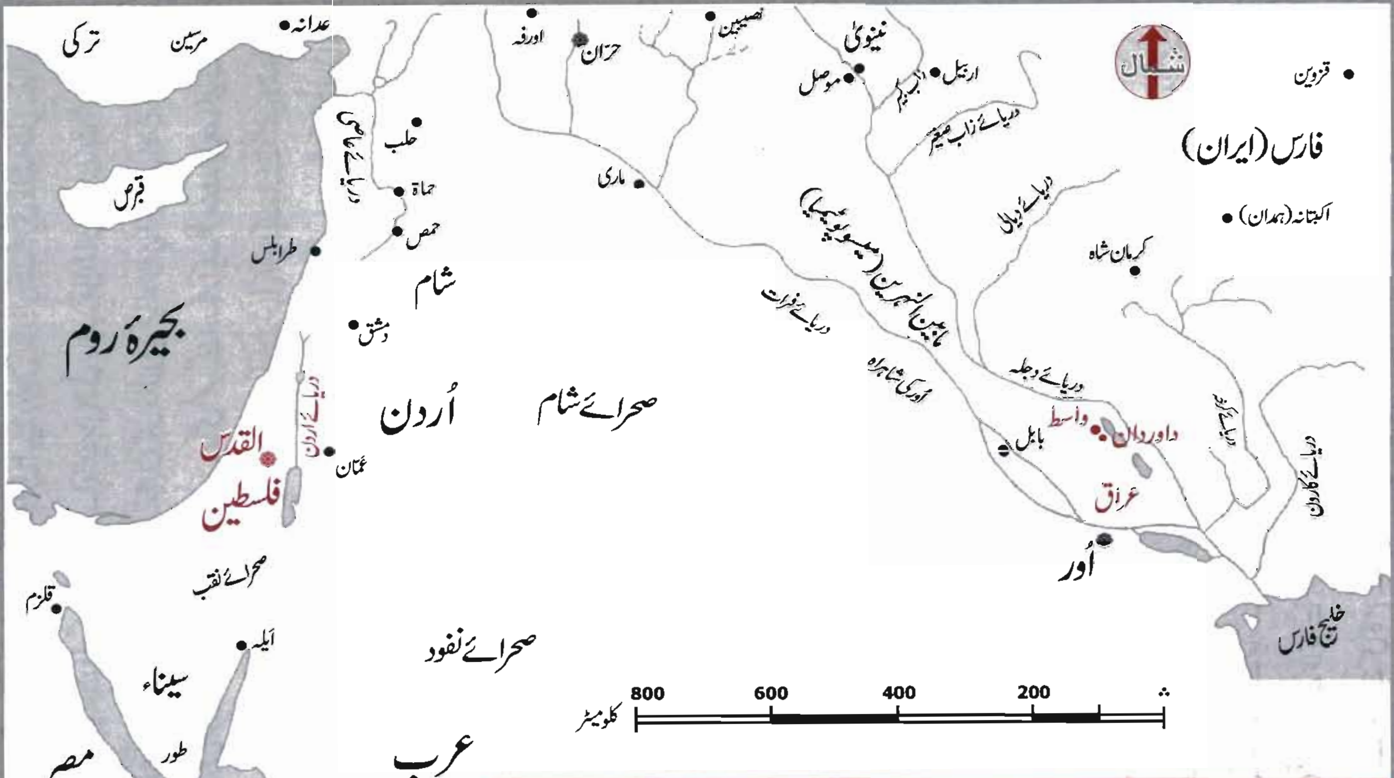

داوردان کے بنی اسرائیل اور لشکر طالوت (دریائے اردن پر)

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آب وہوا خراب ہوگئی جس کی وجہ سے بہت شدید وبا پھیل گئی تو یہ موت کے ڈر سے بھاگ کر جنگل کی طرف چلے گئے اور ایک وسیع وعریض وادی میں جا کر پڑاؤ ڈال دیا جس سے وادی اپنے دونوں کناروں تک بھر گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف دو فرشتوں کو بھیجا۔ان میں سے ایک وادی کے زیریں طرف اور دوسرا بالائی جانب تھا اور ان دونوں نے اس قدر زور سے چیخ ماری کہ یہ سب کے سب چشم زَدَن میں مر گئے۔ ان کو گڑھوں میں ڈال دیا گیا اور اوپر دیواریں اور قبریں بنا دیں گئیں۔ بہر حال یہ سب فنا ہو گئے، گل سڑ گئے اور ان کی لاشوں کے ذرے بھی بکھر گئے اور پھر ایک عرصۂ دراز بعد انبیائے بنی اسرائیل میں سے ایک نبی کا وہاں سے گزر ہوا جن کا نام حزقیل تھا، انھوں نے دعا کی اللہ تعالیٰ ان کے سامنے انھیں زندہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرما لیا اور انھیں حکم دیا کہ وہ یہ کہیں: اے بوسیدہ ہڈیو! اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ تم جمع ہو جاؤ۔ اس سے ہر ہر جسم کی ہڈیاں آپس میں یکجا ہو گئیں، پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ یہ کہیں کہ اے ہڈیو! اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے کہ گوشت، اعصاب اور کھال پہن لو، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ اب یہ کہو کہ اے روحو! اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے کہ ہر روح اس جسم میں واپس آ جائے جس جس کو اس نے پہلے آباد (زندہ) رکھا تھا اس سے وہ سب زندہ ہو کر کھڑے ہو گئے اور دیکھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں طویل مدت کے بعد زندہ کیا تو وہ سُبْحَانَكَ رَبَّنَا! وَبِحَمْدِكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ ''اے ہمارے پروردگار! ہم تیری پاکیزگی تیری تعریف کے ساتھ بیان کرتے ہیں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔'' کا ورد کرنے لگے۔[1]

ان لوگوں کے دوبارہ زندہ کیے جانے میں جہاں عبرت ہے، وہاں یہ اس بات کی قطعی دلیل بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں کو ان کے جسموں سمیت دوبارہ زندہ فرمائے گا۔ اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ اللہ لوگوں پر مہربانی کرنے والا ہے۔'' جو انھیں روشن آیات، قطعی دلائل اور ناقابل تردید شواہد و براہین دکھاتا رہتا ہے، ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝۲۴۳ ﴾ ''لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں دین و دنیا کی جن نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے وہ ان کا شکر ادا نہیں کرتے۔ اس قصے میں اس بات کی عبرت و دلیل بھی ہے کہ تقدیر سے کوئی احتیاط نہیں بچا سکتی۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی ملجا و ماویٰ نہیں۔ یہ لوگ وبا سے ڈر کر اور طویل زندگی کی خواہش میں وہاں سے بھاگے تھے مگر ان کی یہ تدبیر ان کے کچھ کام نہ آئی اور وہ بہت جلد آن واحد میں موت سے ہمکنار ہو گئے۔

اسی قبیل سے وہ صحیح حدیث ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام کی طرف تشریف لے جا رہے تھے حتی کہ جب آپ مقام ''سَرغ'' پہنچے تو لشکروں کے قائدین ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے بتایا کہ شام میں وبا پھیلی ہوئی ہے...... اتنے میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ آ گئے جو اپنے کسی کام کے لیے گئے ہوئے تھے، انھوں نے فرمایا کہ میرے پاس اس سلسلے میں علم ہے،

[1] تفسير الطبرى:2/795,794 و تفسير ابن أبي حاتم:2/458,457.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:[إِذَا كَانَ بِأَرْضٍ وَّأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِّنْهُ ، وَإِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ] ''جب کسی زمین میں وبا پھیلی ہو اور تم وہاں موجود ہو تو اس سے فرار اختیار کرتے ہوئے وہاں سے نہ نکلو اور جب کسی زمین کے بارے میں تم یہ سنو کہ وہاں وبا پھیلی ہوئی ہے تو وہاں نہ جاؤ۔'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ فرمان نبوی سن کر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور واپس تشریف لے آئے۔[1] اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے بھی اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔[2]

جہاد سے فرار موت کو قریب یا دور نہیں کر سکتا: ﴿وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اور تم (اے مسلمانو!) اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور جان رکھو کہ اللہ (سب کچھ) سنتا (اور سب کچھ) جانتا ہے۔'' یعنی جس طرح کوئی تدبیر تقدیر سے نہیں بچا سکتی اسی طرح جہاد سے فرار اور اجتناب موت کو قریب یا دور نہیں کر سکتا بلکہ انسان کی عمر اور اس کا رزق مقدر، مقرر اور طے شدہ ہے کہ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○﴾ (آل عمران 3:168) ''یہ وہی لوگ ہیں جو خود تو (جنگ سے بچ کر) پیچھے بیٹھے رہے مگر (جنھوں نے اللہ کی راہ میں جانیں قربان کر دیں) اپنے (ان) بھائیوں کے بارے میں کہنے لگے: اگر ہمارا کہا مانتے تو قتل نہ ہوتے۔ کہہ دیں کہ اگر سچے ہو تو اپنے اوپر سے موت کو ٹال دو۔'' اور فرمایا: ﴿وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۟ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ○ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ﴾ (النسآء 4:77,78) ''اور وہ کہنے لگے کہ اے اللہ! تو نے ہم پر جہاد (جلد) کیوں فرض کر دیا، تھوڑی مدت اور ہمیں کیوں مہلت نہ دی (اے پیغمبر! ان سے) کہہ دیں کہ دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے اور بہت اچھی چیز تو پرہیز گار کے لیے (نجات) آخرت ہے اور تم پر کھجور کی گٹھلی کے دھاگے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (اے جہاد سے ڈرنے والو!) تم کہیں بھی رہو موت تو تمھیں آ کر رہے گی، خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔''

امیر جیوش، مُقدّم عساکر، اسلام کی سرحدوں کے محافظ اور دشمنوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی تیغ بے نیام ابوسلیمان خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ جب موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا تھے تو آپ نے فرمایا: میں نے فلاں فلاں جنگوں میں شرکت کی، جسم کا کوئی عضو ایسا نہیں جس پر تیر، تلوار یا نیزے بھالے سے زخم نہ لگا ہو مگر اب میں اپنے بستر پر فوت ہو رہا ہوں جیسے جنگلی گدھا فوت ہوتا ہے۔ بزدلوں کی آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں۔ یعنی آپ کو اس بات کی تکلیف تھی کہ جنگ میں شہید نہ ہوئے اور اس بات کا آپ کو افسوس تھا کہ شہادت کی موت سے ہمکنار ہونے کے بجائے اپنے بستر پر فوت ہو رہے ہیں۔[3]

قرض حسن اور اس کا ثواب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا

---

① مسند أحمد: 194/1. ② صحيح البخاري، الطب، باب مايُذكر في الطاعون، حديث: 5729 وصحيح مسلم، السلام، باب الطاعون......، حديث: 2219. ③ معمولی فرق کے ساتھ دیکھیے الاستیعاب: 409/1 وتاريخ دمشق لابن عساكر ترجمة خالد بن الوليد رضي الله عنه: 197/18، رقم: 1910.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقف لازم

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الۡمَلَاِ مِنۡۢ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰى‌ۘ اِذۡ قَالُوۡا لِنَبِىٍّ لَّهُمُ ابۡعَثۡ لَنَا

(اے نبی!) کیا آپ نے موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کی ایک جماعت نہیں دیکھی؟ جب انھوں نے اپنے نبی سے کہا: آپ ہمارے لیے ایک

مَلِكًا نُّقَاتِلۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ؕ قَالَ هَلۡ عَسَيۡتُمۡ اِنۡ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِتَالُ اَلَّا

بادشاہ مقرر کر دیں تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں۔ اس نے کہا: ممکن ہے کہ اگر تم پر جہاد فرض کر دیا گیا تو تم جہاد نہ کرو،

تُقَاتِلُوۡا‌ؕ قَالُوۡا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَقَدۡ اُخۡرِجۡنَا مِنۡ دِيَارِنَا وَاَبۡنَآئِنَا‌ؕ

انھوں نے کہا: آخر ہمیں کیا ہوا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں جبکہ ہمیں اپنے گھروں اور اپنے بیٹوں سے نکال دیا گیا ہے،

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيۡهِمُ الۡقِتَالُ تَوَلَّوۡا اِلَّا قَلِيۡلًا مِّنۡهُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالظّٰلِمِيۡنَ ﴿246﴾

پھر جب ان پر لڑنا فرض کر دیا گیا تو ان میں سے تھوڑے سے لوگوں کے سوا سب پھر گئے اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے ﴿246﴾

﴿كَثِيۡرَةً‌ؕ﴾ ''کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے؟ پھر اللہ وہ مال اس کے لیے کئی گناہ بڑھا دے۔'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو اپنی کتاب مقدس میں کئی مقامات پر ذکر فرمایا ہے۔ حدیث نزول (وہ حدیث جس میں اللہ تعالیٰ کے آسمان دنیا کی طرف نزول کا ذکر ہے) میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: [مَنۡ يُّقۡرِضُ غَيۡرَ عَدِيمٍ وَّلَا ظَلُومٍ] ''کوئی ہے جو اسے قرض دے جو نہ فقیر ہے اور نہ ظالم۔''①

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضۡعَافًا كَثِيۡرَةً‌ؕ﴾ ''وہ اس کے بدلے میں اس کو کئی حصے زیادہ دے گا۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿مَثَلُ الَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِىۡ كُلِّ سُنۡۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ‌ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنۡ يَّشَآءُ‌ؕ﴾ (البقرۃ2:261) ''جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان (کے مال) کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیاں اگیں اور ہر ایک بالی میں سو سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے (اجر) زیادہ کر دیتا ہے۔'' اس آیت کے بارے میں مزید بحث آئندہ ہوگی۔②

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاللّٰهُ يَقۡبِضُ وَيَبۡصُۜطُ﴾ ''اور اللہ ہی روزی کو تنگ کرتا اور (وہی اسے) کشادہ کرتا ہے۔'' یعنی خرچ کرو اور رزق کے کم ہونے کی پروا نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی رزق عطا فرماتا ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کے رزق کو چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور جس کی روزی کو چاہتا ہے کشادہ کر دیتا ہے۔ اور اس کے یہ تمام فیصلے اسی کی حکمت بالغہ کے تحت ہوتے ہیں۔ ﴿وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿245﴾﴾ ''اور تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔'' یعنی قیامت کے دن۔

تفسیر آیت:246

یہود کا بادشاہ، جہاد کا مطالبہ اور ان میں سے بعض کی استقامت: مجاہد فرماتے ہیں کہ اس نبی سے مراد حضرت شمعون علیہ السلام ہیں۔③ وہب بن منبہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کچھ مدت تک تو سیدھے رستے پر رہے،

① صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، باب الترغیب فی الدعاء والذکر......، حدیث: 758. ② دیکھیے البقرۃ، آیت: 261 کے ذیل میں۔ ③ تفسیر الطبری: 807/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر بدعات کو شروع کر دیا حتی کہ ان میں سے بعض نے تو بتوں کی پوجا بھی شروع کر دی، حالانکہ ان میں ہمیشہ انبیائے کرام موجود رہے جو انھیں نیکی کا حکم دیتے، برائی سے منع کرتے تھے اور تورات کے طریقے پر قائم رکھتے تھے مگر ان کی برائیوں اور بدعملیوں میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دیا جنھوں نے ان میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا اور بہت سے لوگوں کو گرفتار کر لیا۔

اور ان کے بہت سے علاقوں کو بھی ان سے چھین لیا لیکن جو بھی ان سے لڑائی کرتا بالآخر یہ اس پر غالب آ جاتے تھے کیونکہ ان کے پاس تورات بھی موجود تھی اور وہ تابوت بھی جو زمانۂ قدیم سے ان کے پاس تھا اور زمانۂ سلف، یعنی موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خلف کے دور تک یہ میراث ان میں منتقل ہوتی چلی آئی تھی۔

پھر ان کے ضلالتوں اور گمراہیوں میں مبتلا رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ سزا دی کہ بعض بادشاہوں نے بعض جنگوں میں ان سے اس تابوت کو چھین لیا تھا حتی کہ ان کے ہاتھوں سے تورات کو بھی لے لیا گیا اور صرف چند لوگ باقی رہ گئے جو تورات کے حافظ تھے اور نبوت بھی ختم ہوگئی تھی۔ اور خاندان ''لاوی'' جس میں انبیاء آیا کرتے تھے، اس خاندان کی صرف ایک حاملہ عورت باقی رہ گئی تھی اور اس کا خاوند بھی قتل ہو گیا تھا۔

انھوں نے اس عورت کو ایک گھر میں بند کر دیا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ ایک ایسے بچے کو جنم دے جو نبی ہو۔ یہ عورت بھی مسلسل دعا کرتی رہی کہ اللہ تعالیٰ اسے بچہ عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا اور اسے بچہ عطا فرما دیا۔ اس نے بچے کا نام شمویل رکھا جس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو سن لیا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس بچے کا نام شمعون رکھا گیا۔ اس کے معنی بھی یہی ہیں۔

یہ بچہ جوان ہوا، انھی میں پروان چڑھا، اللہ تعالیٰ نے اس کی اچھی طرح تربیت فرمائی اور جب یہ انبیاء کی عمر کو پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی نازل فرما دی اور حکم دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کی توحید کی طرف دعوت دیں۔ انھوں نے جب بنی اسرائیل کو اس کی دعوت دی تو بنی اسرائیل نے ان سے یہ مطالبہ کر دیا کہ ان کے لیے ایک بادشاہ کو مقرر کر دیں تاکہ اس کے ساتھ مل کر یہ اپنے دشمنوں سے جہاد کریں۔ اس وقت ان کی حکومت بھی تباہ و برباد ہو چکی تھی۔

نبی نے ان سے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو تمھارے لیے کسی کو بادشاہ مقرر فرما دے مگر تم اس کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کے وعدے کو پورا نہ کرو۔ ﴿قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَآىِٕنَا ط﴾ ''وہ کہنے لگے کہ ہم اللہ کی راہ میں کیوں نہ لڑیں جبکہ ہم وطن سے (خارج) اور بال بچوں سے جدا کر دیے گئے ہیں۔'' یعنی ہمارے وطن پر قبضہ کر لیا گیا اور ہمارے بچوں کو غلام بنا لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ط وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴾ ''لیکن جب ان کو جہاد کا حکم دیا گیا تو چند اشخاص کے سوا سب پھر گئے اور اللہ ظالموں سے خوب واقف ہے۔'' یعنی انھوں نے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا نہ کیا اور ان میں سے اکثر نے جہاد سے اعراض کیا اور اللہ تعالیٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ قَالَ لَهُمۡ نَبِیُّهُمۡ اِنَّ اللّٰهَ قَدۡ بَعَثَ لَكُمۡ طَالُوۡتَ مَلِكًا ؕ قَالُوۡۤا اَنّٰی یَكُوۡنُ لَهُ الۡمُلۡكُ

اوران کے نبی نے ان سے کہا: بے شک اللہ نے تمھارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔ انھوں نے کہا: ہم پر اس کی بادشاہی کیسے ہوسکتی ہے جبکہ

عَلَیۡنَا وَ نَحۡنُ اَحَقُّ بِالۡمُلۡكِ مِنۡهُ وَ لَمۡ یُؤۡتَ سَعَةً مِّنَ الۡمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰىهُ عَلَیۡكُمۡ

ہم بادشاہی کے اس سے زیادہ حقدار ہیں؟ اور اسے مال کی وسعت نہیں ملی۔ اس نے کہا: بے شک اللہ نے اسے تم پر چن لیا ہے، اور اسے علم اور جسم

وَ زَادَهٗ بَسۡطَةً فِی الۡعِلۡمِ وَ الۡجِسۡمِ ؕ وَ اللّٰهُ یُؤۡتِیۡ مُلۡكَهٗ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۲۴۷﴾

(دونوں) میں زیادہ کشادگی دی ہے، اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنا ملک عطا کرتا ہے اور اللہ بڑا وسعت والا، خوب جاننے والا ہے ﴿۲۴۷﴾

انھیں خوب جانتا ہے۔[1]

تفسیر آیت:247

طالوت بادشاہ کا تقرر: انھوں نے جب اپنے نبی سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ انھی میں سے کسی کو ان کا بادشاہ مقرر کر دیں تو انھوں نے طالوت کو بادشاہ مقرر کر دیا۔ اس شخص کا تعلق ان کے ایک فوجی گھرانے سے تو تھا مگر شاہی خاندان سے نہیں تھا کیونکہ ان میں بادشاہ ''یہودا'' کے خاندان سے ہوتے تھے اور یہ اس خاندان میں سے نہیں تھے۔ اسی لیے انھوں نے کہا: ﴿ اَنّٰی یَكُوۡنُ لَهُ الۡمُلۡكُ عَلَیۡنَا ﴾ یعنی اسے ہم پر بادشاہی کا حق کیونکر ہوسکتا ہے؟ ﴿ وَ نَحۡنُ اَحَقُّ بِالۡمُلۡكِ مِنۡهُ وَ لَمۡ یُؤۡتَ سَعَةً مِّنَ الۡمَالِ ؕ ﴾ ''بادشاہی کے مستحق اس کی نسبت تو ہم ہیں اور اس کے پاس تو بہت سی دولت بھی نہیں۔'' یعنی اسے ہم پر بادشاہی کا حق کیسے ہوسکتا ہے؟ پھر وہ فقیر بھی ہے، اس کے پاس بادشاہی کرنے کے لیے مال بھی نہیں ہے۔ بعض نے ذکر کیا ہے کہ وہ ''سقا'' یا ''رنگ ریز'' تھا۔ اپنے نبی پر یہ اعتراض ان کی ہٹ دھرمی کا مظہر تھا، حالانکہ انھیں چاہیے تھا کہ اچھی بات کہتے اور اپنے نبی کی اطاعت بجالاتے۔

نبی نے ان کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰىهُ عَلَیۡكُمۡ ﴾ ''اللہ نے اس کو تم پر (فضیلت دی ہے اور بادشاہی کے لیے) منتخب فرمایا ہے۔'' یعنی تم میں سے اللہ تعالیٰ نے اسے منتخب فرمایا ہے اور تمھاری نسبت اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں زیادہ بہتر جانتا ہے اور پھر اسے میں نے اپنی طرف سے متعین نہیں کیا بلکہ تمھارے مطالبہ کرنے پر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اسے بادشاہ مقرر کر دوں۔

﴿ وَ زَادَهٗ بَسۡطَةً فِی الۡعِلۡمِ وَ الۡجِسۡمِ ؕ ﴾ ''اس نے اسے علم بھی بہت سا بخشا ہے اور تن و توش بھی (بڑا عطا کیا ہے۔)'' پھر اس کے ساتھ ساتھ وہ تم سے زیادہ علم و عقل اور زیادہ خوب صورت شکل والا ہے جنگ کو تم سے زیادہ بہتر جانتا اور اس میں تمھاری نسبت قوت و صبر کا زیادہ مظاہرہ کرنے والا ہے۔ الغرض! علم اور قد و قامت میں تمھاری نسبت زیادہ مکمل ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بادشاہ ایسا ہونا چاہیے جو صاحب علم، صاحب حسن و جمال اور جسمانی طور پر بھی بہت طاقت و قوت کا مالک ہو۔ پھر فرمایا: ﴿ وَ اللّٰهُ یُؤۡتِیۡ مُلۡكَهٗ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ ﴾ ''اور اللہ (کو اختیار ہے) جسے چاہے بادشاہی بخشے۔'' وہ حاکم ہے جو

[1] مذکورہ واقعے کی تفصیل ملاحظہ ہو تفسیر الطبری: 810/2 و الدر المنثور: 557/1 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ

اوران کے نبی نے ان سے کہا: بے شک اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمھارے پاس وہ صندوق آئے گا جس میں تمھارے رب کی طرف سے تسکین

مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ

اور وہ بقیہ چیزیں ہوں گی جنھیں آل موسیٰ اور آل ہارون چھوڑ گئے تھے، اسے فرشتے اٹھا کر لائیں گے۔ بے شک اس میں تمھارے لیے ایک عظیم نشانی

32 ع 6 16 كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿248﴾

ہے اگر تم مومن ہو ﴿248﴾

چاہے کرے، وہ جو کرے اس سے پوچھا نہیں جا سکتا جبکہ انسانوں کو جواب دہی کرنا پڑے گی، لہٰذا اس نے اپنے علم و حکمت اور اپنی مخلوق پر رحمت و شفقت کے پیش نظر اسے بادشاہی عطا کی ہے۔ اسی لیے فرمایا ہے: ﴿وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ بڑا وسعت والا (اور) خوب جاننے والا ہے۔'' وہ بے پایاں فضل و کرم والا ہے۔ جسے چاہے اپنی رحمت سے نوازے اور وہی جانتا ہے کہ کون بادشاہت کا مستحق ہے اور کون مستحق نہیں ہے۔

تفسیر آیت: 248

طالوت کی بادشاہت کی نشانی: ان کے نبی نے ان سے فرمایا کہ تم پر طالوت کی بادشاہت کی برکت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں وہ تابوت لوٹا دے گا جو تم سے چھین لیا گیا تھا۔ ﴿فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''اس میں تمھارے پروردگار کی طرف سے تسلی (بخشنے والی چیز) ہوگی۔'' سکینت کے معنی ''وقار'' اور ''جلالت'' کے بیان کیے گئے ہیں جیسا کہ امام عبدالرزاق نے معمر سے اور انھوں نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ سکینت کے معنی وقار کے ہیں۔[1]

ربیع فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ''رحمت'' کے ہیں۔ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی معنی روایت کیے ہیں۔

﴿وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ﴾ ''اور کچھ اور چیزیں بھی ہوں گی جو آل موسیٰ اور آل ہارون چھوڑ گئے تھے۔''

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور تختیوں کے ٹکڑے ہیں۔[2] اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد عصا اور دو جوتے ہیں۔[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ؕ﴾ ''جس کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔'' ابن جریج نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فرشتے اس تابوت کو آسمان و زمین کے مابین اٹھائے ہوئے آئے حتی کہ انھوں نے اسے طالوت کے سامنے رکھ دیا اور لوگ بھی اسے دیکھ رہے تھے۔[4] سدی کہتے ہیں کہ تابوت طالوت کے گھر میں آ گیا جسے دیکھ کر بنی اسرائیل حضرت شمعون کی نبوت پر ایمان لے آئے اور انھوں نے طالوت کی بھی اطاعت شروع کر دی۔[5]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ﴾ ''بے شک اس میں تمھارے لیے ایک بڑی نشانی ہے۔'' یہ میری

[1] الدر المنثور: 563/1 وتفسیر الطبری: 829/2. [2] تفسیر الطبری: 830/2. [3] تفسیر الطبری: 831/2. [4] تفسیر الطبری: 832/2. [5] تفسیر الطبری: 833/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ

پھر جب طالوت فوجیں لے کر نکلا تو اس نے کہا: بے شک اللہ تمھیں ایک نہر کے ذریعے سے آزماتا ہے، پس جس نے اس سے (سیر ہو کر) پانی پیا وہ مجھ

فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا

سے نہیں اور جس نے اسکا پانی نہ چکھا تو یقیناً وہ میرا ہے، ہاں! کوئی اپنے ہاتھ سے ایک آدھ چلو بھر لے (تو حرج نہیں) پھر ان میں سے تھوڑے لوگوں کے

مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ

سوا سب نے اس (نہر) کا پانی پی لیا، پھر جب طالوت نے وہ نہر پار کر لی اور ان لوگوں نے (بھی) جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، تو انھوں نے (آپس

لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ

میں) کہا: آج ہم میں جالوت اور اس کی فوجوں کے خلاف لڑنے کی طاقت نہیں۔ وہ لوگ جو اس بات کا یقین رکھتے تھے کہ بے شک وہ اللہ سے ملنے

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿249﴾

والے ہیں، انھوں نے کہا: کئی بار چھوٹی سی جماعت اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر غالب آئی ہے۔ اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ﴿249﴾

صداقت کی، نبوت کی اور طالوت کی اطاعت کا میں نے جو حکم دیا ہے اس کی ایک نشانی ہے۔ ﴿اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿248﴾﴾ یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔

تفسیر آیت:249

لشکر طالوت کی آزمائش: اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے بادشاہ طالوت کے بارے میں فرما رہا ہے کہ جب وہ لشکروں اور بنی اسرائیل میں سے اپنے اطاعت گزاروں کے ساتھ نکلا اور بقول سدی اس وقت لشکر طالوت کی تعداد اسی ہزار تھی،[1] واللہ أعلم. تو اس نے ان سے کہا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ تمھاری آزمائش کرنے والا ہے ﴿بِنَهَرٍ ۚ﴾ ''ایک نہر (دریا) کے ساتھ۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد اردن اور فلسطین کے درمیان ایک نہر (دریا) ہے[2] جو ''نہر شریعت'' کے نام سے مشہور ہے۔ ﴿فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ﴾ ''جو شخص اس میں سے پانی پی لے گا (اس کی نسبت تصور کیا جائے گا کہ) وہ میرا نہیں۔'' اور وہ اس رستے میں میرے ساتھ نہ رہے۔ ﴿وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ﴾ ''اور جو نہ پیے گا وہ (سمجھا جائے گا کہ) میرا ہے۔ ہاں! اگر کوئی ہاتھ سے چلو بھر پانی پی لے (تو خیر ہے)۔'' ابن جریج نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جس نے چلو بھر پانی پیا وہ سیر ہو گیا اور جس نے خوب پانی پیا وہ سیر نہیں ہوا تھا۔[3]

ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہم بیان کیا کرتے تھے کہ ان حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین

---

[1] تفسیر الطبری:2/835. [2] تفسیر الطبری:2/836. دریائے اردن کا نقشہ سورۂ بقرہ، آیت:243 کے ذیل میں دیکھیے۔ [3] تفسیر الطبری:2/838.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا

اور جب وہ جالوت اور اس کی فوجوں کے مقابلے پر نکلے تو انھوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہم پر صبر ڈال دے اور ہمارے قدم جمائے رکھ اور اس کافر

عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿250﴾ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ

قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرما ﴿250﴾ پس مومنوں نے اللہ کے حکم سے کافروں کو شکست دی اور داود نے جالوت کو قتل کیا اور اللہ نے داود کو بادشاہی اور

وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ

حکمت عطا کی اور جو چاہا اسے سکھایا اور اگر اللہ انسانوں کے ایک (گروہ) کو دوسرے (گروہ) کے ذریعے سے ہٹاتا نہ رہتا تو یقیناً ساری زمین کا نظام بگڑ

الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿251﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ

جاتا، لیکن اللہ دنیا والوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے ﴿251﴾ یہ اللہ کی آیتیں ہیں، ہم حق کے ساتھ آپ پر ان کی تلاوت کرتے ہیں اور بے شک آپ

وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿252﴾

رسولوں میں سے ہیں ﴿252﴾

کی تعداد جنھوں نے غزوۂ بدر میں شرکت فرمائی، تین سو تیرہ سے زیادہ اور ان اصحاب طالوت کی تعداد کے برابر تھی جنھوں نے طالوت کے ساتھ دریا کو عبور کیا تھا اور ان کے ساتھ صرف مومنوں نے دریا کو عبور کیا تھا۔[1] امام بخاری نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔[2] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ؕ﴾ ”پھر جب طالوت اور مومن لوگ جو اس کے ساتھ تھے دریا کے پار ہو گئے تو کہنے لگے کہ آج ہم میں جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔“ دشمن کی تعداد کی کثرت کی وجہ سے انھوں نے اپنے آپ کو اس کے مقابلے میں کمتر جانا لیکن ان کے علماء نے ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور فتح و نصرت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے، ساز و سامان یا تعداد کی کثرت سے فتح و نصرت حاصل نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے انھوں نے کہا: ﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿249﴾﴾ ”بسا اوقات تھوڑی سی جماعت نے اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر فتح حاصل کی اور اللہ استقلال رکھنے والوں کے ساتھ ہے۔“

تفسیر آیات: 250-252

داود (علیہ السلام) کے ہاتھوں جالوت کا قتل: اور جب اہل ایمان جو کہ ”اصحاب طالوت“ تھے اور قلیل تعداد میں تھے اپنے دشمن ”اصحاب جالوت“ کے مقابلے میں آئے جو کہ تعداد میں بہت زیادہ تھے، ﴿قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا﴾ ”تو انھوں نے (اللہ سے) دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار! ہم پر صبر کے دہانے کھول دے۔“ یعنی اپنی طرف سے ہم پر صبر نازل فرما۔ ﴿وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا﴾ ”اور ہمیں (لڑائی میں) ثابت قدم رکھ۔“ یعنی دشمنوں کے مقابلے میں ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور فرار و عجز سے محفوظ فرما۔ ﴿وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿250﴾﴾ ”اور لشکر کفار پر ہمیں فتح یاب کر۔“

---

[1] تفسير الطبري: 839/2. [2] صحيح البخاري، المغازي، باب عدة أصحاب بدر، حديث: 3957-3959.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ ''چنانچہ طالوت کی فوج نے اللہ کے حکم سے ان کو ہزیمت دی۔'' یعنی ان پر غالب آ گئے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت واعانت سے انھیں مغلوب کر دیا، ﴿ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ ﴾ ''اور داود نے جالوت کو قتل کر ڈالا۔'' اسرائیلی روایات میں ہے کہ داود علیہ السلام نے اس گوپیے کے ساتھ جالوت کو قتل کیا جو ان کے ہاتھ میں تھا، انھوں نے اس سے پتھر پھینکا جو جالوت کو لگا اور وہ قتل ہو گیا۔ طالوت نے داود علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اس نے جالوت کو قتل کر دیا تو وہ اسے اپنی بیٹی کا رشتہ دے گا، نصف مال دے گا اور اپنی حکومت میں شریک کر لے گا، چنانچہ اس نے یہ وعدہ پورا کر دیا، پھر بالآخر حضرت داود علیہ السلام ہی بلا شرکت غیرے بادشاہ بن گئے۔ اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انھیں نبوت کے عظیم منصب سے بھی سرفراز فرمایا۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ﴾ ''اور اللہ نے ان کو بادشاہی بخشی۔'' یعنی جو طالوت کے پاس تھی، ﴿ وَالْحِكْمَةَ ﴾ ''اور دانائی۔'' یعنی شمویل کے بعد انھیں نبوت سے بھی سرفراز کیا، ﴿ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں وہ علم سکھا دیا جو چاہا اور ان کے لیے جسے مخصوص فرما دیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ ﴾ ''اگر اللہ لوگوں کے ایک (گروہ) کو دوسرے (گروہ) کے ذریعے سے نہ ہٹاتا رہتا تو ساری زمین کا نظام تباہ ہو جاتا۔'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ ایک قوم کے ساتھ دوسروں کو نہ ہٹاتا، جیسے اس نے بنی اسرائیل سے ان کے دشمن کو طالوت کے جہاد اور داود علیہ السلام کی شجاعت سے دور ہٹایا، تو وہ تباہ و ہلاک ہو جاتے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴾ (الحج 22:40) ''اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو بلا شبہ (راہبوں کے) صومعے اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں، جن میں اللہ کا بہت سا ذکر کیا جاتا ہے، گرائی جا چکی ہوتیں۔'' ﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''لیکن اللہ اہل عالم پر بڑا مہربان ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے احسان ورحمت کے باعث بعض لوگوں کو بعض سے ہٹاتا رہتا ہے اور اس کے تمام افعال واقوال میں مخلوق کے لیے حکم بھی ہے اور حکمت وحجت بھی۔

پھر فرمایا: ﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ ''یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم آپ کو سچائی کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہیں اور (اے نبی ﷺ!) آپ بلا شبہ پیغمبروں میں سے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ آیات جو ہم نے ان لوگوں سے متعلق سنائی ہیں جن کا یہاں تذکرہ کیا ہے، یہ بالکل سچ ہیں، یعنی یہ امر واقع اور اس کے مطابق ہیں جو حق اس وقت اہل کتاب کے پاس ہے اور جسے علمائے بنی اسرائیل خوب جانتے ہیں۔ ﴿ وَاِنَّكَ ﴾ اور بلا شبہ اے محمد (ﷺ)! آپ ﴿ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ ''البتہ پیغمبروں میں سے ہیں۔'' اور یہ لام اِنَّ کی مزید تاکید کے لیے اور قسم کے معنی میں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقف لازم تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ

یہ سب رسول ہیں، ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی، ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور ان میں سے بعض کے درجے

دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا

بلند کیے اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح نشانیاں عطا کیں اور روح القدس (جبریل) کے ساتھ اس کی مدد کی اور اگر اللہ چاہتا تو ان (رسولوں) کے بعد

اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ

آنے والے لوگ باہم نہ لڑتے جبکہ ان کے پاس واضح نشانیاں آ چکی تھیں لیکن انھوں نے (باہم) اختلاف کیا، چنانچہ ان میں سے کچھ وہ ہیں جو ایمان

33 ع 5 1 اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۫ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿253﴾

لائے اور کچھ وہ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ باہم نہ لڑتے لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ﴿253﴾

تفسیر آیت: 253

بعض انبیائے کرام علیہم السلام کی بعض پر فضیلت: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اس نے بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت دی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا﴾ (بنی إسرآءیل 55:17) ”اور ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر فضیلت بخشی اور داود (علیہ السلام) کو زبور عنایت کی۔“ اور یہاں فرمایا ہے: ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ﴾ ”یہ پیغمبر (جو ہم وقتاً فوقتاً بھیجتے رہے ہیں) ان میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، بعض ایسے ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا۔“ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہم کلامی کے شرف سے نوازا جیسا کہ اس حدیث میں ذکر ہے جو صحیح ابن حبان میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔[1]

﴿وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ﴾ ”اور بعض کے مرتبے بلند کیے۔“ جیسا کہ حدیث اسراء سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کو آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کے ہاں مختلف درجات و مراتب کے حوالے سے دیکھا تھا۔[2]

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس آیت کریمہ اور صحیح بخاری و مسلم کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث میں تطبیق کس طرح ہوگی جس میں یہ ذکر ہے کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی نے باہم گالی گلوچ کی۔ مسلمان نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جہان والوں میں سے منتخب کر لیا! اور یہودی نے قسم کھاتے ہوئے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو

---

[1] ابن حبان میں یہ مفصل روایت ہے جس میں آدم علیہ السلام کے بارے میں ہے: [كَلَّمَهُ قُبُلًا] ”اللہ تعالیٰ نے ان سے آمنے سامنے کلام فرمایا۔“ لیکن یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ اس میں ابراہیم بن ہشام بن یحییٰ بن یحییٰ الغسانی الدمشقی کذاب راوی ہے۔ ایک اور سند سے مسند احمد میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے لیکن وہ بھی ضعیف ہے، دیکھیے صحیح ابن حبان، البر والإحسان، باب ما جاء فی الطاعات وثوابها: 77,76/2، حدیث: 361 و مسند أحمد: 178/5. [2] صحیح البخاري، أحادیث الأنبیاء، باب ذکر إدریس علیه السلام ......، حدیث: 3342 و صحیح مسلم، الإیمان، باب الإسراء برسول الله ......، حدیث: 162- 164 و مسند أحمد: 144,143/5 عن أنس و أُبَيِّ بن کعب رضی اللہ عنہما.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ہم نے تمھیں جو کچھ دیا اس میں سے خرچ کرو، اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی

شَفَاعَةٌ ط وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿254﴾

دوستی یا سفارش ہی کام آئے گی اور کفر کرنے والے ہی ظالم ہیں ﴿254﴾

تمام جہان والوں میں سے منتخب کر لیا تھا! تو مسلمان نے یہودی کے منہ پر تھپڑ دے مارا۔ یہودی نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس مسلمان کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تُخَيِّرُوْنِي عَلٰى مُوسٰى ، فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُّفِيقُ ، فَإِذَا مُوسٰى بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ ، فَلَا أَدْرِي أَكَانَ مُوسٰى فِيمَنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ] ”مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو، قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہوں گے، چنانچہ سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا تو دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کی ایک جانب کو پکڑے ہوئے ہوں گے، نہیں معلوم کہ موسیٰ علیہ السلام مجھ سے پہلے ہوش میں آجائیں گے یا ان میں سے ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے اس بے ہوشی سے مستثنیٰ کر رکھا ہے۔“[1] ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: [لَا تُفَضِّلُوا بَيْنَ أَنْبِيَاءِ اللّٰهِ] ”انبیائے کرام علیہم السلام کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو۔“[2]

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حالت میں فضیلت کی ممانعت ہے جس میں (اس موضوع پر) باہمی لڑائی جھگڑے کے مقدمے کا فیصلہ کرانے کے لیے آئیں۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ کسی کو کسی پر فضیلت عطا کرنا یہ تمھارا مقام نہیں ہے بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اور تمھارا کام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام و ارشادات کے سامنے سر تسلیم خم کر دو اور اس پر ایمان لاؤ۔

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ ﴾ ”اور عیسیٰ ابن مریم کو ہم نے کھلی ہوئی نشانیاں عطا کیں۔“ میں ﴿ الْبَيِّنٰتِ ﴾ سے مراد وہ قطعی دلائل و براہین ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دین سچا ہے جسے آپ بنی اسرائیل کے پاس لائے اور آپ اللہ کے بندے اور اس کے سچے رسول ہیں۔ ﴿ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ط ﴾ ”اور ہم نے روح القدس سے ان کو مدد دی۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام سے ان کی مدد فرمائی، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ﴾ ”اور اگر اللہ چاہتا تو ان سے پچھلے لوگ اپنے پاس کھلی نشانیاں آنے کے بعد آپس میں نہ لڑتے لیکن انھوں نے اختلاف کیا تو ان میں سے بعض تو ایمان لے آئے اور بعض کافر ہی رہے اور اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ باہم جنگ و قتال نہ کرتے۔“ لیکن یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر کے مطابق ہوا، اسی لیے تو فرمایا: ﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿253﴾ ﴾ ”لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔“

---

[1] صحيح البخاري، الرقاق، باب نفخ الصور، حديث:6517 وصحيح مسلم، الفضائل، باب من فضائل موسى ﷺ، حديث:(160)-2373. اور استثنا والی آیت یہ ہے: ﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ .... ﴾ (الزمر 68:39). [2] صحيح مسلم، الفضائل، باب من فضائل موسى ﷺ، حديث:2373.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ۬ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا

وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں، زندہ ہے، سب کو سنبھالے ہوئے ہے، اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں

فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ۚ

ہے، سب اسی کا ہے۔ کون ہے جو اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟ وہ جانتا ہے جو کچھ لوگوں کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے

وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ

پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کو اپنے احاطے میں نہیں لا سکتے، سوائے اس بات کے جو وہ چاہے۔ اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو گھیر

وَ لَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿255﴾

رکھا ہے، اور اسے ان دونوں کی حفاظت تھکاتی نہیں اور وہ بلند تر، نہایت عظمت والا ہے ﴿255﴾

تفسیر آیت: 254

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ اس نے انھیں جو رزق عطا فرمایا ہے، اس میں سے اس کے راستے میں، یعنی نیکی کے راستے میں بھی خرچ کریں تاکہ اپنے آقا و مولیٰ کے پاس اس کا ثواب جمع کر سکیں، نیز تلقین فرمائی ہے کہ وہ دنیا کی اس زندگی میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں جلدی کریں ﴿ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ ﴾ اس دن، یعنی قیامت کے دن کے آنے سے پہلے پہلے ﴿ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ ؕ ﴾ ''جس میں نہ (اعمال کا) سودا ہو گا اور نہ دوستی اور سفارش ہو سکے گی۔'' یعنی وہ اپنے آپ کو بیچ کر (عذاب سے بچ نہیں سکے گا) اور نہ اس کی طرف سے مال کو بطور فدیہ قبول کیا جائے گا، خواہ وہ ساری زمین کے برابر سونا کیوں نہ پیش کرے۔ اور نہ کسی کی دوستی، محبت اور قرابت داری ہی کام آ سکے گی جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَىِٕذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ ﴾ (المؤمنون 23:101) ''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو نہ تو ان میں قرابتیں رہیں گی اور نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔'' ﴿ وَّ لَا شَفَاعَةٌ ؕ ﴾ یعنی اور نہ شفاعت کرنے والوں کی شفاعت ہی کام آ سکے گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿254﴾ ﴾ ''اور کفر کرنے والے لوگ ہی ظالم ہیں۔'' یہاں مبتدا اپنی خبر ہی میں محصور ہے، یعنی اس سے بڑھ کر اور کوئی ظالم نہیں ہو سکتا جو اس دن اللہ کے پاس کافر بن کر آئے۔ امام ابن ابوحاتم نے عطاء بن دینار سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: ﴿ وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿254﴾ ﴾ اور یہ نہیں فرمایا: [وَالظَّالِمُونَ هُمُ الْكٰفِرُونَ] ''ظلم کرنے والے ہی کافر ہیں۔''[1]

تفسیر آیت: 255

آیت الکرسی کی فضیلت: یہ آیت الکرسی ہے، عظیم الشان آیت ہے، رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ یہ کتاب اللہ کی سب سے افضل آیت ہے۔ امام احمد نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے

---

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 2/485.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوچھا:[أَيُّ آيَةٍ فِي كِتَابِ اللّٰهِ أَعْظَمُ ؟ قَالَ : اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، فَرَدَّدَهَا مِرَارًا ، ثُمَّ قَالَ أُبَيٌّ: آيَةُ الْكُرْسِيِّ ، قَالَ: لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ أَبَا الْمُنْذِرِ! وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنَّ لَهَا لِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ تُقَدِّسُ الْمَلِكَ عِنْدَ سَاقِ الْعَرْشِ] ''کتاب اللہ کی سب سے عظیم الشان آیت کون سی ہے؟ تو انھوں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ نے یہ سوال کئی بار دہرایا تو پھر اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: آیت الکرسی قرآن مجید کی سب سے عظیم الشان آیت ہے تو آپ نے فرمایا: ابومنذر! تمھیں علم مبارک ہو، اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بے شک اس آیت کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہیں اور یہ عرش الٰہی کے پائے کے پاس اللہ تعالیٰ کی تقدیس بیان کرتی ہے۔''[1] اس حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے لیکن یہاں ''اس ذات کی قسم......'' سے لے کر آخر تک کے الفاظ نہیں ہیں۔[2]

امام احمد نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کی الماری تھی (انھوں نے اس میں کھجوریں رکھی ہوئی تھیں) مگر جنّ آتے اور وہ انھیں لے جاتے تھے۔ انھوں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے فرمایا:[فَإِذَا رَأَيْتَهَا فَقُلْ : بِاسْمِ اللّٰهِ ، أَجِيبِي رَسُولَ اللّٰهِ] ''جب انھیں دیکھو تو کہو: بسم اللہ! آؤ اللہ تعالیٰ کے رسول کے پاس چلو۔'' چنانچہ جب جنّ آیا تو انھوں نے اس سے یہی کہا اور اسے پکڑ لیا تو اس نے کہا کہ وہ آئندہ نہیں آئے گا تو انھوں نے اسے چھوڑ دیا، پھر ابوایوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا:[مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ ؟] ''اپنے قیدی کے بارے میں سناؤ؟'' انھوں نے عرض کی: میں نے اسے پکڑ لیا تھا لیکن اس نے جب مجھ سے یہ کہا کہ میں پھر نہیں آؤں گا تو میں نے اسے چھوڑ دیا، آپ نے فرمایا:[إِنَّهَا عَائِدَةٌ] ''وہ پھر بھی آئے گا۔''

الغرض میں نے اسے اس طرح دو تین بار پکڑا مگر وہ ہر بار یہی کہتا کہ میں آئندہ نہیں آؤں گا، میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ فرماتے:[مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ ؟] ''اپنے قیدی کا حال سناؤ؟'' ابوایوب کہتے: میں نے اسے پکڑ لیا تھا، پھر وہ جن کہتا کہ آئندہ میں نہیں آؤں گا تو آپ فرماتے: [إِنَّهَا عَائِدَةٌ] ''یہ آئندہ بھی آئے گا۔'' بہر حال میں نے اسے پھر پکڑا تو اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو، میں تمھیں ایک ایسی چیز سکھاتا ہوں کہ جسے پڑھ لوگے تو کوئی چیز تمھارے قریب نہ آئے گی، وہ آیت الکرسی ہے۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: [صَدَقَتْ وَهِيَ كَذُوبٌ] ''اس نے بات سچی کی ہے گو وہ خود جھوٹا ہے۔''[3]

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی جامع کے أبواب فضائل القرآن میں ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔[4] اور اس حدیث میں ''جنّ'' کے لیے جو لفظ [غُول] استعمال ہوا ہے، اس کے معنی لغت عرب میں اس جنّ کے ہیں جو رات کو نمودار ہو۔

---

① مسند أحمد:142,141/5. ② صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب فضل سورة الكهف وآية الكرسي، حديث: 810. ③ مسند أحمد:423/5. اور کھجوروں کی موجودگی کا ذکر مسند احمد میں نہیں بلکہ جامع ترمذی میں ہے، حوالے کے لیے دیکھیے بعد والا حاشیہ۔ ④ جامع الترمذي، فضائل القرآن، باب حديث أبي أيوب في الغُول......، حديث:2880.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی طرح کا قصہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جو صحیح بخاری کی کتاب فضائل القرآن، الوکالۃ اور باب صفۃ إبلیس میں مذکور ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رمضان کی زکاۃ (صدقۂ فطر) کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا تو رات کو ایک آنے والا آیا اور اس نے (اپنے کپڑے میں) کھانے کی چیزیں بھرنا شروع کر دیں تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو، میں محتاج عیالدار اور سخت حاجت مند ہوں تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔

صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يَا أَبَاهُرَيْرَةَ ! مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ ؟ قَالَ : قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَّعِيَالًا ، فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ ، قَالَ: أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ ، لِقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ :"إِنَّهُ سَيَعُودُ" فَرَصَدْتُهُ] ''ابو ہریرہ! اپنے رات کے قیدی کا حال سناؤ؟'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اس نے کہا کہ وہ بہت سخت حاجت مند اور عیالدار ہے تو میں نے رحم کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: ''اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے، وہ پھر بھی آئے گا۔'' اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ وہ واقعی دوبارہ آئے گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما دیا تھا کہ وہ دوبارہ آئے گا، اس لیے میں چوکنا رہا، چنانچہ وہ آیا اور اس نے (اپنے کپڑے میں) کھانے کی چیزیں ڈالنا شروع کر دیں تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ تجھے ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں گا۔ کہنے لگا: مجھے چھوڑ دو میں بہت محتاج ہوں اور مجھ پر اہل وعیال کی ذمہ داری کا بوجھ ہے، میں آئندہ نہیں آؤں گا۔

میں نے رحم کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا، صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ؟ قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَّعِيَالًا ، فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ ، قَالَ : أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ] ''ابو ہریرہ! اپنے رات کے قیدی کا حال سناؤ؟'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اس نے اپنی سخت حاجت اور اہل و عیال کی ذمہ داری کے بوجھ کا ذکر کیا تو میں نے ترس کھاتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: ''اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے، وہ پھر آئے گا۔''

میں نے تیسری بار اس کی گھات لگائی تو وہ پھر آیا اور اس نے (اپنے کپڑے میں) کھانے کی اشیا ڈالنا شروع کر دیں، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: اب میں تجھے ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں گا۔ بس یہ تیسری اور آخری دفعہ ہے، تو روز کہتا ہے کہ اب نہیں آئے گا لیکن وعدہ کرنے کے باوجود پھر آ جاتا ہے۔ اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو میں تمھیں کچھ ایسے کلمات سکھا دیتا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ تمھیں نفع دے گا۔ میں نے کہا: وہ کیا کلمات ہیں؟ کہنے لگا: جب بستر پر آؤ تو آیت الکرسی: ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ﴾ سے لے کر آیت کے آخر تک پڑھ لیا کرو تو ساری رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ تمھاری حفاظت کرتا رہے گا اور صبح تک کوئی شیطان تمھارے قریب نہ آ سکے گا۔

میں نے اسے چھوڑ دیا، صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ ؟ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ !

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ يَّنْفَعُنِيَ اللّٰهُ بِهَا، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ ، قَالَ : مَا هِيَ؟ قُلْتُ : قَالَ لِي: إِذَا أَوَيْتَ إِلٰى فِرَاشِكَ ، فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا ، حَتّٰى تَخْتِمَ الْآيَةَ: ﴿ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ﴾ وَقَالَ لِي: لَنْ يَّزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ ، وَّلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ۔ وَكَانُوا أَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الْخَيْرِ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَمَا إِنَّهُ قَدْصَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ، تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُذْ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَّا أَبَا هُرَيْرَةَ ؟ قَالَ: لَا ، قَالَ: ذَاكَ شَيْطَانٌ] ''اپنے رات کے قیدی کا حال سناؤ؟'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اس نے کہا تھا کہ وہ مجھے کچھ ایسے کلمات سکھائے گا جن سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے گا تو (یہ سن کر) میں نے پھر اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: ''وہ کیا ہیں؟'' میں نے عرض کی: اس نے مجھ سے کہا کہ جب بستر پر آؤ تو اول سے لے کر آخر تک مکمل آیت الکرسی پڑھ لیا کرو تو اس سے ساری رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ تمھاری حفاظت کرے گا اور صبح تک کوئی شیطان تمھارے قریب نہ آ سکے گا۔ جبکہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم خیر و بھلائی کے سیکھنے کے حد درجہ شائق تھے۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس نے تم سے بات سچی کی ہے، حالانکہ وہ خود جھوٹا ہے۔ ابو ہریرہ! تمھیں یہ معلوم ہے کہ تین راتیں کس سے باتیں کرتے رہے ہو؟'' عرض کی: نہیں، تو آپ نے فرمایا: ''یہ شیطان تھا۔''[1] اسے امام نسائی نے بھی کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں روایت کیا ہے۔[2]

آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم ہے: امام احمد نے اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان فرماتے ہوئے سنا کہ ان دو آیتوں: ﴿ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ﴾ اور ﴿ الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۝﴾ (آل عمران 3:1،2) میں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے۔[3] اسی طرح اس حدیث کو امام ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[4] امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

ابن مردویہ نے ابوامامہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے: [اِسْمُ اللّٰهِ الْأَعْظَمُ الَّذِي إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ، فِي سُوَرٍ ثَلَاثٍ: الْبَقَرَةِ وَآلِ عِمْرَانَ وَطٰهٰ] ''اللہ تعالیٰ کا وہ اسم اعظم جس کے واسطے سے دعا کی جائے تو وہ شرف قبولیت سے نوازتا ہے، تین سورتوں: (یعنی) بقرہ، آل عمران اور طٰہٰ میں ہے۔''[5] ہشام، یعنی ابن عمار خطیب دِمَشق فرماتے ہیں کہ سورۂ بقرہ کی آیت: ﴿ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ﴾ آل عمران کی آیت: ﴿ الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۝﴾ (آل عمران

---

[1] صحيح البخاري، الوكالة، باب إذا وكّل رجلا فترك الوكيلُ شيئًا......، حديث:2311 وبدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده ، حديث:3275 وفضائل القرآن، باب فضل سورة البقرة، حديث:5010. [2] السنن الكبرٰى للنسائى، عمل اليوم والليلة، ذكر مايكبّ العفريت ويطفئ شعلته:238/6،حديث:10795. [3] مسند أحمد:461/6. [4] سنن أبي داود ، الوتر، باب الدعاء، حديث:1496 وجامع الترمذي، الدعوات، باب في إيجاب الدعاء بتقديم الحمد والثناء والصلاة على النبي ﷺ ،حديث:3478 وسنن ابن ماجه، الدعاء ، باب اسم الله الأعظم، حديث:3855 لیکن یہاں ﴿ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ﴾ کے بجائے اس آیت ﴿ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴾ (البقرة2:163) کا ذکر ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے آگے آنے والی حدیث کو اس کا شاہد قرار دیا ہے، دیکھیے حاشیہ هداية الرواة (المحقق):2231. [5] سنن ابن ماجه ، الدعاء، باب اسم الله الأعظم، حديث:3856 والمعجم الكبير للطبراني:237/8، حديث:7925.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2,1,3)اور طٰہٰ کی آیت: ﴿ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۭ ﴾(طٰہٰ 111:20) ''اور سب چہرے حیی قیوم (اللہ) کے آگے جھک جائیں گے۔'' کی طرف اشارہ ہے۔①

یہ آیت دس مستقل جملوں پر مشتمل ہے: (1) پس ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ ۚ ﴾ ''اللہ معبود (برحق ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔'' اس جملے میں یہ بتایا گیا ہے کہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی تمام مخلوقات کا معبود برحق ہے کہ اس کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

(2)— ﴿ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ڬ ﴾ ''زندہ ہے سب کو سنبھالنے والا ہے۔'' یعنی وہ خود زندہ ہے کہ اسے کبھی موت نہیں آئے گی اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے، تمام موجودات اس کی محتاج ہیں اور وہ خود ان سب سے بے نیاز ہے جبکہ وہ اپنے وجود کو اس کے حکم کے بغیر قائم ہی نہیں رکھ سکتیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ ﴾ (الروم 25:30) ''اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔''

(3)— اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ ﴾ ''اسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔'' یعنی وہ ہر قسم کے نقص اور غفلت سے پاک ہے اور اسے اپنی مخلوق کے بارے میں ذرّہ برابر بھی ذہول نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ہر جاندار کے کام کی نگرانی کر رہا ہے، ہر چیز سے آگاہ اور باخبر ہے، اس سے کوئی چیز غائب نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی چیز اس سے مخفی رہ سکتی ہے۔ اور اس کی مکمل قیومیت کی شان یہ ہے کہ اسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند، پس ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ ﴾ یعنی اس پر غنودگی اور اونگھ غالب نہیں آتی، ﴿ وَّلَا نَوْمٌ ۭ ﴾ ''اور نہ نیند ہی (غالب آتی ہے۔)'' جو کہ اونگھ سے زیادہ قوی ہوتی ہے۔ صحیح حدیث میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر چار باتیں بیان فرمائیں، آپ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَا يَنَامُ ، وَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَّنَامَ ، يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهُ ، يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ، وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ ، حِجَابُهُ النُّورُ- وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ : اَلنَّارُ- لَوْ كَشَفَهُ لَأَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ مَا انْتَهَى إِلَيْهِ بَصَرُهُ مِنْ خَلْقِهِ] ''اللہ تعالیٰ نہیں سوتا اور نہ اس کے یہ شایانِ شان ہے کہ وہ سوئے، وہ میزان کو جھکاتا اور اٹھاتا رہتا ہے، رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل رات کے عمل سے پہلے اس کے پاس پہنچا دیا جاتا ہے، اس کا حجاب نور، اور ابوبکر کی روایت کے مطابق ''نار'' ہے، اگر وہ اپنے حجاب کو دور ہٹا دے تو اس کے چہرے کے انوار و تجلیات سے مخلوق میں سے ہر وہ چیز جل کر راکھ ہو جائے جس پر اس کی نظر پاک پڑے۔''② یعنی

① مستدرک حاکم میں اس حدیث کے راوی ابوعبدالرحمٰن قاسم سے یہ منقول ہے کہ میں نے تلاش کیا تو اسم اعظم کو انھی مقامات پر پایا، دیکھیے المستدرك للحاكم، الدعاء والتكبير:506/1، حدیث:1866 اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس قسم کے الفاظ ابوحفص دمشقی سے بیان کیے ہیں، تحفة الأخيار :47/8، مزید دیکھیے السلسلة الصحيحة :371/2، حدیث:746 والله أعلم. ② صحيح مسلم، الإيمان، باب في قوله ﷺ: [إن الله لاينام ......]، حدیث:(193)- 179 اور [بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ] کا ذکر:(194)-179 میں ہے۔ بعض احادیث میں پہلے [عمل النهار] کے الفاظ بھی ہیں جیسا کہ تفسیر میں ہے، دیکھیے صحيح ابن حبان، الإيمان ، باب ماجاء في الصفات:499/1، حدیث:266 و سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فيما أنكرت الجهمية، حدیث:195.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساری مخلوق جل جائے۔

(4)__ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ﴾ ''جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے، سب اسی کا ہے۔'' یہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے کہ ساری مخلوق اسی کی غلام، اسی کی مملوک اور اسی کے غلبہ وتسلط میں ہے جیسا کہ فرمایا ہے:

﴿ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ؕ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ؕ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴾ (مریم 19:93-95) ''آسمانوں اور زمین کی مخلوق میں سے ہر ایک اللہ کے روبرو غلام بن کر آئے گا۔ اس نے ان (سب) کو (اپنے علم سے) گھیر رکھا ہے اور (ایک ایک کو) شمار کر رکھا ہے۔ اور سب قیامت کے دن اس کے سامنے اکیلے اکیلے حاضر ہوں گے۔''

(5)__ اور فرمان الٰہی: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾ ''کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴾ (النجم 53:26) ''اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی مگر اس وقت کہ اللہ جس کے لیے چاہے اجازت بخشے اور (سفارش) پسند کرے۔'' ﴿ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى ﴾ (الأنبیآء 21:28) ''اور وہ (اس کے پاس کسی کی) سفارش نہیں کر سکتے مگر اس شخص کی جس سے اللہ خوش ہو۔''

اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال اور کبریائی کی وجہ سے کوئی اس کی اجازت کے بغیر اس کے پاس کسی دوسرے کی سفارش نہیں کر سکتا جیسا کہ حدیث شفاعت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَقَعُ سَاجِدًا]، [فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّدَعَنِي ، ثُمَّ يُقَالُ: اِرْفَعْ رَأْسَكَ يَا مُحَمَّدُ ! قُلْ تُسْمَعْ ، سَلْ تُعْطَهْ ، اِشْفَعْ تُشَفَّعْ...... ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُخْرِجُهُمْ مِّنَ النَّارِ ، وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ] ''میں عرش کے نیچے آکر سجدہ ریز ہو جاؤں گا، جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا مجھے حالتِ سجدہ میں رکھے گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا کہ اے محمد (ﷺ)! اپنے سر کو اٹھاؤ اور کہو تمھاری بات سنی جائے گی، سوال کرو تمھیں عطا کیا جائے گا، سفارش کرو تمھاری سفارش قبول ہوگی...... پھر میں سفارش کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی اور میں اس کے مطابق لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کراؤں گا۔''[1]

(6)__ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ﴾ ''جو کچھ لوگوں کے روبرو ہو رہا ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہو چکا ہے، اسے سب معلوم ہے۔'' یہ جملہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم کائنات کے ماضی، حال اور مستقبل کا احاطہ کیے ہوئے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴾ (مریم 19:64) ''اور ہم (فرشتے) آپ کے پروردگار کے حکم کے سوا اتر نہیں سکتے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو پیچھے ہے اور جو ان کے درمیان ہے، سب اسی کا ہے اور آپ کا

---

[1] ابتدائی حصہ صحیح البخاري، التفسیر، باب: ﴿ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ﴾ (بنی إسرآءیل 17:3) ، حدیث:4712 کے آخر اور صحیح مسلم، الإیمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، حدیث:194 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ کے مطابق اور دوسرا حصہ صحیح مسلم حوالہ مذکورہ، حدیث:193 عن أنس رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروردگار بھولنے والا نہیں۔"

(7)— اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ﴾ "اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے۔ ہاں، جس قدر وہ چاہتا ہے (اسی قدر معلوم کرا دیتا ہے۔)" یعنی کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے علم میں سے کسی چیز پر مطلع نہیں ہو سکتا مگر جو اللہ چاہے معلوم کروا دے اور جس پر چاہے وہ مطلع فرما دے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس جملے سے مراد یہ ہو کہ اس کی ذات و صفات کے علم میں سے کسی چیز پر یہ لوگ مطلع نہیں ہو سکتے مگر جس پر اللہ تعالیٰ چاہے مطلع فرما دے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ۝ ﴾ (طٰہٰ 110:20) "اور وہ (اپنے) علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔"

(8)— اور ﴿ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ ﴾ "اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو گھیر رکھا ہے۔" وکیع نے اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کرسی اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں کی جگہ ہے اور عرش الٰہی کا کوئی شخص اندازہ نہیں لگا سکتا۔[1] امام حاکم نے بھی مستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح موقوفاً ہی روایت کیا ہے اور اس کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ صحیح اور شیخین کی شرط کے مطابق ہے مگر شیخین نے اسے بیان نہیں کیا۔[2] امام ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اگر ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو پھیلا کر آپس میں ملا دیا جائے تو کرسی کی وسعت کے مقابلے میں یہ ایسے ہوں گے جیسے بیابان میں کوئی انگوٹھی پڑی ہو۔[3]

(9)— اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ﴾ "اور اسے ان کی حفاظت کچھ بھی دشوار نہیں۔" یعنی آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، ان سب کی حفاظت نہ اس کے لیے گراں ہے اور نہ اسے مشقت میں مبتلا کرتی ہے بلکہ اس کے لیے یہ بے حد سہل اور آسان ہے۔ وہ ہر ہر جاندار کے اعمال کو دیکھ رہا ہے، تمام اشیاء کا نگہبان ہے، اس سے کوئی چیز بھی مخفی ہے نہ غائب، تمام اشیاء اس کے سامنے حقیر و ذلیل ہیں، اس کے مقابلے میں بہت ہی چھوٹی اور اس کے سامنے محتاج و فقیر ہیں، وہ غنی و حمید ہے اور جو ارادہ فرماتا ہے اسے کر گزرتا ہے، وہ جو کرتا ہے اس سے سوال نہیں کیا جا سکتا جبکہ مخلوقات سے یقیناً باز پرس ہوگی، وہ ہر چیز پر غالب، ہر چیز کا محاسب، ہر چیز کا نگہبان اور عالی رتبہ و جلیل القدر ہے، اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ رب۔

(10)— پس ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴾ "وہ بڑا عالی رتبہ (اور) جلیل القدر ہے۔" جیسا کہ فرمایا: ﴿ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ ۝ ﴾ (الرعد 9:13) "سب سے بڑا (اور سب سے) بلند و بالا ہے۔" ان (اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق) آیات کریمہ اور ان کے ہم معنی صحیح احادیث مبارکہ کے بارے میں سلف صالح کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ کسی تکییف اور تشبیہ کے بغیر ان پر اسی طرح ایمان لایا جائے جیسے یہ کتاب و سنت میں مذکور ہیں۔

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی: 39/12، حدیث: 12404. [2] المستدرک للحاکم، التفسیر، من سورۃ البقرۃ: 282/2، حدیث: 3116. [3] تفسیر ابن أبی حاتم: 491/2. اور دیکھیے السلسلۃ الصحیحۃ: 223/1، حدیث: 209 و کتاب العظمۃ لأبی الشیخ، حدیث: 259,252,220,206.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ

دین میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت، گمراہی سے واضح ہو چکی ہے، پھر جو شخص طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے

فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿256﴾

تو یقیناً اس نے ایک مضبوط کڑا تھام لیا جو ٹوٹنے والا نہیں۔ اور اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے ﴿256﴾

تفسیر آیت:256

دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ ''دین (اسلام کے بارے) میں زبردستی نہیں ہے۔'' یعنی دین اسلام میں داخل ہونے کے لیے کسی کو مجبور نہ کرو کیونکہ یہ ایک روشن اور واضح دین ہے، اس کے دلائل و براہین بے حد جلی ہیں، یہ دین اس بات کا قطعاً محتاج نہیں ہے کہ کسی کو زبردستی اس میں داخل کیا جائے بلکہ جسے اللہ تعالیٰ اسلام کی ہدایت عطا فرمائے اور اس کے لیے اسے شرح صدر اور نور بصیرت سے نوازے تو اسے علی وجہ البصیرت دین میں داخل ہونا چاہیے، اور جس کے دل کو اللہ تعالیٰ اندھا کر دے اور اس کے کانوں اور آنکھوں پر مہر لگا دے تو دین میں زبردستی داخل ہونا اس کے کسی کام نہیں آ سکتا۔

اگرچہ اس آیت کا حکم عام ہے تاہم ائمۂ تفسیر نے اس کا سبب نزول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ انصار کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے، چنانچہ امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اگر کسی عورت کے بچے زندہ نہ رہتے تو وہ یہ نذر مان لیتی کہ اگر اس کا بچہ زندہ بچ گیا تو وہ اسے یہودی بنا دے گی، لہٰذا جب بنونضیر کو جلاوطن کیا گیا تو ان میں کئی انصار کے بیٹے بھی تھے تو انھوں نے کہا کہ ہم تو اپنے بیٹوں کو نہیں چھوڑیں گے، یعنی انھیں زبردستی اسلام میں داخل کریں گے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا: ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ﴾ ''دین (اسلام) میں زبردستی نہیں ہے، ہدایت (صاف طور پر ظاہر اور) گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔''[1] اس کو امام ابو داود اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

اور وہ حدیث جسے امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا: [أَسْلِمْ ، قَالَ: إِنِّي أَجِدُنِي كَارِهًا، قَالَ: وَإِنْ كُنْتَ كَارِهًا] ''مسلمان ہو جاؤ، اس نے عرض کی: میں اسے پسند نہیں کرتا تو آپ نے فرمایا: خواہ پسند نہ کرو۔''[3] یہ حدیث ثلاثی (امام احمد اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطوں والی) اور صحیح ہے لیکن یہ اس قبیل میں سے نہیں ہے کیونکہ اس شخص پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام قبول کرنے کے لیے سختی نہیں کی تھی بلکہ اسے دعوت دی تھی تو اس نے بتایا کہ اس کا جی اسے قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہے بلکہ وہ اسلام کو ناپسند کرتا ہے تو اس موقع پر آپ نے فرمایا: ''مسلمان ہو جاؤ، خواہ تم اسے پسند نہ کرو۔'' اللہ تعالیٰ تمھیں جلد ہی حسن نیت اور اخلاص عطا فرما دے گا۔

توحید ہی عُروۃ الوثقیٰ ''مضبوط سہارا'' ہے: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ

---

[1] تفسیر الطبری:21/3. [2] سنن أبي داود، الجهاد، باب في الأسير يكره على الإسلام، حديث:2682 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ :304/6، حديث:11048. [3] مسند أحمد:181/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿256﴾ ''تو جو شخص بتوں سے اعتقاد نہ رکھے (طاغوت کا انکار کر دے) اور اللہ پر ایمان لائے تو یقیناً اس نے ایک مضبوط کڑا تھام لیا جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔'' یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے تمام شریکوں، بتوں اور ان تمام معبودان باطلہ کو ترک کر دے جن کی عبادت کی شیطان دعوت دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو اختیار کرے، صرف اور صرف اسی کی عبادت کرے اور صدق دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ﴿فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی﴾ ''تو یقیناً اس نے ایک مضبوط کڑا تھام لیا۔'' یعنی وہ اپنے معاملے میں ثابت قدم ہے اور وہ صراط مستقیم پر گامزن ہے۔

ابوقاسم بَغَوِی نے حسان بن فائد عَبْسی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جِبت کے معنی جادو اور طَاغُوت کے معنی شیطان ہیں۔[1] طاغوت کے معنی آپ نے جو شیطان کے بیان کیے ہیں تو یہ بالکل صحیح ہیں کیونکہ طاغوت ہر اس شر پر مشتمل ہے جسے زمانۂ جاہلیت کے لوگوں نے اختیار کر رکھا تھا، خواہ اس کا تعلق بتوں کی عبادت سے ہو یا ان سے فیصلے کرانے سے یا ان سے مدد مانگنے سے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَهَا﴾ ''تو یقیناً اس نے ایک مضبوط کڑا تھام لیا جو ٹوٹنے والا نہیں۔'' یعنی اس نے دین جیسے مضبوط و مستحکم سہارے کو پکڑ لیا ہے۔ اسے ایسے مضبوط کڑے سے تشبیہ دی گئی ہے جو ٹوٹنے والا نہ ہو کیونکہ یہ سہارا فی نفسہ بہت مضبوط و مستحکم اور قوی ہے اور اس کا ربط بھی بہت قوی اور شدید ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَهَا﴾ مجاہد فرماتے ہیں: عروۂ وثقی، یعنی مضبوط کڑے سے مراد ایمان ہے۔[2] سدی نے کہا: اس سے مراد اسلام ہے۔[3]

امام احمد رحمہ اللہ نے قَیس بن عُباد سے روایت کیا ہے کہ میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص وہاں آیا جس کے چہرے سے خشوع کے اثرات نمایاں تھے، مسجد میں داخل ہونے کے بعد اس نے وہاں دو ہلکی پھلکی رکعتیں ادا کیں تو حاضرین نے کہا کہ یہ شخص تو جنتی ہے، جب وہ صاحب مسجد سے باہر نکلے تو میں ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا حتی کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہونے لگے تو میں بھی انھی کے ساتھ ان کے گھر کے اندر چلا گیا اور میں نے ان سے باتیں شروع کر دیں، لہٰذا جب وہ قدرے مانوس ہوئے تو میں نے عرض کی: آپ جب تھوڑی دیر پہلے مسجد میں تشریف لائے تھے تو لوگوں نے یہ یہ باتیں کی تھیں تو انھوں نے کہا: سبحان اللہ! کسی کو کوئی ایسی بات نہیں کہنی چاہیے جسے وہ جانتا نہ ہو، میں عرض کرتا ہوں کہ انھوں نے کس بنا پر (مجھے جنتی) کہا ہے؟

بلاشبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک خواب دیکھا اور اسے آپ کی خدمت میں بیان کیا، میں نے خواب یہ دیکھا تھا گویا میں ایک سرسبز و شاداب باغ میں ہوں۔ ابن عون بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے اس باغ کی سرسبزی و شادابی اور اس کی وسعت کا بھی ذکر کیا تھا۔ اس کے درمیان لوہے کا ایک ایسا ستون تھا جس کی بنیادیں زمین میں مگر چوٹی آسمان میں تھی

---

① تفسیر الطبری: 27/3 و تفسیر ابن أبی حاتم: 975,974/3 و 495/2. ② تفسیر الطبری: 29/3. ③ تفسیر الطبری: 29/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ

اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے، وہ ان کو اندھیروں سے نکال کے روشنی کی طرف لاتا ہے اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے دوست

يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿257﴾ ع 34/4/2

طاغوت ہیں، وہ انھیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں، وہی لوگ دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ﴿257﴾

اور اس کی چوٹی پر ایک حلقہ تھا، مجھ سے کہا گیا کہ اس ستون پر چڑھو، میں نے کہا کہ میں اس پر نہیں چڑھ سکتا تو میرے پاس ایک خدمت گزار لڑکا آیا اور اس نے پیچھے سے میرے کپڑے اٹھا لیے اور کہا کہ اب چڑھو تو میں چڑھ گیا حتی کہ میں نے اس کی چوٹی پر موجود حلقے کو پکڑ لیا تو وہ کہنے لگا کہ اسے مضبوطی سے تھامے رکھو، جب میں بیدار ہوا تو وہ حلقہ میرے ہاتھ میں تھا۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس خواب کو بیان کیا تو آپ نے فرمایا: [أَمَّا الرَّوْضَةُ فَرَوْضَةُ الْإِسْلَامِ، وَأَمَّا الْعَمُودُ فَعَمُودُ الْإِسْلَامِ ، وَأَمَّا الْعُرْوَةُ فَهِيَ الْعُرْوَةُ الْوُثْقَى، أَنْتَ عَلَى الْإِسْلَامِ حَتّٰى تَمُوتَ] ''باغ سے مراد چمن زار اسلام ہے، ستون سے مراد ستونِ اسلام ہے، حلقے سے مراد عروۂ وثقی ہے اور تم تادم واپسیں اسلام ہی پر قائم رہو گے۔'' راوی کا بیان ہے کہ یہ شخص حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تھے۔ ① اسے امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے بھی بیان فرمایا ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے ایک اور سند سے بھی بیان فرمایا ہے۔ ③

تفسیر آیت: 257

اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ جو شخص اس کی رضا اور خوشنودی کی پیروی کرے تو وہ اسے سلامتی کے راستوں کی ہدایت فرماتا ہے اور اپنے مومن بندوں کو کفر اور شک و ریب کے اندھیروں سے نکال کر واضح، جلی، روشن، آسان اور منور حق کے نور کی طرف لے آتا ہے، نیز فرمایا: کافروں کا دوست شیطان ہے، وہ ان جہالتوں اور ضلالتوں کو ان کے سامنے مزین کر کے پیش کرتا ہے جن میں وہ مبتلا ہیں اور انھیں طریقِ حق سے ہٹا کر کفر و افترا پردازی کے راستوں پر چلاتا ہے۔ ﴿ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿257﴾ ﴾ ''یہی لوگ اہل دوزخ ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نور کے لفظ کو واحد مگر ظلمات کو جمع کے صیغے کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ اس لیے کہ حق تو ایک ہی ہے مگر کفر کی بہت سی قسمیں ہیں جو کہ سب کی سب باطل ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ ﴾ (الأنعام153:6) ''اور یقیناً میرا سیدھا رستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلو دیگر راستوں پر نہ چلو کہ (ان پر چل کر) اللہ کے رستے سے الگ ہو جاؤ گے، ان باتوں

① مسند أحمد:452/5. ② صحیح البخاري، مناقب الأنصار، باب مناقب عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، حدیث:3813 و صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، حدیث: 2484 . ③ صحیح البخاري، التعبیر، باب الخُضَرِ فی المنام والروضة الخضراء، حدیث:7010 و باب التعلیق بالعروة والحلقة، حدیث:7014 عن عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقف لازم

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ

کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں اس لیے جھگڑا کیا کہ اللہ نے اسے بادشاہی دے رکھی تھی؟ جب

الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ

ابراہیم نے کہا: میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ اس (نمرود) نے کہا: میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا: بے شک اللہ تو

الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ

سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو ذرا اسے مغرب سے نکال کر دکھا، چنانچہ وہ ہکا بکا رہ گیا جس نے کفر کیا تھا۔ اور اللہ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا

الظّٰلِمِيْنَ ج ﴿258﴾

جو ظالم ہیں ﴿258﴾

کا اللہ تمھیں حکم دیتا ہے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔''

اور فرمایا: ﴿ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ﴾ (الأنعام 6:1) ''اور اس نے اندھیرے اور روشنی بنائی۔'' اور فرمایا: ﴿ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ ﴾ (النحل 16:48) ''دائیں طرف سے اور بائیں اطراف سے۔'' ان آیات اور دیگر بہت سی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حق واحد ہے مگر باطل بہت سی انواع واقسام میں منقسم ہے۔

تفسیر آیت: 258

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا نمرود کے ساتھ مناظرہ: یہ شخص جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے رب تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کیا تھا، یہ بابل کا بادشاہ نُمرود [1] بن کنعان بن کُوش بن سام بن نوح تھا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس کا نام نُمرود بن فالخ بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح تھا، ان میں سے پہلا قول مجاہد وغیرہ کا ہے۔ امام مجاہد فرماتے ہیں: چار بادشاہ ایسے گزرے ہیں جو مشرق ومغرب سمیت پوری دنیا کے بادشاہ تھے، ان میں سے دو مومن ہیں اور دو کافر، مومن حضرت سلیمان بن داود علیہما السلام اور ذوالقرنین ہیں اور کافر نمرود اور بُختُ نَصَّر ہیں۔ واللّٰہ أعلم. [2]

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اَلَمْ تَرَ ﴾ ''بھلا آپ نے نہیں دیکھا؟'' کے معنی یہ ہیں کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنے دل کے ساتھ ﴿ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖۤ ﴾ ''اس شخص کو جو ابراہیم سے اس کے پروردگار کے بارے میں جھگڑنے لگا؟'' یعنی اس نے رب تعالیٰ کے وجود کے بارے میں جھگڑا کیا کیونکہ وہ اپنے سوا کسی اور معبود کو تسلیم کرنے کا منکر تھا جیسا کہ فرعون نے بھی بعد میں اپنی قوم سے یہ کہا تھا: ﴿ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِىْ ۚ ﴾ (القصص 28:38) ''میں اپنے سوا کسی کو تمھارا معبود نہیں جانتا۔'' اس سرکشی، غلیظ کفر اور شدید عناد پر اس کے جبر واستبداد اور طویل مدت کی بادشاہت نے اسے مجبور کیا تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ﴾ ''(اس نے یہ جھگڑا اس غرور کے سبب کیا) کہ اللہ نے اس کو سلطنت بخشی تھی۔''

[1] تفسیر کے بعض نسخوں اور دیگر کئی کتب میں نمروذ ہے، دونوں طرح درست ہے، دیکھیے تاج العروس: 287/5. [2] تفسیر الطبری: 36/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے گویا اس رب کے وجود کے بارے میں دلیل طلب کی تھی جس کی طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام دعوت دیتے تھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دلیل یہ پیش فرمائی: ﴿ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ﴾ ''میرا پروردگار تو وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے۔'' یعنی اس کے وجود کی دلیل یہ ہے کہ یہ چیزیں جو ہمیں نظر آ رہی ہیں ایک وقت تھا کہ یہ معدوم تھیں مگر اس نے انھیں وجود بخشا ہے اور وجود بخشنے کے بعد ایک وقت آئے گا کہ وہ انھیں پھر معدوم کر دے گا۔ یہ اس فاعل و مختار ہستی کے وجود کی بہت بڑی دلیل ہے کیونکہ یہ چیزیں از خود تو پیدا نہیں ہوتیں، لہٰذا ضروری ہے کہ کسی پیدا کرنے والے نے انھیں پیدا کیا ہو اور ان کا پیدا کرنے والا وہ رب تعالیٰ ہی ہے جس وحدہ لاشریک کی عبادت کی میں دعوت دیتا ہوں۔

اس جھگڑا کرنے والے نمرود نے یہ سن کر کہا: ﴿ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ﴾ ''میں بھی زندہ کر سکتا اور مار سکتا ہوں۔'' امام قتادہ، محمد بن اسحاق، سدی اور کئی اہل علم نے لکھا ہے کہ اس کے پاس دو آدمی لائے گئے جو قتل کے مستحق تھے تو اس نے ان میں سے ایک کے بارے میں حکم دے دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے اور دوسرے کے بارے میں حکم دیا کہ اسے قتل نہ کیا جائے اور زندہ کرنے اور مارنے کے اس نے یہ معنی سمجھے۔[1]

حقیقت حال تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے لیکن بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کا یہ ارادہ نہیں تھا کیونکہ یہ نہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بات کا جواب تھا اور نہ یہ اس کا مفہوم ہی تھا کیونکہ یہ بات وجود صانع سے تو مانع نہیں ہے۔ اس نے محض عناد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے لیے اس مقام پر فائز ہونے کا دعویٰ کیا اور تاثر یہ دیا کہ وہ بھی یہ کام کر سکتا ہے، یعنی وہ زندہ کر سکتا اور مار سکتا ہے جیسا کہ فرعون نے بھی اس کی اقتدا کرتے ہوئے کہا تھا: ﴿ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ﴾ (القصص 38:28) ''میں اپنے سوا کسی کو تمھارا معبود نہیں جانتا۔'' یہی وجہ ہے کہ جب اس نے فخر و غرور سے یہ دعویٰ کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ ﴾ ''بے شک اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، تو ذرا اسے مغرب سے نکال کر دکھا!''

یعنی اگر تو اپنے اس دعوے میں سچا ہے کہ تو بھی زندہ کر سکتا اور مار سکتا ہے تو وہ ذات گرامی جو موت و حیات کی مالک ہے، اسی کا اس کائنات میں تصرف ہے، وہی کائنات کی ہر چیز کو پیدا کرتی اور تمام کواکب اور ان کی حرکات کو مسخر کرتی ہے، یہ سورج اس کے حکم سے ہر روز مشرق سے نکلتا ہے اگر تو اپنے دعوائے الوہیت اور موت و حیات کے مالک ہونے کے دعوے میں سچا ہے تو پھر سورج کو مغرب سے نکال کر دکھا؟ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ وہ سورج کو مغرب سے نکالنے سے عاجز و قاصر ہے اور اس موقع پر وہ کسی ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ بھی نہیں کر سکتا تو وہ حیران رہ گیا اور اس قدر گنگ (گونگا) ہو گیا کہ اسے یارائے کلام تک نہ رہا کیونکہ ایک ایسی زبردست دلیل اس کے خلاف قائم ہو چکی تھی جس کا اس کے پاس قطعاً کوئی جواب نہ تھا۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ''اور اللہ نا انصافوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔'' یعنی اللہ

[1] تفسیر الطبری: 36/3 و تفسیر القرطبی: 286,285/3 و الدر المنثور: 586/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ

یا اسی طرح اس شخص کو (نہیں دیکھا) جو ایک بستی سے گزرا اور وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی؟ اس نے کہا: اللہ اس بستی کو کیسے زندہ کرے گا اس کی موت

بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ

کے بعد؟ تو اللہ نے اسے ایک سو سال کے لیے موت دے دی، پھر اسے زندہ کیا۔ اللہ نے پوچھا: تو کتنی دیر (یہاں) رہا ہے؟ اس نے کہا: ایک دن یا دن

يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ

کا کچھ حصہ۔ اللہ نے فرمایا: (نہیں!) بلکہ تو (موت کی حالت میں) سو سال رہا، البتہ تو اپنے کھانے اور پینے (کے سامان) کی طرف دیکھ وہ بالکل سڑا بسا نہیں،

لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ

نیز دیکھ اپنے گدھے (کے ڈھانچے) کو، اور (یہ سب اس لیے ہوا ہے کہ) ہم تجھے لوگوں کے لیے ایک نشانی بنانا چاہتے ہیں۔ اور تو (گدھے کی) ہڈیوں کی طرف

نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ

دیکھ کہ ہم کیسے انھیں ابھار کر جوڑتے ہیں، پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں، پھر جب اس کے سامنے (یہ سب) واضح ہو گیا تو اس نے کہا: میں جانتا ہوں

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿259﴾

کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ﴿259﴾

تعالیٰ انھیں کوئی حجت و برہان نہیں سمجھاتا بلکہ ان کی ہر قسم کی دلیل ان کے رب کے ہاں ناکام و نامراد ہو کر رہ جاتی ہے، پھر وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کے شدید عذاب کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

قرآن مجید کے اس مقام کی یہ تفسیر اُس سے بدر جہا بہتر ہے جسے بہت سے ماہرین منطق نے بیان کیا ہے کہ پہلی بات سے دوسری بات کی طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے منتقل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک دلیل کو چھوڑ کر اس سے زیادہ واضح دلیل کی طرف متوجہ ہوئے لیکن بات اس طرح نہیں ہے جس طرح انھوں نے کہا ہے (بلکہ آپ نے پہلی دلیل دوسری دلیل کے مقدمے کے طور پر بیان فرمائی تھی) تاکہ اپنی ان دونوں دلیلوں سے نمرود کے دعوے کو باطل ثابت کر سکیں۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

سُدّی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے مابین یہ مناظرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ سے زندہ سلامت نکل آنے کے بعد ہوا تھا، اسی دن آپ کی اس بادشاہ سے ملاقات ہوئی تھی اور اسی ملاقات میں یہ مناظرہ ہوا تھا۔[1]

تفسیر آیت: 259

حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ: اس آیت سے قبل فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ﴾ کا ذکر ہوا ہے اور وہ تقدیری طور پر هَلْ رَأَيْتَ مِثْلَ الَّذِي...... ''کیا آپ نے (کسی کو) اس شخص کی طرح نہیں دیکھا......'' کے معنی میں ہے۔ اسی وجہ سے ﴿اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ﴾ کا عطف اس پر ڈالا گیا ہے، یعنی بھلا تم نے

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 499,498/2 و تفسیر الطبري: 38/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس شخص کی طرح (کسی کو) نہیں دیکھا جس نے حضرت ابراہیم سے پروردگار کے بارے میں جھگڑا کیا تھا یا اسی طرح اس شخص کی طرح (کسی کو) نہیں دیکھا جس کا ایک گاؤں سے، جو اپنی چھتوں پر گرا پڑا تھا، گزر ہوا۔ امام ابن ابو حاتم نے ناجیہ بن کعب سے اور انھوں نے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس شخص سے مراد حضرت عزیر علیہ السلام ہیں۔ [1] امام ابن جریر نے ناجیہ کا اپنا قول بھی یہی بیان کیا ہے۔ [2]

امام ابن جریر اور ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن، قتادہ، سدی اور سلیمان بن بریدہ کا بھی یہی قول ہے۔ [3] مجاہد بن جبُر کا قول ہے کہ یہ واقعہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص کا ہے۔ [4] قریة کے بارے میں مشہور قول یہ ہے کہ اس سے مراد بیت المَقدِس ہے۔ اور ان کا یہاں سے گزر اس وقت ہوا تھا جب بُختُ نَصَّر نے بیت المَقدِس کو تباہ و برباد کر دیا اور اس کے باشندوں کو تہِ تیغ کر دیا تھا۔ [5] ﴿وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا﴾ ''اور وہ بستی اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی۔'' یعنی اس وقت بستی میں کوئی نہ تھا اور یہ بستی اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی اور اس کی دیواریں منہدم ہو کر صحنوں میں گر چکی تھیں تو یہ کھڑا ہو کر سوچ میں پڑ گیا کہ ایک وقت تھا کہ یہ بستی آباد و شاد اور ہنستی مسکراتی تھی مگر اب یہ اس کا کیا حال ہو گیا ہے! اس سوچ کے دوران میں اس کے دل میں خیال آیا: ﴿أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ ''اللہ اس (کے باشندوں) کو مرنے کے بعد کیونکر زندہ کرے گا؟'' کیونکہ اس نے یہ دیکھا تھا کہ یہ بستی بری طرح تباہ و برباد ہو چکی اور شدید طور پر خراب ہو چکی ہے، اس نے سوچا کہ اب اس کا پہلی حالت میں آنا بہت بعید ہے تو اس نے کہا کہ اللہ اس کے باشندوں کو مرنے کے بعد کیونکر زندہ کرے گا؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ﴾ ''تو اللہ نے اس کی روح قبض کر لی (اور) سو برس تک (اس کو مردہ رکھا)، پھر اس کو جلا اٹھایا۔''

اور یہ بستی ان کی موت کے ستر سال بعد ہی آباد ہو گئی تھی، بنی اسرائیل یہاں لوٹ آئے اور اس کی آبادی بہت گنجان ہو گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے جب مرنے کے بعد انھیں دوبارہ اٹھایا تو سب سے پہلے ان کی دونوں آنکھوں کو زندہ کیا تاکہ وہ اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھیں کہ وہ ان کے جسم کو کس طرح زندہ کرتا ہے۔ جب یہ دوبارہ زندہ ہو کر جیتے جاگتے انسان بن کر کھڑے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتے کی وساطت سے ان سے فرمایا: ﴿كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ﴾ ''تم کتنی دیر (یہاں) رہے ہو؟ اس نے کہا: ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔'' مفسرین نے لکھا ہے کہ انھوں نے یہ جواب اس لیے دیا تھا کہ وہ دن کے ابتدائی حصے میں فوت ہوئے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں دن کے آخری حصے میں دوبارہ زندہ کیا تھا، جب انھوں نے سورج کو باقی دیکھا تو گمان کیا کہ یہ شاید اسی دن کا سورج ہے، [6] اس لیے کہا: ﴿أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ﴾ ''یا دن کا کچھ حصہ'' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ﴾ ''(نہیں!)

---

[1] تفسير ابن أبي حاتم: 500/2. [2] تفسير الطبري: 40/3. [3] تفسير الطبري: 41,40/3 وتفسير ابن أبي حاتم: 500/2. [4] تفسير ابن أبي حاتم: 500/2. [5] تفسير الطبري: 43/3 وتفسير ابن أبي حاتم: 500/2. [6] تفسير الطبري: 51/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۭ قَالَ بَلٰي وَلٰكِنْ

اور جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ اللہ نے فرمایا: کیا تو (اس پر) ایمان نہیں لایا؟ ابراہیم نے کہا: کیوں

لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِيْ ۭ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْھُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰي كُلِّ جَبَلٍ

نہیں! (ایمان تو رکھتا ہوں) لیکن میں قلبی اطمینان چاہتا ہوں۔ اللہ نے فرمایا: پھر تو چار پرندے لے اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر لے اور ان کا ایک ایک ٹکڑا

35 ع 3 3 مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ۭ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿260﴾ ع

ہر پہاڑ پر رکھ دے، پھر ان کو بلا، وہ تیرے پاس دوڑے چلے آئیں گے اور جان لے کہ بے شک اللہ غالب، خوب حکمت والا ہے ﴿260﴾

بلکہ سو برس (مرے) رہے ہو اور اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ (اتنی مدت میں مطلق سڑی) بُسی نہیں۔'' جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ اس وقت ان کے پاس انگور، انجیر اور پھلوں کا جوس تھا اور یہ تمام چیزیں ان کے پاس اسی طرح صحیح حالت میں تھیں کہ نہ تو جوس خراب ہوا، نہ ہی انجیر کھٹی یا بدبودار ہوئی اور نہ ہی انگور خراب ہوئے۔

﴿ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ ﴾ ''اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو'' کہ اللہ تعالیٰ تمھاری آنکھوں کے سامنے اسے کس طرح زندہ فرماتا ہے؟ ﴿ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ ﴾ ''اور غرض (ان باتوں سے) یہ ہے کہ ہم تم کو لوگوں کے لیے (اپنی قدرت کی) نشانی بنائیں۔'' کہ تم آخرت میں دوبارہ زندہ کیے جانے کی ایک دلیل بن جاؤ۔ ﴿ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُھَا ﴾ یعنی ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم ان کو کیسے اٹھائیں گے، پھر یہ ایک دوسرے کے ساتھ مل جائیں گی؟

امام حاکم نے مستدرک میں خارجہ بن زید بن ثابت سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ﴿ كَيْفَ نُنْشِزُھَا ﴾ کو ''زا'' کے ساتھ پڑھا تھا۔ امام حاکم نے اسے صحیح الاسناد قرار دے کر کہا ہے کہ شیخین نے اس روایت کو بیان نہیں فرمایا۔[1] اسے [......نُنْشِرُهَا] ''را'' کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے، اس کے معنی یہ ہیں: ''ہم ان کو (کیونکر) زندہ کرتے ہیں؟'' یہ حضرت مجاہد کا قول ہے۔[2] ﴿ ثُمَّ نَكْسُوْھَا لَحْمًا ۭ ﴾ ''پھر ان پر (کس طرح) گوشت پوست چڑھا دیتے ہیں؟'' سدی وغیرہ نے لکھا ہے کہ ان کے گدھے کی ہڈیاں ان کے دائیں بائیں بکھری ہوئی تھیں، انھوں نے دیکھا تو سفید سفید ہڈیاں چمک رہی تھیں، اللہ تعالیٰ نے ہوا کو بھیجا جس نے جگہ جگہ بکھری ہوئی تمام ہڈیوں کو یکجا کر دیا اور ہر ہڈی کو اس کی جگہ پر جوڑ دیا حتی کہ ہڈیوں سے بنا ہوا ایک ڈھانچہ کھڑا ہو گیا جو گوشت سے خالی تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس ڈھانچے میں گوشت، اعصاب، رگیں اور کھال پیدا فرما دی، پھر اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے گدھے کے دونوں نتھنوں میں پھونک ماری تو گدھا اللہ تعالیٰ کے حکم سے صحیح سالم بن کر ہینگنے لگا۔[3]

حضرت عزیر علیہ السلام یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے، اس لیے اسے دیکھتے ہی وہ بے ساختہ پکار اٹھے: ﴿ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿259﴾ ﴾ ''میں یقین کرتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' یعنی میں اسے جانتا ہوں اور میں نے سر کی آنکھوں سے اس

① المستدرك للحاكم، التفسير: 234/2، حديث: 2918. ② تفسير الطبري: 62/3. ③ تفسير الطبري: 57/3 وتفسير ابن أبي حاتم: 506/2 نحوه.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا مشاہدہ بھی کر لیا ہے، لہٰذا میں اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے اسے زیادہ جانتا ہوں۔ کچھ لوگوں نے ﴿ اَعْلَمُ ﴾ کو صیغۂ امر [اِعْلَمْ] بھی پڑھا ہے، یعنی اس بات کو خوب جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تفسیر آیت:260

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے درخواست کی قبولیت: ائمۂ تفسیر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال کے کئی اسباب بیان کیے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انھوں نے جب نمرود سے یہ کہا تھا: ﴿ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ﴾ ''میرا پروردگار تو وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔'' تو آپ نے چاہا کہ آپ کو اس سلسلے میں علم الیقین کے بجائے عین الیقین حاصل ہو اور آپ اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کا اپنے سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیں تو اس لیے بارگاہ ایزدی میں عرض کی: ﴿ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِيْ ؕ ﴾ ''اے پروردگار! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیونکر زندہ کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تو (اس پر) ایمان نہیں لایا؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں! لیکن (میں دیکھنا) اس لیے (چاہتا ہوں) کہ میرا دل اطمینان کامل حاصل کر لے۔''

اس آیت کی تفسیر میں امام بخاری نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ إِذْقَالَ: ﴿ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِيْ ؕ ﴾ ''ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت شک کے زیادہ حق دار ہیں، جب انھوں نے کہا: ''اے پروردگار! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیونکر زندہ کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تمھیں یقین نہیں؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں! لیکن (میں دیکھنا) اس لیے (چاہتا ہوں) کہ میرا دل اطمینان حاصل کرے۔''[1] تو اس کے معنی یہ ہیں کہ یقین طلب کرنے کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت ہم زیادہ حقدار ہیں۔

حضرت خلیل کی درخواست کا جواب: اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس درخواست کے جواب میں فرمایا: ﴿ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ ﴾ ''پھر تو چار پرندے لے۔'' مفسرین کا اس بات میں بہت اختلاف ہے کہ یہ چار پرندے کون کون سے تھے؟ لیکن ان پرندوں کے تعین میں کوئی فائدہ نہیں اگر اس میں کوئی فائدہ ہوتا تو قرآن مجید اسے خود ہی بیان فرما دیتا۔ اور اللہ کا فرمان ہے: ﴿ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ﴾ یعنی انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر لو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، سعید بن جبیر، ابو مالک، ابوالاسود الدّیلی، وہب بن منبہ، حسن، سدی اور دیگر ائمۂ تفسیر نے اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں۔[2] انھوں نے ذکر کیا ہے کہ آپ نے چار پرندے لیے، انھیں ذبح کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ان کے بالوں کو نوچ کر توڑ دیا، پھر ان سب کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا، پھر ان کو الگ الگ ٹکڑوں میں کر دیا اور ہر پہاڑ پر ایک ایک ٹکڑا ڈال دیا۔[3] بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے چار پہاڑوں اور ایک دوسرے قول کے مطابق سات پہاڑوں پر ان ٹکڑوں کو بکھیرا تھا۔

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ ﴾ (البقرة 2:260)، حديث: 4537. ② تفسير ابن أبي حاتم: 511/2 و تفسير الطبري: 79,78/3. ابوالاسود، الدُّؤَلی کی نسبت سے زیادہ مشہور ہیں۔ ③ تفسير الطبري: 81,80/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان پرندوں کے سروں کو آپ نے اپنے ہاتھ میں پکڑے رکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ پرندوں کو آواز دیں تو آپ نے ارشاد باری تعالیٰ کی تعمیل کرتے ہوئے انھیں آواز دی تو آپ نے دیکھا کہ ہر پرندے کا پر اس کے پر کی طرف، خون، خون کی طرف اور گوشت، گوشت کی طرف اڑ رہا اور ایک دوسرے کے ساتھ جا کر مل رہا ہے حتی کہ ہر ایک پرندہ مکمل ہو کر اپنی جگہ کھڑا ہو گیا اور آپ کی طرف دوڑتے ہوئے آیا تاکہ آپ اچھی طرح اس حقیقت کا مشاہدہ فرما لیں جس کے بارے میں آپ نے سوال کیا تھا۔

الغرض! اب ان میں سے ہر پرندہ آپ کی طرف بھاگا چلا آ رہا تھا تاکہ اپنے اس سر کو بھی حاصل کر لے جو آپ نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔ اگر آپ کسی پرندے کو اس کے اپنے سر کے علاوہ کوئی دوسرا سر دیتے تو وہ اسے قبول کرنے سے انکار کر دیتا تھا اور اگر اس کی طرف اس کے اپنے سر کو بڑھاتے تو وہ اس کے باقی تن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قدرت وقوت سے جڑ جاتا۔ ①

اسی لیے فرمایا: ﴿وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور جان لو کہ بے شک اللہ غالب، حکمت والا ہے۔'' یعنی خوب خوب جان لو کہ اللہ غالب ہے کہ کوئی چیز اس پر غالب نہیں آ سکتی اور نہ کوئی چیز اس کی دسترس سے باہر رہ سکتی ہے، وہ جو چاہے بلا روک ٹوک ہو جاتا ہے، اس لیے کہ وہ ذات گرامی عظیم اور ہر چیز کو مغلوب کر دینے والی ہے، نیز وہ اپنے اقوال وافعال اور شرع وقدر میں حکیم ہے۔

امام عبدالرزاق نے معمر اور ایوب کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ میرے نزدیک قرآن مجید میں اس سے بڑھ کر اور کوئی آیت زیادہ امید افزا نہیں ہے۔ ② امام ابن ابو حاتم نے محمد بن مُنکَدِر سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی ملاقات ہوئی تو ابن عباس نے ابن عمرو سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک قرآن مجید کی کون سی آیت زیادہ امید افزا ہے؟ تو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ میرے نزدیک یہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝﴾ (الزمر 53:39) ''آپ کہہ دیجیے: (اللہ فرماتا ہے:) اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے! تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ سب گناہ معاف کر دیتا ہے، یقیناً وہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' سب سے زیادہ امید افزا ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں تو ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى﴾ کو زیادہ امید افزا قرار دیتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بات: ﴿بَلٰى﴾ ''کیوں نہیں!'' سے راضی ہو گیا کیونکہ اس طرح کی باتیں تو دلوں میں آتی رہتی ہیں اور شیطان ان کے بارے میں وسوسہ پیدا کرتا رہتا ہے۔ ③

امام حاکم نے بھی اس حدیث کو مستدرک میں اسی طرح روایت کیا، اس کی سند کو صحیح قرار دیا اور لکھا ہے کہ شیخین نے اسے

① تفسیر القرطبی:301,300/3 و تفسیر الطبری:81,80/3 عن قتادۃ والربیع. ② تفسیر الطبری:69/3. ③ تفسیر ابن أبی حاتم:509/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ

ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں، اس دانے کی سی ہے جس میں سے سات بالیاں نکلیں اور ہر

سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿261﴾

بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لیے چاہے (اجر) بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، خوب جاننے والا ہے ﴿261﴾

بیان نہیں کیا۔ ①

تفسیر آیت:261

اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی جزا: اس مثال کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ کے راستے میں اس کی رضا کے حصول کے لیے خرچ کرے تو اسے دوگنا چوگنا اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے کیونکہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک عطا کیا جاتا ہے، پس ارشاد فرمایا: ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ”جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان (کے مال) کی مثال۔“ سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے مراد اللہ کی اطاعت ہے۔ ② مکحول فرماتے ہیں کہ اس سے مراد گھوڑوں پر خرچ کرنا ہے جو اللہ کے راستے میں بندھے ہوئے ہوں۔ ③

محض سات سو کا عدد ذکر کر دینے کی نسبت یہ مثال دلوں کے لیے زیادہ مؤثر ہے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اعمال صالحہ سر انجام دینے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ ان کے اعمال پروان چڑھاتا رہتا ہے جس طرح کہ اس شخص کی کھیتی پروان چڑھتی ہے جس نے زرخیز زمین میں بیج ڈالا ہو۔

سنت نبوی سے بھی یہ ثابت ہے کہ نیکی کو سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے مہار والی ایک اونٹنی اللہ کی راہ میں صدقہ کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَتَأْتِيَنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِسَبْعِ مِائَةِ نَاقَةٍ مَّخْطُومَةٍ] ”یقیناً یہ قیامت کے دن مہار والی سات سو اونٹنیاں (اپنے ساتھ) لائے گی۔“ ④ اسے امام مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک شخص مہار والی ایک اونٹنی لے کر آیا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ اللہ کی راہ میں ہے۔ آپ نے فرمایا: [لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَبْعُ مِائَةِ نَاقَةٍ] ”تجھے قیامت کے دن اس کے عوض میں سات سو اونٹنیاں ملیں گی (وہ سب مہار والی ہوں گی۔)“ ⑤

ایک دوسری حدیث: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ ، الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا ، إِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ إِلٰى مَا شَاءَ اللّٰهُ قَالَ اللّٰهُ : إِلَّا الصَّوْمَ

① المستدرك للحاكم، الإيمان: 60/1، حديث: 198 والتوبة والإنابة: 261,260/4، حديث: 7670 امام ذہبی فرماتے ہیں کہ اس میں انقطاع ہے۔ ② تفسير ابن أبي حاتم: 514/2. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 514/2. ④ مسند أحمد: 121/4.

⑤ صحيح مسلم، الإمارة، باب فضل الصدقة فی سبيل الله تعالى وتضعيفها، حديث: 1892 و سنن النسائي، الجهاد، باب فضل الصدقة فی سبيل الله عزوجل، حديث: 3189 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ

جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر خرچ کرنے کے بعد احسان نہیں جتاتے اور نہ دکھ دیتے ہیں، ان کے لیے

اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿262﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ

ان کے رب کے پاس اجر ہے، نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ﴿262﴾ اچھی بات کہنا اور معاف کرنا اس صدقے سے بہتر ہے

مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿263﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا

جس کے بعد دکھ دیا جائے اور اللہ بے پروا، نہایت بردبار ہے ﴿263﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر

صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح ضائع نہ کرو جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا

الْاٰخِرِ ۗ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۗ لَا يَقْدِرُوْنَ

تو اس کی مثال چکنے پتھر کی سی ہے جس پر مٹی پڑی ہو، پھر اس پر زور کی بارش ہو تو (ساری مٹی بہ جائے اور) صاف چٹان رہ جائے۔ وہ (ریاکار) جو نیکی کرتے

عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿264﴾

ہیں، اس سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آتا اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا ﴿264﴾

فَإِنَّهُ لِي ، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ ، يَدَعُ طَعَامَهُ وَشَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ : فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ ، وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ ، وَلَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ ، الصَّوْمُ جُنَّةٌ ، الصَّوْمُ جُنَّةٌ] ''ابن آدم کے ہر عمل کو اس طرح بڑھا دیا جاتا ہے کہ ایک نیکی کا سات سو گنا یا اس سے بھی زیادہ جس قدر اللہ چاہے ثواب ملتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مگر روزہ، وہ میرے ہی لیے ہے اور میں خود ہی اس کی جزا دوں گا، وہ محض میری وجہ سے اپنے کھانے اور خواہش نفس کو چھوڑتا ہے، روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری اپنے رب تعالیٰ کے دیدار کے وقت، روزے دار کے منہ کی بو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بھی بڑھ کر پاکیزہ ہوگی۔ روزہ ڈھال ہے، روزہ ڈھال ہے۔''[1] اور اسی طرح اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔[2]

اور یہاں اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ﴾ ''اور اللہ جس (کے مال) کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ اسے اس کے اخلاص عمل کے حساب سے بڑھاتا رہتا ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿261﴾﴾ ''وہ بڑی کشائش والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔'' یعنی اس کا فضل و کرم اس کی مخلوق کی نسبت بہت ہی زیادہ ہے اور صرف وہی جانتا ہے کہ کون اس کے فضل و کرم کا مستحق ہے اور کون نہیں بے شک وہ اپنی حمد و ثنا کے ساتھ پاک ہے۔

تفسیر آیات: 264-262

صدقہ کرنے کے بعد احسان جتلانے اور ایذا پہنچانے کی ممانعت: اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے

[1] مسند أحمد: 443/2. [2] صحيح مسلم، الصيام، باب فضل الصيام، حديث: 1151.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو اپنے اموال اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور صدقہ و خیرات کرنے کے بعد اس شخص پر کوئی احسان نہیں جتلاتے جسے انھوں نے دیا ہو۔ الغرض! وہ کسی پر بھی قول یا فعل کے ساتھ احسان نہیں جتلاتے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَّلَآ اَذًى ﴾ ''اور نہ (کسی کو) تکلیف دیتے ہیں۔'' یعنی جس کے ساتھ انھوں نے کوئی احسان کیا ہو تو اسے کوئی تکلیف یا ایذا نہیں دیتے کہ اس سے ان کا سابقہ احسان ضائع ہو جائے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے بے پایاں اجر و ثواب کا وعدہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾ ''ان کے لیے ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس (تیار) ہے۔'' یعنی ان کا ثواب اللہ ہی کے ذمے ہے کسی اور کے ذمے نہیں۔ ﴿ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ ﴾ ''اور نہ ان کو کچھ خوف ہوگا۔'' یعنی روز قیامت کی ہولناکیوں کا انھیں کچھ خوف نہ ہوگا۔ ﴿ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ ''اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' یعنی انھوں نے اپنے پیچھے جو اولاد چھوڑی اور جو دنیا اور اس کے اسباب و وسائل چھوڑے تو اس کا انھیں کوئی غم نہ ہوگا کیونکہ انھیں ان دنیوی چیزوں سے بدر جہا بہتر نعمتیں مل چکی ہوں گی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ﴾ ''نرم بات کہہ دینی'' یعنی مسلمان سے کوئی اچھی بات کہہ دی جائے یا اسے دعا ہی دے دی جائے، ﴿ وَّمَغْفِرَةٌ ﴾ ''اور درگزر کرنا'' یعنی کسی قولی یا فعلی ظلم کو معاف کر دینا اور درگزر کرنا ﴿ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ﴾ ''اس خیرات سے بہتر ہے جس کے دینے کے بعد (لینے والے کو) ایذا دی جائے۔'' ﴿ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ ﴾ ''اور اللہ (اپنی مخلوق سے) بے پرواہے۔'' ﴿ حَلِيْمٌ ﴾ ''(اور) بردبار ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ حلم و بردباری سے کام لیتا، درگزر کرتا اور معاف فرماتا ہے۔ صدقہ کر کے احسان جتلانے کی ممانعت کے بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں، مثلاً: صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ثَلَاثَةٌ لَّا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ......: اَلْمُسْبِلُ إِزَارَهُ ، وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ] ''تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ روز قیامت نہ کلام فرمائے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا، نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا......: اپنے تہبند (شلوار وغیرہ) کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا اور صدقہ دے کر احسان جتلانے والا اور اپنے سودے کو جھوٹی قسم کے ساتھ بیچنے والا۔''[1]

اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ﴾ ''مومنو! اپنے صدقات (وخیرات) کو احسان جتانے اور ایذا دینے سے برباد نہ کر دینا۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ احسان جتانے اور ایذا دینے سے صدقہ باطل ہو جاتا ہے اور اس غلطی کی وجہ سے انسان صدقہ و خیرات کے اجر و ثواب سے محروم ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ ﴾ ''اس شخص کی طرح جو لوگوں کے دکھاوے کے لیے مال خرچ کرتا ہے۔'' یعنی اپنے صدقات کو احسان اور ایذا سے اس طرح ضائع نہ کرو جس طرح لوگوں کے دکھاوے سے صدقہ ضائع ہو جاتا

---

[1] صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار......، حديث: 106.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ

اور ان لوگوں کی مثال ،جو اللہ کی رضا جوئی اور پوری دلجمعی سے اپنے مال خرچ کرتے ہیں، اس باغ کی سی ہے جو کسی اونچی سطح پر ہو،

بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا

اس پر زور کی بارش ہو تو وہ دوگنا پھل لائے، پھر اگر اس پر زور کی بارش نہ بھی ہو تو پھوار ہی (کافی ہے) اور تم جو کچھ کرتے ہو، اللہ اسے

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿265﴾

خوب دیکھنے والا ہے ﴿265﴾

ہے کیونکہ وہ لوگوں کے سامنے تو ظاہر یہ کرتا ہے کہ وہ اللہ کی رضا کے لیے خرچ کر رہا ہے لیکن اس کا اصل مقصود یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں یا وہ اچھے کارناموں کے ذریعے سے شہرت حاصل کرنا چاہتا ہے تاکہ لوگ اس کا شکریہ ادا کریں یا اسے کہا جائے کہ وہ بڑا سخی ہے، یعنی صدقہ وخیرات کرنے سے اس کے پیش نظر اس طرح کے دنیوی مقاصد ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے معاملہ اس کی رضا کی طلب اور اس کے بے پایاں اجر وثواب کا حصول اس کا مقصود نہیں ہوتا۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ﴾ ”اور وہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے دکھاوے کے لیے خرچ کرنے والے، امام ضحاک کے بقول خرچ کر کے احسان جتلانے اور ایذا پہنچانے والے، کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:[1] ﴿ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ ﴾ ”اس کی مثال اس چٹان کی سی ہے۔“ ﴿ صَفْوَانٍ ﴾ صَفْوَانَة کی جمع ہے، بعض ائمۂ لغت کے بقول صفوان کا لفظ بطور مفرد بھی استعمال ہوتا ہے، اس کے معنی نرم اور ملائم چٹان کے ہیں۔ ﴿ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ ﴾ ”جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو اور اس پر زور کا مینہ برسے۔“ ﴿ وَابِلٌ ﴾ کے معنی موسلا دھار بارش کے ہیں۔

﴿ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ ﴾ ”وہ اسے صاف کر ڈالے۔“ یعنی یہ موسلا دھار بارش اس نرم وملائم چٹان کو اس طرح صاف کر دے کہ اس پر قطعاً کوئی مٹی باقی نہ رہے بلکہ سب کی سب صاف ہو جائے۔ اسی طرح دکھاوا اور ریا کاری کرنے والوں کے کام اللہ تعالیٰ کے ہاں ختم ہو کر رہ جاتے ہیں۔ گو، لوگوں کو ان کے اعمال مٹی کی طرح نظر آتے ہیں مگر بالآخر یہ بالکل ختم ہو جاتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿264﴾ ﴾ ”(اسی طرح یہ (ریاکار) لوگ اپنے اعمال کا کچھ بھی صلہ حاصل نہیں کر سکیں گے اور اللہ ایسے ناشکروں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔“

تفسیر آیت:265

یہ ان مومنوں کی مثال ہے جو اپنے اموال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لیے خرچ کرتے ہیں: ﴿ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ﴾ ”اور پوری دلجمعی سے“ یعنی انھیں اس بات کا پختہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں پوری پوری جزا عطا فرمائے گا۔ اس کی نظیر نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے جو متفق علیہ حدیث میں ہے: [مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا] ”جو شخص

[1] تفسير الطبري: 93/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ

کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو، اس کے نیچے نہریں بہتی ہوں، اس باغ میں

فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ

اس کے لیے ہر قسم کے پھل ہوں اور اسے بڑھاپا آ جائے جبکہ اس کی اولاد کمزور ہو، پھر (اچانک) اس باغ پر ایسا بگولا آ پڑے جس میں آگ ہو

فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿266﴾ ع 36 6 4

اور وہ اسے جلا کر رکھ دے؟ اس طرح اللہ تمھارے لیے آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو﴿266﴾

ایمان اور حصول ثواب کی امید سے رمضان کے روزے رکھے۔''[1] یعنی اس کا ایمان ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ان روزوں کے رکھنے کا حکم دیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہی سے ان کے ثواب کی بھی امید رکھے۔

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ﴾ ''ان کی مثال ایک باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو۔'' جنت کے معنی باغ کے ہیں اور ربوہ اس جگہ کو کہتے ہیں جو زمین سے اونچی ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام ضحاک نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ اس میں نہریں بہتی ہوں۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَصَابَهَا وَابِلٌ﴾ ''(جب) اس پر مینہ پڑے۔'' ﴿وَابِلٌ﴾ شدید بارش کو کہتے ہیں جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا ہے۔ ﴿فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ﴾ یعنی دوسرے باغوں کی نسبت وہ دوگنا پھل دے۔ ﴿فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ﴾ ''اگر مینہ نہ بھی برسے تو پھوار ہی کافی ہے۔'' ضحاک کہتے ہیں کہ طَلّ کے معنی پھوار، یعنی ہلکی بارش کے ہیں۔[3] یعنی اونچی جگہ کا یہ باغ کبھی بھی قحط زدہ نہیں ہوتا کیونکہ اگر موسلا دھار بارش نہ بھی ہو تو اس کے لیے ہلکی بارش بھی کافی ہوتی ہے۔ اسی طرح مومنوں کا عمل بھی کبھی ضائع نہیں جاتا بلکہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا، بڑھاتا اور پروان چڑھاتا ہے اور ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق ہی جزا ملتی ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴿265﴾﴾ ''اور اللہ تمھارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔'' یعنی اس سے اپنے بندوں کا کوئی عمل بھی مخفی نہیں ہے۔

تفسیر آیت:266

نیکیوں کے برائیوں سے ضائع ہونے کی مثال: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عبید بن عمیر سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دن حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ تمھاری رائے میں یہ آیت: ﴿اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ﴾ ''بھلا تم میں کوئی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو؟'' کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی زیادہ بہتر جانتا ہے۔

① صحيح البخاري، الإيمان، باب صوم رمضان احتسابا من الإيمان، حديث: 38 و صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح، حديث: 760 عن أبي هريرة رضي الله عنه. ② تفسير الطبري: 100/3 و تفسير البغوي: 363/1. ③ تفسير الطبري کے مطبوعہ نسخوں میں [لا تجرى] ہے، یعنی اس میں نہریں نہ بہتی ہوں۔ ③ تفسير الطبري: 101/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس جواب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے اور انھوں نے فرمایا کہ یہ کہو کہ ہم جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہنے لگے کہ امیر المؤمنین! اس کے بارے میں میرے دل میں ایک بات ہے، آپ نے فرمایا: برادر زادے! کہو اور اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت میں ایک عمل کی مثال بیان کی گئی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کس عمل کی؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایک عمل کی مثال بیان کی گئی ہے، پھر حضرت عمر نے (خود ہی) فرمایا: یہ مثال اس دولت مند شخص کے عمل کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مطابق عمل کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کے پاس شیطان کو بھیج دیتا ہے تو وہ گناہوں کے کام کرنے لگتا ہے حتی کہ اپنے سارے اعمال کو ضائع کر بیٹھتا ہے۔ (1)

یہ حدیث اس آیت کی تفسیر اور اس میں جو مثال بیان کی گئی ہے اس کی وضاحت کے لیے کافی ہے کہ ایک شخص پہلے اچھے عمل کرتا رہتا ہے، پھر اس کی سیرت و کردار میں تبدیلی آ جاتی ہے اور وہ نیکیوں کے بجائے برائیاں شروع کر دیتا ہے۔ عِیَاذًا بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ۔ تو اپنے اس دوسرے برے عمل کی وجہ سے اپنی سابقہ نیکیوں کو بھی برباد کر بیٹھتا ہے مگر جب نازک اور کٹھن حالات میں اسے نیکیوں کی ضرورت پیش آتی ہے تو اس کے پاس کوئی نیکی باقی نہیں ہوتی، حالانکہ اس وقت اسے نیکیوں کی بہت شدید ضرورت تھی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ﴾ ”اور اسے بڑھاپا آ پکڑے جبکہ اس کے ننھے ننھے بچے بھی ہوں تو (ناگہاں) اس باغ پر ایسا بگولا آ پڑے۔“ إِعصار شدید ترین ہوا کو کہتے ہیں۔ ﴿فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ﴾ ”جس میں آگ ہو تو وہ اسے جلا کر رکھ دے؟“ یعنی اس کے پھلوں کو جلا دے اور درختوں کو تباہ و برباد کر دے تو اس کا کیا حال ہوگا؟

امام ابن ابوحاتم نے بطریق عوفی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ایک بہت خوبصورت مثال بیان فرمائی ہے اور اس کی بیان فرمودہ ساری مثالیں ہی بہت خوبصورت ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ﴾ ”بھلا تم میں کوئی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو جس میں نہریں بہ رہی ہوں اور اس میں اس کے لیے ہر قسم کے میوے موجود ہوں؟“ مگر وہ اسے اپنے بڑھاپے میں ضائع کرے ﴿وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ﴾ ”اور اسے بڑھاپا آ پکڑے۔“ اور اس کی اس آخر عمر میں اس کی اولاد اور اس کے بچے کمزور ہوں تو ناگہاں اس باغ میں آگ کا بھرا ہوا بگولا چلے اور وہ اس باغ کو جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دے، اب اسے طاقت نہیں کہ پھر سے اس طرح کا باغ اگا سکے، اس کی اولاد کے پاس بھی مال و اسباب نہیں کہ وہ اس کی کوئی مدد کر سکے۔

روز قیامت کافر کو جب اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کیا جائے گا تو اس کا بھی یہی حال ہوگا، اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی کہ اس کی معذرت کو قبول کر لیا جائے جیسے کہ مثال میں بیان کیے گئے شخص کے پاس اب طاقت نہیں ہے کہ پہلا سا باغ بنا

(1) صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ﴾ (البقرة 2:266)، حدیث: 4538.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم ان پاکیزہ چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم کماتے ہو اور ان میں سے بھی جو ہم نے تمھارے لیے زمین میں سے نکالی ہیں

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ

اور مت ارادہ کرو (اللہ کی راہ میں) ردی اور خراب چیز خرچ کرنے کا جبکہ تم (خود) تو وہ (چیز) لینا بھی پسند نہیں کرتے الا یہ کہ اس کی بابت تم چشم پوشی کر جاؤ،

اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿267﴾ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاۗءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً

اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ بے پروا ہے، قابل تعریف ہے ﴿267﴾ شیطان تمھیں تنگدستی سے ڈراتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تم سے اپنی

مِّنْهُ وَفَضْلًا ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿268﴾ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ

بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ وسعت والا، خوب جاننے والا ہے ﴿268﴾ اللہ جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جس شخص کو حکمت دی گئی تو اسے بہت

فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿269﴾

بھلائی عطا کی گئی اور (ان باتوں سے) عقل مند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں ﴿269﴾

سکے، وہ کوئی ایسی نیکی بھی نہیں پائے گا جسے اس نے آگے بھیجا ہو کہ اب وہ اس کے کام آسکے جیسے کہ باغ والے کے اس کی اولاد کام نہیں آئی، یہ اس وقت اجر وثواب سے محروم ہوگا جب اسے اجر وثواب کی بے حد ضرورت ہوگی، جیسے یہ شخص باغ سے اس وقت محروم ہوا جب اسے اس کی اپنے بڑھاپے اور اولاد کی کمزوری کی حالت میں شدید ضرورت تھی۔[1]

اسی طرح امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے، رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! اجْعَلْ أَوْسَعَ رِزْقِكَ عَلَيَّ عِنْدَ كِبَرِ سِنِّي وَانْقِطَاعِ عُمْرِي] ''اے اللہ! اپنا کشادہ اور وسیع رزق مجھے میرے بڑھاپے اور عمر کے آخری ایام میں عطا فرما۔''[2] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿266﴾ ﴾ ''اسی طرح اللہ تم سے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم سوچو (اور سمجھو۔)'' یعنی ان سے عبرت حاصل کرو، اَمثال اور ان کے معانی سمجھ کر انھیں حقیقی مراد پر محمول کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ○ ﴾ (العنکبوت 43:29) ''اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے بیان کرتے ہیں اور انھیں تو اہل دانش ہی سمجھتے ہیں۔''

تفسیر آیات: 267-269

اللہ تعالیٰ کے راستے میں عمدہ مال خرچ کرنے کی ترغیب: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور یہاں خرچ کرنے سے مراد صدقہ کرنا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو جو رزق دیا اور جسے انھوں نے کمائی کے ذریعے سے حاصل کیا ہے یا ان فصلوں اور پھلوں کی

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 523/2. [2] المستدرك للحاكم، الدعاء والتكبير...... :542/1 عن عائشة رضی اللہ عنہا یہ حدیث ضعیف ہے، السلسلة الضعيفه: 1385.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورت میں حاصل کیا ہے جنھیں زمین نے ان کے لیے اگایا ہے تاکہ ان میں سے عمدہ اور پاکیزہ مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ پاکیزہ، عمدہ اور بہترین مال کو اس کی راہ میں خرچ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے اپنے بندوں کو منع فرمایا ہے کہ وہ گھٹیا، ناقص اور ردی مال اس کی راہ میں خرچ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اور وہ پاک مال ہی کو قبول فرماتا ہے، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ﴾ یعنی بری اور خراب چیزوں کے خرچ کرنے کا قصد نہ کرو۔ ﴿وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ﴾ ''جبکہ تم (خود) تو وہ (چیز) لینا بھی پسند نہیں کرتے بجز اس کے کہ (لیتے وقت) آنکھیں بند کرلو۔'' یعنی اگر وہ چیزیں تمھیں دی جائیں تو تم انھیں کبھی نہ لو الا یہ کہ ان سے چشم پوشی کرلو، اللہ تعالیٰ تو تمھاری نسبت ان سے زیادہ بے نیاز ہے، لہٰذا جسے تم اپنے لیے ناپسند کرتے ہو، اسے اللہ تعالیٰ کے لیے کیوں پسند کرتے ہو۔ اس آیت کریمہ: ﴿وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ﴾ کے یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں: ''تم حلال مال سے اعراض کر کے حرام مال کا قصد نہ کرو، پھر اس میں سے خرچ کرو۔''

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی کہ جب کھجوریں چننے کے دن آتے تو وہ اپنے باغوں میں سے گدّر (نیم پختہ) کھجوروں کے خوشے نکالتے اور انھیں اس رسی کے ساتھ لٹکا دیتے جو رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں دو ستونوں کے درمیان بندھی ہوئی تھی، فقراء مہاجرین ان کھجوروں کو کھا لیتے تھے، کچھ لوگ گدّر کھجوروں کے ان خوشوں کے ساتھ ردی قسم کی کھجوروں کو بھی شامل کر دیتے اور سمجھتے کہ یہ جائز ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ وحی نازل فرمائی: ﴿وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ﴾ یعنی بری اور خراب چیزوں کے خرچ کرنے کا قصد نہ کرو۔[1]

علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اگر تمھارا کسی پر کوئی حق ہو اور وہ اس سے، جتنا تمھارا حق بنتا ہے، کم لے کر آئے تو تم اسے کم سمجھتے ہوئے نہیں لو گے حتی کہ اسے ناقص قرار دو گے۔ اور ﴿اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ط﴾ کے یہی معنی ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرے لیے اس چیز کو کیسے پسند کرتے ہو جسے تم اپنے لیے پسند نہیں کرتے؟ میرا تم پر حق یہ ہے کہ اپنے پاکیزہ اور عمدہ ترین مال کو میرے لیے خرچ کرو۔ اسے امام ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔[2] نیز امام ابن جریر نے بھی اسے روایت کیا ہے اور انھوں نے یہاں اس ارشاد باری تعالیٰ کا بھی حوالہ دیا ہے: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۭ﴾ (آل عمران 92:3) ''(مومنو!) جب تک تم ان چیزوں میں سے جو تمھیں عزیز ہیں (اللہ کی راہ میں) صرف نہ کرو گے کبھی نیکی حاصل نہ کرسکو گے۔''[3]

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝﴾ ''اور جان رکھو کہ اللہ بے پروا (اور) قابل ستائش ہے۔'' یعنی اگرچہ اس نے تمھیں یہ حکم دیا ہے کہ صدقات وخیرات کرو اور عمدہ مال سے کرو مگر وہ تمھارے اموال سے بے نیاز ہے، اس نے

[1] تفسیر الطبری: 114/3 و تفسیر ابن أبی حاتم: 528/2. [2] تفسیر ابن أبی حاتم: 529,528/2. [3] تفسیر الطبری: 117/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو یہ حکم اس لیے دیا ہے تا کہ غنی وفقیر میں مساوات پیدا کر دی جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ﴾ (الحج22:37) ''اللہ تک ان (قربانی کے جانوروں) کا نہ گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون لیکن اس تک تمھاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ساری مخلوق سے بے نیاز ہے اور ساری مخلوق اس کی محتاج ہے، وہ بے حد وحساب فضل وکرم کا مالک ہے، اس کے خزانے کبھی ختم نہیں ہو سکتے، چنانچہ جو شخص اپنی پاک کمائی سے صدقہ کرے اسے جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور بے حد وحساب عطا فرمانے والا ہے، وہ کریم وجواد ہے، وہ اپنے بندوں کے صدقات وخیرات کا بدلہ دے گا اور کئی گنا زیادہ بدلہ عطا فرمائے گا، کون ہے جو اسے قرض دے جو نہ تو محتاج ہے اور نہ ظالم؟[1] بلکہ وہ تو ہر اعتبار سے قابل ستائش ہے، یعنی وہ اپنے تمام افعال واقوال اور شرع وقدر کے اعتبار سے قابل ستائش ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے سوا کوئی پروردگار نہیں۔

خرچ کرنے کے بارے میں شیطانی وسوسے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ ''(اور دیکھنا) شیطان (کا کہنا مانناوہ) تمھیں تنگ دستی کا خوف دلاتا اور بے حیائی کے کام کرنے کو کہتا ہے اور اللہ تم سے اپنی بخشش اور رحمت کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ بڑی کشائش والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔''

امام ابن ابو حاتم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ لِلشَّيْطَانِ لَمَّةً بِابْنِ آدَمَ، وَلِلْمَلَكِ لَمَّةً ، فَأَمَّا لَمَّةُ الشَّيْطَانِ فَإِيعَادٌ بِالشَّرِّ وَتَكْذِيبٌ بِالْحَقِّ ، وَأَمَّا لَمَّةُ الْمَلَكِ فَإِيعَادٌ بِالْخَيرِ وَتَصْدِيقٌ بِالْحَقِّ، فَمَنْ وَّجَدَ ذٰلِكَ فَلْيَعْلَمْ أَنَّهُ مِنَ اللّٰهِ ، فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ، وَمَنْ وَّجَدَ الْأُخْرٰى فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ﴾] ''بے شک شیطان کی بھی ابن آدم سے قربت ہے اور فرشتے کی بھی قربت ہے: شیطان کی قربت یہ ہے کہ وہ انسان کو شر کی طرف لوٹاتا اور اس سے حق کی تکذیب کرواتا ہے، اور فرشتے کی قربت یہ ہے کہ وہ اسے نیکی کی طرف لوٹاتا اور اس سے حق کی تصدیق کرواتا ہے جو شخص اُسے (فرشتے کی قربت) پائے تو وہ جان لے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرے، اور اگر کوئی دوسری صورت پائے تو وہ شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے، پھر آپ ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ﴾[2] امام ترمذی اور نسائی نے بھی اپنی اپنی سنن کی کتاب التفسیر میں اس حدیث کو اسی طرح بیان فرمایا ہے۔[3]

اور اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ شیطان تمھیں تنگ دستی کا خوف دلاتا ہے تا کہ تم

---

[1] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الترغيب في الدعاء......، حديث: 758. [2] تفسير ابن أبي حاتم: 530,529/2 و تفسير الطبري: 122/3. [3] جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة البقرة، حديث: 2988 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، قوله تعالى: ﴿ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ ﴾ : 305/6، حديث: 11051.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ نَّفَقَةٍ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِّنۡ نَّذۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ

اور تم کسی قسم کا خرچ کرو یا کوئی بھی نذر مانو تو بے شک اللہ اسے جانتا ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں (270) اگر تم ظاہر کر کے

اَنۡصَارٍ ﴿270﴾ اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِىَ ۚ وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَتُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيۡرٌ

صدقات دو تو یہ اچھی بات ہے اور اگر تم اسے چھپا کر فقیروں کو دو تو وہ تمھارے لیے زیادہ بہتر ہے، وہ (اللہ) تم سے تمھارے گناہ دور

لَّكُمۡ ؕ وَيُكَفِّرُ عَنۡكُمۡ مِّنۡ سَيِّاٰتِكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ ﴿271﴾

کر دے گا اور تم جو بھی عمل کرتے ہو اللہ اس کی خوب خبر رکھتا ہے (271)

اپنے ہاتھوں کو روک لو اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے اپنا مال خرچ نہ کرو ﴿ وَيَاۡمُرُكُمۡ بِالۡفَحۡشَآءِ ﴾ یعنی تنگ دستی کے خوف سے خرچ کرنے سے منع کرنے کے ساتھ ساتھ وہ تمھیں گناہوں، بے حیائیوں اور حرام کاموں کا حکم بھی دیتا ہے تاکہ تم اپنے خالق و مالک کے حکم کی مخالفت بھی کرو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمۡ مَّغۡفِرَةً مِّنۡهُ ﴾ یعنی شیطان نے تمھیں جو بے حیائی کا حکم دیا ہے تو اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنی مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ ﴿ وَفَضۡلًا ؕ ﴾ یعنی شیطان نے تمھیں جو تنگ دستی سے ڈرایا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں تم سے اپنے فضل و کرم کا وعدہ فرمایا ہے۔ ﴿ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ﴿268﴾ ﴾ ''اور اللہ بڑی کشائش والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔''

حکمت کے معنی: اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے: ﴿ يُّؤۡتِى الۡحِكۡمَةَ مَنۡ يَّشَآءُ ۚ ﴾ ''وہ جس کو چاہتا ہے دانائی بخشتا ہے۔'' علی بن ابو طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہاں حکمت سے مراد قرآن کریم اور اس کے ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ، مقدم و مؤخر، حلال و حرام اور امثال کی پہچان ہے۔ [1]

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ : رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَآخَرُ آتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا] ''صرف دو آدمیوں پر رشک کیا جا سکتا ہے: ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نواز رکھا ہو، پھر اسے حق میں خوب خرچ کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائی ہو اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت و دانش اور علم سے نواز رکھا ہو اور وہ اسی کے مطابق فیصلے کرتا ہو اور اسے لوگوں کو سکھاتا بھی ہو۔'' [2] اور اسی طرح اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ [3] ﴿ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿269﴾ ﴾ ''اور نصیحت تو وہ لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل مند ہیں۔'' یعنی وعظ و نصیحت سے صرف وہی لوگ فائدہ حاصل کرتے ہیں جو اصحابِ عقل و دانش ہوں، اللہ تعالیٰ

[1] تفسیر الطبری:124/3. [2] مسند أحمد:432/1. [3] صحیح البخاری، العلم، باب الاغتباط في العلم والحكمة، حديث:73 وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب فضل من يقوم بالقرآن ويُعلمه......، حديث:816 والسنن الكبرى للنسائي، العلم، باب الاغتباط في العلم:426/3، حديث:5840 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب الحسد، حديث:4208.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے فرمان اور اس کے کلام کے معنی کو جانتے ہوں۔

تفسیر آیات:271,270

اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ وہ عمل کرنے والوں کے تمام اعمال خیرات، صدقات اور نذروں سے آگاہ ہے۔ اور اس سے ضمناً یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کی رضا کے حصول کے لیے اور اس کے وعدوں کی امید پر عمل کرنے والوں کو وہ پوری پوری جزا عطا فرمائے گا۔ اور جو اس کی اطاعت کے مطابق عمل نہ کریں بلکہ اس کے حکم کی مخالفت کریں، اس کی خبر کی تکذیب کریں اور اس کے ساتھ کسی اور کی بھی عبادت کریں تو انھیں اللہ تعالیٰ نے سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴾ (270) یعنی قیامت کے دن ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی سزا سے انھیں نجات دلا سکے۔

صدقے کو ظاہر اور پوشیدہ دینے کی فضیلت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ﴾ یعنی اگر تم خیرات ظاہر کر کے دو تو وہ بھی خوب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾ ”اور اگر تم پوشیدہ کر کے اہل حاجت کو دو تو وہ بھی تمھارے لیے خوب تر ہے۔“ میں اس بات کی دلیل ہے کہ صدقہ و خیرات پوشیدہ طور پر دینا ظاہر طور پر دینے سے افضل ہے کیونکہ یہ ریا کاری سے دور ہے۔ ہاں، البتہ ظاہری طور پر دینے میں اگر کوئی راجح مصلحت ہو، مثلاً: دوسرے لوگ بھی اس کی اقتدا کرنے لگیں تو اس اعتبار سے ظاہر طور پر دینا افضل ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلْجَاهِرُ بِالْقُرْآنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ، وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْآنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ] ”ظاہری طور پر قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا ظاہری طور پر صدقہ کرنے والے کی طرح ہے اور پوشیدہ طور پر تلاوت کرنے والا، پوشیدہ صدقہ کرنے والے کی طرح ہے۔“[1] لیکن اس آیت کے پیش نظر اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ پوشیدہ طور پر صدقہ دینا ہی افضل ہے۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [سَبْعَةٌ يُّظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ، يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: اَلْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَشَابٌّ نَّشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلٰى ذٰلِكَ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفٰى حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ] ”سات قسم کے انسان ایسے ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ اپنے[2] (یعنی عرش کے) سائے میں جگہ عطا فرمائے گا جبکہ اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا: (1) عدل و انصاف کرنے والا حکمران۔ (2) اللہ تعالیٰ کی عبادت میں نشوونما پانے والا نوجوان۔ (3) وہ شخص کہ (جب مسجد سے باہر نکل جائے تو واپس آنے تک) اس کا دل مساجد ہی سے وابستہ ہو۔ (4) وہ دو شخص جو اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرتے، اسی پر آپس میں جمع ہوتے اور اسی پر ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہوں۔ (5) وہ شخص جسے کوئی صاحب منصب و جمال

[1] سنن أبي داود، التطوع، باب رفع الصوت بالقراءة في صلاة الليل، حديث: 1333. [2] اکثر شارحین حدیث نے [ظِلّه] سے عرش کا سایہ مراد لیا ہے، دیکھیے التمهيد: 431/17 و فتح الباري، حديث: 660 کے ذیل میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ

(اے نبی!) لوگوں کو ہدایت دینا آپ کی ذمہ داری نہیں لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور تم اپنے مال میں سے جو خرچ کرو، وہ تمھارے اپنے

فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ

فائدے کے لیے ہے اور تم جو کچھ خرچ کرتے ہو وہ اللہ کی رضا حاصل کرنے ہی کے لیے کرتے ہو اور تم اپنے مال میں سے جو خرچ کرو گے اس کا تمھیں

وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿272﴾ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا

پورا پورا صلہ دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا ﴿272﴾ (صدقات تو) ان ضرورت مندوں کے لیے ہیں جو اللہ کے کاموں میں ایسے مشغول ہوں کہ (اپنے

فِي الْاَرْضِ ۡ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْــَٔـلُوْنَ

روزگار کے لیے) زمین میں دوڑ دھوپ نہ کر سکتے ہوں، ناواقف شخص ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے انھیں مالدار خیال کرے، تم انھیں ان کے چہروں

النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿273﴾ ع الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ ع 37/7/5

سے پہچان لوگے، وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے اور تم اپنے مال میں سے جو کچھ خرچ کرتے ہو، بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے ﴿273﴾

اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

جو لوگ اپنے مال خرچ کرتے ہیں رات اور دن میں، چھپا کر اور ظاہر، ان کے رب کے ہاں ان کے لیے اجر ہے، نہ انھیں کوئی خوف ہوگا اور

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿274﴾

نہ وہ غمگین ہوں گے ﴿274﴾

عورت (اپنے نفس کی طرف) دعوت دے اور وہ کہے کہ میں اللہ (رب العالمین) سے ڈرتا ہوں۔ ⑥ وہ شخص جو اس قدر پوشیدہ طور پر صدقہ کرے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی یہ علم نہ ہو کہ دایاں ہاتھ کیا خرچ کرتا ہے اور ⑦ وہ شخص جو خلوت میں اللہ کا ذکر کرے اور اس کی آنکھیں اشکبار ہو جائیں۔''[1]

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۭ﴾ ''اور وہ (اللہ) تم سے تمھارے گناہوں کو بھی دور کر دے گا۔'' یعنی صدقات و خیرات کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمھارے گناہوں کو معاف فرما دے گا خصوصاً جب صدقہ پوشیدہ طور پر دیا جائے تو اس سے درجات بلند ہوں گے اور گناہوں کو بھی دور کر دیا جائے گا۔

اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿271﴾﴾ ''اور اللہ کو تمھارے سب کاموں کی خبر ہے۔'' یعنی اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں اور وہ تمھارے ان اعمال کے مطابق ہی تمھیں جزا دے گا۔

تفسیر آیات: 272-274

مشرکین کے لیے صدقہ: امام ابو عبدالرحمٰن نسائی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ وہ اپنے مشرک رشتہ داروں کو تھوڑا سا عطیہ بھی دیں، چنانچہ اس سلسلے میں جب انھوں نے

① صحیح البخاري، الأذان، باب من جلس في المسجد......، حدیث: 660 وصحیح مسلم، الزکاۃ، باب فضل إخفاء الصدقة، حدیث: 1031.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے تھوڑا سا خرچ کرنے کی اجازت دے دی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿272﴾ ﴾ ”(اے نبی!) آپ ان لوگوں کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے اور (مومنو!) تم اپنے مال میں سے جو خرچ کرو گے تو اس کا فائدہ تمھی کو ہے اور تم جو خرچ کرو گے اللہ کی خوشنودی کے لیے کرو گے اور جو مال تم خرچ کرو گے وہ تمھیں پورا پورا دے دیا جائے گا اور تمھارا کچھ نقصان نہیں کیا جائے گا۔“①

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ ﴾ ”اور (مومنو!) تم جو مال خرچ کرو گے تو اس کا فائدہ تمھی کو ہے۔“ اسی طرح ہے جس طرح فرمایا: ﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ﴾ (حٰمٓ السجدة 41:46) ”جو اچھا کام کرے، پس وہ اپنی جان کے لیے کرتا ہے۔“ اور اس طرح کی قرآن مجید میں بہت سی مثالیں ہیں۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ”اور تم جو خرچ کرتے ہو وہ اللہ کی خوشنودی کے لیے کرتے ہو۔“ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مومن کا خرچ کرنا اپنے ہی فائدے کے لیے ہوتا ہے اور مومن جب بھی خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول ہی کے لیے خرچ کرتا ہے۔② عطاء خراسانی فرماتے ہیں کہ جب تم اللہ کی رضا کے لیے دو تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ لینے والے کا عمل کیسا ہے۔③

یہ ایک بہت اچھی بات ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ صدقہ کرنے والا اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صدقہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اجر و ثواب ثابت ہو جاتا ہے اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس نے صدقہ کس پر کیا ہے؟ نیک پر یا بد پر؟ مستحق پر یا غیر مستحق پر، اُسے اپنے قصد و ارادے کے مطابق ثواب مل جائے گا جیسا کہ آیت کریمہ کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے: ﴿ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿272﴾ ﴾ ”اور تم جو مال خرچ کرو گے وہ تمھیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمھارا کچھ نقصان نہیں کیا جائے گا۔“

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[قَالَ رَجُلٌ: لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ: تُصُدِّقَ عَلٰى سَارِقٍ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ! لَكَ الْحَمْدُ، لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ زَانِيَةٍ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ: تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى زَانِيَةٍ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ! لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى زَانِيَةٍ ، لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ غَنِيٍّ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ: تُصُدِّقَ عَلٰى غَنِيٍّ. فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ! لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى سَارِقٍ، وَّعَلٰى زَانِيَةٍ وَّعَلٰى غَنِيٍّ. فَأُتِيَ فَقِيلَ لَهٗ: أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلٰى سَارِقٍ، فَلَعَلَّهٗ أَنْ يَّسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهٖ،

① السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالىٰ: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ ﴾ :306,305/6، حديث:11052 و تفسير ابن أبي حاتم:537/2. ② تفسير ابن أبي حاتم:539/2. ③ تفسير ابن أبي حاتم:539/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَأَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا أَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا، وَأَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهُ أَنْ يَعْتَبِرَ، فَيُنْفِقَ مِمَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ]

''ایک آدمی نے کہا: میں ضرور صدقہ کروں گا، وہ صدقہ لے کر نکلا مگر اس نے اسے چور کے ہاتھ میں رکھ دیا، صبح ہوئی تو لوگ باتیں کرنے لگے کہ چور کو صدقہ دیا گیا ہے۔ اس نے کہا: اے اللہ! چور کے ہاتھ میں صدقہ جانے پر تیرا شکر ہے۔ اس نے پھر کہا: میں ضرور صدقہ کروں گا، وہ صدقہ لے کر نکلا اور اس نے اسے ایک زانیہ کے ہاتھ میں رکھ دیا، صبح ہوئی تو لوگ باتیں کرنے لگے کہ رات زانیہ پر صدقہ کیا گیا ہے۔ اس نے کہا: اے اللہ! زانیہ کے ہاتھ میں صدقہ جانے پر تیرا شکر ہے۔ اس نے پھر کہا: میں ضرور صدقہ کروں گا، وہ صدقہ لے کر نکلا اور اس نے اسے ایک دولت مند کے ہاتھ میں رکھ دیا، صبح ہوئی تو لوگ باتیں کرنے لگے کہ رات دولت مند کو بھی صدقہ دے دیا گیا ہے۔ اس نے کہا: اے اللہ! چور، زانیہ اور دولت مند کے ہاتھ میں صدقہ جانے پر بھی تیرا شکر ہے۔ تو اسے (خواب میں) کوئی شخص ملا تو اس سے کہا گیا: تو نے جو چور پر صدقہ کیا ہے ممکن ہے چور آیندہ چوری سے باز آ جائے۔ اور تو نے جو زانیہ پر (صدقہ کیا ہے) ممکن ہے کہ وہ زنا سے باز آ جائے۔ اور تو نے جو دولت مند پر (صدقہ کیا ہے) ممکن ہے کہ وہ عبرت حاصل کرے اور اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے خرچ کرنے لگ جائے۔''[1]

صدقے کا زیادہ مستحق کون ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''(اور تم جو خرچ کرو گے تو وہ) ان حاجت مندوں کے لیے ہے جو اللہ کی راہ میں رکے بیٹھے ہیں۔'' یعنی وہ مہاجرین جنھوں نے اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول کے لیے وقف کر دیا ہے، مدینہ میں سکونت اختیار کر لی ہے اور اپنے لیے کچھ کمانے کے ان کے پاس کوئی اسباب و وسائل نہیں ہیں ﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور وہ زمین میں کسی طرف جانے کی طاقت نہیں رکھتے۔'' یعنی طلب معاش کے لیے وہ سفر نہیں کر سکتے۔ ﴿ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ﴾ سے یہاں ''سفر'' مراد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ﴾ (النسآء 4:101) ''اور جب تم زمین میں سفر کر رہے ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز کو کم کر کے پڑھو۔'' اور فرمایا: ﴿عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (المزمل 73:20) ''اسے علم ہے کہ تم میں بعض بیمار بھی ہوں گے اور بعض اللہ کے فضل (معاش) کی تلاش میں زمین میں سفر کریں گے اور بعض اللہ کی راہ میں لڑیں گے۔''

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ﴾ یعنی ان کے معاملے اور حال سے ناواقف شخص ان کے نہ مانگنے کی وجہ سے اور ان کے لباس، حال اور گفتگو کو دیکھ کر سمجھتا ہے کہ یہ غنی ہیں۔ یہی معنی ہیں اس متفق علیہ حدیث کے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ (وَالْأُكْلَةُ وَالْأُكْلَتَانِ)، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ] ، [قَالُوا : فَمَا

---

[1] صحيح البخاري، الزكاة، باب إذا تصدق على غني وهو لا يعلم، حديث: 1421 و صحيح مسلم، الزكاة، باب ثبوت أجر المتصدق......، حديث: 1022.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْمِسْكِينُ؟ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ ، وَلَا يُفْطَنُ لَهُ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ، وَلَا يَسْأَلُ النَّاسَ شَيْئًا] ''مسکین وہ نہیں ہے جو چکر لگاتا ہے اور اسے ایک یا دو لقمے اور ایک نوالہ یا دو نوالے اور ایک یا دو کھجوریں لوٹا دیں۔ صحابہ نے کہا: پھر مسکین کون ہے؟ اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: مسکین وہ ہے جس کے پاس اس قدر مال نہ ہو جو اس کی ضرورت پوری کر دے اور نہ اس کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہو کہ یہ فقیر ہے تاکہ اس پر صدقہ کیا جائے اور نہ وہ لوگوں سے کچھ مانگے۔''[1] اسے امام احمد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔[2] اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ ﴾ ''تم انھیں ان کے چہروں سے پہچان لو گے (کہ حاجت مند ہیں۔)'' یعنی عقل مند انھیں ان کی صفات سے پہچان لیتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ ﴾ (الفتح 48:29) ''ان کی پہچان ان کی پیشانیوں (پر پڑے نشان) سے ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ۭ ﴾ (محمد 47:30) ''اور یقیناً آپ ان کو (ان کے) اندازِ گفتگو سے پہچان لیتے ہیں۔''

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ لَا يَسْـَٔـلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ ﴾ ''وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے۔'' یعنی لوگوں سے لپٹ کر نہ سوال کرتے ہیں اور نہ لوگوں کو غیر ضروری سوال سے مشکل میں ڈالتے ہیں۔ جو شخص سوال کرے، حالانکہ اس کے پاس وہ چیز موجود ہو جو اسے سوال سے بے نیاز کر دینے والی ہو تو اس نے بھی گویا لپٹ کر سوال کیا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ مجھے میری والدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ سوال کرنے کے لیے بھیجا، میں آ کر آپ کے پاس بیٹھ گیا، آپ نے میری طرف رخ انور کیا اور فرمایا: [مَنِ اسْتَغْنٰى أَغْنَاهُ اللّٰهُ ، وَمَنِ اسْتَعَفَّ أَعَفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنِ اسْتَكْفٰى كَفَاهُ اللّٰهُ، وَمَنْ سَأَلَ وَلَهُ قِيمَةُ أُوقِيَّةٍ فَقَدْ أَلْحَفَ] ''جو شخص بے نیازی اختیار کرے اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دیتا ہے جو عفت اختیار کرنا چاہے، اللہ تعالیٰ اسے پاکباز بنا دیتا ہے جو کفایت اختیار کرنا چاہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور جو شخص سوال کرے اور اس کے پاس ایک اوقیہ (چالیس درہم) کی قیمت (کی کوئی چیز) موجود ہو تو اس نے بھی لپٹ کر سوال کیا۔'' ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے جی میں کہا کہ میری یاقوتہ اونٹنی تو ایک اوقیہ سے زیادہ قیمتی ہے، لہٰذا میں واپس آ گیا اور میں نے آپ سے سوال نہ کیا۔[3] اور اسی طرح اس حدیث کو امام ابوداود اور نسائی نے روایت کیا ہے۔[4]

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴾ ''اور تم جو مال خرچ کرو گے کچھ شک نہیں کہ اللہ

---

① اس کا پہلا حصہ صحیح البخاری، الزکاۃ، باب قول اللّٰہ عزوجل: ﴿ لَا يَسْـَٔـلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ﴾ حدیث:1479 کے اور آخری حصہ صحیح مسلم، الزکاۃ، باب المسکین الذی لا یجد غنی......، حدیث:1039 کے مطابق ہے جبکہ قوسین والا حصہ صحیح البخاری، حدیث:1476 میں ہے، البتہ کسی ایک حدیث میں یہ دونوں لفظ: [الأکلۃ ......و اللقمۃ] اکٹھے نہیں آئے۔ ② مسند أحمد:384/1 . ③ مسند أحمد :9/3. ④ سنن أبی داود، الزکاۃ، باب من یُعطی من الصدقۃ وحدّ الغنٰی، حدیث:1628 مختصرًا و سنن النسائی، الزکاۃ، باب من الملحف؟ حدیث:2596.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ

جو لوگ سود کھاتے ہیں، وہ (قیامت کے دن) اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جسے شیطان نے چھو کر بدحواس کر دیا ہو۔ یہ (سزا) اس لیے (ملے گی) کہ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ

وہ کہتے تھے: تجارت بھی سود ہی کی طرح ہے، حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام، پھر جس شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے

جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ

نصیحت آ جائے اور وہ (سود کھانے سے) باز رہے تو جو کچھ وہ پہلے کھا چکا، سو کھا چکا، اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے، اور جو شخص دوبارہ (سودی معاملہ)

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿275﴾

کرے تو ایسے لوگ دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ﴿275﴾

اس کو جانتا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ سے وہ ہرگز مخفی نہیں رہے گا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی اس وقت پوری پوری اور مکمل جزا عطا فرمائے گا جبکہ بندے کو اس کی بہت شدید ضرورت بھی ہوگی۔

صدقہ کرنے والوں کی تعریف: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿274﴾﴾ ''جو لوگ اپنا مال رات، دن اور پوشیدہ اور ظاہر (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے رہتے ہیں، ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس ہے اور ان کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ غم۔'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کی تعریف فرمائی ہے جو اس کی راہ میں، اس کی رضا کے حصول کی خاطر رات اور دن کے تمام اوقات میں اور پوشیدہ وظاہر تمام حالات میں اپنا مال خرچ کرتے رہتے ہیں حتی کہ انسان اپنے اہل وعیال پر جو خرچ کرتا رہتا ہے وہ بھی اس میں داخل ہے جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا جبکہ وہ مریض تھے اور آپ نے ان کی فتح مکہ کے سال۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حجۃ الوداع کے سال۔ عیادت فرمائی: [وَلَسْتَ تُنْفِقُ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا، حَتَّى اللُّقْمَةَ تَجْعَلُهَا فِي فِي امْرَأَتِكَ ...... إِلَّا ازْدَدْتَ بِهِ دَرَجَةً وَّرِفْعَةً] ''تم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جو بھی خرچ کرو گے اس سے تمھیں اجر دیا جائے گا حتی کہ اس لقمے سے بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو...... اس سے تمھارے درجے اور رفعت میں اضافہ ہوگا۔''[1]

امام احمد نے حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا أَنْفَقَ عَلٰى أَهْلِهِ نَفَقَةً وَّهُوَ يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةً] ''مسلمان جب اپنے اہل وعیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔''[2] اور اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

[1] صحيح البخاري، الوصايا، باب أن يترك ورثته أغنياء......، حديث: 2742 و صحيح مسلم، الوصية، باب الوصية بالثلث، حديث: 1628 واللفظ له لیکن آخری جملے [إِلَّا ...... رِفْعَةً] کا سیاق مختلف ہے۔ [2] مسند أحمد: 120/4-122.

[3] صحيح البخاري، النفقات، باب فضل النفقة......، حديث: 5351 و صحيح مسلم، الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة ......، حديث: 1002.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ ﴾ ”ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس ہے۔“ یعنی نیکی وطاعت کے کاموں میں انھوں نے جو کچھ بھی خرچ کیا، اس کا صلہ اللہ تعالیٰ انھیں قیامت کے دن عطا فرمائے گا۔ ﴿ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾ ”اور ان کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ غم۔“ اس کی تفسیر قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے۔[1]

تفسیر آیت:275

سود کھانے والوں کی مذمت: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے ان نیکوکار بندوں کا تذکرہ فرمایا جو اس کی راہ میں خرچ کرتے، زکاۃ ادا کرتے اور تمام احوال واوقات میں ضرورت مندوں اور رشتہ داروں کے ساتھ نیکی اور صدقہ وخیرات کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کرتے ہیں تو اب اس نے ان لوگوں کا ذکر شروع کر دیا ہے جو سود کھاتے اور لوگوں کے اموال کو باطل طریقوں سے اور مختلف حیلوں بہانوں سے کھاتے ہیں اور ان کے بارے میں بتایا ہے کہ جب قیامت کے دن یہ اپنی قبروں سے نکلیں گے تو ان کی کیفیت یہ ہوگی: ﴿ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ﴾ ”جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) اس شخص کی طرح (حواس باختہ) اٹھیں گے جسے شیطان نے چھو کر دیوانہ بنا دیا ہو۔“ یعنی قیامت کے دن وہ قبروں سے اس طرح اٹھیں گے جیسا کہ آسیب زدہ حالتِ آسیب میں اٹھتا ہے کہ جن نے لپٹ کر اسے دیوانہ بنا رکھا ہوتا ہے، یعنی وہ بہت ہی بری حالت میں کھڑا ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ سود کھانے والے کو روز قیامت اس طرح اٹھایا جائے گا جیسے وہ مجنون ہو اور اس کا گلا گھٹ رہا ہو۔ اسے امام ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ عوف بن مالک، سعید بن جبیر، سدی، ربیع بن انس، اور مقاتل بن حیان سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2]

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب والی ایک طویل حدیث میں یہ بیان کیا ہے: [فَأَتَيْنَا عَلٰى نَهَرٍ۔ حَسِبْتُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ۔: أَحْمَرَ مِثْلِ الدَّمِ ، وَإِذَا فِي النَّهَرِ رَجُلٌ سَابِحٌ يَسْبَحُ ، وَ إِذَا عَلٰى شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ قَدْ جَمَعَ عِنْدَهُ حِجَارَةً كَثِيرَةً، وَإِذَا ذٰلِكَ السَّابِحُ يَسْبَحُ مَا يَسْبَحُ ثُمَّ يَأْتِي ذٰلِكَ الَّذِي قَدْ جَمَعَ عِنْدَهُ الْحِجَارَةَ ، فَيَفْغَرُ لَهُ فَاهُ فَيُلْقِمُهُ حَجَرًا] ”پھر ہم (میں اور وہ دو آدمی جو خواب میں میرے ساتھ تھے) ایک نہر پر آئے، میرے خیال میں انھوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ نہر خون کی طرح سرخ تھی اور اس نہر میں ایک آدمی تیر رہا تھا اور اس نہر کے کنارے پر بھی ایک آدمی تھا جس نے اپنے پاس بہت سے پتھر جمع کر رکھے تھے، یہ تیرنے والا شخص جب تک چاہتا تیرتا اور جب اس شخص کے پاس آتا جس نے اپنے پاس پتھر جمع کر رکھے تھے، وہ اس کے منہ کو کھولتا اور اس میں ایک پتھر کو داخل کر دیتا۔“ پھر اس کی تعبیر میں بتایا کہ اس سے مراد سود کھانے والا ہے۔[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا ۗ وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ﴾ ”یہ

---

[1] دیکھیے البقرۃ، آیت:38 کے ذیل میں۔ [2] تفسیر ابن أبي حاتم: 544/2. [3] صحیح البخاري، التعبیر، باب تعبیر الرؤیا بعد صلاۃ الصبح، حدیث:7047.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سزا اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ بلاشبہ تجارت سود ہی کی طرح ہے، حالانکہ تجارت کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔'' یعنی انھوں نے اسے جائز اس لیے قرار دیا کہ انھیں اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ احکام شریعت پر اعتراض تھا، انھوں نے سود کو بیع پر قیاس نہیں کیا کیونکہ مشرکین تو اس اصل بیع کی مشروعیت ہی کے معترف نہیں تھے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جائز قرار دیا ہے اور اگر ان کی یہ بات قیاس پر مبنی ہوتی تو پھر وہ اس طرح کہتے: إِنَّمَا الرِّبَا مِثْلُ الْبَيْعِ ''بلاشبہ سود تجارت ہی کی طرح ہے۔'' جبکہ انھوں نے تو یہ کہا تھا: ﴿ إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ﴾ ''بلاشبہ تجارت سود ہی کی طرح ہے۔'' یعنی جب بیع سود ہی کی طرح ہے تو پھر اس کو حرام اور اس کو حلال کیوں قرار دیا گیا؟ ان کا یہ اعتراض شریعت پر تھا کہ جب یہ دونوں چیزیں ایک جیسی ہیں تو ان میں سے ایک کو حلال اور دوسری کو حرام کیوں قرار دیا گیا ہے؟

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ﴾ ''حالانکہ تجارت کو اللہ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔'' اس جملے کے متعلق یہ بھی احتمال ہے کہ یہ ان کی تردید کے سلسلے میں انھی کے کلام کا حصہ ہو، یعنی یہ ان کے اعتراض ہی کا جواب ہو کہ باوجود اس کے کہ انھیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے حکم میں فرق کیا ہے (پھر بھی وہ نہیں مانتے۔) اور وہ ذات گرامی علیم وحکیم ہے، کوئی اس کے حکم کو ٹال نہیں سکتا اور جو وہ کرتا ہے اس کے بارے میں اس سے پوچھا نہیں جا سکتا جبکہ تمام بندگانِ الٰہی اس کی بارگاہ میں جواب دہ ہیں۔ وہی تمام امور و معاملات کے حقائق اور مصلحتوں کو جانتا ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ اس کے بندوں کے لیے کون سی چیز نفع بخش ہے تو اسے وہ ان کے لیے جائز قرار دے دیتا ہے اور کون سی چیز ان کے لیے نقصان دہ ہے تو اس سے وہ انھیں منع فرما دیتا ہے۔ اس قدر کوئی ماں بھی اپنے بچے پر شفقت نہیں کر سکتی جس قدر وہ اپنے بندوں کو شفقت و رحمت سے سرفراز فرماتا ہے۔

اسی لیے تو اس نے فرمایا ہے: ﴿ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ﴾ ''پھر جس شخص کے پاس اس کے رب کی نصیحت پہنچی اور وہ (سود لینے سے) باز آ گیا تو جو کچھ پہلے ہو چکا سو ہو چکا اور (قیامت میں) اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔'' جس شخص تک یہ بات پہنچ گئی کہ اللہ تعالیٰ نے سود سے منع فرمایا ہے اور وہ اس حکم شریعت کے معلوم ہونے کے بعد سود لینے سے رک گیا تو جو سود کا معاملہ اس حکم سے پہلے ہو چکا وہ اسی کا کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے: ﴿ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ ﴾ (المائدۃ 5:95) ''جو پہلے ہو چکا وہ اللہ نے معاف کر دیا۔'' جیسا کہ نبی ﷺ نے بھی فتح مکہ کے دن فرمایا تھا: [وَإِنَّ كُلَّ رِبًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ (تَحْتَ قَدَمَيَّ) ...... وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُ رِبَا الْعَبَّاسِ] ''اور بے شک زمانۂ جاہلیت کا سود میرے دونوں پاؤں کے نیچے رکھا ہوا (ختم) ہے...... اور سب سے پہلے میں (اپنے چچا) عباس کے سود کو معاف کرتا ہوں۔''[1]

[1] قوسین سے پہلا حصہ جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة التوبة، حدیث: 3087 اور بعد والا حصہ صحیح ابن حبان، الحج، باب ماجاء فی حج النبیﷺ: 257/9، حدیث: 3944 کے مطابق ہے جبکہ قوسین والے الفاظ اور بالفاظ دیگر یہ حدیث دیگر کتب احادیث میں بھی ہے، دیکھیے صحیح مسلم، الحج، باب حجة النبیﷺ، حدیث: 1218 وسنن أبی داود، البیوع، باب فی وضع الربا، حدیث: 3334 وسنن ابن ماجه، المناسك، باب حجة رسول اللهﷺ، حدیث: 3074 و 3055 مطوّلًا۔ اور یہ حدیث جابر بن عبداللہ اور عمرو بن الأحوص رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے یہ حکم نہیں دیا تھا کہ زمانۂ جاہلیت میں وہ جو سود لے چکے ہیں، اسے بھی واپس کریں بلکہ جو پہلے ہو چکا، اسے آپ نے کالعدم فرما دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی فرمایا ہے: ﴿فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ﴾ ''تو جو کچھ پہلے ہو چکا وہ اسی کا اور (قیامت میں) اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔'' سعید بن جبیر اور سدی فرماتے ہیں: ﴿فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ﴾ سے مراد یہ ہے کہ حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے اس نے جو سود کھایا (وہ معاف ہے)۔[1]

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ عَادَ﴾ یعنی جو شخص پھر سودی معاملہ کرے تو اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ممانعت کے حکم کے پہنچنے کے بعد ایسا کیا ہے، لہٰذا وہ مستوجب سزا ہے کیونکہ اس پر حجت قائم ہو چکی ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝﴾ ''تو ایسے لوگ دوزخی ہیں کہ ہمیشہ اس دوزخ میں (جلتے) رہیں گے۔''

امام ابوداود نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۭ﴾ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ لَّمْ يَذَرِ الْمُخَابَرَةَ فَلْيُؤْذَنْ بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ] ''جو شخص بٹائی پر زمین دینے کو ترک نہ کرے تو وہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو جائے۔''[2] امام حاکم نے اس حدیث کو اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح اور مسلم کی شرط کے مطابق ہے مگر امام بخاری و مسلم نے اسے بیان نہیں کیا۔[3]

''بیع مخابرہ''[4] زمین کی پیداوار کے کچھ حصے، مثلاً: ثلث یا ربع دینے کی شرط پر مزارعت۔ ''بیع مزابنہ'' کھجور کے درختوں پر لگی ہوئی تر و تازہ کھجوروں کو خشک کھجوروں کے عوض خریدنا۔ ''بیع محاقلہ'' خوشوں میں موجود دانوں کو زمین پر ڈھیر خشک دانوں کے عوض خریدنا اور اس طرح کی دیگر بہت سی اشیاء کو اسی لیے حرام قرار دیا گیا ہے تاکہ سود کا خاتمہ کیا جا سکے کیونکہ خشک ہونے سے قبل دونوں چیزوں کے مساوی ہونے کو معلوم نہیں کیا جا سکتا۔

سود کا مسئلہ بہت سے اہل علم کے لیے ایک مشکل مسئلہ ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: تین مسئلے ایسے ہیں کہ میری خواہش ہے کہ اے کاش! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ایسا واضح حکم فرمایا ہوتا جس سے ہم مطمئن ہو جاتے: (1) دادا کا حصۂ میراث۔ (2) کلالہ کا حصۂ میراث اور (3) ربا سے متعلق بعض مسائل۔[5] آپ کا اشارہ ان بعض

---

[1] تفسیر ابن أبی حاتم:546/2. [2] سنن أبی داود، البیوع، باب فی المخابرة، حدیث:3406 . [3] المستدرك للحاکم، التفسیر، من سورة البقرة:286,285/2، حدیث:3129. [4] ''مخابرہ'' کے بارے میں دونوں قسم کی روایات آتی ہیں، ممانعت کی بھی (جیسا کہ یہ حدیث ہے) اور جواز کی بھی حتی کہ اس صورت کا نام ہی مخابرہ اس لیے پڑا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے خیبر کی زمین کی بابت یہی معاملہ فرمایا تھا، اس لیے زمین کو ثلث یا رُبع حصے پر دینے کا نام ہی مخابرہ پڑ گیا۔ اس لیے اس کے جواز میں کیا شک ہو سکتا ہے! یہی وجہ ہے کہ صحابہ و تابعین اور مابعد امت میں یہ طریقہ جائز تسلیم ہوتا چلا آ رہا ہے، البتہ بعض روایات میں جو ممانعت وارد ہے تو اس سے مراد اس کی بعض وہ صورتیں ہیں جن میں ظلم کا شائبہ پایا جاتا ہے جیسے زمین کو بٹائی (کرائے) پر دیتے وقت یہ شرط لگائی جائے کہ نہر کے دونوں طرف زمین کی پیداوار یا فلاں حصے کی پیداوار ہماری ہوگی۔ اس قسم کی شرط میں چونکہ ظلم و زیادتی کا امکان ہے، اس لیے یہ ممنوع ہوگی اور احادیث میں ممانعت سے مراد اسی قسم کی صورتیں ہوں گی۔ (مترجم) [5] صحیح البخاری، الأشربة، باب ماجاء فی أن الخمر ما خامر العقل من الشراب، حدیث:5588 و صحیح مسلم، التفسیر، باب فی نزول تحریم الخمر، حدیث:3032 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسائل کی طرف ہے جن میں ربا کا شائبہ ہے لیکن شریعت شاہد ہے کہ ہر وہ چیز جو حرام ہو تو جو چیز اس کا وسیلہ بنے وہ بھی حرام ہوگی کیونکہ جو چیز حرام کا سبب بنے وہ بھی حرام ہے جیسا کہ ہر وہ چیز بھی واجب ہے جس کے بغیر واجب کی تکمیل نہ ہو سکتی ہو۔

صحیحین میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: [إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ، وَّإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ ، (وَّبَيْنَ ذٰلِكَ أُمُورٌ) مُّشْتَبِهَاتٌ ...... فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اِسْتَبْرَأَ لِدِينِهٖ وَعِرْضِهٖ، وَمَنْ وَّقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَالرَّاعِي يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوشِكُ أَنْ يَّرْتَعَ فِيهِ] ''بے شک حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان کے درمیان بہت سے امور متشابہ ہیں......تو جو شبہات سے بچ گیا اس نے اپنے دین و عزت کو محفوظ کر لیا اور جو شبہات میں پڑ گیا تو وہ حرام میں پڑ گیا جس طرح کہ وہ چرواہا جو چراگاہ کے ارد گرد اپنے جانور چراتا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ چراگاہ ہی میں چرانے لگ جائے۔''①

سنن میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: [دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلٰى مَا لَا يَرِيبُكَ] ''جس چیز میں شک ہو اسے چھوڑ دو اور جس میں شک نہ ہو اسے لے لو۔''② امام احمد نے سعید بن مسیّب سے روایت کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت، آیتِ ربا ہے اور رسول اللہ ﷺ اس کی تفسیر (جو اس کی تمام جزئیات کو شامل ہو اور قیاس کی ضرورت بھی نہ رہنے دے) فرمانے سے قبل اللہ تعالیٰ کے حضور تشریف لے گئے، لہٰذا ہر ربا کو بھی چھوڑ دو اور ہر اس چیز کو بھی جس کے ربا ہونے کا شک ہو۔③

امام ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان کیا ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلرِّبَا سَبْعُونَ حُوبًا ، أَيْسَرُهَا أَنْ يَّنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهٗ] ''سود کے ستر درجے ہیں، ان میں سے سب سے کم درجے کا گناہ اس قدر ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے نکاح کرے۔''④ اسی طرح امام حاکم نے بھی اسے مستدرک میں روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ روایت شیخین کی شرط کے مطابق ہے لیکن انھوں نے اسے بیان نہیں کیا۔⑤

اسی قبیل سے، یعنی وہ وسائل بھی حرام ہیں جو محرمات تک پہنچانے والے ہوں، وہ حدیث ہے جسے امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب ربا سے متعلق سورۂ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف

---

① صحیح البخاری، الإیمان، باب فضل من استبرأ لدینه، حدیث:52 وصحیح مسلم، المساقاة، باب أخذ الحلال وترك الشبهات، حدیث:1599 واللفظ له. اور قوسین کے الفاظ جامع الترمذی، البیوع، باب ماجاء فی ترك الشبهات، حدیث:1205 کے مطابق ہیں۔ ② جامع الترمذی، صفة القیامة، باب حدیث:[اعقلها وتوكل ......]، حدیث:2518 و سنن النسائی، الأشربة، باب الحث علی ترك الشبهات، حدیث:5714. ③ مسند أحمد:36/1 وسنن ابن ماجه، التجارات، باب التغلیظ فی الربا، حدیث:2276. اور دیکھیے صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ إِلَى اللّٰهِ﴾ (البقرة2:281)، حدیث:4544 عن ابن عباس ﷺ. ④ سنن ابن ماجه، التجارات، باب التغلیظ فی الربا، حدیث:2274. ⑤ المستدرك للحاکم، البیوع:37/2، حدیث:2259 لیکن یہاں:[ثَلَاثَةٌ وَّ سَبْعُونَ بَابًا] کے الفاظ ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿276﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے، اور اللہ کسی ناشکرے گناہ گار کو پسند نہیں کرتا﴿276﴾ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

نے نیک عمل کیے اور نماز قائم کی اور وہ زکوٰۃ ادا کرتے رہے، ان کے لیے ان کے رب کے پاس اجر ہے، نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿277﴾

وہ غمگین ہوں گے﴿277﴾

لائے اور آپ نے ان کی تلاوت فرمائی، پھر آپ نے شراب کی تجارت کو بھی حرام قرار دے دیا۔[1] اسے امام ترمذی کے سوا محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔[2] جیسا کہ ایک متفق علیہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے: [لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ، حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ فَجَمَّلُوهَا، فَبَاعُوهَا وَأَكَلُوا أَثْمَانَهَا] ''اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت فرمائے، ان کے لیے چربیوں کو حرام قرار دے دیا گیا تو انھوں نے انھیں پگھلایا اور انھیں بیچ کر ان کی قیمت کو کھانا شروع کر دیا تھا۔''[3]

اور فرمان الٰہی: ﴿حَتّٰى تَنْكِحَ ......﴾ (البقرة2:230) کی تفسیر میں حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے حلالہ کرنے والے پر لعنت والی حدیث میں یہ فرمان گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَعَنَ اللّٰهُ آكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَكَاتِبَهُ] ''سود کھانے والے، کھلانے والے، دونوں گواہی دینے والوں اور اس کے لکھنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔''[4] علماء نے لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو سودی لین دین کے بارے میں گواہی دے یا سودی دستاویز کو لکھے اور اگر کسی معاملے کو بظاہر شرعی صورت میں پیش کیا جائے لیکن حقیقی طور پر وہ فاسد ہو تو اس کی ظاہری صورت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کی حقیقت کو پیش نظر رکھا جائے گا کیونکہ اعمال کا دارومدار اور انحصار نیتوں پر ہے۔

تفسیر آیات:277،276

سود بے برکت ہے: اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ سود کو نابود، یعنی ختم کر دیتا ہے یا تو اسے اس کے مالک کے ہاتھ سے لے کر بالکل ختم کر دیتا ہے یا اسے اُس کے مال کی برکت سے محروم کر دیتا ہے اور وہ اس سے نفع حاصل نہیں کر سکتا بلکہ اس کی وجہ سے اسے دنیا میں بھی سزا دیتا ہے اور قیامت کے دن بھی عذاب دے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ لَّا يَسْتَوِي

[1] مسند أحمد:45/6. [2] صحيح البخاري، الصلاة، باب تحريم تجارة الخمر في المسجد، حديث:459 و صحيح مسلم، المساقاة، باب تحريم بيع الخمر، حديث:1580 و سنن أبي داود، البيوع، باب في ثمن الخمر ...... ، حديث: 3490 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، قوله تعالى: ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (البقرة2:275): 306/6، حديث:11055 و سنن ابن ماجه، الأشربة، باب التجارة في الخمر، حديث:3382. [3] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب ماذكر عن بني إسرائيل، حديث:3460 و 2224 و صحيح مسلم، المساقاة، باب تحريم بيع الخمر والميتة ......، حديث:1583،1582 عن أبي هريرة و ابن عباس رضي الله عنهم. [4] صحيح مسلم ، المساقاة ، باب لعن آكل الربا وموكله ، حديث:1597 و مسند أحمد:402/1 لیکن آیت:230 کے تحت: [لعن رسول الله ﷺ] ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ﴾ (المائدۃ5:100) ’’(اے نبی!) کہہ دیجیے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں ہو سکتے اگرچہ ناپاک کی کثرت آپ کو بھلی ہی لگے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ﴾ (الأنفال8:37) ’’اور ناپاک کو ایک دوسرے پر رکھ کر وہ سب کو ایک ڈھیر بنا دے، پھر اس کو دوزخ میں ڈال دے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاۡ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ (الروم30:39) ’’اور تم سود پر جو (قرض) دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں افزائش ہو تو اللہ کے نزدیک اس میں افزائش نہیں ہوتی۔‘‘

امام ابن جریر نے ﴿ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا ﴾ ’’اللہ سود کو نابود (بے برکت) کرتا ہے۔‘‘ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ آیت اس حدیث کی طرح ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: [اَلرِّبَا وَإِنْ كَثُرَ ، فَإِنَّ عَاقِبَتَهٗ تَصِيرُ إِلٰى قُلٍّ] ’’سود اگرچہ زیادہ ہی ہو، تاہم اس کا انجام بہرحال قلت ہی ہے۔‘‘[1] اس حدیث کو امام احمد نے بھی اپنی مسند میں اسی طرح روایت کیا ہے۔[2]

اللہ تعالیٰ صدقات کی اس طرح پرورش کرتا ہے جس طرح تم اپنے گھوڑے کے بچے کی: اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ﴾ ’’اور خیرات (کی برکت) کو بڑھاتا ہے۔‘‘ یعنی انھیں پروان چڑھاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ انھیں پالتا پوستا ہے جیسا کہ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِّنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ، وَّلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ إِلَّا الطَّيِّبَ، وَإِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِينِهٖ، ثُمَّ يُرَبِّيهَا لِصَاحِبِهٖ كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ] ’’جو شخص پاک کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کرے، اور اللہ تعالیٰ پاک مال ہی کو قبول فرماتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے قبول فرما لیتا ہے، پھر اسے صدقہ کرنے والے کے لیے اس طرح پالتا پوستا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچے کی پرورش کرتا ہے حتی کہ وہ صدقہ (بڑھ کر) پہاڑ کی طرح ہو جاتا ہے۔‘‘[3]

ناشکرا گناہ گار اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴾ ’’اور اللہ کسی ناشکرے گناہ گار کو دوست نہیں رکھتا۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ اسے دوست نہیں رکھتا جو دل کے اعتبار سے ناشکرا اور قول و فعل کے اعتبار سے گناہ گار ہو۔ اس آیت کریمہ کا اختتام ان صفات (كفّار، أثيم) کے ساتھ اس لیے کیا گیا ہے کہ ان صفات کی آیت کے مضمون کے ساتھ بہت مناسبت ہے اور وہ یہ کہ سود خور اس پر خوش نہیں ہوتا جو رزق حلال اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرما رکھا ہے اور نہ اس جائز کمائی پر اکتفا کرتا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت عطا فرما رکھی ہے بلکہ وہ باطل طریقے سے لوگوں کے مال کھانے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے لیے کمائی کے مختلف ناپاک طریقے اختیار کرتا ہے تو یہ گویا اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا انکار

---

(1) تفسیر الطبری:3/144. (2) مسند أحمد:1/395 و سنن ابن ماجه، التجارات، باب التغليظ فى الربا، حديث: 2279 و المستدرك للحاكم، البيوع:2/37، حديث:2262. (3) صحيح البخاري، الزكاة، باب الصدقة من كسب طيب......، حديث:1410 و صحيح مسلم، الزكاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب و تربيتها، حديث:1014.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿278﴾ فَاِنْ لَّمْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی ہے وہ چھوڑ دو اگر تم مومن ہو ﴿278﴾ پھر اگر تم نے یہ نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول سے

تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ

جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ، اور اگر تم توبہ کر لو تو تمھارے لیے تمھارے اصل مال ہی ہیں، نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے ﴿279﴾ اور اگر

وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿279﴾ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

(تمھارا مقروض) تنگدست ہو تو آسانی تک اسے مہلت دو اور تمھارا صدقہ کرنا (قرض معاف کر دینا) تو تمھارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم

تَعْلَمُوْنَ ﴿280﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۣ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ

علم رکھتے ہو ﴿280﴾ اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر شخص نے جو کچھ کیا ہوگا اسے اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا

لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿281﴾ ع 38 8 6

اور کسی پر ظلم نہ ہوگا ﴿281﴾

ہے جو اس نے اسے عطا فرما رکھی ہے، پھر وہ لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھانے کی وجہ سے ظالم اور گناہ گار بھی ہے۔

شکر کرنے والوں کی تعریف: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ اپنے رب کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں، اس کے حکم کی اطاعت بجالاتے ہیں، اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور اقامت صلاۃ اور ادائے زکاۃ کے ذریعے سے اس کی مخلوق پر احسان کرتے ہیں اور یہ بھی بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بے حد وحساب اجر و ثواب تیار فرما رکھا ہے اور قیامت کے دن کی سختیوں سے بھی محفوظ ہوں گے، فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿277﴾ ﴾ ''جو لوگ ایمان لائے، نیک عمل کرتے، نماز پڑھتے اور زکاۃ دیتے رہے ان کو ان کے کاموں کا صلہ اللہ کے ہاں ملے گا اور (قیامت کے دن) ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے۔''

تفسیر آیات:278-281

تقویٰ کے اختیار کرنے اور سود سے اجتناب کرنے کا حکم: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اپنے تقویٰ کے اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے اور ان باتوں سے منع کرتے ہوئے جو اس کی ناراضی کے قریب اور اس کی رضا سے دور کر دیں، فرما رہا ہے: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ ''اے مومنو! اللہ سے ڈرو۔'' یعنی اللہ سے ڈرو اور اپنے افعال بجالاتے ہوئے اس کے حکم کو پیش نظر رکھو۔ ﴿ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا ﴾ ''اور جتنا سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو۔'' یعنی تمھارے اپنے اصلی اموال سے زیادہ جو لوگوں کے ذمے ہے اب اس ڈراوے کے بعد اسے چھوڑ دو ﴿ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿278﴾ ﴾ ''اگر تم ایمان رکھتے ہو۔'' یعنی اس پر جو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

زید بن اسلم، ابن جُریج، مُقاتِل بن حیّان اور سدی نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیات خاندان ثقیف کے بنوعمرو بن عمیر اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاندان مخزوم کے بنو مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، زمانۂ جاہلیت میں ان کا آپس میں سودی لین دین تھا، جب اسلام آیا اور یہ لوگ بھی دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے تو خاندان ثقیف کے لوگوں نے خاندان مخزوم کے لوگوں سے اپنے سود کا مطالبہ کیا تو بنو مغیرہ نے کہا کہ ہم اسلام قبول کرنے کے بعد اب سود ادا نہیں کریں گے۔ اس سلسلے میں مکہ کے نائب عتّاب بن اُسَید نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں لکھا تو یہ آیت نازل ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف اسے لکھوا بھیجا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۲۷۸ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ﴾ ''اے مومنو! اللہ سے ڈرو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو جتنا سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو، پھر اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔'' یہ آیت سن کر وہ کہنے لگے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرتے ہیں اور جتنا سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دیتے ہیں، چنانچہ انھوں نے سارے سود کو چھوڑ دیا۔[1] اس ڈراوے کے بعد بھی اگر کوئی شخص سودی لین دین کو جاری رکھے تو اس کے لیے یہ زبردست تہدید و وعید ہے۔

سود کھانا اللہ اور اس کے رسول کے خلاف اعلان جنگ ہے: ابن جریج نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿ فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ ﴾ کے بارے میں فرمایا ہے: اس کے معنی یہ ہیں کہ تم اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کا یقین کر لو۔[2] آپ ہی سے یہ بھی روایت ہے کہ سود خور سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ جنگ کے لیے تم مسلح ہو جاؤ، پھر آپ نے پڑھا: ﴿ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ﴾.[3] اور علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جو شخص سود پر قائم رہے اور اس سے باز نہ آئے تو مسلمانوں کے حکمران کا یہ فرض ہے کہ اس سے توبہ کرائے اگر وہ باز آ جائے تو بہت خوب ورنہ اس کی گردن اڑا دے۔[4]

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ ﴾ ''اور اگر تم توبہ کر لو گے (اور سود چھوڑ دو گے) تو تمھارے لیے تمھارے اصل مال ہی ہیں نہ تم کسی پر ظلم کرو۔'' کہ تم ان سے زیادہ لے لو ﴿ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۝۲۷۹ ﴾ ''اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔'' کہ تمھیں اصلی رقم بھی نہ دی جائے، لہٰذا تم اپنی اصلی رقم کسی کمی بیشی کے بغیر لے سکتے ہو۔ امام ابن ابوحاتم نے سلیمان بن احوص کی اپنے باپ سے روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں ارشاد فرمایا تھا: [أَلَا إِنَّ كُلَّ رِبًا كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ عَنْكُمْ كُلُّهُ، لَكُمْ رُؤُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ، وَأَوَّلُ رِبًا مَّوْضُوعٍ رِبَا الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، مَوْضُوعٌ كُلُّهُ] ''خبردار! آگاہ ہو جاؤ کہ زمانۂ جاہلیت کا سارا سود تمھیں معاف کر دیا گیا ہے، اب تمھیں کسی کمی بیشی کے بغیر صرف اپنی اصلی رقم ملے گی اور سب سے پہلے میں (اپنے چچا) عباس بن عبدالمطلب کے سارے سود کو (جو انھوں نے لوگوں سے لینا ہے) معاف کرتا ہوں۔''[5]

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 549,548/2 و تفسیر الطبری: 147,146/3 لیکن آخری جملے کا مفہوم تفسیر قرطبی میں بیان ہوا ہے، دیکھیے تفسیر القرطبي: 363/3. ② تفسیر الطبری: 148/3. ③ تفسیر ابن أبي حاتم: 550/2. ④ تفسیر الطبری: 148/3 و تفسیر ابن أبي حاتم: 550/2. ⑤ تفسیر ابن أبي حاتم: 551/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنگ دست سے احسان: فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاِنۡ كَانَ ذُوۡ عُسۡرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيۡسَرَةٍ ؕ وَاَنۡ تَصَدَّقُوۡا خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۸۰﴾ ﴾ ''اور اگر (قرض لینے والا) تنگ دست ہو تو (اسے) کشائش (کے حاصل ہونے) تک مہلت (دو) اور اگر (زرِقرض کو) صدقہ کر دو تو وہ تمھارے لیے زیادہ اچھا ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔'' یعنی اللہ تعالیٰ حکم دے رہا ہے کہ اگر کوئی قرض لینے والا تنگ دست ہے اور وہ قرض ادا نہیں کر سکتا تو تم صبر کرو اور اسے کشائش کے حاصل ہونے تک مہلت دو اور اس طرح نہ کہو جیسا کہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ اپنے مقروض سے قرض کی مدت ختم ہونے پر یہ کہتے تھے کہ یا تو تم میرا قرض ادا کرو یا پھر تمھیں سود بھی دینا پڑے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی کہ اگر تنگ دست کو قرض معاف کر دیا جائے تو یہ بہت بڑی نیکی ہے اور اس کا تمھیں بے پایاں اجر و ثواب ملے گا، پس فرمایا: ﴿ وَاَنۡ تَصَدَّقُوۡا خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۸۰﴾ ﴾ ''اور اگر (زرِقرض کو) صدقہ کر دو (قرض معاف کر دو) تو تمھارے لیے بہت اچھا ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔'' یعنی اگر مقروض کو قرض بالکل معاف کر دو اور اپنے رأس المال کو بھی چھوڑ دو تو یہ تمھارے لیے بہت بہتر ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے سلیمان بن بریدہ سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: [مَنۡ أَنۡظَرَ مُعۡسِرًا فَلَهُ بِكُلِّ يَوۡمٍ مِّثۡلُهُ صَدَقَةٌ ، قَالَ: ثُمَّ سَمِعۡتُهُ يَقُولُ: مَنۡ أَنۡظَرَ مُعۡسِرًا فَلَهُ بِكُلِّ يَوۡمٍ مِّثۡلَيۡهِ صَدَقَةٌ ، قُلۡتُ: سَمِعۡتُكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! تَقُولُ: مَنۡ أَنۡظَرَ مُعۡسِرًا فَلَهُ بِكُلِّ يَوۡمٍ مِّثۡلُهُ صَدَقَةٌ ثُمَّ سَمِعۡتُكَ تَقُولُ: مَنۡ أَنۡظَرَ مُعۡسِرًا فَلَهُ بِكُلِّ يَوۡمٍ مِّثۡلَيۡهِ صَدَقَةٌ ؟ قَالَ : لَهُ بِكُلِّ يَوۡمٍ مِّثۡلُهُ صَدَقَةٌ قَبۡلَ أَنۡ يَّحِلَّ الدَّيۡنُ ، فَإِذَا حَلَّ الدَّيۡنُ فَأَنۡظَرَهُ، فَلَهُ بِكُلِّ يَوۡمٍ مِّثۡلَيۡهِ صَدَقَةٌ] ''جس شخص نے کسی تنگ دست کو مہلت دی تو اسے ہر دن اس قرض کے برابر صدقے کا ثواب ملے گا، پھر میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا: جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی تو اسے ہر دن اس قرض سے دوگنا صدقے کے برابر ثواب ملے گا، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جو شخص کسی تنگ دست کو مہلت دے تو اسے ہر دن اس قرض کے برابر صدقے کا ثواب ملے گا لیکن پھر میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا: جو شخص کسی تنگ دست کو مہلت دے تو اسے ہر دن اس قرض سے دوگنا صدقے کے برابر ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا: قرض چکانے کی مدت تک تو اسے قرض کے برابر صدقے کا ثواب ملے گا اور اگر قرض چکانے کی مدت کے آنے پر مہلت دے تو اسے قرض سے دوگنا صدقے کے برابر ثواب ملے گا۔''[1]

امام احمد نے محمد بن کعب قُرظی سے روایت کیا ہے کہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے قرض لینا تھا، یہ قرض کی واپسی کا تقاضا کرنے کے لیے جاتے تو وہ چھپ جاتا۔ ایک دن یہ گئے تو ایک بچہ باہر آیا، انھوں نے بچے سے اس کے بارے میں پوچھا تو بچے نے بتایا کہ وہ گھر میں موجود ہے اور خَزِیرہ[2] کھا رہا ہے تو انھوں نے اسے آواز دی اور کہا: اے فلاں! باہر آؤ، معلوم ہوا

[1] مسند أحمد: 360/5 و سنن ابن ماجه، الصدقات، باب إنظار المعسر، حديث: 2418 و المستدرك للحاكم، البيوع: 29/2، حديث: 2225. [2] عربوں کے ہاں ایک کھانا جس میں گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے زیادہ پانی میں اُبال کر، پھر اس میں آٹا یا دلیا مکس کرتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ تم یہاں موجود ہو، وہ باہر آ گیا تو انھوں نے پوچھا کہ تم مجھ سے چھپتے کیوں ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں بہت تنگ دست ہوں، میرے پاس قرض ادا کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ انھوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! کیا تم واقعی تنگ دست ہو؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں، تو یہ سن کر ابوقتادہ رونے لگ گئے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: [مَنْ نَفَّسَ عَنْ غَرِيمِهِ ، أَوْ مَحَا عَنْهُ، كَانَ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ''جس شخص نے اپنے مقروض کو مہلت دی یا اسے قرض معاف کر دیا تو وہ قیامت کے دن عرش الٰہی کے سائے میں ہوگا۔''[1] اور امام مسلم نے بھی اس (حدیث کے ہم معنی) حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔[2]

حافظ ابویعلیٰ موصلی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے، (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:)

[أَنَّ رَجُلًا أَتَى بِهِ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ: مَاذَا عَمِلْتَ لِي فِي الدُّنْيَا؟ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ : مَا عَمِلْتُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ أَرْجُوكَ بِهَا، فَقَالَهَا لَهُ ثَلَاثًا وَّقَالَ فِي الثَّالِثَةِ: أَيْ رَبِّ ! كُنْتَ أَعْطَيْتَنِي فَضْلًا مِّنْ مَّالٍ فِي الدُّنْيَا فَكُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ، وَكَانَ مِنْ خُلُقِي أَتَجَاوَزُعَنْهُ وَكُنْتُ أُيَسِّرُ عَلَى الْمُوسِرِ وَأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ ، فَقَالَ عَزَّوَجَلَّ: نَحْنُ أَوْلَى بِذٰلِكَ مِنْكَ، تَجَاوَزُوا عَنْ عَبْدِي، فَغُفِرَلَهُ]

''ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ لائے گا اور پوچھے گا: تو نے دنیا میں کیا عمل کیا؟ تو آدمی کہے گا: میں ذرہ برابر نیکی کا کام نہ کر سکا جس کی آج تجھ سے امید کر سکوں، وہ تین بار یہ عرض کرے گا اور تیسری مرتبہ کہے گا: یا اللہ! تو نے دنیا میں مجھے بہت مال دے رکھا تھا اور میں لوگوں سے خرید وفروخت کرتا تھا اور میری عادت تھی کہ میں درگزر سے کام لیتا تھا، خوش حال سے بھی آسان معاملہ کرتا اور تنگ دست کو مہلت دے دیا کرتا تھا تو اللہ عزوجل فرمائے گا: میں اس بات کا تجھ سے زیادہ حق دار ہوں، (اے فرشتو!) میرے بندے سے تم بھی درگزر کرو تو اس کو معاف کر دیا جائے گا۔'' ابومسعود فرماتے ہیں: اسی طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کے منہ سے سنا ہے۔[3] امام بخاری، مسلم اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے اس حدیث کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور امام مسلم نے عقبہ بن عامر اور ابومسعود بدری رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اسی طرح فرمایا۔[4]

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نصیحت کی اور انھیں یاد دلایا ہے کہ یہ دنیا زوال پذیر ہے اور یہاں کے اموال اور دیگر سب نعمتیں ختم ہو جانے والی ہیں۔ آخرت آنے والی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اپنی مخلوق کے اعمال کا محاسبہ کرے گا اور اچھے اور برے اعمال کی جزا یا سزا دے گا، بہر حال اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب سے ڈراتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ ''اور

[1] مسند أحمد:308/5. [2] صحيح مسلم،الزهد، باب حديث جابر الطويل ......، حديث:3006. [3] مسند أحمد: 118/4 والمعجم الكبير للطبراني:235/17 ، حديث:650,649. [4] صحيح البخاري، البيوع، باب من أنظر موسرًا ، حديث:2077 وصحيح مسلم، المساقاة، باب فضل إنظار المعسر......، حديث:(29)-1561,1560 و سنن ابن ماجه، الصدقات،باب إنظار المعسر، حديث:2420.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۭ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم آپس میں ایک مقررہ مدت کے لیے ادھار کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو اور لکھنے والے کو چاہیے کہ تمھارے

كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۠ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ

درمیان انصاف کے ساتھ تحریر کر دے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسے اللہ نے اسے سکھایا ہے اسے لکھنا چاہیے، اور وہ شخص لکھوائے

عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـــًٔا ۭ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ

جس کے ذمے قرض ہو اور اسے اپنے رب، اللہ سے ڈرنا چاہیے اور (لکھواتے وقت) وہ (مقروض) اس میں سے کوئی چیز کم نہ کرے لیکن اگر

سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ ھُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ۭ وَاسْتَشْهِدُوْا

وہ جس کے ذمے قرض ہے نادان یا کمزور ہو یا لکھوا نہ سکتا ہو تو اس کا مختار انصاف کے ساتھ لکھوائے، اور تم اپنے مسلمان مردوں میں سے دو

شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ

گواہ بنا لو، پھر اگر دو مرد (میسر) نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (گواہی دیں) جنھیں تم گواہوں کے طور پر پسند کرو، (یہ اس لیے) کہ ایک عورت

الشُّهَدَاۗءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىھُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۭ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَاۗءُ اِذَا

اگر بھول جائے تو ان میں سے دوسری اسے یاد دلا دے، اور گواہ جب بلائے جائیں تو وہ انکار نہ کریں اور معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اسے مقررہ

مَا دُعُوْا ۭ وَلَا تَسْــَٔـمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ

مدت کے ساتھ لکھوانے میں سستی نہ کرو۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور گواہی کے لیے زیادہ درست طریقہ ہے اور

وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ

(اس طرح) تمھارے شک میں پڑنے کا امکان بھی کم رہ جاتا ہے۔ ہاں، تم آپس میں نقد جو تجارتی لین دین کرو، اسے نہ لکھا جائے تو تم پر

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۭ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۠ وَلَا يُضَاۗرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ڛ

کوئی حرج نہیں اور جب تم آپس میں سودا کرو تو گواہ بنا لیا کرو اور کاتب اور گواہ کو ستایا نہ جائے اور اگر تم (ایسا) کرو گے تو یقیناً یہ تمھاری

وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿282﴾

طرف سے نافرمانی ہوگی اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ تمھیں (یہ احکام) سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ﴿282﴾

اس دن سے ڈرو جبکہ تم اللہ کے حضور لوٹائے جاؤ گے اور ہر شخص اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور کسی کو کچھ نقصان نہ ہوگا۔"

روایت کیا گیا ہے کہ قرآن عظیم کی یہ وہ آیت ہے جو سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی۔ امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: یہ قرآن مجید کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت ہے۔[1] امام ضحاک اور عوفی نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔[2]

تفسیر آیت:282

[1] السنن الكبرىٰ للنسائي، التفسير: 307/6، حديث: 11058,11057. [2] تفسير الطبري: 157/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرض کے معاملات کو لکھنے کا حکم: یہ آیت کریمہ قرآن عظیم کی سب سے طویل آیت ہے۔ امام ابوجعفر بن جریر نے حضرت سعید بن مسیّب سے روایت کیا ہے کہ انھیں یہ بات پہنچی ہے کہ عرش سے قرآن مجید کا سب سے آخر میں نازل ہونے والا مقام آیت دَین ہے۔[1]

پس ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ﴾ ''مومنو! جب تم آپس میں کسی میعاد معین کے لیے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو۔'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کی رہنمائی فرمائی ہے کہ جب وہ آپس میں کسی میعاد معین کے لیے قرض کے معاملات کریں تو انھیں لکھ لیا کریں تاکہ اس سے قرض کی مقدار اور اس کے ادا کرنے کا وقت یاد رہ سکے اور گواہ کو گواہی دینے میں بھی زیادہ سہولت رہے، اس حکمت کی طرف آیت کریمہ کے آخر میں اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا ﴾ ''یہ بات اللہ کے نزدیک نہایت قرین انصاف ہے اور شہادت کے لیے بھی یہ بہت درست طریقہ ہے، اس سے تم کو کسی طرح کا شک وشبہ بھی نہیں پڑے گا۔''

صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ پھلوں کی دو یا تین سال کے لیے ادھار بیع کیا کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ أَسْلَفَ فِي شَيْءٍ فَفِي كَيْلٍ مَّعْلُومٍ، وَّوَزْنٍ مَّعْلُومٍ، إِلٰى أَجَلٍ مَّعْلُومٍ] ''جو شخص ادھار کی بیع کرے تو وہ معلوم ماپ، معلوم تول اور معلوم مدت کے لیے کرے۔''[2]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاكْتُبُوْهُ ﴾ ''تو اس کو لکھ لیا کرو۔'' اللہ تعالیٰ نے لکھنے کا حکم دیا ہے تاکہ بات پختہ ہو اور یاد بھی رہ سکے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ جو قرض دے وہ لکھ لے اور جو خریدے وہ گواہ بنا لے۔[3] ابوسعید، شعبی، ربیع بن انس، حسن، ابن جریج، اور ابن زید رحمہم اللہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ پہلے یہ واجب تھا مگر پھر اس (کے وجوب) کو ان الفاظ کے نازل ہونے کے بعد منسوخ کر دیا گیا: ﴿ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ ﴾ ''اور اگر کوئی کسی کو امین سمجھے تو امانت دار کو چاہیے کہ صاحب امانت کی امانت ادا کر دے۔''[4]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ﴾ ''اور لکھنے والا تم میں (کسی کا نقصان نہ کرے بلکہ) انصاف سے لکھے۔'' یعنی عدل اور حق کے ساتھ لکھے اور لکھنے میں کسی پر ظلم نہ کرے اور کسی کمی بیشی کے بغیر صرف وہی لکھے جس پر فریقین کا اتفاق ہوا ہو۔ اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ﴾ ''لکھنے والا جیسے اللہ نے اسے سکھایا ہے، لکھنے سے انکار بھی نہ کرے، پس چاہیے کہ وہ لکھے۔'' یعنی جو شخص لکھنا جانتا ہے تو لوگ جب اس سے لکھنے کے لیے کہیں تو وہ لکھنے سے انکار نہ کرے کیونکہ انکار کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔ تو جیسے اللہ تعالیٰ نے اسے وہ سکھایا جو وہ جانتا نہیں تھا تو اسے بھی چاہیے کہ جو لکھنا نہیں جانتا اس پر صدقہ کرے اور اسے لکھ دے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: [تُعِينُ

① تفسیر الطبری:157/3. ② صحیح البخاری، السلم، باب السلم فی وزن معلوم، حدیث:2240 و صحیح مسلم، المساقاۃ، باب السلم، حدیث:1604. ③ تفسیر الطبری:160/3. ④ تفسیر الطبری:160/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صَانِعًا أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ] ''(یہ بھی صدقہ ہے کہ) تم کسی کام کرنے والے کی مدد کر دو یا جو کام کرنا نہیں جانتا اسے کام کر دو۔''[1]
ایک دوسری حدیث میں ہے: [مَنْ كَتَمَ عِلْمًا يَّعْلَمُهُ ، أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ] ''جو شخص کسی ایسے علم کو چھپائے جسے وہ جانتا ہو تو اسے قیامت کے دن آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔''[2] مجاہد اور عطاء فرماتے ہیں کہ ''کاتب'' کے لیے واجب ہے کہ وہ لکھے۔[3] اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ﴾ ''اور جو شخص قرض لے وہی (دستاویز کا) مضمون بول کر لکھوائے اور اللہ سے خوف کرے جو اس کا مالک ہے۔'' یعنی مقروض کاتب کو لکھوائے کہ اس کے ذمے کس قدر قرض ہے اور اس سلسلے میں اللہ سے ڈرے ﴿ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ﴾ ''اور اس میں سے کچھ بھی کم نہ کرے۔''
﴿ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا ﴾ ''اور اگر قرض لینے والا بے عقل ہو'' یعنی فضول خرچی وغیرہ کی وجہ سے مالی امور میں تصرف سے اسے روک دیا گیا ہو ﴿ اَوْ ضَعِيْفًا ﴾ ''یا ضعیف ہو'' یعنی چھوٹا بچہ یا مجنون ہو ﴿ اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ ﴾ ''یا مضمون لکھوانے کی قابلیت نہ رکھتا ہو'' عاجزی و درماندگی کی وجہ سے یا صحیح اور غلط کو نہ جاننے کی وجہ سے ﴿ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ﴾ ''تو جو اس کا ولی ہو وہ انصاف کے ساتھ مضمون لکھوائے۔''

کتابت کے ساتھ ساتھ شہادت کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ﴾ ''اور اپنے میں سے دو مردوں کو (ایسے معاملے کے) گواہ کر لیا کرو۔'' اللہ تعالیٰ نے کتابت کے ساتھ ساتھ شہادت کا بھی حکم دیا ہے تاکہ معاملے میں مزید پختگی پیدا ہو جائے۔ ﴿ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ ﴾ ''پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (گواہی دیں۔)'' یہ مالی معاملات میں شہادت کا نصاب ہے۔ عورت کی عقل کی کمی کی وجہ سے دو عورتوں کو ایک مرد کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے جیسا کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:
[يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ! تَصَدَّقْنَ وَأَكْثِرْنَ الْاِسْتِغْفَارَ ، فَإِنِّي رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ ، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِّنْهُنَّ جَزْلَةٌ: وَّمَا لَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ؟ قَالَ: تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، مَا رَأَيْتُ مِنْ نَّاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّدِينٍ أَغْلَبَ لِذِي لُبٍّ مِّنْكُنَّ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَمَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَالدِّينِ؟ قَالَ: أَمَّا نُقْصَانُ الْعَقْلِ ، فَشَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ تَعْدِلُ شَهَادَةَ رَجُلٍ ، فَهٰذَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ، وَتَمْكُثُ اللَّيَالِيَ مَا تُصَلِّي وَتُفْطِرُ فِي رَمَضَانَ، فَهٰذَا نُقْصَانُ الدِّينِ]

''اے عورتوں کے گروہ! صدقہ کیا کرو اور کثرت سے استغفار بھی کیا کرو، میں نے دیکھا ہے کہ جہنم میں اکثریت تمھاری تھی۔ انتہائی سمجھ بوجھ رکھنے والی ایک عورت نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا وجہ ہے، جہنم میں ہماری اکثریت کیوں تھی؟ فرمایا: اس لیے کہ تم بہت لعنت بھیجتی ہو اور خاوند کی نافرمانی کرتی ہو، میں نے نہیں دیکھا کہ تمھارے عقل و دین میں ناقص ہونے

[1] صحيح البخاري، العتق، باب أيُّ الرقاب أفضل؟ حديث:2518 و صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال، حديث:84 واللفظ له عن أبي ذر رضي الله عنه. [2] المعجم الكبير للطبراني:5/11 ، حديث: 10845 عن ابن عباس رضي الله عنه . [3] تفسير الطبري:162/3 و تفسير ابن أبي حاتم:556/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے باوجود کوئی عقل مند آدمی پر تم سے زیادہ غالب ہو۔ اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم میں دین اور عقل کی کیا کمی ہے؟ آپ نے فرمایا: عقل کی کمی کی وجہ سے دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر رکھی گئی ہے تو یہ ہے عقل کی کمی اور کچھ راتیں یہ نماز نہیں پڑھ سکتی اور نہ رمضان کے روزے رکھ سکتی ہے تو یہ دین کی کمی ہے۔''[1]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ ﴾ ''جن کو تم گواہ پسند کرو۔'' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ گواہوں کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ عادل ہوں۔ اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا ﴾ ''یہ کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے۔'' یعنی دو عورتوں میں سے ایک جب شہادت کو بھول جائے ﴿ فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ﴾ ''تو دوسری اسے یاد دلا دے گی۔'' تو اس سے اسے بھی وہ یاد آجائے گا جس کے بارے میں گواہی لی گئی تھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ﴾ ''اور جب گواہ (گواہی کے لیے) طلب کیے جائیں تو انکار نہ کریں۔'' اس کے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ گواہوں کو جب گواہی کے لیے بلایا جائے تو وہ اسے قبول کر لیں اور آجائیں۔ امام قتادہ اور ربیع بن انس کا بھی یہی قول ہے۔[2] اور یہ اس طرح ہے جیسا کہ یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ﴾ ''اور لکھنے والا جیسے اللہ نے اسے سکھایا ہے، لکھنے سے انکار نہ کرے، اسے چاہیے کہ وہ لکھے۔'' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تحمل شہادت فرض کفایہ ہے۔ اور جمہور کے مذہب کے مطابق یہ بھی کہا گیا ہے کہ ﴿ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ﴾ سے مراد یہ ہے کہ جب گواہوں کو گواہی دینے کے لیے بلایا جائے تو اس وقت وہ انکار نہ کریں۔ اور لفظ ﴿ الشُّهَدَآءُ ﴾ کی حقیقت اس معنی پر دلالت کناں ہے کیونکہ شاہد حقیقت میں اسے کہتے ہیں جو گواہ بن چکا ہو، لہٰذا جب گواہی اس کے لیے معین کر دی جائے تو اسے گواہی دینے کے لیے ضرور آجانا چاہیے جبکہ اس کے سوا کوئی اور گواہ موجود ہی نہ ہوں، اور اگر کوئی اور گواہ بھی موجود ہوں تو پھر ان کی حاضری فرض کفایہ ہوگی۔ واللہ أعلم.

مجاہد، ابومجلز اور دیگر کئی ائمہ تفسیر فرماتے ہیں کہ جب آپ کو گواہی کے لیے بلایا جائے تو آپ کو اختیار ہے لیکن جب آپ گواہ بن جائیں اور آپ کو گواہی کے لیے بلایا جائے تو پھر گواہی کے لیے ضرور آئیں۔[3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اس آیت میں جو حکم بیان کیا گیا ہے، وہ عام ہے اور یہ گواہ بننے اور گواہی دینے کی دونوں حالتوں کے لیے ہے۔[4]

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ﴾ ''اور قرض تھوڑا ہو یا بہت مقرر مدت تک اس کے لکھنے میں کاہلی نہ کرنا۔'' اس مقام پر رہنمائی کی انتہا کر دی گئی ہے اور وہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ حق، خواہ تھوڑا ہو یا بہت اسے ضرور لکھ لیا کرو، پس فرمایا: ﴿ وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا ﴾ یعنی مقررہ مدت تک حق کے لکھنے میں تم اکتاؤ نہیں، خواہ قلت و کثرت کے اعتبار سے اس کی کوئی بھی حالت ہو۔ اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا ﴾

---

[1] صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان نقصان الإيمان بنقص الطاعات......، حديث: 79. [2] تفسير الطبري: 172/3.
[3] تفسير الطبري: 173/3 و تفسير ابن أبي حاتم: 563/2. [4] تفسير الطبري: 173/3 و تفسير ابن أبي حاتم: 563/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یہ بات اللہ کے نزدیک نہایت قرین انصاف ہے اور شہادت کے لیے بھی یہ بہت درست طریقہ ہے اور اس سے تم کو کسی طرح کا شک وشبہ بھی نہیں پڑے گا۔'' یعنی یہ جو ہم نے تمھیں حکم دیا ہے کہ حق (قرض) لکھ لیا کرو جبکہ اس کا تعلق کسی میعاد معین سے ہو یہ اللہ کے ہاں نہایت قرینِ انصاف ہے، یعنی گواہی کے لیے نہایت درست طریقہ ہے، اس سے شاہد کے لیے ثابت قدمی حاصل ہوگی کہ جب وہ کچھ لکھے، پھر اپنی اس تحریر کو دیکھے تو اس سے گواہی بھی یاد آ جائے گی کیونکہ نہ لکھنے کی صورت میں بھول جانے کا احتمال ہے جیسے کہ اکثر وبیشتر ایسا ہوجاتا ہے۔

﴿ وَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا ﴾ ''اور اس سے تمھیں کسی طرح کا شک وشبہ بھی نہیں پڑے گا۔'' یعنی لکھنے کی صورت میں تمھیں شک وشبہ بھی نہیں پڑے گا اور اختلاف کے وقت تم اس دستاویز کی طرف رجوع کرلو گے جسے تم نے لکھا ہوگا تو اس سے تمھارے مابین کسی شک وشبہ کے بغیر فیصلہ ہوجائے گا۔ ﴿ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ﴾ ''ہاں، اگر سودا دست بدست ہو جو تم آپس میں لیتے دیتے ہو تو اگر (ایسے معاملے کی) دستاویز نہ لکھو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔'' یعنی جب سودا نقد اور دست بدست ہو تو پھر اس کی دستاویز نہ لکھنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس صورت میں کسی خرابی کا کوئی ڈر نہیں ہے۔

بیع کے لیے گواہی کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَ اَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ﴾ ''اور جب خرید وفروخت کیا کرو تو بھی گواہ کرلیا کرو۔'' یہ حکم منسوخ ہے اور اس کا ناسخ یہ ہے: ﴿ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ ﴾ ''اور اگر کوئی کسی کو امین سمجھے تو امانت دار کو چاہیے کہ صاحب امانت کی امانت ادا کردے۔'' (البقرۃ 283:2) یا یہ حکم استحباب پر محمول ہے وجوب پر نہیں۔ اور اس کی دلیل خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے عمارہ بن خزیمہ انصاری سے روایت کیا ہے کہ ان کے چچا نے، جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں، ان سے بیان کیا کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے پیچھے لگا لیا تاکہ اس گھوڑے کی رقم ادا فرمادیں، چنانچہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلدی جلدی تشریف لے جارہے تھے جبکہ اعرابی کی رفتار سست تھی راستے میں لوگوں کی اس اعرابی سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے اس کے گھوڑے کی قیمت لگانا شروع کردی کیونکہ انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے خرید چکے ہیں حتی کہ بعض لوگوں نے اس سے بھی زیادہ قیمت لگادی جس پر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خریدا تھا۔

یہ سن کر اعرابی نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی اور (اپنا ارادہ بدلتے ہوئے) کہا کہ اگر گھوڑا خریدنا چاہتے ہو تو خرید لو ورنہ میں یہ کسی اور کو بیچ دوں گا۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعرابی کی آواز کو سن کر کھڑے ہوگئے اور فرمانے لگے: [أَوَلَيْسَ قَدِ ابْتَعْتُهُ مِنْكَ؟ قَالَ الْأَعْرَابِيُّ: لَا وَاللّٰهِ! مَا بِعْتُكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: بَلٰى قَدِ ابْتَعْتُهُ مِنْكَ] ''کیا یہ گھوڑا میں نے تم سے خرید نہیں لیا؟ اعرابی نے جواب دیا: نہیں، اللہ کی قسم! میں نے تو یہ آپ کو نہیں بیچا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں! بلکہ میں نے تو اسے تم سے خرید لیا ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ نبیٔ اکرم ﷺ اور اعرابی کے پاس جمع ہو گئے۔ جب نبی ﷺ اور اعرابی کی اس مسئلے میں گفتگو ہو رہی تھی، اعرابی نے اپنی گفتگو کے دوران میں کہہ دیا کہ اچھا اگر یہ گھوڑا میں نے آپ کو بیچا ہے تو کوئی گواہ پیش کریں، چنانچہ جو بھی مسلمان آتا وہ اس اعرابی سے یہ کہتا کہ تم پر بہت افسوس ہے! کیونکہ رسول اللہ ﷺ تو ہمیشہ سچی بات فرماتے ہیں حتی کہ جب حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے نبیٔ اکرم ﷺ اور اس اعرابی کی گفتگو سنی اور اعرابی کی یہ بات بھی سنی کہ آپ کوئی گواہ پیش کریں کہ یہ گھوڑا میں نے آپ کو بیچا ہے تو حضرت خزیمہ کہنے لگے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نے یہ گھوڑا آپ کو بیچا ہے۔

نبیٔ اکرم ﷺ خزیمہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے: [بِمَ تَشْهَدُ؟ فَقَالَ: بِتَصْدِيقِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ شَهَادَةَ خُزَيْمَةَ شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ] ''تم یہ گواہی کس بنا پر دے رہے ہو؟ انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اس لیے کہ آپ تو ہمیشہ سچ ہی فرماتے ہیں۔ اس واقعے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو مردوں کی شہادت کے برابر قرار دے دیا۔''[1] اور اسی طرح اس حدیث کو امام ابوداود اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ۬ ﴾ ''اور کاتبِ دستاویز اور گواہ (معاملہ کرنے والوں کا) کسی طرح کا نقصان نہ کریں۔'' اس کے معنی یہ ہیں کہ کاتب اور گواہ نقصان نہ کریں کہ کاتب کو جو لکھوا دیا جائے اس کے خلاف لکھ دے اور گواہ جو سنے اس کے خلاف گواہی دے یا اسے بالکل چھپا لے۔ یہ امام حسن اور قتادہ وغیرہ کا قول ہے۔[3] اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ۭ ﴾ ''اگر تم (لوگ) ایسا کرو تو یقیناً یہ تمھارے لیے گناہ کی بات ہے۔'' یعنی اگر تم نے اس کی مخالفت کی جس کا تمھیں حکم دیا گیا ہے اور وہ کام کیا جس سے تمھیں منع کیا گیا ہے تو یہ تمھارے لیے گناہ کی بات ہے کہ تم اس سے بچ نہ سکو گے۔

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ ﴾ ''اور اللہ سے ڈرو۔'' اس کی اطاعت بجالاؤ، اس کے حکم کی پیروی کرو اور جس سے اس نے منع فرما دیا ہے اس سے باز آجاؤ۔ اور فرمان الٰہی: ﴿ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۭ ﴾ ''اور (دیکھو کہ) وہ تم کو (کیسی مفید باتیں) سکھاتا ہے۔'' یہ ایسے ہے جیسا کہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا ﴾ (الأنفال 29:8) ''مومنو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمھارے لیے امر فارق (دلیل حق) پیدا کر دے گا (تم کو ممتاز کر دے گا۔)'' اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ ﴾ (الحديد 28:57) ''مومنو! اللہ سے ڈرو اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ وہ تمھیں اپنی رحمت سے دوگنا اجر عطا فرمائے گا اور تمھارے لیے روشنی کر دے گا جس میں تم چلو گے۔'' اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿282﴾ ﴾ ''اور اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔'' یعنی وہ تمام امور کے حقائق، مصالح اور اثرات و نتائج کو خوب جانتا ہے کہ اس سے کوئی چیز

---

[1] مسند أحمد: 216,215/5. [2] سنن أبي داود، القضاء، باب إذا علم الحاكم صدق شهادة الواحد......، حديث: 3607 وسنن النسائي، البيوع، باب التسهيل في ترك الإشهاد على البيع، حديث: 4651. [3] تفسير الطبري: 183,182/3 وتفسير ابن أبي حاتم: 567/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ

اور اگر تم سفر میں ہو اور تمھیں کوئی لکھنے والا نہ ملے تو کوئی چیز گروی (رہن کے طور پر) قبضے میں دے دی جائے، اور اگر تم میں سے کوئی دوسرے پر اعتبار

الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ

کرے تو جس شخص پر اعتبار کیا گیا ہو اسے چاہیے کہ دوسرے کی امانت واپس ادا کر دے اور اپنے رب، اللہ سے ڈرے اور تم گواہی نہ چھپاؤ اور جو شخص

اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿283﴾ ع 39/2/7

گواہی چھپائے گا تو بے شک اس کا دل گناہ گار ہے اور جو عمل تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے﴿283﴾

بھی مخفی نہیں بلکہ اس کا علم تمام کائنات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

تفسیر آیت:283

رہن کا بیان: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ﴾ ''اور اگر تم سفر میں ہو'' یعنی مسافر ہو اور میعاد متعین کے لیے قرض کا لین دین کرو ﴿وَلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا﴾ ''اور (دستاویز) لکھنے والا نہ مل سکے۔'' یعنی جو تمھارے لیے لکھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یا کاتب تو موجود ہو مگر کاغذ یا دوات یا قلم نہ ہو تو کوئی چیز رہن باقبضہ رکھ کر قرض لے لو اور دستاویز کے بدلے صاحب حق کے ہاتھ میں یہ رہن باقبضہ ہونا چاہیے۔ اور فرمان الٰہی: ﴿فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ﴾ سے استدلال کیا گیا ہے کہ رہن اسی صورت میں ہو گا جب وہ باقبضہ ہو۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فوت ہوئے تو آپ کی زرہ تیس وسق جو کے عوض ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی، یہ جو آپ نے اپنے اہل خانہ کی خوراک کی ضرورت کی خاطر لیے تھے۔ اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ آپ نے مدینہ کے یہودیوں میں سے ایک یہودی کے پاس اسے رہن رکھا ہوا تھا۔[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ﴾ ''اور اگر کوئی کسی کو امین سمجھے (رہن کے بغیر قرض دے دے) تو امانت دار کو چاہیے کہ صاحب امانت کی امانت ادا کر دے۔'' امام ابن ابو حاتم نے جید سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت نے ﴿فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ﴾ یعنی رہن باقبضہ کے حکم کو منسوخ کر دیا ہے۔[2] امام شعبی فرماتے ہیں کہ اگر تمھارے بعض، بعض کو امین سمجھیں تو پھر کوئی حرج نہیں کہ نہ لکھواور نہ گواہ بناؤ۔[3]

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ﴾ ''اور اللہ سے ڈرے جو اس کا پروردگار ہے۔'' یعنی جسے امین سمجھا گیا ہے اسے اللہ سے ڈرنا چاہیے جیسا کہ اس حدیث میں بھی ہے جسے امام احمد اور اہل سنن نے بروایت قتادہ، عن حسن، عن سمرہ بیان کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتّٰى تُؤَدِّيَهُ] ''ہاتھ نے جو کچھ لیا ہے وہ اس کے ذمے واجب ہے حتی کہ

[1] صحیح البخاری، البیوع، باب شراء النبی ﷺ بالنسيئة، حديث:2069 و صحيح مسلم، المساقاة، باب الرهن و جوازه في الحضر كالسفر، حديث:1603 لیکن صحیح مسلم میں یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ [2] تفسير ابن أبي حاتم:570/2. [3] تفسير ابن أبي حاتم:570/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے (سب) اللہ ہی کا ہے اور تمھارے دلوں میں جو کچھ ہے، خواہ تم اسے ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ تم سے اس کا حساب لے گا،

اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿284﴾

پھر جسے وہ چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ﴿284﴾

اسے ادا کر دے۔‘‘[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ ﴾ یعنی شہادت کو چھپاؤ نہ خیانت کرو اور نہ ہی اسے پس پشت ڈالو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں کہ جھوٹی گواہی بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے، نیز اس کا چھپانا بھی اسی طرح کبیرہ گناہ ہے۔[2] اسی لیے فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ ﴾ ’’جو اس کو چھپائے گا وہ دل کا گناہ گار ہوگا۔‘‘ سدی فرماتے ہیں: اس کا دل گناہ گار ہو جائے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ○ ﴾ (المآئدۃ 106:5) ’’اور نہ ہم اللہ کی شہادت کو چھپائیں گے اگر ہم ایسا کریں گے تو گناہ گار ہوں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○ ﴾ (النسآء 135:4) ’’اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور اللہ کے لیے سچی گواہی دو، خواہ (اس میں) تمھارا یا تمھارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو۔ اگر کوئی امیر ہے یا فقیر تو اللہ ان کا خیر خواہ ہے، لہٰذا تم خواہش نفس کے پیچھے چل کر عدل کو نہ چھوڑ دینا۔ اگر تم نے توڑ مروڑ کر بات کی یا (گواہی دینے سے) منہ موڑا تو (جان رکھو!) اللہ تمھارے سب کاموں سے خوب واقف ہے۔‘‘

اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿283﴾ ﴾ ’’اور (دیکھنا) شہادت کو مت چھپانا جو اس کو چھپائے گا وہ دل کا گناہ گار ہوگا اور اللہ تمھارے سب کاموں کو خوب جاننے والا ہے۔‘‘

تفسیر آیت: 284

کیا دلوں میں چھپائی ہوئی باتوں کا بھی محاسبہ ہوگا؟ اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے اور جو ان کے درمیان ہے، ان سب کا وہ بادشاہ ہے، ان سب کی اسے اطلاع ہے، اس سے نہ ظاہر باتیں مخفی ہیں اور نہ پوشیدہ اور نہ کوئی چھوٹی بات مخفی ہے اور نہ بڑی، نیز اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ اپنے بندوں کے افعال کا اور جسے انھوں نے اپنے سینوں میں چھپایا ہوگا ان سب کا محاسبہ کرے گا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ ﴾ (آل عمران 29:3) ’’(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ

[1] مسند أحمد: 13/5 و سنن أبي داود، البيوع، باب في تضمين العارية، حديث: 3561 و جامع الترمذي، البيوع، باب ماجاء في أن العارية مؤداة، حديث: 1266 و السنن الكبرى للنسائي، العارية، المنيحة: 411/3، حديث: 5783 و سنن ابن ماجه، الصدقات، باب العارية، حديث: 2400۔ [2] تفسير الطبري: 191/3۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیجیے: اگر تم وہ بات چھپاؤ جو تمھارے سینوں میں ہے یا اسے ظاہر کرو اللہ اس کو جانتا ہے اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اس کو سب کی خبر ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ﴾ (طٰہٰ 7:20) ''وہ تو چھپے بھید اور نہایت پوشیدہ بات تک کو جانتا ہے۔'' اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

درحقیقت اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم (کی وسعت) کے ساتھ ساتھ مزید ایک اور بات کی طرف راہنمائی فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ ان کا محاسبہ بھی کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر بہت گراں گزری اور وہ اس بات سے ڈر گئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے چھوٹے بڑے تمام اعمال کا محاسبہ کرے گا۔ اور یہ بات ان کے ایمان ویقین کی پختگی کی علامت تھی۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ تو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ بہت گراں گزری، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور دوزانو بیٹھ کر عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول! ہمیں نماز، روزہ، جہاد اور صدقے جیسے اعمال کا حکم دیا گیا جن کی ہمیں طاقت تھی اور اب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے اور ہمیں اس کی طاقت نہیں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَ تُرِيدُونَ أَنْ تَقُولُوا كَمَا قَالَ أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ: ﴿ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ﴾ (النسآء 46:4)؟ بَلْ قُولُوا: ﴿ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ڭ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴾] (البقرۃ 285:2) ''کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اس طرح کہو جس طرح تم سے پہلے دونوں کتابوں (تورات وانجیل) والوں نے کہا تھا: ''ہم نے سنا اور نافرمانی کی؟'' بلکہ یہ کہو: ﴿ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ڭ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴾ ''ہم نے (تیرا حکم) سنا اور قبول کیا۔ اے ہمارے پروردگار! ہم تیری بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

جب حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کا اقرار کر لیا اور یہ الفاظ ان کی زبانوں پر رواں دواں ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس موقع پر فوراً نازل فرما دیا: ﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ڭ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴾ (البقرۃ 285:2) ''رسول اس (کتاب) پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور مومن بھی، سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں (اور کہتے ہیں:) ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی ایک میں بھی کچھ فرق نہیں کرتے اور وہ (اللہ سے) عرض کرتے ہیں کہ ہم نے (تیرا حکم) سنا اور قبول کیا، اے پروردگار! ہم تیری بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو منسوخ کر کے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ﴾(البقرۃ2:286) ''اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اچھے کام کرے گا تو اس کو ان کا فائدہ ملے گا، برے کام کرے گا تو اسے ان کا نقصان پہنچے گا۔ اے ہمارے پروردگار! اگر ہم سے بھول چوک ہو گئی ہو تو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا۔''①

امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں: [فَلَمَّا فَعَلُوا ذٰلِكَ نَسَخَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ] ''جب انھوں نے ایسا کیا تو اللہ نے اسے منسوخ کر دیا اور یہ نازل فرمادیا: ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ﴾ ''اللہ کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا، اچھے کام کرے گا تو اس کا فائدہ اسے ہی حاصل ہوگا، برے کام کرے گا تو اس کا وبال اسے پہنچے گا۔ اور اے ہمارے رب! اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے تو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا۔'' تب اللہ نے فرمایا: ہاں! (میں نے قبول فرمالیا، پھر انھوں نے کہا:) ﴿ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ﴾ ''اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔'' اللہ نے فرمایا: ہاں! (میں نے قبول فرمالیا، پھر انھوں نے دعا کی:) ﴿ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ﴾ ''اے ہمارے رب! جس بوجھ کو اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں وہ ہم سے نہ اٹھوا۔'' اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! ﴿ وَاعْفُ عَنَّا ۪ وَاغْفِرْ لَنَا ۪ وَارْحَمْنَا ۪ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ (البقرۃ2:286) ''اور ہم سے درگزر فرما اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا کارساز ہے، پس تو کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔'' اللہ نے فرمایا: ہاں! (میں نے قبول فرمالیا۔)''②

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا تو میں نے عرض کی: اے ابو عباس!③ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھا، انھوں نے اس آیت کو پڑھا تو رو پڑے، انھوں نے پوچھا کون سی آیت؟ میں نے جواب دیا: ﴿ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ﴾ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بہت شدید غم میں مبتلا ہو گئے تھے اور انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم تو تباہ و برباد ہو گئے، ہمارے قول و عمل کا تو مؤاخذہ ہوتا تھا مگر (اب دلوں کا مؤاخذہ بھی شروع ہو گیا ہے اور) دل تو ہمارے ہاتھوں میں نہیں ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم کہہ دو: ﴿ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ﴾(البقرۃ2:285) ''ہم نے (حکم) سنا اور اطاعت کی۔''

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تو اسے اس آیت: ﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ تا ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ﴾(البقرۃ2:286,285) نے منسوخ کر دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دل میں آنے والے خیالات کو معاف فرما دیا اور اعمال کے مؤاخذے کو باقی رکھا۔④

① مسند أحمد:412/2. ② صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان تجاوز اللّٰه تعالٰی عن حدیث النفس......، حدیث: 125 عن أبي هریرة رضي الله عنه. ③ یہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی کنیت ہے۔ ④ مسند أحمد:332/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ

رسول (ﷺ) اس (ہدایت) پر ایمان لائے ہیں جو ان کے رب کی طرف سے ان پر نازل کی گئی ہے اور سارے مومن بھی، سب اللہ پر اور اس کے

وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۤ

فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ (وہ کہتے ہیں:) ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کرتے

غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿285﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا

اور وہ کہتے ہیں: ہم نے (حکم) سنا اور اطاعت کی، اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش چاہتے ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے﴿285﴾ اللہ کسی کو

مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ

اس کی برداشت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا، کسی شخص نے جو نیکی کمائی اس کا پھل اسی کے لیے ہے اور جو اس نے برائی کی اس کا وبال بھی اسی پر ہے۔

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا

اے ہمارے رب! اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے تو ہماری گرفت نہ کر۔ اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا

مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۥ وَاغْفِرْ لَنَا ۥ وَارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰىنَا

تھا۔ اے ہمارے رب! جس بوجھ کو اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں وہ ہم سے نہ اٹھوا اور ہم سے درگزر فرما اور ہمیں بخش دے، اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا

فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿286﴾ ع 40 3 8

کارساز ہے، پس تو کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما﴿286﴾

اصحاب کتب ستہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو بیان کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسُهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَتَكَلَّمْ] ''اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلوں میں آنے والے خیالات کو معاف فرما دیا ہے جب تک عمل نہ کریں یا کلام نہ کریں۔''①

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: إِذَا هَمَّ عَبْدِي بِسَيِّئَةٍ فَلَا تَكْتُبُوهَا عَلَيْهِ، فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا سَيِّئَةً ، وَّإِذَا هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا فَاكْتُبُوهَا حَسَنَةً ، فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا عَشْرًا] ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرا بندہ جب کسی برائی کا ارادہ کرے تو اسے اس کے ذمے نہ لکھو اور اگر وہ اس کے مطابق عمل کر لے تو ایک برائی لکھ لو اور جب وہ نیکی کا ارادہ کرے اور ابھی تک اسے نہ کرے تو پھر بھی ایک نیکی لکھ لو اور اگر اس نیکی کو کر لے تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دو۔''②

① صحيح البخاري، الطلاق، باب الطلاق في الإغلاق والكره ......، حديث:5269 وصحيح مسلم، الإيمان، باب تجاوز الله تعالى عن حديث النفس ...... ، حديث:127 وسنن أبي داود، الطلاق، باب في الوسوسة بالطلاق، حديث:2209 وجامع الترمذي، الطلاق، باب ماجاء فيمن يحدث نفسه ......، حديث:1183 وسنن النسائي، الطلاق، باب من طلق في نفسه، حديث:3463 وسنن ابن ماجه، الطلاق ، باب من طلّق في نفسه ولم يتكلم به، حديث: 2040. ② صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ﴾ (الفتح15:48)، حديث: 7501 وصحيح مسلم، الإيمان، باب إذا هم العبد بحسنة كتبت......، حديث:128 واللفظ له.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر آیات:286,285

ان دو آیتوں کی فضیلت کے بارے میں احادیث مبارکہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ قَرَأَ بِالْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ] ''جو شخص رات کو سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھ لے تو وہ اس کے لیے کافی ہوں گی۔''[1] ائمۂ ستہ میں سے دیگر ائمہ نے بھی اس حدیث کو اسی طرح بیان فرمایا ہے۔[2] صحیحین میں یہ حدیث مختلف سندوں سے مروی ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے۔[3]

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی اور آپ کو سدرۃ المنتہٰی کے پاس لے جایا گیا جو کہ چھٹے آسمان میں ہے[4] اور زمین سے اوپر جانے والی چیزیں یہیں پہنچتی ہیں، پھر ان کو قبضے میں لے لیا جاتا ہے اور اوپر سے جو کچھ زمین پر آتا ہے وہ بھی یہاں تک پہنچتا ہے، پھر اس کو وہاں سے لے لیا جاتا ہے، فرمایا: ﴿إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ﴾ (النجم16:53) ''جبکہ اس بیری پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔'' فرمایا یہ سونے کے پتنگے تھے۔ فرمایا: اس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزیں عطا فرمائی گئیں: (1) پانچوں نمازیں عطا کی گئیں۔ (2) سورۂ بقرہ کی آخری آیات عطا کی گئیں اور (3) آپ کی امت میں سے جو شخص شرک نہ کرے، اس کے ہلاک کرنے والے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔[5]

سورۂ فاتحہ کے فضائل میں قبل ازیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی یہ حدیث بیان کی جا چکی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، حضرت جبریل علیہ السلام بھی آپ کے پاس تھے کہ آپ نے اپنے اوپر ایک آواز سنی تو جبریل نے اپنی نظر کو آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا کہ آسمان کا ایک ایسا دروازہ کھولا گیا ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا تھا اور اس سے ایک فرشتہ نازل ہوا ہے، وہ فرشتہ بھی آج سے پہلے کبھی زمین کی طرف نہیں اترا تھا تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام کہا اور عرض کی: آپ کے لیے خوش خبری ہے کہ آپ کو دو ایسے نور عطا کیے گئے ہیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیے گئے: (1) فاتحۃ الکتاب اور (2) سورۂ بقرہ کی آخری آیات، آپ ان میں سے جو بھی حرف پڑھیں گے وہ آپ کو دیا جائے گا۔ اسے امام مسلم اور نسائی نے روایت کیا

---

[1] صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب فضل سورة البقرة، حديث:5009. [2] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب فضل الفاتحة وخواتيم سورة البقرة......، حديث:808 و سنن أبي داود، تفريع أبواب قراءة القرآن، باب تحزيب القرآن، حديث:1397 و جامع الترمذي، فضائل القرآن ، باب ماجاء في آخر سورة البقرة، حديث:2881 و السنن الكبرى للنسائي، فضائل القرآن، الآيتان من آخر سورة البقرة:14/5، حديث: 8018 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء فيما يرجى أن يكفي من قيام الليل، حديث:1369. [3] مسند أحمد:118/4. [4] جبکہ بعض صحیح روایات، جیسے: صحيح البخاري، حدیث: 3207 وغیرہ میں سدرۃ المنتہٰی کے ساتویں آسمان میں ہونے کا ذکر ہے، محدثین رحمہم اللہ نے ان دونوں لفظوں کے درمیان تطبیق یوں دی ہے کہ سدرۃ المنتہٰی کی جڑیں چھٹے آسمان میں ہیں اور باقی حصہ ساتویں آسمان میں ہے۔ واللہ أعلم، دیکھیے: النووي شرح صحيح مسلم میں مذکورہ حدیث۔ [5] صحيح مسلم، الإيمان، باب في ذكر سدرة المنتهى، حديث:173.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور یہ الفاظ مسلم کی روایت کے مطابق ہیں۔ ①

ان دو آیتوں کی تفسیر: اللہ تعالیٰ نے سب کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ﴾ ”سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں۔“ یعنی مومن اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ واحد، احد، یکتا اور بے نیاز ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، نہ کوئی پروردگار ہے، وہ تمام انبیاء اور رسولوں کی بھی تصدیق کرتے ہیں اور ان تمام کتابوں کو بھی مانتے ہیں جو آسمان سے اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور نبیوں پر نازل ہوئیں، وہ انبیائے کرام میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے کہ بعض کے ساتھ تو ایمان رکھیں اور بعض کا کفر کریں بلکہ وہ ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے تمام نبی اور رسول سچے، راست باز، نیکوکار، ہدایت یافتہ اور نیکی کے راستوں کی طرف رہنمائی فرمانے والے ہیں۔ گو بعض، بعض کی شریعت کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے منسوخ کر سکتے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد ﷺ کی شریعت کے ساتھ سابقہ تمام شریعتوں کو منسوخ فرما دیا اور اب قیامت آپ ہی کی شریعت پر قائم و دائم ہو گی۔ اور آپ کی امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم و دائم رہے گا۔

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۤ﴾ ”اور وہ (اللہ سے) عرض کرتے ہیں کہ ہم نے (تیرا حکم) سنا اور قبول کیا۔“ یعنی اے ہمارے پروردگار! ہم نے تیرے حکم کو سن لیا، اسے سمجھ لیا اور ہم اس کے مطابق عمل بھی بجا لائیں گے۔ ﴿ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا ﴾ اے ہمارے پروردگار! ہم تجھ سے بخشش، رحمت اور لطف و کرم کا سوال کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا اور یہ بھی اپنی مخلوق کے ساتھ اس کا لطف و کرم اور شفقت و احسان ہے۔ اور فرمان الٰہی: ﴿ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ﴾ (البقرۃ 2:284) سے حضرات صحابۂ کرام ﷺ کو جو خوف دامن گیر ہوا، اس آیت کریمہ نے اسے منسوخ کر کے ختم کر دیا ہے، یعنی اگرچہ وہ حساب کر سکتا اور سوال کر سکتا ہے لیکن وہ عذاب اسی پر دے گا جسے دور کرنا انسان کے لیے ممکن ہو اور دل میں آنے والے جن وسوسوں اور خیالات کو دور کرنا انسان کے لیے ممکن نہ ہو تو ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی انسان کا محاسبہ نہیں کرے گا بلکہ برے وسوسے اور خیال کو ناپسند کرنا بھی ایمان کی علامت ہے۔

اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ﴾ ”اچھے کام کرے گا تو اس کو ان کا فائدہ ملے گا، برے کرے گا تو اسے ان کا نقصان پہنچے گا۔“ لیکن یہ ان اچھے اور برے اعمال کے حساب سے ہے جو دائرۂ تکلیف کے اندر ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رہنمائی فرمائی کہ انھیں اس سے مانگنا کس طرح ہے، اس نے کمال لطف و مہربانی سے اپنے بندوں کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازنے کی ذمہ داری بھی لے لی ہے اور اپنے بندوں کی رہنمائی فرماتے ہوئے اور مانگنے کا طریقہ سکھاتے ہوئے فرمایا کہ کہو: ﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ﴾ ”اے ہمارے پروردگار! اگر ہم سے

---

① صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب فضل الفاتحة وخواتيم سورة البقرة ......، حديث:806 والسنن الكبرى للنسائي، فضائل القرآن، فضل فاتحة الكتاب:12/5، حديث:8014.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھول چوک ہوگئی ہو تو ہم سے مؤاخذہ نہ کرنا۔'' اگر بھول کر ہم نے کوئی فرض ترک کر دیا ہو یا بھول کر کسی فعل حرام کا ارتکاب کر لیا ہو یا ازراہِ جہالت ہم کسی کام کو شریعت کے مقرر کردہ طریقے کے مطابق سرانجام نہ دے سکے ہوں تو ہم سے مؤاخذہ نہ کرنا۔ قبل ازیں صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو بیان کیا جا چکا ہے جس میں یہ ہے: [قَالَ اللّٰهُ: نَعَمْ] ''(اس کے جواب میں) اللہ نے فرمایا: ہاں!''① اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے: [قَالَ اللّٰهُ: قَدْ فَعَلْتُ] (اس کے جواب میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اسی طرح کیا۔''②

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔'' یعنی ہمیں اعمال شاقہ کی تکلیف نہ دینا، خواہ ہمیں ان کی طاقت بھی ہو جیسا کہ تو نے سابقہ امتوں پر ان کے بوجھ ڈال دیے تھے اور انھی بوجھوں کے دور کرنے اور ان کے ہٹانے ہی کے لیے تو نے اپنے نبیٔ رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد آسان اور سہل دین حنیف کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [قَالَ اللّٰهُ : نَعَمْ] ''(اس کے جواب میں بھی) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں!''③ اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [قَالَ اللّٰهُ : قَدْ فَعَلْتُ] ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اسی طرح کر دیا۔''④

کئی سندوں سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [بُعِثْتُ بِالْحَنِيفِيَّةِ السَّمْحَةِ] ''مجھے دینِ حنیف کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا جو انتہائی آسان ہے۔''⑤

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! جس بوجھ کو اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اس کو ہمارے سر پر نہ رکھنا۔'' یعنی ہمیں ایسی تکلیفوں، مصیبتوں اور آزمائشوں میں مبتلا نہ کرنا جن کے برداشت کرنے کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ مکحول فرماتے ہیں کہ اس سے مراد غربت (وطن سے دوری) اور شدت شہوت ہے۔⑥ اسے ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے۔ اس دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہاں!'' اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں نے اسی طرح کیا۔''⑦

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاعْفُ عَنَّا ۟ ﴾ ''اور (اے پروردگار!) ہمارے گناہوں سے درگزر کر۔'' یعنی ہم سے جو گناہ، کوتاہی اور لغزش ہوئی جس کا تعلق ہمارے اور تیرے مابین ہے اور جسے تو خوب جانتا ہے، اس سے درگزر فرما۔ ﴿ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ ﴾

---

① صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان تجاوز اللّٰہ تعالٰی عن حدیث النفس......، حدیث:125 اور دیکھیے البقرة، آیت:284. ② صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان تجاوز اللّٰہ تعالٰی عن حدیث النفس......، حدیث:126. ③ صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان تجاوز اللّٰہ تعالٰی عن حدیث النفس......، حدیث:125. ④ صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان تجاوز اللّٰہ تعالٰی......، حدیث:126. ⑤ مسند أحمد:266/5 عن أبی أمامة رضی اللہ عنہ. ⑥ تفسیر ابن أبی حاتم:581/2. ⑦ تفسیر ابن أبی حاتم:580/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور ہمیں بخش دے۔'' یعنی ان گناہوں کو جن کا تعلق ہمارے اور تیرے بندوں کے حقوق سے ہے اور تو انھیں ہماری برائیوں اور ہمارے برے اعمال پر مطلع نہ کرنا۔ ﴿ وَارْحَمْنَا ﴾ اور مستقبل میں ہم پر رحم فرما۔ اور ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم کسی اور گناہ میں مبتلا نہ ہوں۔

علماء نے کہا ہے کہ گناہ گار کو تین چیزوں کی ضرورت ہے: (1) اس کے اور اللہ تعالیٰ کے مابین جو ہے اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے۔ (2) بندوں سے اسے چھپائے اور ان میں اسے ذلیل ورسوانہ کرے (3) اور آئندہ اسے بچائے، پھر اس طرح کے گناہ میں مبتلا نہ کرے۔ قبل ازیں اس حدیث کو بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کے جواب میں فرمایا: ''ہاں!'' اور دوسری حدیث کے مطابق فرمایا: ''میں نے اسی طرح کیا۔''[1]

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ اَنْتَ مَوْلٰىنَا ﴾ ''تو ہی ہمارا مالک ہے۔'' تو ہی ہمارا والی اور ناصر ہے، ہم نے تجھی پر توکل کیا تو ہی ہمارا مددگار ہے اور تو ہی ہمارا سہارا ہے اور تیری حفاظت کے بغیر ہمیں گناہ سے بچنے کی قدرت نہیں اور تیری مدد اور توفیق کے بغیر ہمیں تیری اطاعت کی طاقت نہیں۔ ﴿ فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ ''اور ہم کو کافروں پر غالب کر۔'' ان پر جنھوں نے تیرے دین کا انکار کیا، تیرے سوا غیر کی عبادت کی، تیرے بندوں کو تیرا شریک بنایا، ان پر ہمیں فتح و نصرت عطا فرما اور ان کے مقابلے میں دنیا و آخرت میں ہماری عاقبت کو اچھا کر دے، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہاں!'' اور اس حدیث میں ہے جسے امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا: ''میں نے اسی طرح کیا۔''[2]

امام ابن جریر نے ابواسحاق سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب اس سورت (کے آخر): ﴿ فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ سے فارغ ہوئے تو کہا: آمین۔[3]

① دیکھیے البقرۃ ،آیت: 284 کے ذیل میں۔ ② صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان تجاوز اللّٰہ تعالٰی عن حدیث النفس ......، حدیث: 126,125. ③ تفسیر الطبری: 218/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر سُورۃ آلِ عمران

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓ ① اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۭ② نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ

الٓمّٓ ① وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ ہے، سب کو سنبھالنے والا ہے② اسی نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے

يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ③ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۭ اِنَّ

پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اسی نے تورات اور انجیل کو نازل کیا③ اس سے پہلے، لوگوں کی ہدایت کے لیے اور اسی نے فرقان (قرآن)

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ④

نازل کیا۔ بے شک وہ لوگ جنھوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا ان کے لیے شدید عذاب ہے اور اللہ غالب ہے، بدلہ لینے والا④

یہ سورت مدنی ہے: اس لیے کہ اس کے آغاز سے لے کر تراسی (83) آیات وفد نجران کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ اور یہ وفد 9 ہجری میں آیا تھا جیسا کہ ''آیت مباہلہ'' کی تفسیر کے موقع پر اس کی تفصیل آئے گی۔ إن شاء اللّٰہ.[①] سورۂ آل عمران اور سورۂ بقرہ کی فضیلت میں جو کچھ وارد ہوا ہے وہ ہم نے سورۂ بقرہ کی تفسیر کے آغاز میں ذکر کر دیا ہے۔

تفسیر آیات: 1-4

ہم نے قبل ازیں وہ حدیث بیان کی ہے جس میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ان آیتوں میں ہے: (1) ﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۥ ﴾ اور (2) ﴿ الٓمّٓ ① اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ② ﴾ ہم نے یہ حدیث آیت الکرسی کی تفسیر کے موقع پر بیان کی ہے۔[②]

﴿ الٓمّٓ ① ﴾ کے بارے میں سورۂ بقرہ کے آغاز میں بحث کی جا چکی ہے، لہٰذا اب اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح ﴿ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ② ﴾ کے بارے میں بھی آیت الکرسی کی تفسیر میں بحث ہو چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ﴾ ''اس نے (اے نبی ﷺ!) آپ پر سچی کتاب نازل کی ہے۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) اس نے آپ پر قرآن کو حق کے ساتھ نازل کیا کہ جس میں کوئی شک و ریب نہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔ فرشتے بھی اس بات کے گواہ ہیں اور گواہ تو اللہ ہی کافی ہے۔

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ﴾ ''جو پہلی (آسمانی) کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔'' یعنی یہ کتاب ان

① دیکھیے آل عمران، آیت:61 کے ذیل میں۔ ② دیکھیے البقرۃ، آیت:255 کے ذیل میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ⑤ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ

بے شک اللہ سے زمین اور آسمان میں کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ⑤ وہی ہے جو (تمھاری) ماؤں کے پیٹ میں تمھاری صورتیں جیسی چاہتا ہے بناتا ہے۔

كَيْفَ يَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑥

اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ غالب، خوب حکمت والا ہے ⑥

تمام کتابوں کی بھی تصدیق کرتی ہے جنھیں آسمان سے اللہ کے بندوں، یعنی انبیائے کرام علیہم السلام پر نازل کیا گیا۔ ان کتابوں میں زمانۂ قدیم سے اس قرآن کے بارے میں جو خبریں اور بشارتیں دی گئی ہیں وہ سچی ہیں اور یہ قرآن سابقہ کتب کی تصدیق کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارسال فرمانے اور قرآن عظیم کے نازل کرنے کا جو وعدہ فرمایا تھا، ان کتابوں میں اس کی خبر اور بشارت موجود ہے۔

اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ ﴾ ”اور اس نے تورات نازل کی“ موسیٰ بن عمران علیہ السلام پر ﴿ وَالْاِنْجِيْلَ ③ ﴾ ”اور انجیل نازل کی“ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام پر ﴿ مِنْ قَبْلُ ﴾ ”اس سے پہلے“ یعنی اس قرآن سے پہلے۔ ﴿ هُدًى لِّلنَّاسِ ﴾ ”لوگوں کی ہدایت کے لیے۔“ یعنی تورات وانجیل کے زمانے کے لوگوں کی ہدایت کے لیے (نازل فرمایا۔) ﴿ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ ﴾ ”اور اس نے فرقان (قرآن) نازل کیا۔“ جو ہدایت وضلالت، حق و باطل اور گمراہی اور رشد و بھلائی کو الگ الگ کر دینے والا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے روشن اور واضح دلائل اور قطعی براہین کا ذکر فرمایا ہے۔ اور قرآن مجید ان سب باتوں کو واضح، روشن اور صاف صاف بیان کرتا اور رہنمائی کا مکمل سامان فراہم کرتا ہے۔

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ﴾ یعنی بے شک جو لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور باطل طریقے سے انھیں رد کرتے ہیں۔ ﴿ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ ﴾ یعنی قیامت کے دن ان کو سخت عذاب ہوگا۔ ﴿ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ﴾ ”اور اللہ زبردست ہے۔“ یعنی وہ بہت عالی جاہ اور عظیم الشان بادشاہ ہے۔ ﴿ ذُو انْتِقَامٍ ④ ﴾ اور ان لوگوں سے انتقام لینے والا ہے جو اس کی آیات کی تکذیب کرتے اور اس کے مرسلین کرام و انبیائے عظام علیہم السلام کی مخالفت کرتے ہیں۔

تفسیر آیات:6,5

اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کی تمام چھپی باتوں کو جانتا ہے اور اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے۔ ﴿ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ ﴾ ”وہی تو ہے جو ماں کے پیٹ میں جیسی چاہتا ہے تمھاری صورتیں بناتا ہے۔“ یعنی وہ جس طرح چاہتا ہے تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں لڑکا اور لڑکی، حسین و قبیح اور بد بخت و سعادت مند پیدا فرماتا ہے۔

﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑥ ﴾ ”اس غالب حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔“ یعنی اسی نے پیدا فرمایا ہے تو وہی مستحق الوہیت (عبادت) ہے۔ وہ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہ ایسی عزت کا مالک ہے کہ جس کا قصد نہیں کیا جا سکتا، اسی کی حکمت اور احکام ہیں۔

اس آیت کریمہ میں تعریض نہیں بلکہ تصریح ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام بھی اللہ کے بندے اور مخلوق ہیں۔ انھیں بھی اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ

وہی ہے جس نے آپ پر کتاب نازل کی جس میں کچھ آیات محکم (واضح) ہیں جو اس کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور کچھ دوسری متشابہات (غیر واضح) ہیں،

مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ

پھر جن لوگوں کے دل میں ٹیڑھ ہے وہ ان میں سے انھی آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں جو متشابہ (غیر واضح) ہیں، ان کا مقصد محض فتنے اور تاویل کی

وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ — وقف لازم

تلاش ہوتا ہے، حالانکہ اللہ کے سوا کوئی بھی ان کی تاویل نہیں جانتا، اور جو لوگ علم میں پختہ ہیں وہ کہتے ہیں: ہمارا ان (متشابہات) پر ایمان ہے، یہ سب

اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑦ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا

ہمارے رب ہی کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو عقل مند ہی حاصل کرتے ہیں ⑦ (وہ دعا کرتے ہیں:) اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد

بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ⑧ رَبَّنَآ اِنَّكَ

ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور عطا کر ہمیں اپنے پاس سے رحمت، بے شک تو ہی بڑا عطا کرنے والا ہے ⑧ اے ہمارے رب! یقیناً تو لوگوں کو ایک دن

ع 1/9 9 — جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ⑨ ع

جمع کرنے والا ہے جس میں کوئی شک نہیں، بے شک اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا ⑨

تعالیٰ نے اسی طرح پیدا فرمایا ہے جس طرح دیگر تمام انسانوں کو کیونکہ ان کی صورت بھی اللہ تعالیٰ نے ان کی ماں کے رحم میں بنائی اور انھیں بھی جس طرح چاہا پیدا فرمایا، لہٰذا وہ الٰہ کس طرح ہو سکتے ہیں؟ جیسا کہ عیسائیوں کا گمان ہے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنتیں ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی شکم مادر میں پرورش پائی اور دیگر انسانوں کی طرح وہ بھی ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہوتے رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ﴾ (الزمر 6:39) ”وہی تم کو تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک پیدائش (مرحلے) کے بعد، پھر دوسری پیدائش میں تین قسم کے اندھیروں (پردوں) میں پیدا کرتا ہے۔“

تفسیر آیات:7-9

آیات متشابہات و محکمات کا بیان: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ قرآن مجید کی کچھ آیات محکمات ہیں، اور وہی اصل کتاب ہیں کیونکہ یہ دلالت کے اعتبار سے واضح اور روشن ہیں، ان میں کسی کے لیے کوئی التباس نہیں اور کچھ دوسری آیات ہیں جن کی دلالت میں بہت سے یا بعض لوگوں کے لیے اشتباہ ہے تو جو مشتبہ کو واضح کی طرف لوٹا دے اور متشابہ کے بجائے محکم کے مطابق عمل کرے تو وہ ہدایت پا جائے گا اور جس نے اس کے برعکس صورت حال اختیار کی اس کا معاملہ اس کے الٹ ہوگا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آیات محکمات کے بارے میں فرمایا: ﴿هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ﴾ ”وہی اصل کتاب ہیں۔“ یعنی یہ آیات اصل کتاب ہیں اور اشتباہ کی صورت میں انھی کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ ﴿وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ﴾ ”اور بعض متشابہ ہیں“ جن میں یہ احتمال بھی ہوتا ہے کہ ان کی دلالت آیات محکمات کے مطابق ہو اور لفظ و ترکیب کے اعتبار سے دیگر احتمالات بھی ہو سکتے ہیں، معنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ومراد کے اعتبار سے نہیں۔

آیات محکمات ناسخ، حلال، حرام، احکام، حدود، فرائض اور جن امور پر عمل کرنے کا حکم دیا جاتا ہے، ان پر مشتمل ہوتی ہیں جبکہ متشابہات منسوخ، مقدم ومؤخر، امثال واقسام اور ایسی باتوں پر مشتمل ہوتی ہیں جن پر ایمان تو لایا جاتا ہے مگر ان پر عمل کا حکم نہیں ہوتا۔

محمد بن اسحاق بن یسار رحمہ اللہ ﴿ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان میں رب کی حجت، بندوں کی عصمت، مدمقابل اور باطل کا رد ہوتا ہے۔ اور ان میں کوئی تصریف وتحریف نہیں ہو سکتی جبکہ متشابہات بھی مبنی برصدق ہوتی ہیں لیکن ان میں تصریف وتحریف اور تاویل ہو سکتی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے بندوں کی آزمائش کرتا ہے جیسا کہ حلال وحرام میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کرتا ہے کہ ان کو باطل کی طرف نہ پھیرا جائے اور حق سے انھیں الگ نہ کیا جائے۔ [1]

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ ﴾ ''پھر جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے۔'' یعنی گمراہی ہے اور وہ حق سے نکل کر باطل کی طرف جانا چاہتے ہیں۔ ﴿ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ﴾ ''تو وہ متشابہات کی اتباع کرتے ہیں۔'' یعنی وہ اس کی متشابہ آیات کو لے لیتے ہیں تاکہ ان کے لیے یہ ممکن ہو کہ اپنے فاسد مقاصد کے لیے ان میں تحریف کر سکیں کیونکہ ان کے الفاظ میں بظاہر ایسا احتمال ہوتا ہے جبکہ محکم آیات میں اس طرح کی ذرّہ برابر گنجائش نہیں ہوتی بلکہ وہ تو ان کے خلاف محکم اور قطعی دلیل ہوتی ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ ﴾ ''(ان کا مقصد) فتنے کی تلاش ہوتا ہے۔'' یعنی اپنے پیروکاروں کو گمراہ کر سکیں اور ان سے یہ کہہ سکیں کہ اپنی بدعت کے سلسلے میں وہ بھی قرآن مجید ہی سے استدلال کرتے ہیں، حالانکہ یہ بات خود ان کے حق میں نہیں بلکہ ان کے خلاف دلیل ہے۔

اس کی مثال ایسے ہے جیسے عیسائی یہ استدلال کریں کہ خود قرآن نے یہ کہا ہے کہ عیسیٰ روح اللہ اور اللہ کا وہ کلمہ ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے مریم کی طرف ڈالا ہے اور اس آیت سے استدلال نہ کریں: ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ ﴾ (الزخرف 59:43) ''وہ تو صرف ہمارے ایسے بندے تھے جن پر ہم نے فضل کیا۔'' نیز اس آیت کو بھول جائیں: ﴿ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ ﴾ (آل عمران 59:3) ''بے شک عیسیٰ کا حال اللہ کے نزدیک آدم کا سا ہے کہ اس نے (پہلے) مٹی سے ان کا قالب بنایا، پھر فرمایا: (انسان) ہو جا تو وہ (انسان) ہو گئے۔''

اسی طرح یہ ان دیگر محکم آیات سے بھی استدلال نہ کریں جن میں یہ صراحت ہے کہ حضرت عیسیٰ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں سے ایک عبد اور رسول ہیں۔

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ﴾ ''اور اس کی تاویل تلاش کریں۔'' یعنی اپنے ارادے کے مطابق تحریف کریں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ هُوَ الَّذِيْٓ

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 592/2-594.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ وَ مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَ مَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑦ اور فرمایا: [فَإِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِيهِ فَهُمُ الَّذِينَ عَنَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ، فَاحْذَرُوهُمْ] ''جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو اس میں جھگڑا کریں تو یہ وہی لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے، لہٰذا تم ان سے بچ جاؤ۔''[1]

اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اسی آیت کی تفسیر کے موقع پر، امام مسلم نے اسے اپنی صحیح کی کتاب العلم میں اور امام ابوداود نے اپنی سنن کی کتاب السنة میں بیان کیا ہے اور ان تینوں ائمہ نے اسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ: ﴿هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ﴾ تا ﴿وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑦﴾ تلاوت فرمائی، پھر آپ نے فرمایا: [فَإِذَا رَأَيْتِ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ، فَأُولٰئِكَ الَّذِينَ سَمَّى اللّٰهُ فَاحْذَرُوهُمْ] ''تم جب ان لوگوں کو دیکھو جو قرآن مجید کی متشابہ آیات کی پیروی کرتے ہیں تو یہ وہی لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے نام لیا ہے، لہٰذا تم ان سے بچ جاؤ۔'' یہ الفاظ صحیح بخاری کی روایت کے ہیں۔[2]

متشابہات کی مراد اصلی کو اللہ ہی جانتا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ''حالانکہ مرادِ اصلی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔'' قراء کا اس مقام پر وقف کے بارے میں اختلاف ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہاں وقف اسم جلالہ پر ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ تفسیر چار طرح سے ہے: (1) جس کے سمجھنے میں کسی کو بھی معذور قرار نہیں دیا جا سکتا۔ (2) جسے عرب اپنی لغات کے حوالے سے جانتے ہیں۔ (3) جسے علم میں دستگاہ کامل رکھنے والے جانتے ہیں اور (4) جسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔[3] یہ قول، یعنی اس کی حقیقی مراد صرف اللہ ہی جانتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، عروہ، ابوالشعثاء اور ابونہیک وغیرہ سے بھی مروی ہے۔[4]

کچھ قراء ﴿وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ﴾ پر وقف کرتے ہیں۔ بہت سے مفسرین اور اہل اصول نے بھی انھی کی پیروی کی ہے اور کہا ہے کہ جس بات کو سمجھا ہی نہ جا سکے اس سے خطاب بعید ہے۔ ابن ابونجیح نے مجاہد سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں ان راسخین علم میں سے ہوں جو ان کی مراد اصلی کو جانتے ہیں۔[5] حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے دعا کی: [اَللّٰهُمَّ! فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيلَ] ''اے اللہ! انھیں دین میں سمجھ بوجھ عطا فرما اور تفسیر کا علم عطا فرما۔''[6]

---

① مسند أحمد: 48/6. ② صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ﴾ (آل عمران3:7)، حديث: 4547 و صحيح مسلم، العلم، باب النهى عن اتباع متشابه القرآن......، حديث: 2665 و سنن أبي داود، السنة، باب النهى عن الجدال واتباع المتشابه من القرآن، حديث: 4598. ③ دیکھیے تفسير الطبري: 54/1. ④ تفسير ابن أبي حاتم: 599/2. ⑤ تفسير الطبري: 249/3. ⑥ صحيح البخاري، العلم، باب قول النبي ﷺ: [اللّٰهم علّمه الكتاب]، حديث: 143,75 اور یہاں [التأويل] کے بجائے [الكتاب] ہے۔ و مسند أحمد: 266/1 واللفظ له عن ابن عباس رضی اللہ عنہما.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن میں تأویل کا لفظ دو معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے: (1) کسی چیز کی حقیقت اور انجام کے معنی میں، مثلاً: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ﴾ (یوسف12:100) ''اور (یوسف نے) کہا: ابا جان! یہ میرے اس خواب کی حقیقت ہے جو میں نے پہلے (بچپن میں) دیکھا تھا۔'' اور فرمایا: ﴿ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ۭ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ ...... ﴾ (الأعراف7:53) ''کیا یہ لوگ اس کے وقوع کے منتظر ہیں؟ جس دن وہ واقع ہو جائے گا......'' یعنی اس امر معاد کی حقیقت ان کے سامنے آ جائے گی جس کی انھیں خبر دی گئی ہے اگر تأویل کے یہ معنی ہوں تو پھر وقف لفظ جلالہ پر ہوگا کیونکہ امور کے حقائق اور ان کی کنہ کو واضح طور پر اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اور ﴿ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ ﴾ مبتدا اور ﴿ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ﴾ اس کی خبر ہے۔ اور (2) اگر تأویل سے دوسرے معنی مراد ہوں، یعنی کسی چیز کی تفسیر، بیان اور تعبیر جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ﴾ (یوسف12:36) ''ہمیں اس کی تعبیر بتا دیجیے۔'' اور اگر اس کے یہ معنی مراد ہوں تو پھر ﴿ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ ﴾ پر وقف ہوگا کیونکہ اس اعتبار سے وہ اسے جانتے اور سمجھتے ہیں جس کے ساتھ انھیں مخاطب کیا گیا ہے گو اشیاء کے حقائق اور علم کا انھوں نے احاطہ نہیں کیا تو اس اعتبار سے ﴿ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ﴾، ﴿ وَالرّٰسِخُوْنَ ﴾ سے حال ہوگا۔

اور یہ بھی مناسب ہے کہ وہ معطوف ہو، معطوف علیہ نہ ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ لِلْفُقَرَاۗءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ ﴾ تا ﴿ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا ﴾ (الحشر59:8-10) میں ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّجَاۗءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴾ (الفجر89:22) یعنی وَجَاءَتِ الْمَلَائِكَةُ صُفُوفًا صُفُوفًا ''اور فرشتے صف در صف آئیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان راسخین کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ﴾ ''وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کے ساتھ ایمان لائے۔'' یعنی متشابہ آیات کے ساتھ ﴿ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ﴾ ''یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں۔'' یعنی تمام آیات، خواہ محکم ہوں یا متشابہ حق اور سچ ہیں، ان میں سے ہر ایک دوسری کی تصدیق کرتی اور اس کے حق ہونے کی شہادت دیتی ہے کیونکہ یہ تمام آیات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس سے آنے والی آیات میں نہ اختلاف ہو سکتا ہے اور نہ تضاد کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴾ (النسآء4:82) ''کیا پھر یہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے؟ اور اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کا (کلام) ہوتا تو وہ یقیناً اس میں (بہت سا) اختلاف پاتے۔''

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ ''اور نصیحت تو عقل مند ہی قبول کرتے ہیں۔'' یعنی معانی کو صحیح طور پر وہی لوگ سمجھ سکتے اور ان میں غور و فکر کر سکتے ہیں جو سلیم عقل اور صحیح فکر کے مالک ہیں۔ ابن منذر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں نافع بن یزید سے روایت کیا ہے کہ ''راسخ فی العلم'' وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کرنے والے ہوں، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے اپنے آپ کو کھپا دینے والے ہوں، اپنے سے بڑوں کے حفظِ مراتب کا لحاظ رکھتے ہوں اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ط

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ (کے عذاب) سے (بچانے میں) ان کے کچھ بھی کام نہیں آئیں گے اور وہی لوگ آگ کا

وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ⑩ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ لا وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط كَذَّبُوْا

ایندھن ہیں ⑩ (ان کا انجام) آل فرعون اور ان لوگوں کا سا ہوگا جو ان سے پہلے تھے، انھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو اللہ نے ان کے گناہوں کے

بِاٰيٰتِنَا ج فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ط وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑪

باعث انھیں پکڑ لیا اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے ⑪

چھوٹوں کو حقیر نہ سمجھتے ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اپنے رب سے یہ دعا بھی کرتے ہیں: ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا﴾ ''اے پروردگار! جب تو نے ہمیں ہدایت بخشی ہے تو اس کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر۔'' یعنی دلوں کو جب تو نے ہدایت پر قائم کر دیا ہے تو اب انھیں اس سے دور نہ کرنا اور ہمیں ان لوگوں کی طرح نہ بنا دینا جن کے دلوں میں کجی ہے اور جو قرآن مجید کے متشابہات ہی کی اتباع کرتے رہتے ہیں بلکہ ہمیں اپنے صراط مستقیم اور مضبوط و مستحکم دین پر قائم اور ثابت قدم رکھنا۔ ﴿وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً﴾ ''اور ہمیں اپنے ہاں سے رحمت عطا فرما۔'' جس سے تو ہمارے دلوں کو ثابت رکھے، ہمارے انتشار کو اجتماعیت سے بدل دے اور ہمارے ایمان و یقین میں اضافہ فرمائے۔ ﴿اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ⑧﴾ ''بے شک تو ہی بڑا عطا فرمانے والا ہے۔''

امام ابن ابو حاتم اور ابن جریر نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے: [يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ] ''اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔'' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ⑧﴾.[1]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ط﴾ ''اے پروردگار! یقیناً لوگوں کو تو ایک دن جمع کرنے والا ہے جس میں کوئی شک نہیں۔'' یعنی اپنی دعا میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تو قیامت کے دن اپنی مخلوق کو جمع فرمائے گا، ان میں فیصلہ فرمائے گا اور ان کے ان امور میں بھی فیصلہ فرمائے گا جن میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور دنیا میں انھوں نے اچھے یا برے جو عمل کیے تو ان کے مطابق انھیں بدلہ دے گا۔

تفسیر آیات:11,10

قیامت کے دن مال اور بیٹے کام نہ آئیں گے: اللہ تعالیٰ کفار کے بارے میں فرما رہا ہے کہ وہ جہنم کی آگ کا ایندھن ہیں ﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ○﴾ (المؤمن 52:40) ''جس دن ظالموں کو ان کی

① تفسیر الطبری :255/3 وتفسیر ابن أبی حاتم :602,601/2 اور دیکھیے جامع الترمذی، القدر، باب ما جاء أن القلوب بين إصبعي الرحمن، حدیث:2140 ومسند أحمد:294/6.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی اور ان کے لیے لعنت اور برا گھر ہے۔'' دنیا میں انھیں جو مال اور اولاد ملے تھے، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ کام نہ آسکیں گے اور نہ وہ انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی دردناک سزا سے بچا سکیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ○ ﴾ (التوبة 55:9) ''چنانچہ ان کے مال اور اولاد آپ کو حیرت وتعجب میں نہ ڈال دیں، یقیناً اللہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے دنیا کی زندگی ہی میں ان کو عذاب دے اور (جب) ان کی جان نکلے تو (اس وقت بھی) وہ کافر ہی ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ○ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۫ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ○ ﴾ (آل عمران 197,196:3) ''(اے پیغمبر!) کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو دھوکا نہ دے۔ (یہ دنیا کا) تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر (آخرت میں) تو ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔''

جیسا کہ یہاں فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ ''بے شک جو لوگ کافر ہوئے۔'' یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کیا، اس کے رسولوں کی تکذیب کی، اس کی کتاب کی مخالفت کی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کی طرف جو وحی کی اس سے انھوں نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ ﴿ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ⑩ ﴾ ''(اس دن) نہ تو ان کا مال ہی اللہ (کے عذاب) سے ان کو بچا سکے گا اور نہ ان کی اولاد ہی (کچھ کام آئے گی) اور یہ لوگ آتش (جہنم) کا ایندھن ہوں گے۔'' یہ وہ ایندھن ہوں گے جس سے جہنم کی آگ کو جلایا اور بھڑکایا جائے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ ﴾ (الأنبيآء 98:21) ''(کافرو!) بے شک اس روز تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہوگے۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ﴾ ''(ان کا حال بھی) فرعونیوں کا سا ہوگا۔'' امام ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کا حال بھی فرعونیوں کے کرتوت کی طرح ہے۔[1] عکرمہ، مجاہد، ابو مالک، ضحاک اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2] بعض نے دأب کے معنی ''(فرعونیوں کے) طریقۂ کار'' بعض نے ''(آل فرعون کے) کام'' اور بعض نے ''مشابہ'' کے بیان کیے ہیں۔[3] اور یہ تمام الفاظ قریب قریب ہم معنی ہیں۔ دأب کے معنی کرتوت، حالت، شان، امر اور عادت کے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے: لَا يَزَالُ هٰذَا دَأْبِي وَدَأْبُكَ ''میری اور آپ کی یہ عادت ہمیشہ رہے گی۔''

آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ کفار کے مال اور اولاد کام نہ آسکیں گے بلکہ انھیں ہلاک کر کے عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا جیسا کہ فرعونیوں اور ان سے پہلے ان لوگوں کا حال ہوا جو اللہ تعالیٰ کے پاس سے آیات اور روشن دلائل لانے والے انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کرتے رہے۔ اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑪ ﴾ ''اور اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔''

① تفسير الطبري: 259/3. ② تفسير ابن أبي حاتم: 603/2. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 603/2 وتفسير الطبري: 259/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ⑫ قَدْ

(اے نبی!) جن لوگوں نے کفر کیا، ان سے کہہ دیجیے: عنقریب تم مغلوب ہو جاؤ گے اور تم جہنم کی طرف اکٹھے کیے (ہانکے) جاؤ گے اور وہ برا ٹھکانا

كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ

ہے⑫ تحقیق تمھارے لیے ان دو گروہوں میں ایک بڑی نشانی ہے جو (بدر میں) باہم ٹکرائے۔ ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ

يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

کافر تھا۔ مسلمان ظاہری آنکھوں سے اُن کو اپنے سے دوگنا دیکھ رہے تھے اور اللہ اپنی مدد سے جس کو چاہتا ہے قوت دیتا ہے، بے شک اس میں

لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ⑬

بصیرت والوں کے لیے عبرت ہے⑬

یعنی اس کی پکڑ بہت سخت اور اس کا عذاب بہت دردناک ہے، کوئی اس سے بچ نہیں سکتا اور نہ کوئی چیز اس سے مخفی رہ سکتی ہے، وہ جو ارادہ فرمائے اسے کر گزرتا ہے، وہ ہر چیز پر غالب ہے، ہر چیز اس کی مطیع فرمان ہے، اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ پروردگار۔

تفسیر آیات:13,12

یہود کو مغلوب ہونے کی ترہیب اور غزوۂ بدر سے عبرت حاصل کرنے کی ترغیب: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! آپ کافروں سے کہہ دیں: ﴿ سَتُغْلَبُوْنَ ﴾ ”تم عنقریب مغلوب ہو جاؤ گے۔“ یعنی دنیا میں ﴿ وَتُحْشَرُوْنَ ﴾ ”اور اکٹھے کیے جاؤ گے۔“ یعنی قیامت کے دن ﴿ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ⑫ ﴾ ”جہنم کی طرف اور وہ بری جگہ ہے۔“

محمد بن اسحاق بن یسار نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنگ بدر کے حالات وواقعات سے فارغ ہونے کے بعد جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے بنو قینقاع کے بازار میں یہودیوں کو جمع کیا اور فرمایا: اے یہودیو! مسلمان ہو جاؤ کہ کہیں تمھیں بھی قریشیوں کی سی سزا اور ذلت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ انھوں نے جواب دیا: اے محمد (ﷺ)! تو ہمیں اپنے ساتھیوں کی طرح خیال کرتا ہے اور تجھے وہ معرکہ گھمنڈ میں نہ ڈال دے جس میں تو نے فنون جنگ سے نابلد چند لوگوں کو ہرا دیا تھا، یہ تو تجھے ان کے مقابلے میں ایک موقع مل گیا تھا۔ اللہ کی قسم! اگر ہم سے لڑائی ہوئی تو بتا دیں گے کہ ہم جنگجو ہیں۔ اور ہم جیسوں سے تو نے کبھی پنجہ آزمائی نہ کی ہوگی، تو اللہ تعالیٰ نے ﴿ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ⑫ ﴾ تا ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ⑬ ﴾ آیات نازل فرما دیں۔[1]

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ ﴾ ”تحقیق تمھارے لیے (اللہ کی قدرت کی عظیم الشان) نشانی تھی۔“ یعنی یہودیو! تم نے جو کچھ کہا اس میں بھی اللہ کی قدرت کی ایک عظیم الشان نشانی تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب کرنے والا، اپنے رسول کی مدد کرنے والا، اپنے کلمے کو ظاہر کرنے والا اور اپنے امر کو سربلند کرنے والا ہے۔ ﴿ فِيْ فِئَتَيْنِ ﴾ ”دو گروہوں

① تفسیر الطبری: 261/3 و السیرة النبویة لابن هشام، أمر بني قینقاع: 50/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں۔'' ﴿ الْتَقَتَا ۭ ﴾ ''جو آپس میں ٹکرائے۔''یعنی لڑائی کے لیے ﴿ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ﴾ ''ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا۔'' اور وہ مسلمانوں کا گروہ تھا۔ ﴿ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ ﴾ ''اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا۔'' اس سے مراد مشرکین قریش ہیں جنھوں نے بدر میں مسلمانوں سے لڑائی کی تھی۔ ①

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ ۚ ﴾ ''وہ ان کو اپنی (ظاہری) آنکھوں سے اپنے سے دوگنا دیکھ رہے تھے۔'' یعنی مشرکین جنگ بدر کے دن مسلمانوں کو اپنے سر کی آنکھوں سے اپنے سے دوگنا دیکھ رہے تھے۔ اور اس طرح مسلمانوں کی تعداد کے دیکھنے کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی فتح ونصرت کا سبب بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ ۚ ﴾ کے یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ مسلمان کافروں کو تعداد میں اپنے سے دوگنا دیکھ رہے تھے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انھیں کافروں پر فتح ونصرت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے مشرکوں کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ وہ ہم سے دوگنا ہیں اور ہم نے پھر انھیں دیکھا تو یوں نظر آیا کہ تعداد میں ہمارے برابر ہیں، ان میں ایک آدمی بھی زیادہ نہیں ہے۔ یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿ وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ ﴾ (الأنفال 8:44) ''اور اس وقت جب تم ایک دوسرے کے مدمقابل ہوئے تو کافروں کو تمھاری نظروں میں تھوڑا کر کے دکھاتا تھا اور تم کو ان کی نگاہوں میں تھوڑا کر کے دکھاتا تھا۔'' ②

ابواسحاق ابوعبیدہ سے اور وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کافر ہماری نظروں میں بہت تھوڑے کر کے دکھائے گئے حتی کہ میں نے اپنے پاس کھڑے ایک شخص سے پوچھا کیا کافروں کی تعداد ستر (70) ہوگی؟ اس نے کہا کہ میرے خیال میں ایک سو ہوں گے۔ اور ہم نے جب ان کے ایک قیدی سے یہ پوچھا کہ تمھاری تعداد کتنی تھی؟ تو اس نے بتایا کہ ایک ہزار۔ ③

جب دونوں میں سے ہر ایک گروہ نے دوسرے کو دیکھا تو مسلمانوں نے دیکھا کہ مشرک تعداد میں ان سے دوگنا ہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں، اسی کی طرف متوجہ ہو جائیں اور اسی کی ذات گرامی سے مدد طلب کریں۔ اسی طرح مشرکوں نے بھی مسلمانوں کو اپنی تعداد سے دوگنا دیکھا تاکہ ان کے دلوں میں رعب وخوف اور جزع وفزع پیدا ہو جائے، پھر جب معرکہ آرائی شروع ہوئی اور دونوں گروہ ایک دوسرے کے بالمقابل صف آراء ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک گروہ کو دوسرے کی نظر میں کم کر کے دکھایا تاکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے پر حملہ آور ہو جائے۔ ﴿ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۗ ﴾ (الأنفال 8:44) ''تاکہ اللہ کو جو کام کرنا منظور تھا اسے کر ڈالے۔'' یعنی حق وباطل میں فرق کر دے، کلمۂ ایمان کو کفر وطغیان پر غلبہ عطا فرمائے، مومنوں کو عزت وسربلندی سے نوازے اور کافروں کو ذلت ورسوائی سے دوچار کر دے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ ﴾ (آل عمران 3:123) ''اور تحقیق اللہ نے جنگ بدر میں بھی تمھاری مدد کی تھی اور اس وقت تم بے سروسامان تھے۔''

① تفسیر ابن أبي حاتم: 605/2. ② تفسیر الطبری: 265/3. ③ تفسیر الطبری: 269/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ

لوگوں کے لیے خواہشات نفس کی محبت مزین (پرکشش) کر دی گئی ہے، یعنی عورتوں سے، بیٹوں سے، سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے

وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ

ڈھیروں سے، نشان لگے (عمدہ) گھوڑوں سے، مویشیوں سے اور کھیتی سے، یہ سب دنیاوی زندگی کا سامان ہے اور اچھا ٹھکانا اللہ ہی کے

عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿14﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ

پاس ہے ﴿14﴾ (اے نبی!) کہہ دیجیے: کیا میں تمھیں ان سے بہتر چیز بتاؤں؟ پرہیز گاروں کے لیے ان کے رب کے پاس باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی

جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ

ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور وہاں ان کے لیے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور انھیں اللہ کی رضا حاصل ہو گی اور اللہ اپنے بندوں پر

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿15﴾ ۚ

خوب نظر رکھنے والا ہے ﴿15﴾

اور یہاں فرمایا ہے: ﴿وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿13﴾﴾ ”اور اللہ اپنی نصرت سے جس کو چاہتا ہے مدد دیتا ہے بے شک بصیرت والوں کے لیے اس (واقعے) میں بڑی عبرت ہے۔“ یعنی اس واقعے میں اس شخص کے لیے عبرت ہے جس میں بصیرت وفہم ہو جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور افعال تک رہنمائی حاصل کر سکے اور اللہ تعالیٰ کی اس جاری وساری تقدیر کو معلوم کر سکے کہ وہ اپنے مومن بندوں کی اس دنیا کی زندگی میں بھی مدد فرماتا ہے اور آخرت میں بھی انھیں اپنی مدد اور رحمت سے نوازے گا۔

تفسیر آیات:15,14

دنیا کی زندگی کا بیان: یہاں اللہ تعالیٰ ان چیزوں کا ذکر فرما رہا ہے جو لوگوں کے لیے دنیا کی اس زندگی میں مزین کر دی گئیں اور ان کا مختلف لذتوں اور نعمتوں سے تعلق ہے۔ ان میں سے سب سے پہلے عورتوں کا ذکر کیا کیونکہ عورتوں کا فتنہ سب سے زیادہ شدید ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: [مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ] ”میں نے اپنے بعد کوئی ایسا فتنہ نہیں چھوڑا جو مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ نقصان دہ ہو۔“[1]

اور اگر عورتوں سے مقصود عفت و پاکدامنی اور کثرت اولاد کا حصول ہو تو یہ بات مطلوب و مرغوب اور پسندیدہ ہے جیسا کہ احادیث میں نکاح اور کثرت اولاد کی ترغیب دی گئی ہے، مثلاً: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: [فَإِنَّ خَيْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ كَانَ أَكْثَرَهَا نِسَاءً] ”اس امت کے بہترین لوگ وہ ہوں گے جن کی عورتیں زیادہ ہوں گی۔“[2] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَّخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ]، [إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ ، وَإِذَا أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ، وَإِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ]

---

(1) صحيح البخاري، النكاح، باب ما يتقى من شؤم المرأة ......، حديث:5096 عن أسامة بن زيد رضی اللہ عنہ. (2) صحيح البخاري، النكاح، باب كثرة النساء، حديث:5069 موقوفًا. ومسند أحمد:231/1 واللفظ له.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فِي نَفْسِهَا وَمَا لِهِ] ''دنیا ساز و سامان ہے اور دنیا کا بہترین سامان وہ نیک بیوی ہے، جب اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے، اگر اسے حکم دے تو اس کی اطاعت بجا لائے اور اگر وہ اس سے غائب ہو تو یہ اپنے نفس اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔''[1] ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا: [حُبِّبَ إِلَيَّ النِّسَاءُ وَالطِّيبُ وَجُعِلَ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ] ''عورتوں اور خوشبو سے مجھے محبت ہے اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔''[2] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبت عورتوں کے علاوہ گھوڑوں سے تھی۔[3]

بیٹوں سے محبت کبھی تو فخر اور زینت کے لیے ہوتی ہے اور اس کا یہی وہ پہلو ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ اور کبھی محبت اس لیے ہوتی ہے تاکہ نسل انسانی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ان لوگوں میں اضافہ کیا جائے جو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے ہیں، چنانچہ یہ محبت قابل تعریف اور قابل ستائش ہے کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ، فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ] ''زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جنم دینے والی عورت سے نکاح کرو کیونکہ (قیامت کے دن) تمھاری کثرت کی وجہ سے میں امتوں پر فخر کروں گا۔''[4]

اسی طرح مال کی محبت کبھی فخر، غرور، کمزوروں پر تکبر اور فقیروں پر ظلم کے لیے ہوتی ہے تو یہ محبت مذموم ہے۔ اور کبھی یہ محبت اس لیے ہوتی ہے کہ مال کو تقرب الٰہی کے حصول، صلہ رحمی اور نیکی و تقویٰ کے دیگر کاموں میں خرچ کیا جائے۔ تو یہ محبت شرعاً قابل تعریف اور قابل ستائش ہے۔

قنطار ''خزانے کا ڈھیر'' کی مقدار کے بارے میں مفسرین میں اختلاف ہے اور اس کے بارے میں کئی اقوال ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ بہت زیادہ مال کو عربی میں قِنطَار کہا جاتا ہے جیسا کہ امام ضحاک وغیرہ نے فرمایا ہے۔[5]

گھوڑے سے محبت کی تین قسمیں ہیں: (1) گھوڑوں والے کبھی تو انھیں اللہ کی راہ کے لیے تیار رکھتے ہیں اور جب ضرورت پیش آئے تو گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاد کرتے ہیں تو ان لوگوں کو گھوڑے پالنے کی وجہ سے اجر و ثواب ملتا ہے۔ (2) کچھ لوگ اہل اسلام سے دشمنی اور ان پر فخر کرنے کے لیے گھوڑے پالتے ہیں، انھیں گھوڑے پالنے کی وجہ سے گناہ ہوتا ہے اور (3) کچھ لوگ معاش کمانے اور گھوڑوں کی نسل کے بقا کے لیے انھیں پالتے ہیں اور ان کے بارے میں اللہ کے حق کو بھی فراموش نہیں کرتے تو یہ گھوڑے اپنے مالکان کے لیے ستر پوشی کا کام دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس سلسلے میں ایک حدیث کو بھی ارشاد

---

[1] ابتدائی حصہ صحیح مسلم، الرضاع، باب خیر متاع الدنیا المرأة الصالحة، حدیث:1469 وسنن ابن ماجه، النکاح، باب أفضل النساء، حدیث:1855 عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور آخری حصہ سنن أبی داود، الزکاة، باب فی حقوق المال، حدیث:1664 وسنن ابن ماجه، النکاح، باب أفضل النساء، حدیث:1857 عن ابن عباس و أبی أمامة رضی اللہ عنہم میں ہے۔ [2] سنن النسائی، عشرة النساء، باب حب النساء، حدیث:3392 ومسند أحمد:128/3 عن أنس رضی اللہ عنہ۔ [3] سنن النسائی، عشرة النساء، باب حب النساء، حدیث:3393 عن أنس رضی اللہ عنہ۔ [4] سنن أبی داود، النکاح، باب النهی عن تزویج من لم یلد من النساء، حدیث:2050 عن معقل بن یسار رضی اللہ عنہ۔ [5] تفسیر الطبری:274/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باری تعالیٰ: ﴿ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ ﴾ (الأنفال 60:8) کی تفسیر میں ذکر کیا جائے گا۔

﴿ الْمُسَوَّمَةِ ﴾ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد چرنے والے، موٹے تازے اور خوبصورت (گھوڑے) ہیں۔ ① مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابزی، سُدّی، ربیع بن انس اور ابوسنان وغیرہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ② مکحول فرماتے ہیں کہ اس سے مراد پانچ کلیان گھوڑے ہیں۔ ③ اس سلسلے میں اور اقوال بھی ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَيْسَ مِنْ فَرَسٍ عَرَبِيٍّ إِلَّا يُؤْذَنُ لَهُ مَعَ كُلِّ فَجْرٍ يَدْعُو بِدَعْوَتَيْنِ يَقُولُ: اللّٰهُمَّ! إِنَّكَ خَوَّلْتَنِي مَنْ خَوَّلْتَنِي مِنْ بَنِي آدَمَ ، فَاجْعَلْنِي مِنْ أَحَبِّ أَهْلِهِ وَمَالِهِ إِلَيْهِ ، أَوْ أَحَبَّ أَهْلِهِ وَمَالِهِ إِلَيْهِ] ''ہر عربی گھوڑے کو صبح کے وقت دو دعائیں کرنے کی اجازت دی جاتی ہے تو وہ یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! تو نے انسانوں میں سے جسے بھی میرا مالک بنایا ہے تو مجھے اس کے سب سے پسندیدہ اہل اور مال میں سے بنا دے یا یہ کہا کہ مجھے اس کا سب سے زیادہ پسندیدہ اہل و مال بنا دے۔'' ④

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَالْاَنْعَامِ ﴾ ''اور مویشی'' یعنی اونٹ، گائے اور بھیڑ بکریاں وغیرہ ﴿ وَالْحَرْثِ ۭ ﴾ ''اور کھیتی'' یعنی زراعت و کاشت کاری کے لیے استعمال کی جانے والی زمین، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ﴾ ''یہ سب دنیا کی زندگی کے سامان ہیں۔'' یعنی یہ تو دنیا کی زندگی کی سج دھج اور اس کی فانی اور زوال پذیر ہو جانے والی زینت ہے۔ ﴿ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ⑭ ﴾ ''اور اللہ کے پاس بہت اچھا ٹھکانا ہے۔'' اچھا ٹھکانا بھی ہے اور اچھا اجر و ثواب بھی ہے۔

پرہیزگاروں کی جزا دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے: اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ ﴾ ''(اے پیغمبر! ان سے) کہہ دیجیے: کیا میں تم کو ایسی چیز بتاؤں جو ان چیزوں سے کہیں اچھی ہو؟'' یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! لوگوں سے کہہ دیجیے بھلا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جو دنیا کی رعنائی و زیبائی اور یقینی طور پر زوال پذیر ہو جانے والی ان نعمتوں سے کہیں اچھی ہے جو لوگوں کو بڑی زینت اور باعث کشش معلوم ہوتی ہیں؟ پھر اس کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ ''(سنو!) جو لوگ پرہیزگار ہیں ان کے لیے اللہ کے ہاں باغات (بہشت) ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔'' یعنی ان باغات بہشت کے اطراف و اکناف میں مختلف قسم کے مشروبات شہد، دودھ، شراب اور پانی وغیرہ کی نہریں رواں دواں ہیں اور یہ جنت کی ان نعمتوں میں سے ہیں جنھیں کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سنا اور کسی انسان کے دل میں ان کا تصور تک نہیں آ سکتا۔ ﴿ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ﴾ ''ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔'' یعنی ابد الآباد تک اور ان سے نکل کر کہیں اور جانے کا ان کے دل میں کبھی خیال تک بھی نہ آئے گا۔ ﴿ وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ﴾ ''اور پاکیزہ عورتیں ہیں۔'' جو کہ میل کچیل، بول و براز اور حیض و نفاس جیسی ان تمام نجاستوں سے پاک ہیں جو دنیا کی

① تفسیر ابن أبي حاتم: 610/2. ② تفسیر ابن أبي حاتم: 610/2 و تفسیر الطبری: 275/3. ③ تفسیر ابن أبي حاتم: 611/2. ④ مسند أحمد: 170/5 و سنن النسائي، الخیل، باب دعوة الخیل، حدیث: 3609.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ⑯ اَلصّٰبِرِيْنَ

جولوگ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! بے شک ہم ایمان لائے، پس تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا⑯ (یہ لوگ) صبر کرنے

وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ⑰

والے، سچ بولنے والے، حکم بجالانے والے، خرچ کرنے والے اور سحری کے اوقات میں بخشش طلب کرنے والے ہیں⑰

عورتوں کو پیش آتی ہیں۔

﴿ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ﴾ ''اور (سب سے بڑھ کر) اللہ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔'' یعنی اللہ تعالیٰ انھیں اپنی خوشنودی سے سرفراز فرمائے گا اور کبھی بھی ان سے ناراض نہ ہوگا۔ اسی لیے سورۂ براءت کی ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ﴾ (التوبۃ 72:9) ''اور اللہ کی رضامندی تو سب سے بڑھ کر (نعمت) ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں جن ابدی وسرمدی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہوگا، ان میں سے سب سے بڑی نعمت اللہ کی رضامندی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ⑮ ﴾ ''اور اللہ (اپنے نیک) بندوں کو دیکھ رہا ہے۔'' اور ہر ایک کو اس نعمت سے سرفراز فرمائے گا جس کا وہ مستحق ہے۔

تفسیر آیات:17,16

پرہیزگاروں کی دعا اور ان کی صفات: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے ان پرہیزگار بندوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرما رہا ہے جن سے اس نے بے پایاں اجر وثواب کا وعدہ فرما رکھا ہے: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا ﴾ ''وہ جو اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! بے شک ہم ایمان لائے۔'' یعنی تیری ذات گرامی پر اور تیری کتاب اور تیرے رسول پر ﴿ فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا ﴾ ''لٰہذا تو ہمارے گناہ معاف فرما۔'' یعنی تیری ذات پاک کے ساتھ اور جن کے ساتھ تو نے حکم دیا ہے، ہم ایمان لے آئے ہیں، لٰہذا تو اپنے فضل وکرم اور رحمت کے ساتھ ہمارے گناہوں اور غلطیوں کو معاف فرما دے ﴿ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ⑯ ﴾ ''اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔''

اور فرمایا: ﴿ اَلصّٰبِرِيْنَ ﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جو (مشکلات میں) صبر کرتے ہیں۔'' یعنی اطاعات کے بجالانے میں اور محرمات کے ترک کرنے میں صبر کرتے ہیں۔ ﴿ وَالصّٰدِقِيْنَ ﴾ ''اور سچ بولتے ہیں۔'' یعنی اپنے ایمان کے بارے میں اور اعمال شاقہ کے بجالانے کے بارے میں انھوں نے جو کچھ کہا اس میں یہ بالکل سچے ہیں۔ ﴿ وَالْقٰنِتِيْنَ ﴾ ''اور حکم کی بجا آوری کرتے ہیں۔'' قنوت کے معنی اطاعت اور خضوع کے ہیں۔ ﴿ وَالْمُنْفِقِيْنَ ﴾ ''اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔'' یعنی اپنے مالوں کو وہ اطاعت کی ان تمام صورتوں میں جن کا انھیں حکم دیا گیا ہے، صلہ رحمی اور قرابت داری میں، ضرورتوں کے پورا کرنے اور ضرورت مند کی ہمدردی وغم گساری میں خرچ کرتے ہیں۔

﴿ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ⑰ ﴾ ''اور اوقاتِ سحر میں (گناہوں کی) معافی مانگا کرتے ہیں۔'' یہ آیت کریمہ اوقاتِ سحر میں توبہ واستغفار کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب اپنے بیٹوں سے یہ کہا تھا: ﴿ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ﴾ (یوسف 98:12) ''میں عنقریب اپنے پروردگار سے تمھارے لیے بخشش مانگوں گا۔'' انھوں نے اپنی دعا

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًاۢ بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ

اللہ نے گواہی دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، فرشتوں اور اہل علم نے بھی (گواہی دی ہے) درآں حالیکہ وہ انصاف کے ساتھ قائم ہے، اس کے سوا

النصف اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿18﴾ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۣ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

کوئی معبود نہیں، وہ غالب ہے، خوب حکمت والا ﴿18﴾ بے شک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔ اور اہل کتاب نے (صحیح) علم آ جانے کے بعد

الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ

صرف اس لیے اختلاف کیا کہ وہ باہم ضد اور حسد رکھتے تھے اور جو کوئی اللہ کی آیات کا انکار کرتا ہے تو بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے ﴿19﴾

اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿19﴾ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ

(اے نبی!) پھر اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں تو کہہ دیجیے: میں نے اپنا سر اللہ کے آگے جھکا دیا ہے اور میری اتباع کرنے والوں نے بھی، اور ان اہل

لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا

کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے پوچھیں: کیا تم اسلام لاتے ہو؟ پھر اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر منہ موڑیں تو آپ کے ذمے صرف

ع 2 11 10 عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿20﴾ ع

پیغام پہنچانا ہے، اور اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے ﴿20﴾

کو وقتِ سحر تک مؤخر کر دیا تھا۔

صحیحین، مسانید اور سنن میں کئی سندوں سے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يَنزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ ، يَقُولُ: مَنْ يَّدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ ؟ مَنْ يَّسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ؟ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَلَهُ؟] ”اللہ تبارک وتعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر اس وقت نزول فرماتا ہے جب رات کا آخری ثلث باقی رہ جاتا ہے اور فرماتا ہے: کون دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون مجھ سے مانگنے والا ہے کہ میں اسے دوں؟ ہے کوئی اپنے گناہوں کی معافی مانگنے والا کہ میں اسے معاف کر دوں؟“[1]

صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: [مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ أَوْتَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ وَ أَوْسَطِهِ وَآخِرِهِ ، فَانْتَهٰى وِتْرُهُ إِلَى السَّحَرِ] ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے پہلے، درمیانی اور آخری ہر حصے میں وتر پڑھے ہیں، آپ نے وتروں کو سحر تک ادا فرمایا ہے۔“[2] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات کو نماز ادا فرماتے تو کہتے: اے نافع! کیا ہم وقت

① صحيح البخاري، التهجد، باب الدعاء والصلاة من آخر الليل،حديث:1145و صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الترغيب في الدعاء والذكر في آخر الليل والإجابة فيه، حديث:758 وسنن أبي داود، السنة، باب في الرد على الجهمية، حديث:4733 و جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في نزول الرب تبارك وتعالى......،حديث:446 عن أبي هريرة ﷺ. وصحيح مسلم ،حديث:(172)-758 عن أبي سعيد الخدري ﷺ. وسنن ابن ماجه ، إقامة الصلوات ، باب ماجاء في أي ساعات ......، حديث:1367عن رفاعة الجهني ﷺ. ومسند أحمد:81/4عن جبير بن مطعم ﷺ. و مسند أحمد:388/1 عن ابن مسعود ﷺ. ② صحيح البخاري ، الوتر، باب ساعات الوتر ، حديث:996 و صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ في الليل ......، حديث:(137)-745 واللفظ له.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سحر میں داخل ہو گئے ہیں؟ وہ (نافع) کہتے: نہیں، ابن عمر دوبارہ نماز شروع کر دیتے جب میں کہتا: ہاں! سحر ہو گئی ہے تو وہ دعا اور استغفار میں مصروف ہو جاتے حتی کہ صبح ہو جاتی۔ ①

تفسیر آیات:18-20

شہادتِ توحید: اللہ تعالیٰ نے شہادت دی ہے اور اللہ ہی کافی شاہد ہے اور وہ شہادت دینے والوں میں سب سے سچا، سب سے عادل اور سب سے زیادہ سچی بات فرمانے والا ہے۔ ﴿ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾ ''(اللہ تو اس بات کی گواہی دیتا ہے) کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' وہ تمام مخلوقات کے لیے الوہیت میں متفرد ہے۔ تمام اس کے بندے، مخلوق اور اس کے محتاج ہیں جبکہ وہ سب سے بے نیاز ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَيْكَ ﴾ (النسآء4:166) ''لیکن اللہ نے جو (کتاب) آپ پر نازل کی ہے اس کی نسبت اللہ گواہی دیتا ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور اصحابِ علم کی گواہی کو بھی اپنی گواہی کے ساتھ ہی ملایا اور فرمایا ہے: ﴿ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ ﴾ ''اللہ تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے لوگ بھی (گواہی دیتے ہیں۔)''

اس مقام پر علماء کی یہ ایک عظیم خصوصیت ہے۔ اور ﴿ قَآىِٕمًۢا بِالْقِسْطِ ﴾ ''وہ (اللہ) انصاف کے ساتھ قائم ہے۔'' یعنی وہ تمام احوال میں اسی طرح ہے۔ ﴿ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾ ''اس کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں۔'' یہ سابقہ بات کی تاکید ہے۔ ﴿ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ ''وہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے۔'' یعنی وہ اس قدر غالب ہے کہ عظمت و کبریائی میں اس کی جناب کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اور وہ اپنے تمام اقوال و افعال اور شرع و قدر میں حکمت والا ہے۔

دین اسلام ہی ہے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ﴾ ''بے شک دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ اسلام کے سوا کسی اور دین کو قبول نہیں فرمائے گا اور اسلام یہ ہے کہ ان تمام رسولوں کی اتباع کی جائے جنھیں اللہ تعالیٰ نے مختلف اوقات میں مبعوث فرمایا تھا حتی کہ ان کے سب سے آخر میں اس نے خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور حضرت محمد ﷺ کے راستے کے سوا اپنے تک پہنچنے کے تمام راستوں کو بند کر دیا، لہٰذا حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے بعد کوئی آپ کے دین و شریعت کے سوا کسی اور دین و شریعت کے ساتھ اللہ کے پاس جائے گا تو وہ اس سے ہرگز قابلِ قبول نہ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ﴾ (آل عمران3:85) ''اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔'' اور اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول اور پسندیدہ دین صرف اور صرف اسلام ہے۔ ﴿ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ﴾ ''بے شک دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں کو پہلے کتاب دی گئی تھی تو انھوں نے رسولوں کی بعثت اور کتابوں کے نزول کی حجت پوری ہونے کے بعد اختلاف کیا، پس فرمایا: ﴿ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ﴾

① تفسیر ابن أبي حاتم:616/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور اہل کتاب نے جو (اس دین سے) اختلاف کیا تو علم حاصل ہونے کے بعد آپس کی ضد سے کیا۔'' یعنی بعض نے بعض سے ضد کی اور حسد، بغض اور دشمنی کی وجہ سے حق میں اختلاف کیا۔ بعض کو بعض کے بغض نے اس بات پر مجبور کیا کہ وہ اس کے تمام اقوال وافعال میں اس کی مخالفت کرنے لگے، خواہ وہ حق ہی ہوں، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ﴾ ''اور جو شخص اللہ کی آیتوں کو نہ مانے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو نازل فرمایا ہے اس کا انکار کرے ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ⑲ ﴾ ''تو بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اسے اس کے بدلے میں سزا دے گا اور اپنی تکذیب پر اس کا محاسبہ فرمائے گا اور اپنی کتاب کی مخالفت پر سزا دے گا۔

پھر اللہ نے فرمایا: ﴿ فَاِنْ حَآجُّوْكَ ﴾ ''(اے پیغمبر!) پھر اگر یہ لوگ آپ سے جھگڑنے لگیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید میں جھگڑا کریں ﴿ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ ﴾ ''تو کہنا کہ میں اور میرے پیرو تو اللہ کے فرمانبردار ہو چکے۔'' میں تو اس اللہ وحدہ لاشریک ہی کی خالص عبادت کرتا ہوں جس کا کوئی ساجھی نہیں جس کا کوئی بیٹا اور جس کی کوئی بیوی نہیں۔ ﴿ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ ﴾ یعنی جنھوں نے میرے دین کو قبول کر لیا ہے وہ بھی وہی بات کہتے ہیں جو میں کہتا ہوں۔ یہ آیت کریمہ ایسے ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ؕ ﴾ (یوسف 108:12) ''(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے! میرا رستہ تو یہی ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں اور وہ لوگ جنھوں نے میری اتباع کی، بصیرت پر ہیں۔''

اسلام سب لوگوں کا دین ہے اور نبی ﷺ کو سب کی طرف مبعوث کیا گیا ہے: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد اور رسول حضرت محمد ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ اہل کتاب کی دونوں ملتوں یہود و نصاریٰ اور ان پڑھ مشرکوں کو اپنے طریقہ و دین اور شریعت میں داخل ہونے کی دعوت دیں، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ ﴾ ''اور اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے کہیں کہ کیا تم (اللہ کے فرمانبردار بنتے اور) اسلام لاتے ہو؟ پھر اگر یہ لوگ اسلام لے آئیں تو تحقیق ہدایت پا گئے اور اگر (آپ کا کہا) نہ مانیں تو آپ کا کام صرف اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ کے ذمے ان کا حساب ہے۔ اور اسی کی طرف ان سب کو لوٹ کر جانا ہے اور وہ جس کو چاہتا ہدایت عطا فرماتا اور جس کو چاہتا گمراہ کر دیتا ہے اور اس کے تمام کام حکمت و مصلحت پر مبنی ہیں۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ⑳ ﴾ ''اور اللہ (اپنے) بندوں کو دیکھ رہا ہے۔'' اور وہ جانتا ہے کہ ہدایت کا مستحق کون ہے اور ضلالت کا مستحق کون؟ اور اس کی شان یہ ہے: ﴿ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ۝ ﴾ (الأنبیاء 23:21) ''وہ جو کام کرتا ہے اس کی بابت اس سے پرسش نہیں ہوگی اور (جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اس کی) ان سے پرسش ہوگی۔'' اور یہ بھی اسی کی حکمت و رحمت کا تقاضا ہے۔

یہ اور اس طرح کی دیگر آیات کریمہ اس بات کی صریح دلیل ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کو ساری کائنات کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے جیسا کہ آپ کے دین سے یہ بات بداہۃً معلوم ہے اور کتاب و سنت کے بے شمار دلائل سے یہ ثابت ہے، مثلاً:

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ

بے شک جو لوگ اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں، نبیوں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی قتل کرتے ہیں جو انصاف کا حکم

بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿21﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا

دیتے ہیں تو آپ انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجیے ﴿21﴾ یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں برباد ہو گئے اور ان

وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿22﴾

کا کوئی مددگار نہیں ﴿22﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴾ (الأعراف 158:7) ’’(اے نبی ﷺ!) کہہ دیجیے: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝ ﴾ (الفرقان 1:25) ’’وہ (اللہ عزوجل) بہت ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان (قرآن) نازل فرمایا تاکہ وہ جہان والوں کے لیے ڈرانے والا بنے۔‘‘

صحیح بخاری و مسلم اور دیگر کتب حدیث میں حدِ تواتر تک پہنچی ہوئی احادیث ہیں کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے دنیا کے بادشاہوں اور مختلف انسانی گروہوں، یعنی عرب و عجم، اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں کو خطوط لکھ کر دعوت الی اللہ دی تاکہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت بجا لائیں۔[1] امام عبدالرزاق نے معمر سے انھوں نے ہمّام سے اور انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَّ لَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوتُ وَ لَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ، إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ] ’’اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اس امت میں سے اگر کوئی بھی یہودی یا عیسائی میرے بارے میں سنے اور اس دین پر ایمان نہ لائے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے تو وہ جہنمی ہوگا۔‘‘[2] اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا ہے: [وَ بُعِثْتُ إِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ] ’’مجھے ہر سرخ و سیاہ کی طرف بھیجا گیا ہے۔‘‘[3] نیز آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: [كَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً، وَّبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً] ’’ہر نبی کو خاص اسی کی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔‘‘[4]

تفسیر آیات: 22,21

① صحيح البخاري، بدء الوحي، باب كيف كان بدءُ الوحي إلى رسول الله ﷺ......، حديث:7 عن أبي سفيان رضي الله عنه. و صحيح مسلم، الجهاد، باب: كتب النبي ﷺ إلى هرقل ملك الشام......، حديث:1774,1773 عن أنس رضي الله عنه. و صحيح البخاري، العلم، باب مايذكر في المناولة......، حديث:65,64 عن أنس رضي الله عنه. والطبقات الكبرى لابن سعد:258/1 ودلائل النبوة للبيهقي:376/4 وتاريخ الطبري:288/2. ② صحيح مسلم، الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد ﷺ......، حديث:153. ③ مسند أحمد:145/5 عن أبي ذر رضي الله عنه. ④ صحيح البخاري، التيمم، باب:1، حديث: 335 عن جابر بن عبدالله رضي الله عنه.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا مِّنَ الۡكِتٰبِ يُدۡعَوۡنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب (کے علم) میں سے کچھ حصہ ملا، انھیں اللہ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ

ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ وَهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿23﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡا لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ

کرے، پھر ان میں سے ایک گروہ منہ موڑ لیتا ہے اور وہ (حق سے) پھرنے والے ہیں ﴿23﴾ یہ اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے کہا: ہمیں آگ چند دنوں کے

اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ‌ وَّغَرَّهُمۡ فِىۡ دِيۡنِهِمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿24﴾ فَكَيۡفَ اِذَا جَمَعۡنٰهُمۡ

سوا ہرگز نہیں چھوئے گی۔ اور ان کو ان کے دین کی بابت ان باتوں نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے جو وہ خود گھڑتے ہیں ﴿24﴾ پھر کیا حال ہوگا جب ہم انھیں

لِيَوۡمٍ لَّا رَيۡبَ فِيۡهِ وَوُفِّيَتۡ كُلُّ نَفۡسٍ مَّا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ﴿25﴾

اس دن جمع کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور (اس روز) ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ﴿25﴾

کفر اور انبیاء و صالحین کو قتل کرنے کی وجہ سے یہودیوں کی مذمت: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل کتاب کی مذمت ہے کہ انھوں نے زمانۂ قدیم و جدید میں ان آیات الٰہی کی تکذیب کر کے جنھیں اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے ان تک پہنچایا تھا، گناہوں اور محرمات کا ارتکاب کیا اور یہ سب کچھ انھوں نے تکبر، عناد، حق سے دشمنی اور حق کی اتباع سے انکار کے پیش نظر کیا تھا، پھر انھوں نے بغیر کسی سبب اور گناہ کے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے مقدس خون سے ہولی کھیلنے سے بھی اس وقت دریغ نہ کیا جب انھوں نے اللہ کی شریعت کو ان تک پہنچایا تھا۔ اس کے سوا ان کا اور کوئی جرم نہ تھا کہ وہ حق کے داعی تھے۔ ﴿ وَيَقۡتُلُوۡنَ الَّذِيۡنَ يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡقِسۡطِ مِنَ النَّاسِ ﴾ ''اور جو انصاف کا حکم دیتے ہیں انھیں بھی مار ڈالتے ہیں۔'' یہ تکبر کی انتہا ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: [اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ] ''تکبر حق کو ہٹ دھرمی سے نہ ماننا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔''[1] یہی وجہ ہے کہ انھوں نے تکبر کا اظہار کرتے ہوئے جب حق سے منہ موڑا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو حقیر سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے بھی انھیں دنیا میں ذلت و رسوائی سے اور آخرت میں رسوا کن عذاب سے دوچار کر دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ﴿21﴾ ﴾ یعنی ان کو دکھ دینے والے اور ذلیل و رسوا کر دینے والے عذاب کی خوشخبری سنا دیں۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ﴿22﴾ ﴾ ''یہ ایسے لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہیں اور ان کا کوئی مددگار نہیں (ہوگا۔)''

تفسیر آیات: 23-25

اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہ کرنے کی وجہ سے اہل کتاب کی مذمت: اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو بزعم خود اپنی دونوں کتابوں، یعنی تورات و انجیل کے مطابق عمل پیرا تھے کہ جب انھیں یہ دعوت دی جاتی کہ ان دونوں کتابوں کی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور حضرت محمد ﷺ کی اتباع کرو تو یہ تورات و انجیل سے منہ پھیرتے ہوئے اعراض کرتے ہیں۔ اس میں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت و عناد کے حوالے سے ان کے ذکر کرنے میں ان

[1] صحیح مسلم، الإیمان، باب تحریم الکبر و بیانه، حدیث: 91 عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ز وَتُعِزُّ مَنْ

آپ کہہ دیجیے: اے اللہ! اے بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لیتا ہے اور تو ہی جسے

تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿26﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي

چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت دیتا ہے۔ سب بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، بے شک تو ہر چیز پر خوب قادر ہے ﴿26﴾ تو رات

النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ز وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ز

کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو مردے سے زندے کو اور زندے سے مردے کو نکالتا ہے اور جسے تو چاہے

وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿27﴾

بے حساب رزق دیتا ہے ﴿27﴾

کی حد درجے مذمت کی گئی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ ''یہ اس لیے کہ یہ اس بات کے قائل ہیں کہ (دوزخ کی) آگ ہمیں چند روز کے سوا چھو ہی نہیں سکے گی۔'' یعنی حق کی مخالفت پر اس بات نے انھیں آمادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرتے ہوئے اپنے لیے یہ دعویٰ کیا کرتے تھے کہ دنیا کے ایک ہزار سال کے عوض ایک دن کے حساب سے انھیں کل سات دن تک جہنم میں عذاب دیا جائے گا جیسا کہ قبل ازیں سورۂ بقرہ میں اس کی تفسیر بیان کی جا چکی ہے۔[1]

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿24﴾﴾ ''اور جو کچھ یہ دین کے بارے میں بہتان باندھ رہے ہیں اس نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔'' یعنی ان کے اس فاسد گمان نے انھیں اپنے اس باطل دین پر ثابت قدم رکھا جس کے ساتھ انھوں نے اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہوئے یہ کہا کہ ان کے گناہوں کی وجہ سے جہنم کی آگ انھیں صرف چند دن تک چھوئے گی، حالانکہ انھوں نے اس افترا پردازی کو از خود ایجاد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی کوئی سند نازل نہیں فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ﴾ ''تو اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ان کو جمع کریں گے (یعنی) اس روز جس (کے آنے) میں کچھ بھی شک نہیں۔'' یعنی ان کا کیا حال ہوگا کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا ہے، اس کے رسولوں کی تکذیب کی ہے، انبیاء وعلماء کو قتل کیا ہے جو کہ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے ان سب باتوں کے بارے میں پوچھے گا، ان کا محاسبہ کرے گا اور انھیں سزا دے گا۔ اسی لیے تو فرمایا ہے: ﴿فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ﴾ ''تو اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ان کو جمع کریں گے (یعنی) اس روز جس (کے آنے) میں کچھ بھی شک نہیں۔'' یعنی اس کے وقوع پذیر ہونے میں کچھ شک نہیں۔ ﴿وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿25﴾﴾ ''اور ہر نفس اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

تفسیر آیات: 27,26

[1] دیکھیے آیت: 80 کے ذیل میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شکر کی طرف رہنمائی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلِ ﴾ (اے نبی ﷺ!) آپ اپنے رب کی تعظیم بجالاتے ہوئے، اس کا شکر ادا کرتے ہوئے، اپنے آپ کو اس کے سپرد کرتے ہوئے اور اس کی ذات گرامی پر توکل کرتے ہوئے کہہ دیجیے: ﴿ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ ﴾ ''اے اللہ! (اے) بادشاہی کے مالک!'' یعنی ساری بادشاہت تیرے ہی لیے ہے۔ ﴿ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ ﴾ ''تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے اور جس کو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔'' یعنی تو ہی دینے والا ہے اور تو ہی محروم کر دینے والا ہے، تو ہی جو چاہے وہ ہوتا ہے اور جو نہ چاہے وہ نہیں ہوتا۔

اس آیت کریمہ میں اس طرف توجہ مبذول کروائی گئی اور رہنمائی فرمائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ اور اس امت کو جس نعمت سے سرفراز فرمایا ہے اس کا شکر بجالانا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کو بنی اسرائیل سے اپنے نبی عربی، قُرشی، مکی کی طرف منتقل کر دیا ہے جو علی الاطلاق خاتم الانبیاء ہیں جو تمام انسانوں اور جنّوں کی طرف اللہ کے رسول ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے پہلے تمام انبیاء کے محاسن کو جمع فرما دیا اور ایسے ایسے خصائص سے سرفراز فرمایا جو سابقہ انبیاء اور رسولوں میں سے کسی کو بھی عطا نہیں کیے گئے آپ کو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی شریعت کا علم عطا کیا گیا، ماضی اور مستقبل کی غیب کی باتوں سے مطلع کیا گیا، حقائقِ آخرت کو منکشف کیا گیا، زمین کے مشرق و مغرب اور اطراف و آفاق میں آپ کی امت کو پھیلا دیا گیا اور آپ کے دین و شریعت کو سابقہ تمام ادیان و شرائع پر غالب کر دیا گیا۔ قیامت تک اور جب تک لیل و نہار کی یہ گردش جاری ہے آپ کی ذات گرامی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود و سلام ہو۔

اسی لیے اللہ نے فرمایا: ﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ ﴾ ''کہہ دیجیے: اے اللہ! (اے) بادشاہی کے مالک!'' تو ہی اپنی مخلوق میں تصرف کرنے والا ہے۔ تو جو ارادہ فرماتا ہے اسے کر گزرتا ہے۔ کچھ لوگوں نے جب اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: ﴿ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ ﴾ (الزخرف 31:43) ''اور کہنے لگے کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا؟'' تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ ﴾ (الزخرف 32:43) ''کیا وہ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟'' یعنی ہم جس طرح چاہیں اپنی مخلوق میں تصرف کریں، ہمیں کوئی روک ٹوک نہیں سکتا اور ہمارے فیصلے مکمل حکمت و مصلحت پر مبنی ہوتے ہیں، لہٰذا ہم جس کو چاہیں نبوت سے سرفراز فرمائیں ہمیں کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ﴿ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ ﴾ (الأنعام 124:6) ''اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کا کام کس کو سونپے۔'' اور فرمایا: ﴿ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ ﴾ (بنی إسرآئیل 21:17) ''دیکھ لیں کہ ان میں ایک کو ایک پر ہم نے کس طرح فضیلت دے رکھی ہے۔''

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۫ ﴾ ''تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا اور تو ہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔'' یعنی ان میں سے ایک کے طول کا کچھ حصہ لے کر دوسرے میں اضافہ فرما دیتا ہے جس سے دونوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

اہل ایمان، مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو ہرگز دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا تو اس کا اللہ سے کوئی تعلق

فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ

نہیں الا یہ کہ تم ان (کافروں کے شر) سے بچنا چاہو اور اللہ تمھیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور تمھیں اللہ ہی کی طرف

وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿28﴾

لوٹ کر جانا ہے ﴿28﴾

برابر ہو جاتے ہیں، پھر ایک میں سے کچھ حصہ لے کر دوسرے میں داخل کر دیتا ہے تو پھر یہ دونوں ایک دوسرے سے متفاوت ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد پھر برابر ہو جاتے ہیں اور سال کے مختلف موسموں بہار، خزاں، گرمی اور سردی میں یہ سلسلہ اسی طرح جاری وساری رہتا ہے۔

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ﴾ ''تو ہی بے جان سے جان دار پیدا کرتا ہے اور تو ہی جاندار سے بے جان پیدا کرتا ہے۔'' یعنی تو ہی کھیتی سے دانہ اور دانے سے کھیتی پیدا کرتا ہے، کھجور سے گٹھلی اور گٹھلی سے کھجور پیدا کرتا ہے اور اسی طرح مومن سے کافر اور کافر سے مومن، انڈے سے مرغی اور مرغی سے انڈہ پیدا فرماتا ہے، اسی طرح دیگر اشیاء بھی۔ ﴿ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿27﴾ ﴾ ''اور تو ہی جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق بخشتا ہے۔'' یعنی تو جس کو چاہتا ہے اس قدر مال عطا فرما دیتا ہے جسے کوئی گن نہیں سکتا اور تو جس کے رزق کو چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور یہ سارے فیصلے تیرے ارادے، عدل، حکمت اور تیری مشیت پر مبنی ہیں۔

تفسیر آیت:28

کافروں اور مشرکوں کی دوستی سے ممانعت: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اس بات سے منع فرما دیا ہے کہ وہ کافروں سے دوستی رکھیں، انھیں دوست بنائیں اور مومنوں کو چھوڑ کر ان سے محبت کریں اور ایسا کرنے والوں کو سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ ﴾ ''اور جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔'' یعنی جو اس کا ارتکاب کرے گا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے بری ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ﴾ (الممتحنة1:60) ''مومنو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم ان کو دوستی کے پیغام بھیجتے ہو۔'' پھر سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ ﴾ (الممتحنة1:60) ''اور جو کوئی تم میں سے ایسا کرے گا وہ سیدھے رستے سے بھٹک گیا۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝ ﴾ (النسآء4:144) ''اے اہل ایمان! مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کو اپنے خلاف (کارروائی کے لیے) کھلی حجت دے دو؟'' اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی

آپ کہہ دیجیے: اگر تم وہ بات چھپاؤ جو تمھارے سینوں میں ہے یا اسے ظاہر کرو، اللہ اسے جانتا ہے اور وہ اسے بھی جانتا ہے جو کچھ آسمانوں

الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿29﴾ یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ

اور زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿29﴾ جس دن ہر شخص اپنے کیے ہوئے اچھے عمل کو اور اپنے کیے ہوئے برے عمل کو اپنے سامنے

مُّحْضَرًا ۚۛ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا وَبَیْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِیْدًا ؕ

پائے گا، وہ خواہش کرے گا کاش! اس کے اور اس کی برائی کے درمیان دور کا فاصلہ ہوتا اور اللہ تمھیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ

3 ع 10 11 وَیُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿30﴾ ع

اپنے بندوں سے بڑی شفقت کرتا ہے ﴿30﴾

اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ ﴾ (المآئدة 5:51) ''اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انھی میں سے ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر کرنے کے بعد کہ مومن، مومن مہاجرین وانصار اور اعراب کے دوست ہیں، یہ فرمایا ہے: ﴿ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِیْرٌ ﴾ (الأنفال 8:73) ''اور جو لوگ کافر ہیں (وہ بھی) ایک دوسرے کے رفیق ہیں تو (مومنو!) اگر تم یہ (کام) نہ کرو گے تو ملک میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بڑا فساد مچے گا۔''

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ ﴾ ''ہاں! اگر اس طریق سے تم ان (کے شر) سے بچاؤ کی صورت پیدا کرو (تو مضائقہ نہیں۔)'' کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی بعض علاقوں یا بعض اوقات میں ان کے شر سے ڈرے تو وہ باطن اور نیت میں نہیں بلکہ ظاہر میں ان کے شر سے بچاؤ کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔

جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے: [إِنَّا لَنَكْشِرُ فِي وُجُوهِ أَقْوَامٍ وَّإِنَّ قُلُوبَنَا لَتَلْعَنُهُمْ] ''ہم بعض لوگوں کے سامنے مسکرا دیتے ہیں لیکن ہمارے دل انھیں لعنت کر رہے ہوتے ہیں۔''[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے امام حسن بصری کا یہ قول بھی بیان کیا ہے کہ کفار کے شر سے بچاؤ کی یہ صورت قیامت تک باقی رہے گی۔[2] پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَیُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ ﴾ ''اور اللہ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی سزا سے ڈراتا ہے کہ اگر تم نے اس کے دشمنوں کو دوست بنالیا اور اس کے دوستوں سے دشمنی شروع کر دی تو وہ تم پر اپنا عذاب مسلط کر دے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ﴿28﴾ ﴾ یعنی اللہ ہی کی طرف (تم کو) لوٹ کر جانا ہے، چنانچہ وہ ہر ہر انسان کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا۔

[1] صحيح البخاري، الأدب، باب المداراة مع الناس، قبل الحديث:6131 تعليقًا. [2] صحيح البخاري، الإكراه، قبل الحديث:6940 تعليقًا.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر آیات:30,29

اللہ تعالیٰ سینوں کے بھید کو جانتا ہے اور وہ بندے کے تمام اعمال قیامت کے دن حاضر کرے گا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آگاہ فرما رہا ہے کہ وہ چھپی اور ظاہر باتوں کو جانتا ہے۔ کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہیں۔ اس کا علم تمام حالات، زمانوں، دنوں اور تمام لحظات و اوقات کو محیط ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کو جمع کرے گا۔ اس سے ذرّہ برابر بھی کوئی چیز غائب نہیں ہو سکتی۔ تمام اطراف و اکنافِ زمین، دریاؤں اور پہاڑوں کا کوئی ذرہ یا ذرے سے بھی چھوٹی چیز اس سے مخفی نہیں رہ سکتی۔ ﴿ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴾ ''اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' اس کی قدرت ان سب چیزوں میں نافذ ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تنبیہ فرمائی ہے تاکہ اس کے خوف وخشیت کو اپنے دلوں میں پیدا کریں اور ان امور کا ارتکاب نہ کریں جن سے اس نے منع فرمایا اور جو اس کی ناراضی کا باعث ہیں۔ وہ اپنے بندوں کے تمام امور کو جانتا ہے اور اس بات پر قادر ہے کہ انھیں جلد اپنے عذاب کی گرفت میں لے لے اور اگر وہ مہلت دیتا ہے تو یہ اس کی طرف سے ڈھیل ہے، پھر وہ غالب اور قدرت والے کی طرح اپنی گرفت میں لے لے گا۔

اسی لیے اس کے بعد فرمایا: ﴿ یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ...... ﴾ ''جس دن ہر شخص اپنی کی ہوئی نیکی سامنے پائے گا......'' یعنی قیامت کے دن بندے کے سامنے اس کے تمام اچھے اور برے اعمال پیش کیے جائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَىِٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ﴾ (القیمۃ13:75) ''اس دن انسان کو جو (عمل) اس نے آگے بھیجے اور جو پیچھے چھوڑے ہوں گے سب بتا دیے جائیں گے۔'' اس وقت وہ اپنے اچھے اعمال کو دیکھ کر خوشی و مسرت کا اظہار کرے گا اور برے اعمال کو دیکھے گا تو وہ انھیں بہت برا محسوس کرے گا اور اسے بہت دکھ ہو گا اور خواہش کرے گا کہ وہ ان سے بے زاری کا اظہار کر دے اور اس کے اور اس کے برے اعمال کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہو جائے جیسا کہ وہ اپنے اس شیطان سے بھی کہے گا جو دنیا میں اس کا ساتھی تھا اور جس نے اسے برے اعمال پر اکسایا تھا: ﴿ یٰلَیْتَ بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ فَبِئْسَ الْقَرِیْنُ ﴾ (الزخرف38:43) ''اے کاش! مجھ میں اور تجھ میں مشرق ومغرب کا فاصلہ ہوتا، تو بڑا برا ساتھی ہے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے اس بات کی مزید تاکید اور سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَیُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ﴾ ''اور اللہ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو امید دلاتے ہوئے فرمایا تاکہ وہ اس کی رحمت سے مایوس اور اس کے لطف وکرم سے ناامید نہ ہو جائیں۔ ﴿ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴾ ''اور اللہ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے۔''

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی اس کی رحمت وشفقت ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو اپنی ذات سے ڈرایا ہے۔[1] اور کئی دوسرے علماء نے فرمایا ہے کہ وہ اپنی مخلوق کے ساتھ نہایت رحم فرمانے والا ہے اور وہ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کے بندے صراط مستقیم پر چلیں، اس کے دین اسلام سے وابستہ رہیں اور اس کے رسول کریم کی اتباع کریں۔

---

[1] تفسیر الطبری:314/3 و الدر المنثور:30/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ

آپ کہہ دیجیے: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم

رَّحِيْمٌ ﴿31﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿32﴾

کرنے والا ہے ﴿31﴾ آپ کہہ دیجیے: تم اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر وہ منہ موڑیں تو بے شک اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا ﴿32﴾

تفسیر آیات: 32,31

اللہ کی محبت کا تقاضا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی جائے: اس آیت کریمہ نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ تو کرے لیکن وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر نہ ہو وہ اپنے اس دعوائے حب الٰہی میں اس وقت تک جھوٹا ہے جب تک وہ اپنے تمام اقوال و افعال اور احوال میں شریعت محمدی اور دین نبوی کی پیروی نہ کرے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَّيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ] ''جس شخص نے کوئی ایسا عمل کیا جس کے بارے میں ہمارا امر نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''[1] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ ''(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دیجیے: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔'' یعنی تمھیں تمھاری طلب سے بھی بڑھ کر اللہ کی محبت حاصل ہوگی اور وہ یہ کہ بجائے اس کے کہ تم اللہ سے محبت رکھو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت رکھے گا اور یہ مقام پہلے سے بڑھ کر ہے۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ اور دیگر کئی علماء نے فرمایا ہے کہ کئی لوگوں نے یہ گمان کیا کہ وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں تو اللہ نے اس آیت کریمہ کے ذریعے سے انھیں آزمائش میں ڈال دیا ہے: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ ''(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿31﴾﴾ ''اور وہ تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔'' رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی برکت سے تمھیں یہ سب کچھ حاصل ہو جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے ہر خاص و عام کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا﴾ ''آپ کہہ دیجیے: اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، پھر اگر وہ نہ مانیں'' یعنی اس کے حکم کی مخالفت کریں ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿32﴾﴾ ''تو اللہ بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔''

یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے طریقے کی مخالفت کفر ہے اور جو شخص آپ کے طریقے کی مخالفت کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے دوست نہیں رکھتا، خواہ بزعم خود وہ حب الٰہی اور تقرب الٰہی کے کیسے ہی بلند بانگ دعوے کیوں نہ کرے۔ وہ اپنے اس دعوے میں صرف اور صرف اس وقت سچا ہوگا جب وہ رسول نبی امی، خاتم الرسل اور تمام ثقلین، یعنی جنوں اور انسانوں کی طرف اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرے۔ آپ کے زمانے میں اگر سابقہ

[1] صحيح مسلم، الأقضية، باب نقض الأحكام ......، حديث:(18)-1718 عن عائشة رضي الله عنها.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿33﴾ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا

بے شک اللہ نے آدم کو، نوح کو، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں میں سے (نبوت کے لیے) چن لیا ہے ﴿33﴾ یہ ایک دوسرے کی اولاد تھے

مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿34﴾

اور اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے ﴿34﴾

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ

جب عمران کی بیوی نے کہا: اے میرے رب! بے شک میں نے منت مانی ہے کہ جو (بچہ) میرے پیٹ میں ہے، وہ تیرے ہی لیے وقف ہے، چنانچہ تو

اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿35﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰى ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ

(اسے) مجھ سے قبول فرما، بے شک تو ہی ہے خوب سننے والا، جاننے والا ﴿35﴾ پھر جب اس نے بچی کو جنم دیا تو کہنے لگی: میرے رب! بے شک میں نے تو

بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَ لَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَ اِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَ اِنِّيْۤ اُعِيْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّيَّتَهَا

لڑکی کو جنم دیا ہے اور اللہ خوب جانتا تھا جو اس نے جنا تھا اور لڑکا (اس) لڑکی کی مثل نہیں اور بے شک میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور بے شک میں

مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿36﴾

اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں ﴿36﴾

انبیاء و مرسلین حتی کہ اولوالعزم پیغمبر بھی ہوں تو ان سب کے لیے بھی آپ کی اتباع کے بغیر چارہ کار نہیں جیسا کہ اس کی تفصیل آیت کریمہ: ﴿ وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ ﴾ (آل عمران 3:81) کی تفسیر میں بیان کی جائے گی۔ إن شاء اللّٰه تعالٰی.

تفسیر آیات: 34,33

اہلِ زمین میں سے منتخب لوگ: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اس نے ان گھرانوں کو تمام روئے زمین کے لوگوں میں سے منتخب فرما لیا تھا۔ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو منتخب فرمایا، انھیں اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، ان میں اپنی طرف سے روح پھونکی، انھیں اپنے فرشتوں سے سجدہ کروایا، انھیں تمام چیزوں کے نام سکھائے، انھیں اپنی جنت میں بسایا، پھر حکمت و مصلحت کے پیش نظر انھیں زمین میں اتار دیا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو منتخب فرمایا، انھیں اہل زمین کی طرف پہلا رسول بنایا جب لوگوں نے بتوں کی پوجا شروع کر دی تھی اور اللہ تعالیٰ کے دین میں ایسی ایسی باتوں کو شامل کر دیا تھا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی تھی۔ پھر جب انھوں نے اپنی قوم میں ایک طویل عرصہ گزارا، انھیں دن رات، خفیہ اور ظاہر ہر طرح دعوت الی اللہ دی مگر انھوں نے راہِ فرار ہی اختیار کی تو انھوں نے ان کے لیے بد دعا کی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو پانی میں غرق کر دیا اور ان میں سے صرف وہ بچا جس نے حضرت نوح علیہ السلام کے دین کو قبول کر کے آپ کی پیروی کی تھی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آل ابراہیم کا انتخاب فرمایا۔ سید البشر اور خاتم الانبیاء علی الاطلاق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق بھی اسی خاندان سے ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے آل عمران کو منتخب فرمایا۔ اس عمران سے مراد مریم بنت عمران والدۂ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والد ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں جیسا کہ إن شاء اللّٰہ تعالیٰ سورۂ انعام کی تفسیر میں اس کا ذکر آئے گا۔[1] وَ بِهِ الثِّقَةُ.

تفسیر آیات:36,35

قصۂ ولادتِ مریم: عمران کی بیوی سے مراد حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ ہیں اور ان کا نام حَنّہ بنت فاقوذ ہے۔ محمد بن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ ایک ایسی خاتون تھیں جنھیں حمل قرار نہیں پاتا تھا۔ انھوں نے ایک دن ایک پرندے کو دیکھا جو اپنے بچے کو اپنے منہ سے کھلا رہا تھا تو انھیں بھی بچے کی خواہش پیدا ہوئی اور انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ انھیں بھی ایک بچہ عطا فرمائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا اور ان کے شوہر نے مقاربت کی تو انھیں حمل قرار پا گیا، پھر جب حمل نمایاں ہو گیا تو انھوں نے نذر مانی کہ ان کا بچہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف ہوگا۔[2]

چنانچہ انھوں نے کہا: ﴿ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿35﴾ ﴾ ”میرے پروردگار! جو (بچہ) میرے پیٹ میں ہے اس کو تیری نذر کرتی ہوں، (اسے دنیا کے کاموں سے) آزاد رکھوں گی تو (اسے) میری طرف سے قبول فرما۔ یقیناً تو سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔“ یعنی تو میری دعا کو سنتا اور میری نیت کو جانتا ہے جبکہ وہ یہ نہیں جانتی تھیں کہ ان کے پیٹ میں کیا ہے لڑکا یا لڑکی؟ اس لیے کہا: ﴿ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰی ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ ﴾ ”پھر جب اس نے بچی کو جنم دیا تو کہنے لگی: میرے پروردگار! بے شک میں نے لڑکی کو جنم دیا ہے، حالانکہ اللہ کو خوب معلوم تھا جو اس نے جنم دیا تھا۔“ ﴿ وَ لَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ۚ ﴾ ”اور (نذر کے لیے) لڑکا (موزوں تھا کہ وہ) لڑکی کی طرح (ناتواں) نہیں ہوتا۔“ اور اسے عبادت اور مسجد اقصیٰ کی خدمت کی قوت و طاقت حاصل ہوتی۔ ﴿ وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ ﴾ ”اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے۔“

یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ ولادت کے دن بھی نام رکھنا جائز ہے جیسا کہ کلام کے سیاق سے بظاہر معلوم ہو رہا ہے کیونکہ یہ ہم سے پہلے لوگوں کی شریعت کی بات ہے اور اسے کئی بار بیان کیا گیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بھی یہی ثابت ہے کہ ایک دفعہ آپ نے فرمایا: [وُلِدَ لِيَ اللَّيْلَةَ غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ بِاسْمِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ] ”آج رات میرے گھر بچہ پیدا ہوا ہے اور میں نے اپنے باپ (ابراہیم علیہ السلام) کے نام پر اس کا نام ابراہیم رکھا ہے۔“[3] اسی طرح صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ نے جب بچے کو جنم دیا تو وہ اپنے بھائی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے تو آپ نے گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔[4]

---

[1] دیکھیے آیات:84,83 کے ذیل میں۔ [2] تفسیر الطبری:319/3. [3] صحيح البخاري، الجنائز، باب قول النبي ﷺ: [إِنَّا بِكَ لَمَحْزُونُونَ]، حديث:1303 و صحيح مسلم، الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبيان والعيال ......، حديث:2315 عن أنس بن مالك رضي الله عنه. [4] صحيح البخاري، العقيقة، باب تسمية المولود غداة يولد لمن لم يعق عنه و تحنيكه، حديث:5470 و صحيح مسلم، الآداب، باب استحباب تحنيك المولود عند ولادته ......، حديث:2144 عن أنس رضي الله عنه.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ

چنانچہ اس کے رب نے اس (لڑکی) کو اچھے طریقے سے قبول کر لیا اور اس کی بہت اچھی پرورش کی اور زکریا کو اس کا سرپرست بنا دیا۔ زکریا جب بھی

عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ

محراب میں داخل ہوتے تو اس کے پاس کچھ کھانے پینے کی چیزیں پاتے، وہ کہتے: اے مریم! تیرے پاس یہ کہاں سے آئیں؟ وہ کہتی: یہ اللہ کی طرف

عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿37﴾

سے (آئی) ہیں، بے شک اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے ﴿37﴾

اسی طرح ثابت ہے کہ بہت سے دوسرے لوگوں کے نام بھی ان کی ولادت ہی کے دن رکھے گئے تھے۔ جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے جسے قتادہ نے امام حسن بصری سے اور انھوں نے حضرت سمرہ بن جُندُب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كُلُّ غُلَامٍ رَّهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ ، تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ وَيُسَمّٰى فِيهِ وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ] ''ہر بچہ اپنے عقیقے کے عوض گروی ہے، ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے، اس کا نام رکھا جائے اور اس کے سر کو منڈا دیا جائے۔'' اس حدیث کو امام احمد اور اہل سنن نے روایت کیا ہے۔[1] امام ترمذی نے ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ بعض روایات میں [يُسَمّٰى] کے بجائے [وَيُدَمّٰى] ''اور اس کے سر پر خون ملا جائے۔'' اور یہ زیادتی ثابت اور محفوظ ہے۔[2] واللہ أعلم.

اللہ تعالیٰ نے والدۂ مریم کے بارے میں سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے یہ بھی کہا تھا: ﴿وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿36﴾﴾ ''اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔'' یعنی میں اسے شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ میں دیتی ہوں اور ان کی اولاد کو بھی، ان کی اولاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ان کی اس دعا کو بھی اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت سے نوازا تھا۔

جیسا کہ امام عبدالرزاق نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنْ مَّوْلُودٍ يُّولَدُ إِلَّا وَالشَّيْطَانُ يَمَسُّهُ حِينَ يُولَدُ ، فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِّنْ مَّسِّ الشَّيْطَانِ إِيَّاهُ ، إِلَّا مَرْيَمَ وَابْنَهَا] ''ہر بچہ جب پیدا

① مسند أحمد:8,7/5 و سنن أبي داود، الضحايا، باب في العقيقة، حديث:2838 و جامع الترمذي، الأضاحي، باب من العقيقة، حديث:1522 و سنن النسائي، العقيقة، باب متى يعق؟ حديث:4225 و سنن ابن ماجه، الذبائح، باب العقيقة، حديث:3165. ② سنن أبي داود، الضحايا، باب في العقيقة، حديث:2837 و مسند أحمد:17/5. ملحوظہ: امام ابوداود نے [وَيُدَمّٰى] کو ہمام رحمہ اللہ کا وہم قرار دیا ہے لیکن محققین نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسی حدیث میں ہے کہ قتادہ رحمہ اللہ سے جب بھی خون کے متعلق پوچھا جاتا تو وہ اس کی مکمل وضاحت فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ وہم نہیں ہے، البتہ درج ذیل حوالوں کی روشنی میں منسوخ ہے: سنن أبي داود، حديث:2843 و سنن ابن ماجه، حديث:3166 و صحيح ابن حبان: 124/12، حديث:5308 مزید دیکھیے فتح الباري:593/9، تحت الحديث:5472 والموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 272-274/33.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے تو شیطان اسے چھوتا ہے اور شیطان کے اس چھونے کی وجہ ہی سے بچہ روتا ہے۔ ہاں! البتہ حضرت مریم اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام شیطان کے چھونے سے محفوظ رہے تھے۔'' یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت کریمہ پڑھ لو: ﴿ وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴾[1]

تفسیر آیت: 37

حضرت مریم علیہا السلام کی نشوونما اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی عزت افزائی: ہمارا رب تعالیٰ ہمیں یہ بتا رہا ہے کہ اس نے حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کی نذر کی وجہ سے اسے پسندیدگی کے ساتھ قبول فرمایا۔ ﴿ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ﴾ ''اور اس کی اچھی طرح پرورش کی۔'' یعنی انھیں خوبصورت شکل اور پر رونق صورت عطا فرمائی، اسباب قبولیت کو ان کے لیے آسان کر دیا اور انھیں اپنے نیک بندوں کی رفاقت عطا فرمائی جن سے انھوں نے نیکی، علم اور دین کو سیکھا۔ ﴿ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِیَّا ﴾ ''اور زکریا کو ان کا سرپرست بنایا۔'' یعنی ان کا کفیل بنا دیا اور یہ بھی ان کی سعادت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو ان کا کفیل بنایا تاکہ ان سے علم نافع اور عمل صالح حاصل کر سکیں، پھر وہ ان کی خالہ کے شوہر بھی تھے جیسا کہ ابن اسحاق، ابن جریر اور دیگر کئی اہل علم نے ذکر کیا ہے۔[2]

یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ان کی بہن کے شوہر تھے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے: [إِذَا يَحْيٰى وَعِيسٰى وَهُمَا ابْنَا خَالَةٍ] ''وہاں (دوسرے آسمان پر معراج کی رات) یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام تھے جو دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔''[3] ابن اسحاق نے جو ذکر کیا ہے اس پر بھی توسعاً اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اس طرح گویا حضرت مریم اپنی خالہ کی حفاظت میں تھیں۔ اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمارہ بنت حمزہ کے بارے میں فیصلہ فرمایا تھا کہ وہ اپنی خالہ، جعفر بن ابو طالب کی بیوی، کی حفاظت میں رہے کیونکہ [اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ] ''خالہ ماں کے قائم مقام ہوتی ہے۔''[4]

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے مقام عبادت میں ان کی سیادت و جلالت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ﴾ ''زکریا جب کبھی عبادت گاہ میں اس (مریم) کے پاس جاتے تو اس کے پاس کھانا پاتے۔'' امام مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، ابوالشعثاء، ابراہیم نخعی، ضحاک، قتادہ، ربیع بن انس، عطیہ عوفی اور سدی رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ وہ ان کے پاس سردیوں میں موسم گرما کا پھل اور گرمیوں میں موسم سرما کا پھل پاتے تھے۔[5] پھر جب حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ دیکھا، ﴿ قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴾ ''(تو) پوچھنے لگے کہ اے مریم! یہ کھانا تمھارے پاس کہاں سے آتا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: وہ اللہ کے ہاں سے (آتا)

---

[1] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴾ (آل عمران 3:36)، حدیث: 4548 و صحیح مسلم، الفضائل، باب فضائل عیسی علیہ السلام، حدیث: 2366. [2] تفسیر الطبری: 3/331. [3] صحیح البخاری، مناقب الأنصار، باب المعراج، حدیث: 3887 عن مالك بن صعصعة رضی اللہ عنہ. [4] صحیح البخاری، المغازی، باب عمرة القضاء، حدیث: 4251 عن البراء رضی اللہ عنہ. [5] تفسیر ابن أبی حاتم: 2/640.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ

وہیں زکریا نے اپنے رب سے دعا کی، کہا: میرے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا کر، بے شک تو ہی دعا سننے والا ہے (38) پھر

الدُّعَآءِ (38) فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى

جب وہ حجرے میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا تو فرشتوں نے اُسے آواز دی: بے شک اللہ تجھے یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے، وہ اللہ کے ایک

مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (39) قَالَ رَبِّ اَنّٰى

کلمے (عیسیٰ) کی تصدیق کرے گا اور سردار اور پارسا اور نبی ہو گا نیکوکار (39) زکریا نے کہا: اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیونکر

يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا

ہو گا جبکہ میں خود بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے؟ فرشتے نے کہا: اللہ اسی طرح جو چاہے کرتا ہے (40) زکریا نے کہا:

يَشَآءُ (40) قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا

میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرما۔ اللہ نے کہا: تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین دن تک لوگوں سے اشارے کے سوا بات چیت

رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ (41) ع 4/11/12

نہ کر سکے گا اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کر اور صبح و شام اس کی تسبیح کر (41)

ہے۔ بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے۔''

تفسیر آیات:38-41

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا اور یحییٰ علیہ السلام کی بشارت: حضرت زکریا علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ مریم علیہا السلام کو سردیوں میں گرمیوں کا پھل اور گرمیوں میں سردیوں کا پھل عطا فرماتا ہے تو ان کے دل میں بچے کی خواہش پیدا ہوئی، حالانکہ وہ بے حد بوڑھے تھے، ان کی ہڈیاں کمزور اور سر کے بال بہت زیادہ سفید ہو چکے تھے اور بیوی بھی معمر اور بانجھ تھیں لیکن اس سب کچھ کے باوجود انھوں نے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کی اور اسے دبی آواز سے پکارا اور عرض کی: ﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (38)﴾ ''میرے پروردگار! مجھے اپنی جناب سے صالح اولاد عطا فرما، بے شک تو دعا سننے (اور قبول کرنے) والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ﴾ ''پھر جب آپ ابھی عبادت گاہ میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے تو فرشتوں نے آپ کو آواز دی۔'' یعنی فرشتوں نے بالمشافہ آپ سے یہ گفتگو کی جسے آپ نے سنا جبکہ آپ اپنی عبادت کی محراب، محل خلوت اور مقام مناجات وصلاۃ میں کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بھی بتلایا ہے کہ فرشتوں نے آپ کو یہ بشارت دی: ﴿اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى﴾ ''اللہ تمھیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے۔'' یعنی آپ کی پشت سے ایک بچہ پیدا ہو گا جس کا نام یحییٰ ہو گا۔ امام قتادہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ آپ کو یحییٰ کے نام سے اس لیے موسوم کیا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایمان کے ساتھ زندہ رکھا تھا۔[1]

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 641/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ ﴾ ''جو اللہ کے کلمے (عیسیٰ) کی تصدیق کرے گا۔'' عوفی وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور امام حسن بصری، قتادہ، عکرمہ، مجاہد، ابوالشعثاء، سدی، ربیع بن انس اور ضحاک وغیرہ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ کَلِمَةُ اللّٰهِ سے مراد حضرت عیسیٰ ابن مریم ہیں۔ [1]

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَسَيِّدًا ﴾ ''اور سردار ہوگا۔'' ابوالعالیہ، ربیع بن انس، قتادہ اور سعید بن جبیر رحمہم اللہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ سید کے معنی حلیم [2] کے ہیں۔ [3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ثوری اور ضحاک فرماتے ہیں کہ سید سے مراد حلیم اور متقی ہے۔ [4] سعید بن مسیّب فرماتے ہیں کہ اس سے مراد فقیہ و عالم ہے۔ [5] عطیہ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے خُلق اور دین کے اعتبار سے سردار ہوں گے۔ [6] عکرمہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انھیں غصہ مغلوب نہیں کر سکے گا۔ [7] ابن زید نے اس کے معنی شریف کے بیان کیے ہیں۔ [8] اور مجاہد وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت معزز ہوں گے۔ [9]

اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَحَصُورًا ﴾ ''اور وہ پارسا ہوگا۔'' اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ عورتوں کے پاس نہیں جائیں گے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ فواحش و منکرات سے پاک ہوں گے اور یہ اس بات سے مانع نہیں کہ وہ حلال طریقے سے عورتوں سے نکاح کریں، ان سے مقاربت کریں اور بچے پیدا کریں بلکہ حضرت زکریا علیہ السلام کی سابقہ دعا ہی سے ان کی نسل کی بقا کا مفہوم بھی سمجھ میں آتا ہے کہ ان کی دعا کے الفاظ یہ تھے: ﴿ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ﴾ ''مجھے اپنی جناب سے اولاد صالح عطا فرما!'' یعنی ایسی اولاد جس سے ذریت اور نسل کی بقا کا سلسلہ آگے بھی جاری رہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ.

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ ''اور (اللہ کا) پیغمبر (یعنی) نیکو کاروں میں ہوگا۔'' حضرت یحییٰ کی ولادت کی بشارت کے بعد یہ دوسری ان کی نبوت کی بشارت ہے اور یہ پہلی سے بھی زیادہ بلند پایہ بشارت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا تھا: ﴿ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ ﴾ (القصص 7:28) ''بلاشبہ ہم اس کو تمھارے پاس واپس پہنچا دیں گے اور (پھر) اسے پیغمبر بنا دیں گے۔''

جب حضرت زکریا علیہ السلام کو یہ بشارت مل گئی تو انھوں نے اس بات پر تعجب کا اظہار کیا کہ بڑھاپے میں ان کے ہاں کس طرح بچہ ہوگا؟ ﴿ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ﴾ ''زکریا علیہ السلام نے کہا: میرے پروردگار! میرے ہاں لڑکا کیونکر پیدا ہوگا جبکہ میں تو بوڑھا ہوگیا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے؟'' ﴿ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴾ ''(فرشتے نے) کہا: اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کا امر عظیم ہے، اسے کوئی چیز مغلوب نہیں کر سکتی اور نہ کوئی امر اس پر غالب آسکتا ہے۔

---

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 642/2 و تفسیر الطبری: 344,343/3. [2] تفسیر کے بعض نسخوں میں [حکیم] ہے جبکہ عبدالرزاق مهدی اور سامی سلامہ کے نسخوں اور تفسیر ابن ابو حاتم و تفسیر الطبری میں [حلیم] ہے۔ [3] تفسیر ابن أبی حاتم: 642/2. [4] تفسیر ابن أبی حاتم: 642/2. [5] تفسیر الطبری: 346/3. [6] تفسیر ابن أبی حاتم: 642/2. [7] تفسیر ابن أبی حاتم: 642/2. [8] تفسیر الطبری: 346/3. [9] تفسیر الطبری: 346/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ

اور (یادکرد) جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بے شک اللہ نے تجھے چن لیا ہے اور تجھے پاکیزگی عطا کی ہے اور دنیا بھر کی عورتوں میں سے تجھے منتخب

الْعٰلَمِيْنَ ﴿42﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿43﴾ ذٰلِكَ مِنْ

کیا ہے ﴿42﴾ اے مریم! اپنے رب کی فرمانبرداری کر، سجدہ کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر ﴿43﴾ (اے نبی!) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی

اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ

طرف وحی کرتے ہیں اور آپ اس وقت ان کے پاس موجود نہ تھے جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کا سرپرست ہو اور نہ آپ

مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿44﴾

اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ باہم جھگڑ رہے تھے ﴿44﴾

﴿ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ ﴾ ”زکریا نے کہا: میرے پروردگار! میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرما۔“ یعنی ایسی نشانی جس سے مجھے یہ معلوم ہو کہ واقعی میرے گھر میں بچہ پیدا ہونے والا ہے۔ ﴿ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ ﴾ ”اللہ نے فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ تو لوگوں سے تین دن تک اشارے کے سوا بات نہ کر سکے گا۔“ یعنی آپ صحیح سلامت ہونے کے باوجود لوگوں سے بات نہ کر سکیں گے اور صرف اشارے کر سکیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝ ﴾ ”(نشانی یہ ہے کہ تو) صحیح سلامت ہو کر تین رات (دن) لوگوں سے بات نہ کر سکے گا۔“ (مریم 10:19)

پھر اللہ تعالیٰ نے اس حالت میں کثرت سے ذکر، شکر اور تسبیح کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿41﴾ ﴾ ”اور تو (ان دنوں میں) اپنے پروردگار کی کثرت سے یاد کر اور صبح و شام اس کی تسبیح کر۔“ سورۂ مریم کے آغاز میں اس کی تفسیر شرح و بسط کے ساتھ بیان کی جائے گی۔ إن شاء اللّٰہ.

تفسیر آیات:42-44

حضرت مریم کی معاصر عورتوں پر فضیلت: اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بیان فرمایا ہے کہ فرشتوں نے حضرت مریم علیہا السلام سے وہ بات کی جس کا اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی کثرت عبادت، زہد، شرف اور نجاستوں اور وسوسوں سے طہارت کے باعث انھیں منتخب فرما لیا ہے۔ اور انھیں دوبارہ اہل عالم کی عورتوں پر فضیلت بخشنے کے لیے منتخب فرمایا۔ ہشام بن عروہ نے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ ، وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ] ”اُس امت کی عورتوں میں سب سے بہتر مریم بنت عمران تھیں اور اس امت کی عورتوں میں سے بہتر خدیجہ بنت خویلد ہیں۔“[1]

امام ابن جریر نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ

[1] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: ﴿ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ ..... ﴾، حدیث:3432 وصحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل خديجة......، حدیث:2430 واللفظ له.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَثِيرٌ، وَّلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ وَآسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ......] ''مردوں میں سے تو بہت سے کامل ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں سے حضرت مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون ہی کامل ہوئی ہیں......۔''[1] اس حدیث کو امام ابوداود کے سوا محدثین کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے۔[2] صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:[كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ ، وَّلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا آسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ ، وَمَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ ، وَإِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ] ''مردوں میں سے تو بہت سے کامل ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں سے آسیہ زوجۂ فرعون اور مریم بنت عمران کامل ہوئی ہیں اور عورتوں پر عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اس طرح ہے جس طرح ثرید کو باقی کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔''[3]

میں نے اپنی کتاب البدایة و النهایة میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کرتے ہوئے اس حدیث کے تمام طرق اور الفاظ بیان کیے ہیں۔[4] وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فرشتوں نے حضرت مریم علیہا السلام کو حکم دیا کہ وہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، خشوع و خضوع کا اظہار کریں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب خوب رکوع اور سجدے کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ اب ایک ایسے امر کا اظہار چاہتا ہے جس کا اس نے پہلے سے فیصلہ فرما رکھا ہے جس میں ان کے لیے آزمائش بھی ہے اور یہ امران کے لیے دونوں جہانوں میں رفعت وشوکت کا باعث بھی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ اپنی عظیم قدرت کا اظہار فرمائے گا اور بغیر باپ کے ان کے ہاں بچہ پیدا کرے گا، پس فرمایا: ﴿ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝ ﴾ ''اے مریم! اپنے پروردگار کی فرمانبرداری کرنا اور سجدہ کرنا اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنا۔''

قنوت کے معنی خشوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝ ﴾ (البقرة2:116) ''بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور سب اس کے فرمانبردار ہیں۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے اس واقعے سے مطلع کرنے کے بعد اپنے پیغمبر سے فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۭ ﴾ ''(اے نبی ﷺ!) یہ باتیں اخبار غیب میں سے ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔'' یعنی آپ کو سناتے ہیں۔ ﴿ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَھُمْ اَيُّھُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝ ﴾ ''اور آپ ان کے پاس

[1] تفسير الطبرى:358/3. [2] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل خديجة......، حديث:2431 وجامع الترمذى، الأطعمة، باب ماجاء فى فضل الثريد ، حديث:1834 والسنن الكبرىٰ للنسائى، المناقب، باب مناقب مريم بنت عمران:93/5، حديث:8353 وسنن ابن ماجه، الأطعمة، باب فضل الثريد على الطعام، حديث:3280 عن أبى موسى الأشعرى رضی اللہ عنہ. [3] صحيح البخارى، أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالىٰ: ﴿ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ...... ﴾ ، حديث:3411 عن أبى موسى رضی اللہ عنہ. [4] البداية والنهاية، قصة عيسى ابن مريم عليه من الله أفضل الصلاة والسلام :56,57/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى

جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بے شک اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک کلمے کی خوشخبری دیتا ہے، اس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا، وہ دنیا اور آخرت

ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿45﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ

میں بڑے مرتبے والا اور اللہ کے قریبی بندوں میں سے ہوگا ﴿45﴾ اور وہ لوگوں سے کلام کرے گا ماں کی گود میں اور بڑی عمر میں بھی اور نیکوکاروں میں

وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿46﴾ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ۭ قَالَ

سے ہوگا ﴿46﴾ مریم نے کہا: میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا، حالانکہ مجھے کسی شخص نے نہیں چھوا؟ فرشتے نے کہا: اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے پیدا

كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿47﴾

کرتا ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اسے صرف یہ کہتا ہے کہ ہو جا، تو وہ ہو جاتا ہے ﴿47﴾

نہیں تھے جب وہ لوگ اپنے قلم (بطور قرعہ) ڈال رہے تھے کہ مریم کا سرپرست کون بنے؟ اور نہ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔'' یعنی اے محمد (ﷺ)! آپ تو اس وقت ان کے پاس نہیں تھے کہ دیکھی ہوئی بات کے بارے میں انھیں خبر دے رہے ہوں بلکہ اس کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع فرمایا ہے اور آپ اس کے بارے میں انھیں اس طرح بتا رہے تھے گویا آپ وہاں حاضر اور موجود تھے اور یہ آپ کا چشم دید واقعہ ہے کہ وہ مریم کے بارے میں قرعہ ڈال رہے تھے کہ کون ان کا کفیل بنے؟ کیونکہ وہ سب کفیل بن کر اجر و ثواب حاصل کرنا چاہتے تھے۔

امام ابن جریر نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ پھر حضرت مریم کی والدہ مریم کو لے کر نکلیں، وہ انھیں ایک کپڑے میں لپیٹ کر اٹھائے ہوئے تھیں اور وہ انھیں بنی کاہن بن ہارون (یہ ہارون موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں) کے پاس لے گئیں۔ ان کی ان دنوں بیت المقدس میں وہی حیثیت تھی جو بیت اللہ کے دربانوں کی ہوتی ہے۔ وہ ان سے کہنے لگی کہ نذر کی اس بچی کو لے لو میں نے اسے آزاد کر دیا ہے۔ یہ میری بیٹی ہے۔ کنیسہ میں چونکہ نفاس والی عورت داخل نہیں ہو سکتی (اس لیے باہر ہی سے مجھ سے لے لو) میں اسے اب گھر لے کر نہیں جاؤں گی تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو ہمارے امام کی بیٹی ہے، عمران ان کے نماز کے امام تھے، اور وہ ہماری قربانیوں کے نگہبان ہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا کہ اس بچی کو میرے سپرد کر دو کیونکہ اس کی خالہ میری بیوی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے دل نہیں چاہتے کیونکہ یہ ہمارے امام کی بیٹی ہے تو اس موقع پر انھوں نے اپنے ان قلموں سے قرعہ اندازی کی جن سے وہ تورات لکھا کرتے تھے تو حضرت زکریا علیہ السلام کے نام کا قرعہ نکل آیا اور وہ اس کے کفیل بن گئے۔ [1] عکرمہ، سدی، قتادہ، ربیع بن انس اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔ [2] جبکہ بعض کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ان لوگوں نے ''نہر اردن'' میں جا کر قرعہ اندازی کی اور اس میں اپنے قلموں کو ڈالا اور کہا کہ جس کا قلم پانی کے بہاؤ میں ثابت رہے وہی اس کا کفیل ہوگا تو سب کے قلم پانی میں بہ گئے صرف حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم ثابت رہا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ پانی کے بہاؤ کو چیرتا ہوا اوپر

① تفسیر الطبری:331,330/3. ② تفسیر ابن أبی حاتم:650,649/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹھ آیا، پھر حضرت زکریا علیہ السلام تو ان کے رہنما، سید، عالم، امام اور نبی بھی تھے۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى سَائِرِ النَّبِيِّينَ.

تفسیر آیات:45-47

مریم علیہا السلام کو پیدائشِ عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت: فرشتوں نے حضرت مریم کو یہ بشارت دی کہ ان کے ہاں ایک بڑی عظمت اور شان والا بچہ پیدا ہوگا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓىِٕكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ﴾ ''(وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے) جب فرشتوں نے (مریم سے) کہا: اے مریم! بے شک اللہ آپ کو اپنی طرف سے ایک کلمے کی بشارت دیتا ہے۔'' یعنی ایک ایسے بیٹے کی جو اللہ تعالیٰ کے کلمے کے ساتھ وجود میں آئے گا، یعنی اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ تو پیدا ہو جا تو وہ پیدا ہو جائے گا۔ اللہ کے فرمان: ﴿ مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ ﴾ (آل عمران 3:39) کی یہی تفسیر ہے جیسا کہ جمہور نے ذکر کیا ہے۔ ﴿ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ﴾ ''جس کا نام مسیح (اور مشہور) عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔''
یعنی دنیا میں اس نام سے مشہور ہوگا اور مومن اسی نام سے انھیں جانتے ہوں گے۔ آپ کا نام مسیح اس لیے تھا کہ آپ جب بیماریوں میں مبتلا لوگوں کے جسم پر ہاتھ پھیرتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے صحت یاب ہو جاتے تھے۔ اور فرمان الٰہی: ﴿ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ﴾ میں عیسیٰ کی نسبت ماں کی طرف اس لیے کی گئی کہ آپ کا کوئی باپ نہ تھا۔

﴿ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴾ ''اور وہ دنیا اور آخرت میں بڑے مرتبے والا اور اللہ کے قریبی بندوں میں سے ہوگا۔'' یعنی دنیا میں انھیں اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت و وجاہت اور بلند مرتبہ حاصل ہوگا، اللہ تعالیٰ انھیں وحیِ شریعت سے نوازے گا۔ ان پر کتاب نازل فرمائے گا اور دیگر نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ان لوگوں کی شفاعت کریں گے جن کے بارے میں شفاعت کی اللہ تعالیٰ اجازت عطا فرمائے گا اور ان کے اولوالعزم پیغمبر بھائیوں کی طرح ان کی شفاعت کو بھی قبول فرمائے گا۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ.

ماں کی گود میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گفتگو: اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ﴾ ''اور وہ ماں کی گود میں اور بڑی عمر کا ہو کر (دونوں حالتوں میں) لوگوں سے (یکساں) گفتگو کرے گا۔'' یعنی معجزہ اور نشانی کے طور پر اپنی چھوٹی ہی عمر میں لوگوں کو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دے گا اور بڑی عمر میں بھی، جب اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی نازل فرمائے گا۔

محمد بن اسحاق نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَا تَكَلَّمَ مَوْلُودٌ فِي صِغَرِهِ إِلَّا عِيسٰى وَصَاحِبُ جُرَيْجٍ] ''عیسیٰ اور صاحب جریج کے سوا اور کسی بچے نے چھوٹی عمر میں گفتگو نہیں کی۔''[1] اور امام ابن ابو حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَمْ يَتَكَلَّمْ فِي الْمَهْدِ إِلَّا ثَلَاثٌ : عِيسٰى، وَصَبِيٌّ كَانَ فِي زَمَنِ جُرَيْجٍ ، وَصَبِيٌّ آخَرُ] ''صرف تین بچوں نے ماں کی گود میں گفتگو کی ہے: (1) حضرت عیسیٰ علیہ السلام

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 652/2 لیکن بخاری و مسلم کی حدیث میں تین بچوں کے کلام کا تذکرہ ہے جو آرہی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿48﴾ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬

اور اللہ اسے کتاب وحکمت اور تورات وانجیل کی تعلیم دے گا﴿48﴾ اور اسے بنی اسرائیل کی طرف اپنا رسول مقرر کریگا (وہ کہے گا:) بے شک میں تمھارے

اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ

پاس تمھارے رب کی نشانیاں لے کر آیا ہوں، بے شک میں تمھارے لیے گارے سے پرندے کی شکل بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو اللہ

فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ

کے حکم سے وہ واقعی پرندہ بن جاتا ہے اور میں اللہ کے حکم سے پیدائشی اندھے اور برص والے کو اچھا کرتا ہوں اور مُردوں کو زندہ کرتا ہوں اور میں تمھیں

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

بتاتا ہوں جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو، بے شک اس میں تمھارے لیے بہت بڑی نشانی ہے اگر تم مومن ہو﴿49﴾ اور میں

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿49﴾ ۚ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ

اس کی تصدیق کرتا ہوں جو تورات مجھ سے پہلے (نازل کی گئی) ہے اور تاکہ میں تمھارے لیے بعض وہ چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی

حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿50﴾ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ

تھیں اور میں تمھارے پاس تمھارے رب کی نشانی لے کر آیا ہوں، چنانچہ تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو﴿50﴾ بے شک اللہ میرا اور تمھارا رب ہے،

وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿51﴾

چنانچہ اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے﴿51﴾

(2) وہ بچہ جو جریج کے زمانے میں تھا اور (3) ایک اور بچہ۔"[1] ﴿ وَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿46﴾ ﴾ "اور نیکو کاروں میں ہوگا۔" یعنی وہ اپنے قول وعمل میں نیک ہوگا اس کا علم صحیح اور عمل صالح ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے: حضرت مریم علیہا السلام نے جب اللہ تعالیٰ کی اس بشارت کو فرشتوں سے سنا تو اپنی مناجات میں کہا: ﴿ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ؕ ﴾ "میرے پروردگار! میرے ہاں بچہ کیونکر ہوگا کہ کسی انسان نے تو مجھے ہاتھ تک نہیں لگایا؟" یعنی میرے ہاں یہ بچہ کس طرح پیدا ہوگا؟ میرا تو کوئی شوہر ہی نہیں ہے، نہ میرا شادی کرنے کا ارادہ ہے اور اللہ کی پناہ کہ نہ میں بدکار ہوں تو فرشتے نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا: ﴿ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ ﴾ "اللہ اسی طرح جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔" یعنی اللہ تعالیٰ کا امر اسی طرح عظیم ہے کہ کوئی چیز اسے مغلوب نہیں کر سکتی اور یہاں اپنے فرمان کے ساتھ یہ بھی صراحت فرمائی: ﴿ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ ﴾ "اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔" یہاں یہ نہیں فرمایا کہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کے قصے میں فرمایا بلکہ یہاں واضح طور پر

[1] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ....﴾، حديث:3436 وصحيح مسلم، البر والصلة، باب تقديم بر الوالدين على التطوع بالصلاة وغيرها، حديث:2550 وتفسير ابن أبي حاتم:652/2 واللفظ له.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا کہ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے تا کہ کسی باطل پرست کے دل میں کوئی شبہ بھی باقی نہ رہے اور مزید تاکید کے طور پر فرمایا: ﴿ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ ''جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔'' یعنی وہ جب ارشاد فرماتا ہے تو کوئی چیز مؤخر نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے حکم کے فوراً بعد وہ ہو جاتی ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴾ (القمر 50:54) ''اور ہمارا حکم تو آنکھ کے جھپکنے کی طرح ایک (کلمہ) ہی ہوتا ہے۔'' یعنی ہم ایک ہی بار حکم دیتے ہیں، دوبارہ نہیں تو وہ چیز فوراً آنکھ جھپکنے کی طرح ہو جاتی ہے۔

تفسیر آیات:48-51

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفات و معجزات اور دعوت: فرشتوں نے حضرت مریم علیہا السلام کو ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو بشارت سنائی، اللہ تعالیٰ اس کے ذکر کو مکمل کرتے ہوئے بیان فرما رہا ہے: ﴿ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ ''اور وہ اسے لکھنا (پڑھنا) اور دانائی سکھائے گا۔'' ظاہر ہے کہ کتاب سے یہاں مراد لکھنا ہے اور حکمت کے بارے میں قبل ازیں سورۂ بقرہ کی تفسیر میں بیان کیا جا چکا ہے۔[1] ﴿ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴾ ''اور تورات اور انجیل۔'' تورات سے مراد وہ کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا اور انجیل سے مراد وہ کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام پر نازل فرمایا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان دونوں کتابوں کے حافظ تھے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ ''اور (عیسیٰ) بنی اسرائیل کی طرف رسول ہو کر جائیں گے۔'' اور ان سے کہیں گے: ﴿ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْــــَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ ﴾ ''میں تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں، وہ یہ کہ میں تمھارے لیے مٹی سے بشکل پرند بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے (سچ مچ) پرندہ ہو جاتا ہے۔'' آپ اسی طرح کیا کرتے تھے کہ مٹی کے گارے سے پرندے کی شکل کی مورت بناتے، پھر اس میں پھونک مارتے تو وہ اس اللہ کے حکم سے آنکھوں کے سامنے اڑنے لگتا جس نے آپ کو یہ معجزہ عطا فرمایا تھا تا کہ یہ اس بات کی دلیل ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ ﴾ ''اور اندھے کو تندرست کر دیتا ہوں۔'' اس سے مراد وہ ہے جو مادر زاد اندھا ہو اور یہ ایک زبردست معجزہ اور ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ ﴿ وَالْاَبْرَصَ ﴾ ''اور ابرص کو بھی (تندرست کر دیتا ہوں۔)'' برص ایک مشہور بیماری ہے (جس سے جسم پر سفید داغ پڑ جاتے ہیں اور اس میں مبتلا انسان کو اَبرَص کہتے ہیں۔) ﴿ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ ﴾ ''اور اللہ کے حکم سے مردے میں جان ڈال دیتا ہوں۔''

بہت سے علمائے کرام نے یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو معجزات ان کے زمانے کے لوگوں کی مناسبت سے عطا فرمائے، مثلاً: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادو کا بڑا چرچا تھا اور جادوگروں کی بہت تعظیم کی جاتی تھی تو

[1] دیکھیے آیت:129 کے ذیل میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ایک ایسا معجزہ عطا فرمایا جس سے آنکھیں چندھیا گئیں اور تمام جادوگر حیران و ششدر رہ گئے۔ اور جب انھیں یقین ہو گیا کہ یہ معجزہ اللہ صاحبِ عظمت و جبروت کی طرف سے ہے تو وہ مشرف بہ اسلام ہو کر نیکوکار بن گئے۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو وہ اطباء اور ماہرین علم طبیعیات کا دور تھا تو اس مناسبت سے وہ ایسے ایسے معجزات لے کر آئے جن کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا سوائے اس کے جسے اس ذات گرامی کی تائید و حمایت حاصل ہو جو شریعت کو نازل فرمانے والا ہے۔ غور فرمائیے! کہ کسی طبیب کو یہ قدرت کیسے حاصل ہو سکتی ہے کہ وہ جمادات کو زندہ کر دے یا وہ مادرزاد نابینے اور برص میں مبتلا مریض کو تندرست کر دے یا قبر میں مدفون انسان کو زندہ کر کے اٹھا دے۔

اسی طرح جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو آپ کے دور میں فصحاء، بلغاء اور بہت عظیم شعراء کا بڑا چرچا تھا تو اس مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ کتاب عطا فرمائی کہ اگر کائنات کے تمام جن و انس مل کر بھی اس جیسی کتاب لانا چاہیں تو ہرگز نہ لا سکیں۔ پوری کتاب کا لانا تو کجا اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورت بھی کبھی نہ لا سکیں گے، خواہ ایک دوسرے کے مددومعاون ہی کیوں نہ بن جائیں، اس لیے کہ یہ اللہ رب العالمین کا کلام ہے اور مخلوق میں سے کسی کا کلام کبھی بھی اس کے مشابہ ہو ہی نہیں سکتا۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ط ﴾ ”اور جو کچھ تم کھا کر آتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو سب تم کو بتا دیتا ہوں۔“ یعنی میں تم کو یہ بتا دیتا ہوں کہ اس وقت تم میں سے کوئی کیا کھا کر آیا ہے اور اس نے اپنے گھر میں کل کے لیے کیا کچھ جمع کر رکھا ہے۔ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ ﴾ بے شک ان سب باتوں میں ﴿ لَاٰيَةً لَّكُمْ ﴾ ”البتہ تمھارے لیے نشانی ہے۔“ اس بات کی کہ جو کچھ میں تمھارے پاس لے کر آیا ہوں یہ سچ ہے۔ ﴿ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿49﴾ وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ ﴾ ”اگر تم صاحب ایمان ہو۔ اور مجھ سے پہلے جو تورات (نازل ہوئی) تھی اس کی میں تصدیق بھی کرتا ہوں۔“ اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا۔

﴿ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ﴾ ”اور (میں) اس لیے بھی (آیا ہوں) کہ بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں ان کو تمھارے لیے حلال کر دوں۔“ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تورات کے بعض احکام کو منسوخ کیا اور جس کے بارے میں وہ غلطی سے جھگڑتے رہتے تھے، اس کی صورت حال کو واضح کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ج ﴾ (الزخرف 63:43) ”نیز اس لیے کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کرتے ہو، تم کو سمجھا دوں۔“ واللہ أعلم. پھر فرمایا: ﴿ وَ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ قف ﴾ ”اور میں تو تمھارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں۔“ جو اس بات کی حجت و دلیل ہے کہ میں تم سے جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ بالکل سچ ہے۔

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿50﴾ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ط ﴾ ”چنانچہ تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ کچھ شک نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ

پھر جب عیسیٰ نے ان میں کفر محسوس کیا تو ان سے کہا: اللہ کی راہ میں کون میرا مددگار بنے گا؟ حواریوں نے کہا: ہم اللہ کے انصار ہیں، ہم اللہ پر ایمان

اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿52﴾ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ

لائے ہیں اور تو گواہ رہ کہ ہم فرمانبردار ہیں ﴿52﴾ اے ہمارے رب! ہم اس پر ایمان لائے ہیں جو تو نے نازل کیا اور ہم نے رسول کی پیروی کی ہے،

فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿53﴾ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿54﴾ ع

ع 5/13 13 الثلثة

چنانچہ ہمیں گواہی دینے والوں میں لکھ لے ﴿53﴾ اور انھوں نے تدبیر کی اور اللہ نے بھی تدبیر کی اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے ﴿54﴾

کہ اللہ ہی میرا اور تمھارا پروردگار ہے تم اسی کی عبادت کرو۔'' یعنی اس کی عبادت کرنے اور اس کے سامنے عجز و انکسار کرنے کے اعتبار سے میں اور تم سب برابر ہیں۔ ﴿ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿51﴾ ﴾ ''یہی سیدھا رستہ ہے۔''

تفسیر آیات:52-54

حواریوں کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نصرت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ ﴾ ''جب عیسیٰ نے ان کی طرف سے نافرمانی دیکھی۔'' اور یہ محسوس فرمایا کہ وہ کفر اور ضلالت ہی پر ڈٹے رہیں گے تو فرمایا: ﴿ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ ﴾ ''کوئی ہے جو اللہ کی راہ میں میرا مددگار ہو؟''

مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کون ہے جو اللہ کی طرف میری پیروی کرے؟[1] بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ کون ہے جو دعوت الی اللہ میں میرا مددگار بن جائے؟ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ ہجرت سے قبل موسم حج میں یہ فرمایا کرتے تھے: [مَنْ يُؤْوِينِي مَنْ يَنْصُرُنِي حَتّٰى أُبَلِّغَ رِسَالَةَ رَبِّي؟]، [فَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ مَنَعُونِي أَنْ أُبَلِّغَ كَلَامَ رَبِّي] ''کون ہے جو مجھے ٹھکانا دے؟ کون ہے جو میری نصرت کرے تاکہ میں اپنے رب کی رسالت کو پہنچا دوں؟ کیونکہ قریش نے کلام باری تعالیٰ کی تبلیغ سے مجھے روک دیا ہے۔''[2] حتی کہ آپ نے انصار کو پا لیا جنھوں نے آپ کو ٹھکانا دیا، آپ کی نصرت و اعانت کی، پھر آپ نے جب ان کی طرف ہجرت فرمائی تو انھوں نے آپ کی غم خواری کی اور ہر سیاہ و سرخ کے مقابلے میں آپ کی مدد کی۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ أَرْضَاهُمْ.

اسی طرح حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے پاس بھی بنی اسرائیل کی ایک جماعت آ گئی جو آپ پر ایمان لائی اور جس نے آپ کی تائید و حمایت کرتے ہوئے اس نور کی پیروی شروع کر دی جسے آپ پر اتارا گیا تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿52﴾ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿53﴾ ﴾ ''حواری کہنے لگے: ہم اللہ کے (طرفدار اور آپ کے) مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم فرمانبردار ہیں۔ ہمارے پروردگار! جو (کتاب) تو نے نازل فرمائی ہے ہم اس

[1] تفسیر ابن أبي حاتم:659/2. [2] اس کا ابتدائی حصہ مسند أحمد:322/3 اور آخری حصہ سنن أبي داود، السنة، باب في القرآن، حدیث:4734 و جامع الترمذي، فضائل القرآن، باب: [ألا رجل يحملني......]، حدیث:2925 کے مطابق ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر ایمان لے آئے اور (تیرے) پیغمبر کے متبع ہو چکے، چنانچہ تو ہمیں گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔‘‘

حواریوں کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ ان سے مراد دھوبی ہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حواری کے معنی مددگار کے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث سے یہ ثابت ہے، رسول اللہ ﷺ نے احزاب کے دن جب لوگوں کو بلایا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ کی آواز پر فوراً لبیک کہا، آپ نے پھر بلایا تو پھر بھی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہی نے فوراً لبیک کہا تو نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا، وَّحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ] ’’ہر نبی کا ایک حواری (مددگار) ہوتا ہے اور میرے حواری زبیر ابن عوام رضی اللہ عنہ ہیں۔‘‘[1] اور امام ابن ابوحاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ ہمیں امت محمد ﷺ کے ساتھ لکھ رکھ۔[2] اس کی سند جید ہے۔

یہودیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ: پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مطلع فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں برا ارادہ کیا۔ انھوں نے اس وقت آپ کو قتل کر دینا یا پھانسی دے دینا چاہا جب وہ سب آپ کے خلاف جمع ہو گئے تھے اور انھوں نے اس دور کے بادشاہ کے پاس آپ کی چغلی کی تھی۔ اور وہ بادشاہ کافر تھا۔ انھوں نے اس سے کہا کہ یہاں ایک آدمی ہے جو لوگوں کو گمراہ کرتا، انھیں بادشاہ کی اطاعت سے روکتا، رعایا کو خراب کرتا اور باپ بیٹے میں جدائی ڈال دیتا ہے۔

الغرض انھوں نے اس طرح کے بہت سے جھوٹے الزامات آپ پر لگائے اور انھوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ وہ حرامی ہے۔ اس طرح انھوں نے بادشاہ کو آپ کے خلاف بہت بھڑکایا تو اس نے آپ کی تلاش میں کچھ لوگوں کو بھیجا جو آپ کو پکڑ کر سزا دیں اور پھانسی پر لٹکا دیں۔ انھوں نے آپ کے مکان کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور جب یہ گمان کیا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے نجات دی اور اس مکان کے روشن دان سے نکال کر آپ کو آسمان پر اٹھا لیا اور مکان میں موجود ایک انسان کو آپ کا ہم شکل بنا دیا۔

جب وہ لوگ رات کی تاریکی میں مکان میں داخل ہوئے تو انھوں نے اسے عیسیٰ سمجھتے ہوئے اسے پکڑ لیا، اس کی توہین و تذلیل کی، پھر اسے پھانسی دے کر اس کے سر پر کانٹے رکھ دیے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف یہ تدبیر کی کہ اپنے نبی کو بچا لیا، انھیں ان کے درمیان سے اوپر اٹھا لیا اور انھیں اپنی گمراہی میں پڑا بھٹکتا ہوا چھوڑ دیا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا کہ وہ ہمیشہ حق کے ساتھ بغض اور عناد رکھیں گے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں ذلت و رسوائی میں مبتلا کر دیا جو قیامت تک ان کا پیچھا نہ چھوڑے گی۔ اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴾ ’’اور انھوں نے چال چلی اور اللہ نے بھی (عیسیٰ کو بچانے کی) تدبیر کی اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔‘‘

---

[1] صحیح البخاری، الجهاد والسیر، باب هل یبعث الطّلیعة وحده؟ حدیث:2847 وصحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل طلحة والزبیر رضی اللہ عنہما، حدیث:2415 عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ [2] تفسیر ابن أبی حاتم:660/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسٰى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ

جب اللہ نے کہا: اے عیسیٰ! بے شک میں تجھے پورا لے لوں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا اور ان کافروں سے تجھے پاک کردوں گا، اور جن لوگوں نے تیری

اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ

پیروی کی، انھیں کافروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا، پھر تمھیں میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اور میں تمھارے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کردوں

فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿55﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۡ

گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے ﴿55﴾ پھر جن لوگوں نے کفر کیا، انھیں میں دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دوں گا

وَمَا لَهُمْ مِنْ نَّاصِرِينَ ﴿56﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ ۗ

اور ان کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا ﴿56﴾ اور لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے تو اللہ انھیں ان کا پورا پورا اجر دے گا

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِينَ ﴿57﴾ ذٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ﴿58﴾

اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا ﴿57﴾ (اے نبی!) یہ جو ہم آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں، آیتیں ہیں اور حکمت والی نصیحت ہے ﴿58﴾

تفسیر آیات:55-58

﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ کے معنی: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ میں وفات سے مراد نیند ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ﴾ (الأنعام6:60) ''اور وہی تو ہے (اللہ) جو رات کو (سونے کی حالت میں) تمھاری روح قبض کرلیتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ۚ﴾ (الزمر39:42) ''اللہ ہی لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روحیں قبض کرلیتا ہے اور جو مرے نہیں (ان کی روحیں) سوتے میں (قبض کرلیتا ہے۔)''

اور رسول اللہ ﷺ جب نیند سے بیدار ہوتے تو فرماتے: [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ] ''سب طرح کی تعریف اس اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں مارنے کے بعد ہمیں زندہ کردیا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''[1] اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا ۝ وَّقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۗ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۝﴾ (النسآء4:156-159) ''اور ان کے کفر کے سبب اور مریم پر ایک بہتان عظیم باندھنے کے سبب (ہم نے ان پر لعنت کی۔) اور یہ کہنے کے سبب کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کردیا ہے، حالانکہ انھوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا اور نہ انھیں سولی پر چڑھایا بلکہ ان کو شبہے میں ڈال دیا گیا۔ اور بے شک جنھوں نے عیسیٰ کے بارے میں اختلاف کیا وہ ضرور ان کے متعلق شک میں ہیں۔ ان لوگوں کے پاس ان کے بارے میں کوئی علم نہیں، سوائے گمان کی پیروی کے اور انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب (اور) حکمت والا

[1] صحيح البخاري، الدعوات، باب ما يقول إذا نام، حديث:6312 و6314 عن حذيفة رضي الله عنه.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اور کوئی اہل کتاب نہیں ہوگا مگر ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔‘‘

اس ارشاد باری تعالیٰ میں: ﴿ قَبْلَ مَوْتِهٖ ﴾ کی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، یعنی کوئی اہل کتاب نہیں ہوگا مگر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہوں گے جیسا کہ اس کا بیان آگے آئے گا۔[1] تو اس وقت تمام اہل کتاب آپ پر ایمان لے آئیں گے کیونکہ آپ جزیہ ختم کر دیں گے اور صرف اسلام ہی قبول فرمائیں گے۔

امام ابن ابوحاتم نے حضرت حسن بصری کی روایت کو بیان کیا ہے کہ انھوں نے ﴿ اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ ﴾ کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد وفاتِ نیند ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نیند میں آسمانوں پر اٹھایا تھا۔[2]

دینِ مسیح میں تحریف: فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ یعنی تمھیں آسمان کی طرف اٹھا کر کافروں (کی صحبت) سے پاک کر دوں گا۔ ﴿ وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ﴾ ’’اور جو لوگ تمھاری پیروی کریں گے، ان کو کافروں پر قیامت تک فائق (وغالب) رکھوں گا۔‘‘ چنانچہ ایسا ہی ہوا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھا لیا تو آپ کے بعد آپ کے اصحاب کئی فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔

ان میں سے کچھ لوگوں کا تو آپ کے بارے میں اسی طرح ایمان تھا جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا کہ آپ اللہ کے بندے، اس کے رسول اور اس کی باندی کے بیٹے ہیں۔اور کچھ لوگوں نے آپ کے بارے میں غلو کرتے ہوئے آپ کو اللہ کا بیٹا بنا دیا اور کچھ نے یہ کہا کہ آپ ہی اللہ ہیں اور کچھ نے کہا کہ آپ تین خداؤں میں سے ایک ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے اقوال قرآن مجید میں ذکر کر کے ان میں سے ہر ایک کی تردید فرمائی ہے۔یہ قریباً تین سو سال تک انھی عقائد پر رہے۔

پھر یونان میں ’’قسطنطین‘‘ نامی ایک بادشاہ ظاہر ہوا جو دین نصرانیت میں داخل ہوگیا۔بعض کہتے ہیں کہ وہ درحقیقت ایک فلسفی تھا، عیسائیت کو قبول کرنا ایک حیلہ بہانہ تھا اور درحقیقت وہ عیسائیت کو خراب کرنا چاہتا تھا۔اور بعض کہتے ہیں کہ اس نے از راہ جہالت عیسائیت کو قبول کیا تھا۔ بہر حال اس نے دینِ مسیح میں تبدیلی و تحریف کی، کمی بیشی کی اور اس نے قوانین اور امانت کبریٰ کو وضع کیا جو حقیقت میں ایک نہایت حقیر خیانت تھی۔[3] اس نے اپنے زمانے میں خنزیر کے گوشت کو بھی حلال قرار دے دیا تھا، عیسائیوں نے اس کے لیے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی۔اس کے لیے کنیسے بنائے اور ان کے خیال کے مطابق اس نے اپنے کسی گناہ کی وجہ سے ان کے روزوں میں دس دن کا اضافہ کر دیا۔اس طرح دینِ مسیح حقیقت میں دینِ قسطنطین بن کر رہ گیا۔

قسطنطین نے ان کے لیے بارہ ہزار سے زیادہ گرجے، کنیسے اور عبادت کدے تعمیر کروائے اور وہ شہر بھی آباد کیا جو اس کے نام سے منسوب ہے۔عیسائیوں کے فرقہ مَلکِیّہ نے اس کی پیروی کی اور ان تمام باتوں میں انھیں یہودیوں پر غلبہ حاصل تھا

---

[1] دیکھیے النسآء، آیت:156-159 کے ذیل میں۔ [2] الدر المنثور:64/2 و تفسیر الطبری:394/3 عن الربیع رحمہ اللہ مثله. [3] تفصیل دیکھیے النسآء، آیت:171 کے ذیل میں عنوان: ’’عیسائیوں کے فرقے۔‘‘

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ یہودیوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی تھی کیونکہ یہودیوں کی نسبت یہ حق کے زیادہ قریب تھے، گو یہ سب کافر ہیں۔ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنتیں ہوں۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تو آپ پر ایمان لانے والوں کا صحیح طریقے کے مطابق اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر بھی ایمان تھا۔ وہ روئے زمین پر تشریف لانے والے ہر نبی کے پیروکار تھے کیونکہ انھوں نے اس رسول نبی اُمی، خاتم الرسل اور سید ولد آدم ﷺ کی تصدیق کی تھی جنھوں نے تمام حق کی تصدیق کرنے کی انھیں دعوت دی تھی، لہٰذا وہ ہر نبی کے اس کی اس امت کی نسبت زیادہ قریب تھے جو اس کی ملت اور طریقے پر ہونے کی دعوے دار تھی، حالانکہ انھوں نے تو اس کے دین میں تبدیلی وتحریف کر دی تھی، پھر اگر انھوں نے تحریف نہ بھی کی ہو تو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی شریعت کے ساتھ سابقہ تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ قیامت تک جس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں کیا جا سکتا، یہ دین ہر دوسرے دین کے مقابلے میں منصور وغالب رہے گا۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام کو زمین کے مشرق ومغرب میں فتح عطا فرمائی۔ انھوں نے تمام ملکوں پر قبضہ کر لیا۔ تمام حکومتیں ان کے سامنے سرنگوں ہو گئیں۔ اور قیصر وکسریٰ کی عظمت وشوکت کو خاک میں ملا دیا۔ ان کے خزانے ان کے قدموں میں ڈھیر ہو گئے، پھر انھیں اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا گیا جیسا کہ ان کے نبی نے اپنے رب تعالیٰ کی طرف سے اس کی خبر دی تھی: ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ ﴾ (النور 24:55) ”جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو زمین میں ضرور خلافت دے گا جیسے اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی تھی اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے، ضرور جما دے گا اور یقیناً ان کی حالتِ خوف کو بدل کر انھیں امن بخشے گا، وہ میری عبادت کریں گے (اور) میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے۔“

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت مسیح کے ساتھ بھی سچے ایمان لانے والے یہی لوگ تھے، انھوں نے عیسائیوں سے بلاد شام کو چھین لیا اور انھیں روم کی طرف جلاوطن کر دیا حتی کہ یہ لوگ اپنے شہر قسطنطنیہ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ اور اسلام اور مسلمان قیامت تک ان پر غالب رہیں گے اور پیغمبر صادق مصدوق ﷺ نے اپنی امت سے یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ آخر زمانے میں شہر قسطنطنیہ کو فتح کریں گے، اس کے تمام اموال کو غنیمت کے طور پر حاصل کر لیں گے اور رومیوں سے ان کی ایسی زبردست جنگ ہوگی کہ اس طرح کی جنگ نہ لوگوں نے پہلے کبھی دیکھی ہوگی اور نہ اس کے بعد کبھی دیکھیں گے۔ [1]

---

[1] دیکھیے صحیح مسلم، الفتن، باب فی فتح قسطنطينية......، حديث:2897 وباب إقبال الروم فی كثرة القتل، حديث: 2899 و سنن أبی داود، الملاحم، باب فی أمارات الملاحم، حديث:4294 و صحيح ابن حبان، التاريخ، ذكر ذَوَبان الدجّال......:224/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ مَثَلَ عِيۡسٰى عِنۡدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ‌ؕ خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ﴿59﴾ اَلۡحَقُّ

بے شک اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے، اللہ نے اسے مٹی سے پیدا کیا، پھر اس سے کہا کہ ہو جا، تو وہ ہو گیا﴿59﴾ (یہ)

مِنۡ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنۡ مِّنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ ﴿60﴾ فَمَنۡ حَآجَّكَ فِيۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ

آپ کے رب کی طرف سے حق ہے، لہٰذا آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں ﴿60﴾ پھر علم آ جانے کے بعد جو کوئی عیسیٰ کے

فَقُلۡ تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَاَبۡنَآءَكُمۡ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمۡ وَاَنۡفُسَنَا وَاَنۡفُسَكُمۡ قف ثُمَّ

متعلق آپ سے جھگڑا کرے تو آپ کہہ دیں: آؤ ہم اور تم اپنے اپنے بیٹوں کو اپنی اپنی عورتوں کو بلالیں اور خود بھی (حاضر ہوں)

نَبۡتَهِلۡ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ ﴿61﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡقَصَصُ الۡحَقُّ‌ۚ وَمَا

پھر گڑ گڑا کر اللہ سے دعا کریں کہ جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو ﴿61﴾ بے شک یہی بیان سچا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور

مِنۡ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ‌ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿62﴾ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌۢ

بے شک اللہ ہی غالب، خوب حکمت والا ہے ﴿62﴾ پھر اگر وہ منہ موڑیں تو بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو

بِالۡمُفۡسِدِيۡنَ ﴿63﴾ ع 6/9 14

خوب جانتا ہے﴿63﴾

میں نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب ترتیب دی ہے۔ ①

کفار کے لیے دنیا و آخرت میں عذاب کی وعید: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَجَاعِلُ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡكَ فَوۡقَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ‌ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاَحۡكُمُ بَيۡنَكُمۡ فِيۡمَا كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿55﴾ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَاُعَذِّبُهُمۡ عَذَابًا شَدِيۡدًا فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ﴿56﴾﴾ ''اور جو لوگ آپ کی پیروی کریں گے، ان کو کافروں پر قیامت تک فائق (وغالب) رکھوں گا، پھر تم سب میرے پاس لوٹ کر آؤ گے تو جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے اس دن تم میں ان کا فیصلہ کردوں گا لیکن جو کافر ہوئے ان کو دنیا اور آخرت (دونوں) میں سخت عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔''

حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ کفر کرنے والے یہودیوں یا آپ کے بارے میں غلو کرنے والے اور آپ کی تعریف میں حد سے بڑھ جانے والے عیسائیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح کیا کہ انھیں دنیا میں یہ سزا دی کہ قتل ہوئے، قید ہوئے، ان کے اموال لوٹ لیے گئے اور ان کے ملکوں کو ان سے چھین لیا گیا اور آخرت کا عذاب اس سے بھی زیادہ سخت اور شدید ہوگا۔

﴿وَمَا لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ وَّاقٍ﴾ (الرعد 34:13) ''اور ان کو اللہ (کے عذاب) سے کوئی بھی بچانے والا نہیں۔'' ﴿وَاَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيۡهِمۡ اُجُوۡرَهُمۡ‌ؕ﴾ ''اور جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے ان کو اللہ پورا پورا صلہ دے گا۔'' یعنی دنیا و آخرت میں کہ دنیا میں انھیں فتح و نصرت سے نوازے گا اور آخرت میں بلند و بالا باغ ہائے بہشت سے۔ ﴿وَاللّٰهُ

---

① حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی یہ کتاب الفتن والملاحم کے نام سے مطبوع ہے۔ اور امام موصوف کے فتح القسطنطينية کے موضوع پر ایک کتابچے کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۷﴾ ”اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَیْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَ الذِّكْرِ الْحَكِیْمِ ﴿۵۸﴾ ﴾ ”(اے نبی ﷺ!) یہ ہم آپ کو (اللہ کی) آیتیں اور حکمت بھری نصیحتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں۔“ یعنی اے محمد (ﷺ)! یہ جو ہم نے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ، ان کی ولادت کا واقعہ اور ان کے معاملے کی کیفیت کو بیان کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اور اس کی وحی ہے جسے اس نے بلاشک وشبہ لوح محفوظ سے نازل فرمایا ہے جیسا کہ سورۂ مریم میں فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ ○ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ؕ ﴾ (مریم 19:34,35) ”یہ مریم کے بیٹے عیسیٰ ہیں (اور یہ) سچی بات ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔ اللہ کو سزاوار ہی نہیں کہ کسی کو بیٹا بنائے، وہ پاک ہے جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو بس یہی کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔“

تفسیر آیات:59-63

حضرت آدم وعیسیٰ علیہما السلام کی پیدائش میں مماثلت: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ ”بے شک عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال اللہ کے نزدیک“ یعنی اللہ تعالیٰ کے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی قدرت سے بغیر باپ کے پیدا کرنے کی مثال: ﴿ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ ﴾ ”آدم کی سی ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں (اپنی قدرت کے ساتھ) باپ اور ماں دونوں کے بغیر پیدا فرمایا تھا بلکہ ﴿ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ ﴾ ”اللہ نے مٹی سے ان (کے قالب) کو بنایا، پھر فرمایا کہ (انسان) ہو جا تو وہ (انسان) ہو گئے۔“ جس ذات گرامی نے حضرت آدم علیہ السلام کو ماں اور باپ کے بغیر پیدا فرمایا، وہ عیسیٰ علیہ السلام کو بطریق اولیٰ پیدا کرنے پر قادر ہے اور اگر اس بنیاد پر عیسیٰ کے بارے میں بیٹا ہونے کا دعویٰ جائز ہے کہ وہ باپ کے بغیر پیدا ہوئے ہیں تو حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں یہ دعویٰ بالاولیٰ جائز ہوگا لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ دعویٰ باطل ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا شدید باطل اور بالکل فاسد ہے۔

اللہ نے یہ ارادہ فرمایا تھا کہ اپنی مخلوق کے سامنے اپنی قدرت کا اظہار فرمائے اور اس کے لیے اس نے حضرت آدم کو ماں اور باپ کے بغیر پیدا فرمایا، حضرت حوّاء کو حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت مریم سے پیدا کیا جبکہ باقی ساری مخلوق کو نر اور مادہ سے پیدا فرمایا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سورۂ مریم میں فرمایا: ﴿ وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰیَةً لِّلنَّاسِ ﴾ (مریم 19:21) ”تاکہ ہم ان کو لوگوں کے لیے (اپنی طرف سے) نشانی بنائیں۔“ اور یہاں بھی فرمایا: ﴿ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۶۰﴾ ﴾ ”(یہ بات) آپ کے پروردگار کی طرف سے حق ہے، لہٰذا آپ ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہوں۔“ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ بات حق ہے، اس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں اور نہ اس کے علاوہ کوئی اور بات صحیح ہے اور حق کے بعد تو ضلالت ہی باقی رہ جاتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس شخص سے مباہلہ کرنے کا حکم دیا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں صحیح صورتِ حال کے واضح ہونے کے بعد بھی حق کی مخالفت کرے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں دعوتِ مباہلہ: ﴿ فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ﴾ ''پھر علم آ جانے کے بعد جو کوئی عیسیٰ کے بارے میں آپ سے جھگڑا کرے تو اس سے کہنا کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلاؤ اور ہم خود بھی آئیں گے اور تم خود بھی آؤ۔'' یعنی ہم ان سب کو مباہلے کی حالت میں حاضر کریں۔ ﴿ ثُمَّ نَبْتَهِلْ ﴾ ''پھر ہم دونوں فریق (اللہ سے) دعاء والتجا کریں۔'' ﴿ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝61 ﴾ ''اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔'' یعنی ہم اور تم میں سے جو جھوٹا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

اس مباہلے اور اس سورت کے اول سے لے کر یہاں تک کے نزول کا سبب وفد نجران تھا کہ یہ عیسائی جب مدینہ میں آئے تو انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جھگڑنا شروع کیا کیونکہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ''ابن اللہ'' اور ''الٰہ'' ہونے کے قائل تھے تو ان کی تردید کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس سورت کا ابتدائی حصہ نازل فرمایا جیسا کہ امام محمد بن اسحاق بن یسار وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔

چنانچہ ابن اسحاق نے اپنی ''سیرت'' کی مشہور کتاب میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں نجران کے عیسائیوں کا وفد آیا جو کہ ساٹھ سواروں پر مشتمل تھا اور ان میں ان کے چودہ سردار بھی تھے جن کے پاس اختیارات تھے۔ سرداروں کے نام یہ تھے: عاقب، اس کا نام عبدالمسیح تھا، سید، یعنی ایہم، ابوحارثہ بن علقمہ جو کہ خاندان بکر بن وائل میں سے تھا، اویس بن حارث، زید، قیس، یزید، نبیہ، خویلد، عمرو، خالد، عبداللہ اور یُحَنَّس اور ان میں سے تین سردار زیادہ بڑے تھے جن کے پاس ان کے مکمل اختیارات تھے۔ ان میں سے ایک تو عاقب تھا جو کہ امیر قوم تھا، صاحب رائے تھا، اسی سے مشورہ لیا جاتا تھا، اس کی رائے کے بغیر وہ کوئی کام نہیں کرتے تھے دوسرا رہنما سید تھا جو ان میں سے بڑا عالم تھا۔ اسی کے ہاتھ میں آمد ورفت کے اختیارات تھے اور تیسرا رہنما ابوحارثہ بن علقمہ تھا جو ان کا پوپ، عالم اور امام تھا اور ان کی تعلیم گاہ کا نگران تھا۔ اس کا تعلق عرب کے خاندان بنی بکر سے تھا لیکن یہ عیسائی ہو گیا تھا جس کی وجہ سے رومیوں اور ان کے بادشاہوں نے اس کی بہت تعظیم کی، قدر ومنزلت کی نگاہوں سے دیکھا، اس کے لیے کنیسے بنائے، مال ودولت سے نوازا اور ان کے دین میں اس کی پختگی کی وجہ سے انھوں نے اس کی خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔[1]

یہ شخص رسول اللہ ﷺ کو جانتا اور آپ کے اوصاف کو پہچانتا تھا کیونکہ اس نے انھیں سابقہ کتابوں سے معلوم کیا تھا لیکن جہالت کی وجہ سے یہ نصرانیت ہی سے وابستہ رہا، پھر اس وجہ سے بھی کہ عیسائی اس کی بہت تعظیم کرتے تھے اور عیسائیوں کے ہاں اسے خوب جاہ وعزت حاصل تھی۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن جعفر بن زبیر نے بیان کیا کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں مدینہ میں آئے اور مسجد نبوی میں اس وقت داخل ہوئے جب آپ نے نماز عصر ادا فرمائی تھی۔ انھوں نے علماء کا لباس پہن رکھا تھا جو

[1] السيرة النبوية لابن هشام، أمر السيد والعاقب وذكر المباهلة: 576,575,573/2 ودلائل النبوة للبيهقي، وفد نجران ......: 383,382/5.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

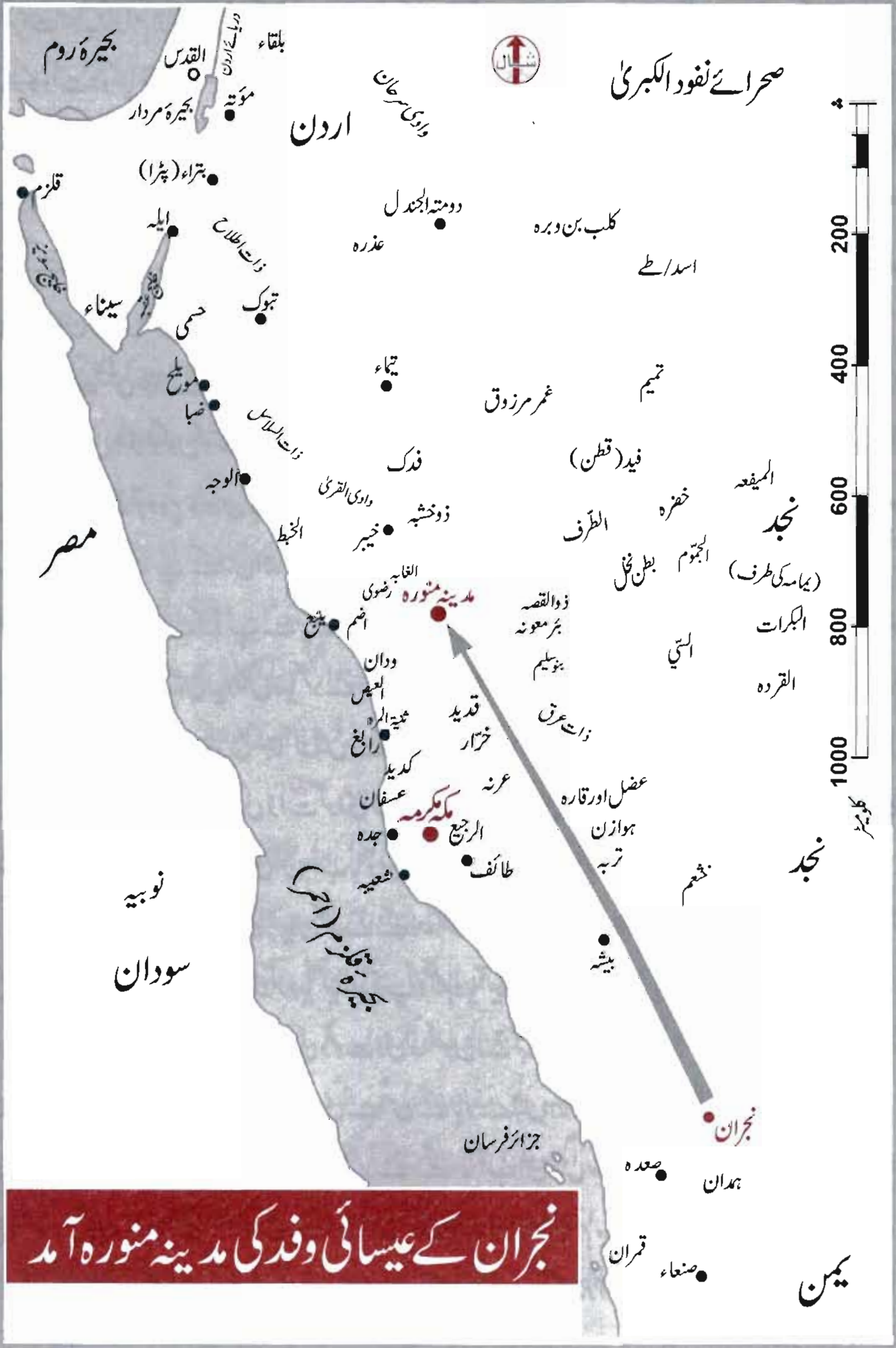

نجران کے عیسائی وفد کی مدینہ منورہ آمد

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جبوں اور چادروں پر مشتمل تھا۔ یہ لوگ بنو حارث بن کعب کے لوگوں کی طرح خوب صورت تھے۔

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بیان کیا کرتے تھے کہ ہم نے ان لوگوں کے بعد اس طرح کا کوئی وفد نہیں دیکھا جب یہ آئے تو ان کی نماز کا وقت ہو گیا تھا اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی مسجد ہی میں نماز پڑھنا شروع کر دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [دَعُوهُمْ] ''انھیں کچھ نہ کہو۔'' چنانچہ انھوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔[1] رسول اللہ ﷺ سے ان میں سے ابو حارثہ بن علقمہ، عاقب عبدالمسیح اور سید ایہم نے گفتگو کی تھی اور یہ نصرانیت میں بادشاہ کے دین پر تھے اور باہمی اختلاف کے باوجود کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ ہیں، (یا وہ کہتے:) اللہ کے بیٹے ہیں (یا وہ کہتے:) تینوں میں سے تیسرے ہیں۔[2] اللہ تعالیٰ کی ذات ان کی اس طرح کی باتوں سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔

عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اللہ ہونے کے بارے میں دلیل یہ دیتے ہیں کہ آپ مردوں کو زندہ کرتے تھے، نابینا، ابرص اور دیگر بیماریوں میں مبتلا لوگوں کو تندرست کر دیتے تھے، غیب کی باتیں بتا دیتے تھے اور مٹی سے پرندے کی مورت بنا کر جب اس میں پھونک مارتے تو وہ پرندہ بن جاتا تھا، حالانکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا تھا تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دے۔ آپ کے ابن اللہ ہونے کے بارے میں وہ دلیل یہ دیتے تھے کہ آپ کا کوئی باپ نہیں ہے، آپ نے ماں کی گود میں ایسی بات کی ہے کہ آپ سے پہلے کسی انسان نے اس طرح کی گفتگو نہیں کی تھی، اسی طرح وہ آپ کے تینوں میں سے ایک ہونے کے بارے میں یہ دلیل دیا کرتے تھے کہ اللہ فرماتا ہے: ہم نے کہا، ہم نے حکم دیا، ہم نے پیدا کیا اور ہم نے فیصلہ کیا۔ اگر وہ واحد ہوتا تو اس طرح کہتا کہ میں نے کہا، میں نے حکم دیا، میں نے پیدا کیا اور میں نے فیصلہ کیا۔ لیکن ''الٰہ'' اللہ، عیسیٰ اور مریم ہیں۔[3] اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی اس بات سے بہت ہی بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے جو ظالم اور کافر کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی ان سب باتوں کی تردید فرمائی ہے۔

پھر ابن اسحاق نے ان آیات کی تفسیر بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر آ گئی، آپ اور ان کے درمیان فیصلہ کر دیا گیا اور آپ کو حکم دیا گیا کہ اگر وہ آپ کی بات کی مخالفت کریں تو آپ ان سے مباہلہ کر لیں، چنانچہ آپ نے انھیں مباہلے کی دعوت دی تو انھوں نے کہا کہ اے ابو القاسم! ہمیں مہلت دو تاکہ ہم غور کر لیں، پھر ہم بتا دیں گے کہ آپ نے ہمیں جو دعوت دی ہے اس کے بارے میں ہمارا کیا ارادہ ہے۔ یہ کہہ کر وہ آپ کے پاس سے چلے گئے اور عاقب کے ساتھ مل کر خلوت میں غور کرنے لگے، عاقب ان میں صاحب رائے تھا، چنانچہ انھوں نے کہا: اے عبدالمسیح! تمھاری کیا رائے ہے؟ عبدالمسیح نے کہا: اے گروہ نصاریٰ! واللہ! تم یہ جانتے ہو کہ محمد (ﷺ) نبیٔ مرسل ہیں، وہ تمھارے نبی کے بارے میں فیصلہ کن خبریں لائے ہیں اور تمھیں معلوم ہے کہ جو قوم کسی نبی سے مباہلہ کرے تو پھر ان کا نہ کوئی

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام، صلوتهم إلى المشرق:574/2. [2] السيرة النبوية لابن هشام ، أسماء الوفد......: 575/2. [3] السيرة النبوية لابن هشام، أسماء الوفد ومعتقدهم ومناقشتهم الرسولﷺ:575/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑا باقی بچتا ہے اور نہ چھوٹا۔ اگر تم نے رسول اللہ ﷺ سے مباہلہ کیا تو صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیے جاؤ گے۔ اگر تم اپنے دین ہی سے محبت کرنا چاہتے ہو اور اپنے نبی کے بارے میں اپنی ہی بات پر قائم رہنا چاہتے ہو تو اس شخص سے الوداع ہو کر اپنے شہر کی طرف لوٹ جاؤ۔ اس مشورے کے بعد وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ ابوالقاسم! ہماری رائے یہ ہے کہ ہم آپ سے مباہلہ نہ کریں۔ آپ کو آپ کے دین پر چھوڑ دیں اور ہم اپنے دین پر رہتے ہوئے لوٹ جائیں۔ ہاں، البتہ اپنے ساتھیوں میں سے اپنے پسند کے کسی ایک آدمی کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تاکہ وہ مالی امور میں ہمارے چند باہمی اختلافات کا فیصلہ کر دے کیونکہ آپ لوگ ہمارے نزدیک پسندیدہ ہیں۔ ①

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وفد نجران کے سردار عاقب اور سید (ایہم) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کا ارادہ مباہلہ کرنے کا تھا تو ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے مباہلہ نہ کرو کیونکہ اگر آپ اللہ کے نبی ہیں اور ہم نے آپ سے مباہلہ کر لیا تو نہ ہم بچیں گے اور نہ ہماری آئندہ نسل بچے گی۔ دونوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ نے جو فرمایا ہے وہ ہم آپ کو دے دیں گے۔ آپ ہمارے ساتھ کسی امین آدمی کو بھیج دیں اور کسی اور کو نہیں بلکہ امین ہی کو بھیجیں، آپ نے فرمایا: [لَأَبْعَثَنَّ مَعَكُمْ رَجُلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ فَاسْتَشْرَفَ لَهُ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: قُمْ يَا أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ! فَلَمَّا قَامَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: هٰذَا أَمِينُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ] ''یقیناً میں تمھارے ساتھ ایک سچے اور پکے امانت دار شخص کو بھیجوں گا۔ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نظریں اٹھا کر دیکھنا شروع کر دیا کہ یہ سعادت کسے میسر آتی ہے تو آپ نے فرمایا: اے ابوعبیدہ بن جراح! تم کھڑے ہو جاؤ۔ جب وہ کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ اس امت کے امین ہیں۔'' ②

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ، وَّأَمِينُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ] ''ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح ہے۔'' ③

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ابوجہل قَبَّحَهُ اللّٰهُ نے کہا کہ اگر میں محمد (ﷺ) کو کعبے کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھوں تو آپ کی گردن کو پامال کر دوں۔ آپ نے فرمایا: [لَوْ فَعَلَ لَأَخَذَتْهُ الْمَلَائِكَةُ عِيَانًا وَّلَوْ أَنَّ الْيَهُودَ تَمَنَّوُا الْمَوْتَ لَمَاتُوا، وَرَأَوْا مَقَاعِدَهُمْ مِّنَ النَّارِ، وَلَوْ خَرَجَ الَّذِينَ يُبَاهِلُونَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، لَرَجَعُوا لَا يَجِدُونَ مَالًا وَّلَا أَهْلًا] ''اگر وہ ایسی حرکت کرتا تو آنکھوں کے سامنے فرشتے اسے پکڑ لیتے۔ اگر یہودی موت کی تمنا کرتے تو وہ مرجاتے اور جہنم میں اپنے ٹھکانے دیکھ لیتے اور اگر عیسائی رسول اللہ ﷺ سے مباہلے کے لیے نکلتے تو وہ اس طرح لوٹتے کہ نہ ان کا مال بچتا اور نہ اہل و عیال۔'' ④ اس حدیث کو امام بخاری، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے بھی روایت کیا

① السيرة النبوية لابن هشام، إباؤهم الملاعنة: 584,583/2. ② صحيح البخاري، المغازي، باب قصة أهل نجران، حديث: 4380. ③ صحيح البخاري، المغازي، باب قصة أهل نجران، حديث: 4382. ④ مسند أحمد: 248/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا

آپ کہہ دیجیے: اے اہل کتاب! ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور

نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا

اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو رب نہ بنائے، پھر اگر وہ منہ موڑیں تو تم کہہ دو: اس بات کے گواہ رہو

اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿64﴾

کہ بے شک ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں ﴿64﴾

ہے۔[1] اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب صحیح قرار دیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ﴾ ''بے شک یہی بیان سچا ہے۔'' یعنی اے محمد (ﷺ)! عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہم نے یہ جو بیان کیا ہے یہ بالکل صحیح ہے۔ اس میں ذرہ بھر بھی کسی کمی بیشی کی گنجائش نہیں۔ ﴿وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿62﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا﴾ ''اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک اللہ غالب (اور) صاحب حکمت ہے، پھر اگر وہ منہ موڑیں'' ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿63﴾﴾ ''تو یقیناً اللہ مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔'' یعنی جو حق سے اعراض کر کے باطل کو اختیار کرے تو وہ مفسد ہے اور اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے اور اس کی وہ اسے بدترین سزا دے گا اور وہ اس پر قادر ہے اور کوئی چیز اس کے قبضۂ قدرت سے باہر نہیں ہے۔ وہ ذات پاک ہے ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس کی ناراضی اور اس کی سزا سے اسی کی پناہ چاہتے ہیں۔

تفسیر آیت:64

مسئلہ توحید سب کے ہاں معلوم ہے: یہ خطاب عام ہے جو اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے لیے بھی ہے اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کے لیے بھی کہ ﴿قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ﴾ ''کہہ دیجیے: اے اہل کتاب! ایک بات کی طرف آؤ'' کلمہ کا اطلاق جملۂ مفیدہ پر ہوتا ہے جیسا کہ یہاں فرمایا ہے اور اس کلمہ کی تعریف میں کہا: ﴿سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ ''جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے۔'' یہ بات عدل و انصاف پر مبنی ہے اور اس میں ہم اور تم برابر ہیں، پھر اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے: ﴿اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا﴾ ''وہ یہ کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں۔'' نہ کسی بت کو، نہ صلیب کو، نہ صنم کو، نہ طاغوت کو، نہ آگ کو اور نہ کسی اور ہی چیز کو بلکہ ہم صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں۔

تمام رسولوں کی بھی یہی دعوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ

---

[1] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ﴾ (العلق 96:15)، حدیث:4958 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة اقرأ باسم ربك، حدیث:3348 والسنن الكبرى للنسائی، التفسیر، سورة العلق:6/518 ، حدیث:11685 مختصرًا.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ○ ﴾ (الأنبیاء21:25) ''اور جو پیغمبر ہم نے آپ سے پہلے بھیجے، ان کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، لہٰذا میری ہی عبادت کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ (النحل16:36) ''اور یقیناً ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں (کی پرستش) سے اجتناب کرو۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ ''اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے۔'' ابن جریج فرماتے ہیں: یعنی ہم میں سے کوئی کسی کی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اطاعت نہ کرے۔ ﴿ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴾ ''اگر یہ لوگ (اس بات کو) نہ مانیں تو (ان سے) کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم (اللہ کے) فرمانبردار ہیں۔'' یعنی اگر وہ لوگ اس عدل وانصاف اور اس دعوت کو نہ مانیں تو تم انھیں گواہ بنالو کہ تم اس اسلام پر عمل پیرا ہو جسے اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے مقرر فرمایا ہے۔

وہ نامۂ مبارک جو نبیٔ کریم ﷺ نے ہرقل کی طرف ارسال فرمایا تھا، اس میں لکھا تھا:

﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾ مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ إِلٰى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ! سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى.

أَمَّا بَعْدُ: فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ، أَسْلِمْ تَسْلَمْ ، وَأَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ ، فَإِنْ تَوَلَّيْتَ، فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيسِيِّينَ ، وَ ﴿ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴾

''اللہ کے نام سے (شروع) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، محمد رسول اللہ کی طرف سے روم کے بادشاہ ہرقل کے نام! سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

حمد وثنا کے بعد:

میں تمھیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں، مسلمان ہو جاؤ سلامت رہو گے، اسلام قبول کرلو اللہ تعالیٰ تمھیں دوگنا اجر وثواب عطا فرمائے گا اگر تم نے نہ مانا تو پھر کسانوں کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔ اور ''اے اہل کتاب! جو بات ہمارے اور تمھارے دونوں کے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے، اس کی طرف آؤ، وہ یہ کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے۔ اگر یہ لوگ (اس بات کو) نہ مانیں تو (ان سے) کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم (اللہ کے) فرمانبردار ہیں۔''[1]

محمد بن اسحاق اور کئی دیگر ائمہ نے ذکر کیا ہے کہ سورۂ آل عمران کا ابتدائی حصہ، آغاز سے لے کر اَسّی (80) سے زائد

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ .... ﴾ (آل عمران 3:64)، حديث:4553 و تفسير ابن أبي حاتم:669/2 عن أبي سفيان رضي الله عنه .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ

اے اہل کتاب!تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو؟ حالانکہ تورات اور انجیل تو اس کے بعد ہی نازل

بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿65﴾ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ

کی گئی ہیں، کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ ﴿65﴾ آگاہ رہو!تم وہ لوگ ہو کہ تم نے اس بات میں جھگڑا کیا جس کا تمھیں کچھ علم

فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿66﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا

تھا تو اب تم اس چیز کی بابت کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمھیں کوئی علم نہیں؟ اللہ ہی جانتا ہے تم نہیں جانتے ﴿66﴾ ابراہیم

وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿67﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ

نہ تو یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ وہ صرف حق پرست، فرمانبردار تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے ﴿67﴾ بے شک ابراہیم سے

بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿68﴾

قریب تر وہی لوگ ہیں جنھوں نے ان کی پیروی کی، پھر یہ نبی اور مومن لوگ۔ اور اللہ مومنوں کا دوست ہے ﴿68﴾

آیات تک، وفد نجران کے بارے میں نازل ہوا ہے۔[1] امام زہری فرماتے ہیں کہ یہ پہلے لوگ تھے جنھوں نے جزیہ ادا کیا۔ اوراس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آیت جزیہ فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے، پھر سوال یہ ہے کہ فتح مکہ سے قبل ہرقل کے نام مکتوب گرامی میں اس آیت کے لکھے جانے اور امام محمد بن اسحاق اور امام زہری نے جو ذکر کیا ہے اس میں تطبیق کس طرح ہوگی۔اس کا جواب یہ ہے کہ احتمال ہے کہ وفد نجران کی آمد حدیبیہ سے پہلے ہوئی ہو اور وفد نجران نے جو کچھ ادا کیا وہ مباہلے کے بجائے مصالحت کی وجہ سے ہو نہ کہ جزیے کے طور پر اور اس کے بعد آیت جزیہ اس کی تائید وحمایت اور موافقت میں نازل ہوئی ہو جیسا کہ خُمُس کی فرضیت اور پانچ میں سے باقی چار حصوں کا حکم حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے اس عمل کے مطابق نازل ہوا تھا جو انھوں نے بدر سے پہلے ایک سَرِیّے میں اختیار کیا تھا، پھر مال غنیمت کی تقسیم کا حکم اسی کے مطابق نازل ہوا تھا۔

اس بات کا بھی احتمال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ جب اپنے نامۂ مبارک میں لکھوائے، اس وقت تک نازل ہی نہ ہوئے ہوں اور بعد میں آپ کی تائید وحمایت میں یہ الفاظ قرآن مجید میں نازل ہو گئے ہوں جیسا کہ قرآن مجید میں پردہ، قیدیوں اور منافقوں کی نماز جنازہ نہ پڑھنے سے متعلق آیات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی موافقت میں نازل ہوئی تھیں۔

اسی طرح فرمانِ الٰہی: ﴿ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ ﴾ (البقرۃ2:125) ''اور (حکم دیا کہ) تم مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ۔'' اور فرمان باری: ﴿ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ ﴾ (التحریم5:66) ''اگر وہ (نبی) تمھیں طلاق دے دے تو شاید اس کا رب اس کو تم سے بہتر بیویاں بدلے میں دے۔'' بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی موافقت میں نازل ہوئے۔[2]

[1] السيرة النبوية لابن هشام، مانزل من آل عمران فيهم:576/2. [2] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ ﴾ (التحريم 5:66)، حديث:4916.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر آیات:65-68

دین ابراہیم خلیل علیہ السلام کے بارے میں یہود ونصاریٰ کا جھگڑا: یہود ونصاریٰ نے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے دین کے بارے میں جو جھگڑا کیا اور ان میں سے ہر ایک نے جو یہ دعویٰ کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان میں سے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی مقام پر ان کی تردید فرمائی ہے جیسا کہ امام محمد بن اسحاق بن یسار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نجران کے عیسائی اور یہودی علماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے اور آپس میں جھگڑنے لگے۔

یہودی علماء نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی ہی تھے۔ عیسائیوں نے کہا کہ نہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام تو عیسائی ہی تھے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ ﴾ ''اے اہل کتاب! تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو؟'' یعنی اے یہودیو! تم یہ کیسے دعویٰ کرتے ہو کہ ابراہیم یہودی تھے؟ کیونکہ آپ کا زمانہ تو اللہ تعالیٰ کے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کرنے سے پہلے کا ہے۔ اور اے عیسائیو! تم یہ کیونکر دعویٰ کرتے ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عیسائی تھے؟ جبکہ عیسائیت نے تو ان کے ایک طویل عرصے بعد جنم لیا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝65 ﴾ ''تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟''[1]

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِیْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْمَا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ ﴾ ''دیکھو! ایسی بات میں تو تم نے جھگڑا کیا ہی تھا جس کا تمھیں کچھ علم بھی تھا مگر ایسی بات میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تم کو کچھ بھی علم نہیں؟'' یہ اس شخص کی تردید ہے جو علم کے بغیر جھگڑا کرے۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں علم کے بغیر جھگڑا کیا تھا۔ اگر یہ اس علم کے مطابق جھگڑا کرتے جو ان کے پاس موجود تھا اور ان کے ان دینوں سے متعلق تھا جن کے مطابق عمل کرنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک تھا تو یہ ان کے لیے زیادہ مناسب تھا لیکن انھوں نے تو اس کے بارے میں گفتگو کی جس کا انھیں علم ہی نہ تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید فرمائی اور حکم دیا کہ جس بات کا علم نہ ہو اسے اس عالم الغیب والشہادہ کی طرف لوٹا دیا جائے جو تمام امور کو ان کے حقائق کے مطابق جانتا ہے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝66 ﴾ ''اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' پھر فرمایا: ﴿ مَا كَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا ؕ ﴾ ''ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ ہی عیسائی بلکہ سب (گمراہیوں) سے بے تعلق ہو کر (اللہ کے) فرمانبردار تھے۔'' یعنی شرک سے بے زار اور ایمان کے طلب گار تھے۔ ﴿ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝67 ﴾ ''اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔'' یہ آیت اسی طرح ہے جیسے سورۂ بقرہ کی یہ آیت ہے: ﴿ وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی تَهْتَدُوْا ؕ ﴾ (البقرۃ 2:135) ''اور انھوں نے کہا: تم یہودی یا عیسائی ہو جاؤ تو تم ہدایت پا جاؤ گے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝68 ﴾ ''بے شک ابراہیم سے قرب رکھنے والے تو وہ لوگ ہیں جو ان کی پیروی کرتے ہیں اور یہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) اور وہ لوگ

[1] تفسیر الطبری: 414/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ط وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا

اہل کتاب میں سے ایک گروہ تمھیں گمراہ کرنا چاہتا ہے جبکہ وہ اپنے آپ ہی کو گمراہ کر رہے ہیں اور وہ شعور نہیں رکھتے (69) اے اہل کتاب!

يَشْعُرُوْنَ (69) يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ (70) يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ

تم اللہ کی آیتوں کا انکار کیوں کرتے ہو، حالانکہ تم خود (ان کی سچائی کے) گواہ ہو؟ (70) اے اہل کتاب! تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں خلط ملط

7 ع 8 15 لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (71) ع وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ

کرتے ہو اور تم جانتے بوجھتے حق کو کیوں چھپاتے ہو؟ (71) اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے (اپنے لوگوں سے) کہا: مسلمانوں پر جو چیز نازل

اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ

کی گئی ہے اس پر تم صبح ایمان لاؤ اور شام کو اس کا انکار کر دو تاکہ وہ بھی (ایمان سے) پھر جائیں (72) اور تم اسی کا یقین کرو جو تمھارے دین کا

يَرْجِعُوْنَ (72) ج صلے وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ط قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ لا اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ

پیروکار ہے، آپ کہہ دیجیے: حقیقی ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے۔ (اور کہتے ہیں: مت مانو) کہ کسی کو ویسی چیز مل سکتی ہے جو تمھیں ملی ہے یا

مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ط قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ج يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط

(جس سے) وہ تمھارے رب کے ہاں تم پر حجت قائم کر سکیں۔ کہہ دیجیے: بے شک فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (73) ج يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (74)

ہے اور اللہ وسعت والا، خوب جاننے والا ہے (73) وہ خاص کرتا ہے اپنی رحمت سے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے (74)

جو ایمان لائے ہیں اور اللہ مومنوں کا دوست ہے۔‘‘ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابراہیم خلیل علیہ السلام کی پیروی کے سب سے زیادہ حق دار تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے ان کے دین کی اتباع کی اور یہ نبی محمد ﷺ اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والے آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مہاجرین وانصار اور ان کے بعد آپ کی پیروی کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ حقدار ہیں۔ سعید بن منصور نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ وُلَاةً مِّنَ النَّبِيِّينَ وَإِنَّ وَلِيِّي مِنْهُمْ أَبِي وَخَلِيلُ رَبِّي] ’’ہر نبی کے نبیوں میں سے قریبی دوست ہوتے ہیں اور ان میں سے میرے قریبی دوست میرے باپ اور میرے رب کے قریبی دوست ابراہیم علیہ السلام ہیں۔‘‘ پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ...﴾ [1] فرمان الٰہی ہے: ﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ (68)﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ان تمام مومنوں کا قریبی دوست ہے جو اس کے رسولوں پر ایمان لانے والے ہیں۔

تفسیر آیات: 69-74

① جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة آل عمران، حديث: 2995، [مِنْهُم] ديكهيے المستدرك للحاكم: 292/2، التفسير، باب من سورة آل عمران، حديث: 3151 وسنن سعيد بن منصور، تفسير سورة آل عمران، قوله تعالىٰ: ﴿اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ...﴾ :1047/3، حديث: 501 وتفسير الطبري: 418/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہودیوں کا مسلمانوں سے حسد اور مکروفریب: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ یہودی مومنوں سے حسد رکھتے ہیں اور ان کا مقصد مومنوں کو گمراہ کرنا ہے لیکن اس کا وبال انھی پر لوٹے گا اور انھیں اس بات کا شعور بھی نہیں کہ ان کے خلاف ایک خفیہ چال چلی جا رہی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿70﴾ ﴾ ''اے اہل کتاب! تم اللہ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو، حالانکہ تم خود (ان کی سچائی کے) گواہ ہو؟''یعنی تم جانتے ہو کہ یہ آیات سچی ہیں اور تم ان کی حقیقت کو بھی جانتے ہو۔ ﴿ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿71﴾ ﴾ ''اے اہل کتاب! تم سچ کو جھوٹ کے ساتھ خلط ملط کیوں کرتے ہو اور حق کو کیوں چھپاتے ہو، حالانکہ تم جانتے بھی ہو؟''یعنی تمھاری کتابوں میں حضرت محمد ﷺ کی جو صفات لکھی ہوئی ہیں تم انھیں چھپاتے ہو، حالانکہ تم انھیں جانتے اور سچ مانتے ہو۔

اور اللہ کا فرمان: ﴿ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ ﴾ ''اور اہل کتاب ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ جو (کتاب) مومنوں پر نازل ہوئی ہے اس پر دن کے شروع میں تو ایمان لے آیا کرو اور اس کے آخر میں انکار کر دیا کرو۔'' یہ یہودیوں کی ایک سازش تھی جس کے ساتھ انھوں نے کمزور لوگوں پر ان کے دین کے معاملے کو خلط ملط کر دینا چاہا تھا اور وہ یہ کہ انھوں نے باہمی مشورے سے یہ بات طے کی کہ دن کے شروع کے حصے میں ایمان کا اظہار کر دیا کرو اور صبح کی نماز بھی مسلمانوں کے ساتھ مل کر ادا کر لیا کرو اور جب دن کا آخری حصہ آئے تو اپنے دین کی طرف پلٹ جایا کرو تاکہ جاہل لوگ یہ کہیں کہ مسلمانوں کے دین میں نقص وعیب کی وجہ سے یہ لوگ اپنے دین کی طرف پلٹ گئے ہیں۔ اسی لیے انھوں نے کہا تھا: ﴿ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿72﴾ ﴾ ''تاکہ وہ (اسلام سے) برگشتہ ہو جائیں۔'' ابن ابو نجیح نے مجاہد سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہودیوں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز فجر ادا کی لیکن مکرو فریب کی وجہ سے دن کے آخری حصے میں پھر کافر ہو گئے تاکہ لوگوں کو یہ تاثر ملے کہ اسلام کو قبول کرنے کے بعد انھیں کوئی خامی نظر آئی تھی جس کی وجہ سے انھوں نے اسلام کو ترک کر دیا ہے۔[1]

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ﴾ ''اور اپنے دین کے پیرو کے سوا کسی اور پر یقین نہ کرنا۔'' یعنی اپنے دین کے پیرو کے سوا اور کسی پر نہ مطمئن ہونا اور نہ اپنے راز کو اور جو کچھ تمھارے پاس ہے اسے ظاہر کرنا سوائے اس کے جو تمھارے دین کی پیروی کرے اور جو کچھ تمھارے پاس ہے اسے مسلمانوں پر بھی ظاہر نہ کرنا ورنہ وہ اسے تسلیم کر کے تمھارے خلاف بطور دلیل پیش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ﴾ ''کہہ دیجیے کہ حقیقی ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے۔'' یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ ہی مومنوں کے دلوں کو اس مکمل ایمان کی رہنمائی فرماتا ہے جسے اس نے اپنے عبد ورسول حضرت محمد ﷺ پر روشن آیات، قطعی دلائل اور واضح براہین کے ساتھ نازل فرمایا ہے، خواہ اے یہودیو! تم نبیَ

---

[1] تفسیر الطبری: 3/424.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ

اور اہل کتاب میں سے بعض وہ ہیں کہ اگر آپ ان کے پاس خزانے کا ڈھیر امانت رکھیں تو وہ بھی آپ کو ادا کر دیں گے اور ان میں سے بعض وہ ہیں کہ

بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا لَيْسَ

اگر آپ ان کے پاس ایک دینار امانت رکھیں تو وہ آپ کو ادا نہیں کریں گے الا یہ کہ آپ ہمیشہ ان (کے سر) پر کھڑے رہیں۔ یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں:

عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿75﴾ بَلٰي مَنْ

ہم پر اُمّیوں (عربوں) کی بابت کوئی گناہ نہیں اور وہ جانتے بوجھتے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ﴿75﴾ کیوں نہیں! (بلکہ مؤاخذہ ہوگا، البتہ) جو شخص اپنا عہد پورا

اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿76﴾

کرے اور اللہ سے ڈرے تو بے شک اللہ متقیوں کو پسند کرتا ہے ﴿76﴾

امی حضرت محمد ﷺ کی اس صفت و شان کو چھپا بھی لو جو تمھاری ان کتابوں میں موجود ہے جو تمھارے سابقہ انبیاء سے منقول ہیں۔

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاۗجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ ﴾ ''(وہ یہ بھی کہتے ہیں:) یہ بھی (نہ مانتا) کہ جو چیز تم کو ملی ہے ویسی کسی اور کو ملے گی یا وہ تمھارے اللہ کے روبرو تم پر حجت قائم کر سکیں گے۔'' یعنی وہ کہتے تھے کہ تمھارے پاس جو علم ہے اسے مسلمانوں کے سامنے ظاہر نہ کرو ورنہ وہ تم سے سیکھ کر تمھارے برابر ہو جائیں گے بلکہ شدت ایمان کی وجہ سے تم سے بڑھ جائیں گے یا وہ تمھارے اللہ کے روبرو تم پر حجت قائم کر سکیں گے، یعنی جو کچھ تمھارے پاس موجود ہے اسے تمھارے ہی خلاف بطور دلیل پیش کریں گے، پھر تمھارے ہی خلاف حجت قائم ہو جائے گی اور یہ حجت دنیا و آخرت دونوں میں قائم ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ ﴾ ''(یہ بھی) کہہ دیجیے کہ بزرگی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔'' یعنی تمام امور صرف اور صرف اس کے تصرف اور اختیار میں ہیں، وہ جس کو چاہے عطا فرمائے اور جس کو چاہے محروم کر دے جس پر چاہے ایمان، علم اور مکمل فہم کے ساتھ احسان فرمائے اور جسے چاہے گمراہ کر دے، اس کی بصیرت و بصارت کو اندھا کر دے، اس کے دل اور کان پر مہر لگا دے اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دے، ہر ہر چیز میں اس کی حجت تامہ اور حکمت بالغہ کارفرما ہے۔

﴿ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿73﴾ ڑ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿74﴾ ﴾ ''اور اللہ کشائش والا (اور) علم والا ہے، وہ اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔'' یعنی اے مومنو! اللہ تعالیٰ نے تمھیں اپنے اس خاص فضل سے سرفراز فرمایا ہے کہ تمھارے نبی کو دیگر تمام انبیائے کرام کے مقابلے میں بے حد و حساب اور بے پایاں فضل و شرف سے نوازا اور سب سے زیادہ کامل اور اکمل دین و شریعت کی طرف تمھاری رہنمائی فرمائی ہے۔

تفسیر آیات: 76,75

یہودیوں کی امانت کا حال: اللہ تعالیٰ مطلع فرما رہا ہے کہ یہودیوں میں کچھ لوگ حد درجہ خائن بھی ہیں، اس لیے وہ مومنوں کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلقین فرما رہا ہے کہ ان سے فریب خوردہ نہ ہونا کیونکہ ان میں سے کوئی ایسا بھی ہے ﴿ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ ﴾ کہ اگر آپ اس کے پاس ڈھیر سارا مال بطور امانت رکھیں ﴿ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ ﴾ ''تو وہ آپ کو (فوراً) واپس دے دے گا۔'' یعنی اگر مال اس سے کم ہو تو اسے بطریق اولیٰ واپس دے دے گا۔ ﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۭ ﴾ ''اور کوئی ان میں سے اس طرح کا ہے کہ اگر آپ اس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھیں تو جب تک اس (کے سر) پر ہر وقت کھڑے نہ رہیں آپ کو ادا نہیں کرے گا۔'' یعنی جب تک آپ بڑے شدومد سے اور الحاح (منت وسماجت) و اصرار کے ساتھ مطالبہ نہ کریں وہ آپ کو ایک دینار بھی واپس نہیں دے گا اور اگر ایک دینار لوٹانے میں وہ پس وپیش کرتا ہے تو اس سے اندازہ لگائیے کہ اگر مال اس سے زیادہ ہو تو وہ کس طرح واپس کرے گا؟ دینار تو ایک معروف چیز ہے اور قنطار کے بارے میں اس سورت کے آغاز میں بحث ہو چکی ہے۔[1]

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ ﴾ ''یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں: امیوں کے بارے میں ہم سے مؤاخذہ نہیں ہوگا۔'' یعنی انکار حق پر اس بات نے انھیں آمادہ کیا کہ وہ کہتے ہیں: ہمارے دین میں ان پڑھ لوگوں کے اموال کھانے میں کوئی حرج نہیں، ان پڑھ لوگوں سے مراد عرب ہیں، ان لوگوں کے اموال کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے حلال قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿75﴾ ﴾ ''یہ اللہ پر محض جھوٹ بولتے ہیں اور (اس بات کو) جانتے بھی ہیں'' کہ یہ بات انھوں نے خود گھڑی ہے، اس گمراہی کو اختیار کر کے یہ بہتان طرازی کر رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو ناحق مال کھانے کو حرام قرار دیا ہے مگر اس کا کیا کیا جائے کہ یہودی ایک، بہتان طراز قوم ہے۔

امام عبدالرزاق نے صَعْصَعَہ بن یزید[2] سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ہمیں بسا اوقات میدان جنگ میں اہل ذمہ کے مال میں سے مرغی اور بکری وغیرہ مل جاتی ہے؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس کے بارے میں پھر تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس کے بارے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ تو وہی بات ہوئی جو اہل کتاب نے کہی تھی: ﴿ لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ ﴾ ''امیوں کے بارے میں ہم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔'' وہ جب تمھیں جزیہ ادا کریں تو ان کا مال ان کی رضامندی کے بغیر تمھارے لیے حلال نہیں ہے۔[3]

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ بَلٰي مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى ﴾ ''کیوں نہیں! بلکہ جو شخص اپنے اقرار کو پورا کرے اور (اللہ سے) ڈرے۔'' یعنی اے اہل کتاب! جو تم میں سے اپنے اقرار کو پورا کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس عہد کو پورا کرے جو اللہ

---

[1] دیکھیے آل عمران، آیت:14 کے ذیل میں۔ [2] تفسیر عبدالرزاق میں صعصعہ بن معاویہ ہے لیکن درست صعصعہ بن یزید ہی ہے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن یزید ہی روایت کرتے ہیں۔ دیکھیے التاریخ الکبیر، ق:2_ج:2، جلد:320/4، رقم:2984. [3] تفسیر عبدالرزاق، ومن سورۃ آل عمران:398/1، رقم:418.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ

بے شک جو لوگ اللہ کا عہد اور اپنی قسمیں تھوڑی قیمت کے بدلے بیچ ڈالتے ہیں، ان لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا اور قیامت

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿77﴾

کے روز اللہ ان سے کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ﴿77﴾

تعالیٰ نے تم سے لیا تھا کہ جب محمد ﷺ مبعوث ہوں تو تم نے ان کے ساتھ ایمان لانا ہوگا جس طرح یہ عہد اللہ تعالیٰ نے سابقہ تمام انبیاء اور ان کی امتوں سے بھی لیا تھا اور جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے بچ جائے، اس کی اطاعت کرے اور اس کی اس شریعت کی پیروی کرے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خاتم الرسل اور سید البشر حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے۔ ﴿فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿76﴾﴾ ''تو بے شک اللہ ڈرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

تفسیر آیت:77

عہد کی خلاف ورزی کرنے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ محمد ﷺ کی اتباع کریں گے، لوگوں کے سامنے آپ کی صفت کو ذکر اور آپ کی شان کو بیان کریں گے مگر انھوں نے اس عہد اور اپنی جھوٹی قسموں کے عوض تھوڑی سی قیمت حاصل کر لی۔ اس قیمت سے مراد اس فانی اور زوال پذیر دنیا کا ساز و سامان ہے۔ ﴿أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ﴾ ''اور ان لوگوں کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔'' ﴿وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ ''اور ان سے اللہ نہ تو کلام کرے گا اور نہ قیامت کے روز ان کی طرف دیکھے گا۔'' یعنی نہ تو ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ لطف و مہربانی سے کلام کرے گا۔ ﴿وَلَا يُزَكِّيهِمْ﴾ ''اور نہ ان کو پاک کرے گا۔'' یعنی گناہوں اور میل کچیل سے بلکہ حکم دے گا کہ انھیں جہنم رسید کر دو۔ ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿77﴾﴾ ''اور ان کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔''

اس آیت کریمہ سے متعلق کئی احادیث بھی ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں: (1) امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ثَلَاثَةٌ لَّا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَنْ هُمْ؟ خَسِرُوا وَخَابُوا، قَالَ: فَأَعَادَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالَ: الْمُسْبِلُ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ أَوِ الْفَاجِرِ، وَالْمَنَّانُ] ''تین شخص ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ نہ تو کلام کرے گا اور نہ قیامت کے روز ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ کون ہیں؟ وہ تو خائب و خاسر ہو گئے، رسول اللہ ﷺ نے اس ارشاد کو تین بار دہرایا، پھر فرمایا: 1۔ اپنے کپڑے کو ٹخنے سے نیچے لٹکانے والا۔ 2۔ اپنے سودے کو جھوٹی یا حقیقت کے برعکس قسم کے ساتھ بیچنے والا اور 3۔ احسان کر کے جتلانے والا۔''[1] اور اس حدیث کو امام مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے

[1] مسند أحمد: 148/5.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی روایت کیا ہے۔ ①

(2) امام احمد رحمہ اللہ نے عدی بن عُمیرہ کِنْدِی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ کِنْدَہ کے امرؤ القیس بن عابس نامی ایک شخص نے حَضْرَمَوت کے ایک شخص سے زمین کے بارے میں اپنے جھگڑے کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضر موت کے اس شخص سے کہا: گواہی پیش کرو مگر اس کے پاس کوئی گواہی نہیں تھی، پھر آپ نے امرؤ القیس سے کہا: تم قسم کھاؤ، حَضْرَمی نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اگر آپ اسے قسم کے ساتھ موقع دے دیں گے تو رب کعبہ کی قسم! وہ میری زمین کو لے جائے گا، چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا: [مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِینٍ کَاذِبَةٍ لِّیَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ أَخِیهِ لَقِیَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَیْهِ غَضْبَانُ ، قَالَ رَجَاءٌ: وَتَلَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ﴾] ''جس شخص نے کسی کا مال ناحق لینے کے لیے جھوٹی قسم کھائی تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے سخت ناراض ہوگا۔ اس حدیث کے ایک راوی رجاء بیان کرتے ہیں کہ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت بھی فرمائی: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ﴾ ''بے شک جو لوگ اللہ کا عہد اور اپنی قسمیں تھوڑی قیمت کے بدلے بیچ ڈالتے ہیں۔'' امرؤ القیس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! جو اسے ترک کر دے اسے کیا ملے گا؟ فرمایا: جنت۔ تو اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ گواہ رہیں میں نے ساری زمین اس کے لیے چھوڑ دی ہے۔'' ②
اور اس حدیث کو نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ③

(3) امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِینٍ هُوَ فِیهَا فَاجِرٌ لِّیَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ ، لَّقِیَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَهُوَ عَلَیْهِ غَضْبَانُ] ''جس شخص نے جھوٹی قسم کھائی تاکہ کسی مسلمان شخص کے مال کو ناحق حاصل کر لے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے سخت ناراض ہوگا۔'' اشعث نے کہا: واللہ! یہ میرے بارے میں تھا، میری اور ایک یہودی کی مشترکہ زمین تھی تو اس نے میرے حصے کا انکار کر دیا۔ میں اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گیا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: [أَلَكَ بَیِّنَةٌ؟ قُلْتُ: لَا، فَقَالَ لِلْیَهُودِیِّ: اِحْلِفْ، فَقُلْتُ: یَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِذَنْ یَّحْلِفُ فَیَذْهَبُ مَالِی، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ..... ﴾ ''کیا تمھارے پاس گواہی موجود ہے؟ میں نے کہا: نہیں تو آپ نے یہودی سے فرمایا: پھر تم قسم کھاؤ، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ تو قسم کھا کر میرا مال لے

① صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان غلظ تحریم إسبال الإزار والمن بالعطیة ......، حدیث:106 و سنن أبی داود، اللباس، باب ماجاء فی إسبال الإزار، حدیث:4087 و جامع الترمذی، البیوع، باب ماجاء فیمن حلف علی سلعة کاذبًا، حدیث:1211 و سنن النسائی، الزینة، باب إسبال الإزار:5335 و سنن ابن ماجه، التجارات، باب ماجاء فی کراهیة الأیمان فی الشراء والبیع، حدیث:2208. ② مسند أحمد :192,191/4. ③ السنن الکبری للنسائی، القضاء، ذکر الاختلاف علی عدی بن عدی فیمن حلف علی مال امرئ مسلم:486/3، حدیث:5996.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ

اور بے شک ان میں سے ایک گروہ کتاب پڑھتے ہوئے زبان کو مروڑتا ہے تاکہ تم اسے کتاب کا حصہ سمجھو، حالانکہ وہ کتاب میں سے

وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿78﴾

نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے، حالانکہ وہ اللہ کی جانب سے نہیں اور وہ جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ﴿78﴾

اڑے گا، تب اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر اس آیت کریمہ کو نازل فرمادیا: ''بے شک جو لوگ اللہ کا عہد اور اپنی قسمیں تھوڑی قیمت کے بدلے بیچ ڈالتے ہیں۔''[1]

(4) امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان فرمایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [ثَلَاثَةٌ لَّا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَايَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: رَجُلٌ مَّنَعَ ابْنَ السَّبِيلِ فَضْلَ مَاءٍ عِنْدَهُ، وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلٰى سِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ ـ يَعْنِي كَاذِبًا ـ وَّ رَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا فَإِنْ أَعْطَاهُ وَفٰى لَهُ، وَإِنْ لَّمْ يُعْطِهِ لَمْ يُوفِ لَهُ] ''تین شخص ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ روز قیامت نہ کلام فرمائے گا، نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دکھ دینے والا عذاب ہوگا: (1) جو شخص اپنے پاس موجود زائد پانی سے مسافر کو روکے (2) جو شخص عصر کے بعد جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچے اور (3) جو شخص کسی امام کی بیعت کرے اگر وہ اسے (مال) دیتا رہے تو بیعت کو پورا کرے اور اگر نہ دے تو اسے پورا نہ کرے۔''[2] امام ابوداود اور ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔[3] اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

تفسیر آیت: 78

زبانوں کو مروڑ کر یہودیوں کی کلام الٰہی میں تحریف: اللہ تعالیٰ یہودیوں کے بارے میں فرما رہا ہے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنتیں ہوں۔ ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کلام میں تحریف کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے کلام کو بدل دیتے ہیں اور اسے اصل مراد سے دور ہٹا دیتے ہیں تاکہ جاہلوں کو یہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یہ کلام اسی طرح ہے۔ اور وہ اس تحریف شدہ کلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ ہے اور انھیں خود بھی معلوم ہے کہ یہ اس سارے معاملے میں کذب اور افترا پردازی سے کام لے رہے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿78﴾ ﴾ ''اور اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں اور وہ (یہ بات) جانتے بھی ہیں۔''

امام مجاہد، شعبی، حسن، قتادہ اور ربیع بن انس رحمہم اللہ ﴿ يَلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ ﴾ ''کتاب (تورات) کو زبان مروڑ مروڑ کر

[1] صحيح البخاري، الشهادات، باب سؤال الحاكم المدّعي: هل لك بينة؟......، حديث:2667 و صحيح مسلم، الإيمان، باب وعيد من اقتطع حق مسلم بيمين فاجرة بالنار، حديث:138 و مسند أحمد:379/1 واللفظ له. [2] مسند أحمد:480/2. [3] سنن أبي داود، البيوع، باب في منع الماء، حديث:3474 و جامع الترمذي، السير، باب ماجاء في نكث البيعة، حديث:1595.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا

کسی شخص کو لائق نہیں کہ اللہ اسے کتاب و حکمت اور نبوت عطا کرے، پھر وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ

لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿79﴾

کر میرے بندے بن جاؤ ، بلکہ (وہ کہے گا:) تم رب والے بن جاؤ کیونکہ تم اس کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور خود بھی

وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ۭ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ

اسے پڑھتے ہو ﴿79﴾ اور وہ تمھیں یہ حکم نہیں دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنا لو، کیا وہ تمھیں کفر کا حکم دے گا جبکہ

8 ع 9 16 مُّسْلِمُوْنَ ﴿80﴾ ع

تم مسلمان ہو چکے؟ ﴿80﴾

پڑھتے ہیں۔'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تورات میں تحریف کرتے ہیں۔ ①

اور اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان فرمایا ہے کہ وہ تحریف کرتے اور اس کو زائل کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں سے کسی کتاب کے ایک لفظ کو بھی زائل کر سکے لیکن یہ لوگ تحریف کرتے اور اس کی غلط تاویل کرتے ہیں۔ ②

وہب بن مُنَبِّہ فرماتے ہیں کہ تورات و انجیل کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح نازل فرمایا تھا، ان میں سے کسی ایک حرف کو بھی بدلا نہیں جا سکا لیکن یہ لوگ اپنی تحریف و تاویل کے ذریعے سے لوگوں کو گمراہ کرتے تھے اور اپنی طرف سے کتابیں لکھ کر کہتے: ﴿ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ﴾ ''وہ اللہ کی طرف سے (نازل ہوا) ہے، حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا۔'' جہاں تک اللہ تعالیٰ کی کتابوں کا تعلق ہے تو وہ محفوظ ہیں، انھیں نہیں بدلا جا سکتا۔ ③

اگر وہب کی مراد ان کتابوں سے ہے جو اس وقت اہل کتاب کے پاس موجود ہیں تو بلاشک وشبہ ان میں تبدیلی، تحریف اور کمی بیشی ہو چکی ہے اور جہاں تک ان کے عربی تراجم کا تعلق ہے، ان میں بھی بہت بڑی غلطیاں، بہت کمی بیشی اور بہت نمایاں اوہام ہیں بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ عربی میں ترجمہ کرنے والوں نے از خود اپنی طرف سے تفسیر ہی کو کتابوں میں داخل کر کے انھیں اصل باور کرانے کی کوشش کی ہے جبکہ ان سب ترجمہ کرنے والوں کا فہم ہی فاسد ہے اور اگر وہب کا مقصد ان کتابوں کی طرف اشارہ کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں تو وہ واقعی محفوظ ہیں، ان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے۔

تفسیر آیات: 80,79

نبی اپنی یا غیر اللہ کی عبادت کی دعوت نہیں دیتا: کسی آدمی کو یہ شایان نہیں کہ اللہ تو اسے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ میری بھی عبادت کرو اگر یہ بات کسی نبی ورسول کو زیب نہیں دیتی تو

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 689/2. ② صحیح البخاری، التوحید، باب قول اللّٰه تعالٰی: ﴿ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝ ﴾ البروج: 22,21/85، قبل الحدیث: 7553. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 689/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی اور کو بطریق اولیٰ زیب نہیں دیتی۔ جاہل علماء و رہبان اور گمراہی کے علمبردار اس مذمت و توبیخ میں داخل ہیں نہ کہ انبیائے کرام اور ان کی اتباع کرنے والے باعمل علماء کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت بجالاتے ہیں اور جس کام سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہوتا ہے اس سے منع کرتے ہیں۔ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو ان تک پہنچا دیا ہوتا ہے، وہ تو اس پیغام کے ادا کرنے میں جس کے وہ حاملین ہوتے ہیں اور امانت کے پہنچانے میں، اللہ اور اس کی مخلوق کے مابین سفیر ہوتے ہیں۔ انھوں نے اپنے مشن کو بہت احسن انداز میں مکمل کیا، مخلوق کی ہمدردی و خیر خواہی کی اور اس تک پیغام حق کو بلا کم وکاست پہنچا دیا۔

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿79﴾ ﴾ ''اور البتہ تم ربانی ہو جاؤ کیونکہ تم کتاب پڑھتے پڑھاتے رہتے ہو۔'' یعنی رسول کو تو لوگوں سے یہ کہنا سزاوار ہے کہ تم (علمائے) ربانی بن جاؤ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابورزین کے علاوہ بھی کئی ایک ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ ﴿ رَبّٰنِيّٖنَ ﴾ کے معنی حکماء، حلماء اور علماء ہیں۔ [1] امام ضحاک ﴿ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿79﴾ ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن کا علم حاصل کرے تو اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ فقیہ بھی ہو۔ [2] ﴿ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿79﴾ ﴾ یعنی اس لیے کہ تم اس کے الفاظ یاد رکھتے ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓىِٕكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ﴾ ''اور وہ تمھیں یہ حکم نہیں دے گا کہ تم فرشتوں اور پیغمبروں کو رب بنا لو۔'' یعنی وہ اللہ کے سوا کسی بھی نبی رسول یا ملک مقرب کی عبادت کی دعوت نہیں دیتا۔ ﴿ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿80﴾ ﴾ ''بھلا جب تم مسلمان ہو چکے ہو تو کیا اسے زیبا ہے کہ تمھیں کافر ہونے کو کہے؟'' نبی ایسا کر ہی نہیں سکتا کیونکہ جو غیر اللہ کی عبادت کی دعوت دے وہ تو کفر کی دعوت دیتا ہے جبکہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام ایمان کی دعوت دیتے ہیں اور ایمان یہ ہے کہ صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ○ ﴾ (الأنبیآء 25:21) ''اور جو پیغمبر ہم نے آپ سے پہلے بھیجے ان کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، لہٰذا تم میری ہی عبادت کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ج ﴾ (النحل 36:16) ''اور یقیناً ہم نے ہر جماعت میں ایک پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت (بتوں کی پرستش) سے اجتناب کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ○ ﴾ (الزخرف 45:43) ''اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) جو اپنے پیغمبر ہم نے آپ سے پہلے بھیجے ہیں ان کے احوال دریافت کریں کہ کیا ہم نے (اللہ) رحمان کے سوا اور معبود بنائے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے؟'' اور فرشتوں کے حوالے سے بات کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 691/2. [2] تفسیر ابن أبي حاتم: 692/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيۡتُكُمۡ مِّنۡ كِتٰبٍ وَّحِكۡمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ

اور (یاد کرو) جب اللہ نے تمام نبیوں سے عہد لیا تھا کہ جب میں تمھیں کتاب اور حکمت عطا کروں، پھر تمھارے پاس کوئی رسول آئے جو اس (کتاب)

مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنۡصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقۡرَرۡتُمۡ وَاَخَذۡتُمۡ عَلٰى ذٰلِكُمۡ اِصۡرِىۡ ؕ

کی تصدیق کرتا ہو جو تمھارے پاس ہے تو تمھیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔ اللہ نے فرمایا: کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد

قَالُوۡۤا اَقۡرَرۡنَا ؕ قَالَ فَاشۡهَدُوۡا وَاَنَا مَعَكُمۡ مِّنَ الشّٰهِدِيۡنَ ﴿81﴾ فَمَنۡ تَوَلّٰى بَعۡدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓـئِكَ

قبول کرتے ہو؟ انھوں نے کہا: ہم نے اقرار کیا۔ اللہ نے فرمایا: تو تم گواہ رہنا اور میں بھی تمھارے ساتھ گواہ ہوں ﴿81﴾ پھر اس کے بعد جو بھی منہ موڑے

هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿82﴾

گا تو ایسے لوگ ہی نافرمان ہیں ﴿82﴾

دُوۡنِهٖ فَذٰلِكَ نَجۡزِيۡهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجۡزِى الظّٰلِمِيۡنَ ﴾ (الأنبیاء 29:21) ''اور جو شخص کچھ اور کریں ان میں سے یہ کہے کہ اللہ کے سوا میں بھی معبود ہوں تو اسے ہم دوزخ کی سزا دیں گے اور ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔''

تفسیر آیات: 82,81

انبیاء علیہم السلام سے ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے کا عہد: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جس قدر بھی انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے ان سب سے یہ عہد لیا کہ اللہ تعالیٰ انھیں جس قدر بھی عظیم الشان کتاب وحکمت عطا فرمائے اور انھیں جس قدر بھی بلند و بالا مقام و مرتبے پر پہنچا دے، پھر ان کے پاس وہ رسول آ جائے تو اس کے ساتھ ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی اور علم و نبوت اس بعد میں آنے والے پیغمبر کی اتباع و نصرت میں رکاوٹ نہ بنے۔ اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيۡتُكُمۡ مِّنۡ كِتٰبٍ وَّحِكۡمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنۡصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقۡرَرۡتُمۡ وَاَخَذۡتُمۡ عَلٰى ذٰلِكُمۡ اِصۡرِىۡ ؕ ﴾ ''اور جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں، پھر تمھارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمھاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمھیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی مدد کرنی ہوگی اور (عہد لینے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا (مجھے ضامن بنایا؟)'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ربیع، قتادہ اور سدی فرماتے ہیں: ﴿ اِصۡرِىۡ ؕ ﴾ سے مراد ''میرا عہد'' ہے۔[1] محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں: کیا تم نے میرے شدید تاکید والے اس عہد و قرار کو تسلیم کیا؟[2] ﴿ قَالُوۡۤا اَقۡرَرۡنَا ؕ قَالَ فَاشۡهَدُوۡا وَاَنَا مَعَكُمۡ مِّنَ الشّٰهِدِيۡنَ ﴿81﴾ فَمَنۡ تَوَلّٰى بَعۡدَ ذٰلِكَ ﴾ ''انھوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ اللہ نے فرمایا: تو تم (اس عہد و پیمان کے) گواہ رہو اور میں بھی تمھارے ساتھ گواہ ہوں، پھر جو اس کے بعد پھر جائیں۔'' یعنی اس عہد و قرار سے پھر جائیں ﴿ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿82﴾ ﴾ ''تو وہی بدکردار ہیں۔''

حضرت علی بن ابو طالب اور ان کے برادر عم زاد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس قدر بھی

[1] تفسیر ابن أبی حاتم:2/695. [2] تفسیر ابن أبی حاتم:2/695.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ

کیا وہ لوگ اللہ کے دین کے سوا کوئی اور دین چاہتے ہیں؟ حالانکہ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ چاہتے اور نہ چاہتے ہوئے بھی اللہ کا

يُرْجَعُونَ ﴿83﴾ قُلْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ

فرمانبردار ہے اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے ﴿83﴾ آپ کہہ دیجیے: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر بھی جو کچھ ہم پر نازل کیا گیا، اور جو ابراہیم،

وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَالنَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ

اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد پر (نازل کیا گیا) اور ان (کتابوں) پر بھی جو موسیٰ عیسیٰ اور دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئیں،

بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿84﴾ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ

ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (اللہ) کے فرمانبردار ہیں ﴿84﴾ اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے گا تو وہ اس

مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿85﴾

سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا ﴿85﴾

انبیائے کرام مبعوث فرمائے ان میں سے ہر ہر نبی سے یہ عہد و پیمان لیا تھا کہ اگر ان کی زندگی میں حضرت محمد ﷺ کو مبعوث کر دیا گیا تو انھوں نے آپ کے ساتھ ضرور ایمان لانا ہوگا اور آپ کی ضرور مدد کرنی ہوگی۔[1] اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر ہر نبی کو یہ بھی حکم دیا کہ وہ اپنی امت سے بھی یہ عہد و پیمان لیں کہ اگر ان کی زندگی میں حضرت محمد ﷺ تشریف لے آئیں تو انھوں نے بھی آپ کے ساتھ ضرور ایمان لانا اور آپ کی ضرور مدد کرنی ہوگی۔ امام طاؤس، حسن بصری اور قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں گے۔[2] یہ بات حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی بات کے خلاف نہیں ہے۔

خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ پر تا قیامت دائمی طور پر اللہ کی رحمتیں اور سلامتی ہو، آپ ہی امام اعظم ہیں کہ آپ جس عہد و عصر میں بھی ہوں واجب الطاعت ہیں، آپ کی ذات گرامی تمام انبیائے کرام سے مقدم ہے، یہی وجہ ہے کہ جب شب معراج تمام انبیائے کرام بیت المَقدِس میں جمع ہوئے تو امامت انبیاء کا تاج آپ کے سر مبارک پر رکھا گیا تھا۔[3] اسی طرح میدان حشر میں بھی اس وقت صرف آپ ہی کو شفاعت کا اعزاز حاصل ہوگا جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے مابین فیصلہ فرمانے کے لیے جلوہ افروز ہوگا۔ یہی وہ مقام محمود ہے جو آپ ہی کی ذات گرامی کے شایان شان ہے۔ اولوالعزم نبیوں اور رسولوں کو بھی یہ اعزاز حاصل نہ ہو سکے گا۔ سب شفاعت کرنے سے معذرت کر دیں گے حتی کہ لوگ آپ سے درخواست کریں گے تو یہ اعزاز آپ ہی کو نصیب ہوگا کہ آپ بندگان الٰہی کے لیے شفاعت فرمائیں گے۔[4] صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ.

① تفسیر الطبری:451,450/3. ② تفسیر الطبری:451,450/3. ③ ماخوذ از صحیح مسلم، الإیمان، باب ذکر المسیح ابن مریم ......، حدیث:172 و سنن النسائی، الصلاۃ، باب فرض الصلاۃ ......، حدیث:451 و مسند أحمد:257/1. ④ دیکھیے صحیح البخاری، حدیث:4712 و حدیث:7440,7439 عن أبی ہریرۃ و أنس و ابن عباس رضی اللہ عنہم.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر آیات:83-85

اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے اس کے علاوہ کوئی دین قابل قبول نہ ہوگا: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی تردید کرتے ہوئے فرماتا ہے جو اس کے اس دین کے سوا کسی اور دین کے طالب ہوں جس کے ساتھ اس نے اپنی کتابوں کو نازل فرمایا اور اپنے رسولوں کو بھیجا اور وہ دین یہ ہے کہ صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی جائے کیونکہ اس کی ذات گرامی تو وہ ہے ﴿ لَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''سب اہل آسمان وزمین اسی کے فرمانبردار ہیں۔'' جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ ﴿ طَوْعًا وَّ كَرْهًا ﴾ ''چاہتے ہوئے اور نہ چاہتے ہوئے بھی'' اسی اللہ کا فرمانبردار ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا ﴾ (الرعد 13:15) ''اور جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے یا زبردستی سے اللہ کے آگے سجدہ کرتی ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ○ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ○ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ○ ﴾ (النحل 16:48-50) ''کیا ان لوگوں نے اللہ کی مخلوقات میں سے ایسی چیزیں نہیں دیکھیں جن کے سائے دائیں (سے بائیں کو) اور بائیں اطراف (سے دائیں کو) لوٹتے رہتے ہیں (یعنی) اللہ کے آگے عاجز ہو کر سجدے میں پڑے رہتے ہیں۔ اور تمام جاندار جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب اللہ کے آگے سجدہ کرتے ہیں اور فرشتے بھی اور وہ ذرا غرور نہیں کرتے۔ وہ اپنے اوپر اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور جو ان کو ارشاد ہوتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔''

مومن تو اپنے قلب وقالب سے اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہے مگر کافر زبردستی اللہ کے حکم کا پابند ہے کہ وہ اس کی تسخیر، اس کے غلبے اور اس کی عظیم بادشاہت کے تابع ہے جس کی قطعاً خلاف ورزی اور حکم عدولی نہیں کی جاسکتی۔ امام وکیع نے اپنی تفسیر میں حضرت مجاہد سے ﴿ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ آیت اسی طرح ہے جس طرح یہ ہے: ﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ط ﴾ (لقمٰن 31:25) ''اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔''[1]

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب اللہ تعالیٰ نے عہد و پیمان لیا تھا۔[2] ﴿ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿83﴾ ﴾ اور قیامت کے دن (سب کو) اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا دے گا۔

پھر فرمایا: ﴿ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا ﴾ ''آپ کہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو (کتاب) ہم پر نازل ہوئی۔'' یعنی قرآن، ﴿ وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ﴾ ''اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب پر نازل کیا گیا۔'' یعنی صحیفے اور وحی۔ ﴿ وَالْاَسْبَاطِ ﴾ ''اور ان کی اولاد پر۔'' اس سے مراد اسرائیل، یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام

[1] تفسیر الطبری:456/3. [2] تفسیر الطبری:456/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی اولاد سے تشکیل پانے والے بنی اسرائیل کے بارہ خاندان ہیں، ﴿ وَمَآ أُوْتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ﴾ ’’اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو ملا۔‘‘ اس سے مراد تورات اور انجیل ہے، ﴿ وَالنَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمۡ ﴾ ’’اور دوسرے انبیاء کو ان کے پروردگار کی طرف سے (ملا)۔‘‘ یہ کلمہ عام ہے اور اس سے مراد تمام انبیائے کرام علیہم السلام ہیں۔ ﴿ لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ أَحَدٖ مِّنۡهُمۡ ﴾ ’’ہم ان پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے۔‘‘ بلکہ سب کے ساتھ ایمان لاتے ہیں۔ ﴿ وَنَحۡنُ لَهُۥ مُسۡلِمُونَ ﴿84﴾ ﴾ ’’اور ہم اسی (اللہ واحد) کے فرمانبردار ہیں۔‘‘

اس امت کے مومن ہر اس نبی کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اور ہر اس کتاب کو بھی مانتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا، ان میں سے کسی چیز کا بھی کفر و انکار نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہر کتاب اور اللہ تعالیٰ کے مبعوث کردہ ہر پیغمبر کی تصدیق کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَن يَبۡتَغِ غَيۡرَ ٱلۡإِسۡلَٰمِ دِينٗا فَلَن يُقۡبَلَ مِنۡهُ ﴾ ’’اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔‘‘ یعنی جو شخص کسی ایسے رستے پر چلے جسے اللہ تعالیٰ نے مقرر نہیں فرمایا تو وہ اس سے ہرگز قابل قبول نہ ہوگا۔ ﴿ وَهُوَ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ ﴿85﴾ ﴾ ’’اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔‘‘ جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَّيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ] ’’جس شخص نے کوئی ایسا عمل کیا جس کے بارے میں ہمارا امر نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔‘‘[1]

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت حسن بصری کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ہم سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث اس وقت بیان کی جب ہم مدینہ میں تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[تَجِيءُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، فَتَجِيءُ الصَّلَاةُ فَتَقُولُ : يَا رَبِّ! أَنَا الصَّلَاةُ ، فَيَقُولُ: إِنَّكِ عَلٰى خَيْرٍ ، فَتَجِيءُ الصَّدَقَةُ فَتَقُولُ : يَا رَبِّ ! أَنَا الصَّدَقَةُ ، فَيَقُولُ: إِنَّكِ عَلٰى خَيْرٍ، ثُمَّ يَجِيءُ الصِّيَامُ فَيَقُولُ : يَا رَبِّ ! أَنَا الصِّيَامُ ، فَيَقُولُ: إِنَّكَ عَلٰى خَيْرٍ ، ثُمَّ تَجِيءُ الْأَعْمَالُ عَلٰى ذٰلِكَ فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : إِنَّكِ عَلٰى خَيْرٍ ، ثُمَّ يَجِيءُ الْإِسْلَامُ فَيَقُولُ : يَا رَبِّ ! أَنْتَ السَّلَامُ وَأَنَا الْإِسْلَامُ ، فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : إِنَّكَ عَلٰى خَيْرٍ بِكَ الْيَوْمَ آخُذُ وَبِكَ أُعْطِي ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِي كِتَابِهِ: ﴿ وَمَن يَبۡتَغِ غَيۡرَ ٱلۡإِسۡلَٰمِ دِينٗا فَلَن يُقۡبَلَ مِنۡهُ وَهُوَ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ ﴿85﴾ ﴾]

’’قیامت کے دن اعمال آئیں گے، نماز آئے گی اور کہے گی کہ میرے پروردگار! میں نماز ہوں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو خیر پر ہے، صدقہ آئے گا اور کہے گا: میرے پروردگار! میں صدقہ ہوں، اللہ فرمائے گا: تو خیر پر ہے، پھر روزہ آئے گا اور کہے گا: میرے پروردگار! میں روزہ ہوں تو اللہ فرمائے گا: تو خیر پر ہے، پھر دیگر اعمال آئیں گے تو ہر ایک سے اللہ تعالیٰ یہی فرمائے گا کہ تو خیر پر ہے، پھر اسلام آئے گا اور کہے گا: میرے پروردگار! تو سلام ہے اور میں اسلام ہوں، تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو

[1] صحيح مسلم، الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ...... ، حديث:1718 عن عائشة رضي الله عنها.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ

اللہ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے گا جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے جبکہ وہ گواہی دے چکے کہ بے شک رسول برحق ہیں اور ان

الْبَيِّنٰتُ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿86﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ

کے پاس واضح نشانیاں آ چکیں؟ اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا ﴿86﴾ ان لوگوں کی سزا یہی ہے کہ ان پر اللہ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں

وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿87﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ج لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿88﴾

کی لعنت ہے ﴿87﴾ وہ اس (لعنت) میں ہمیشہ رہیں گے، ان سے نہ تو عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت ہی دی جائے گی ﴿88﴾

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا قف فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿89﴾

مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لی، بے شک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿89﴾

خیر پر ہے، آج میں تیری ہی بنیاد پر لوں گا اور تیری ہی بنیاد پر دوں گا، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: ﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ج وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿85﴾ ﴾ ''اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے گا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔''[1] اس حدیث کو بیان کرنے میں امام احمد متفرد ہیں۔

تفسیر آیات: 86-89

ایمان کے بعد کفر اختیار کرنے والوں کو اللہ ہدایت نہیں دیتا: امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ انصار میں سے ایک شخص مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو گیا اور اس نے پھر شرک شروع کر دیا، پھر وہ نادم و پشیمان ہوا تو اس نے اپنی قوم کو یہ پیغام بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ پوچھو کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ تو اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿86﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿87﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ج لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿88﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا قف فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿89﴾ ﴾ ''اللہ ایسے لوگوں کو کیونکر ہدایت دے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے جبکہ وہ پہلے اس بات کی گواہی دے چکے ہیں کہ بے شک یہ رسول برحق ہیں اور ان کے پاس واضح نشانیاں بھی آ چکی ہیں؟ اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ ان لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ وہ اس (لعنت) میں ہمیشہ (گرفتار) رہیں گے، ان سے نہ تو عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت ہی دی جائے گی۔ مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لی تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''[2] اس کے بعد اس کی قوم نے اس کی طرف یہ پیغام بھیج دیا تو وہ مسلمان ہو گیا۔ اس حدیث کو امام نسائی، حاکم اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔ اور امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے مگر امام بخاری و مسلم نے اسے بیان

[1] مسند أحمد: 362/2 ومسند أبي يعلى: 6231. لیکن یہ حدیث بوجہ انقطاع ضعیف ہے۔ [2] تفسير الطبري: 460/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ

بے شک جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا' پھر وہ کفر میں بڑھتے گئے، ان کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی اور وہی لوگ

الضَّآلُّوْنَ ﴿90﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ

گمراہ ہیں﴿90﴾ بے شک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور حالت کفر میں مرے ان میں سے کسی سے زمین بھر سونا بھی قبول نہ کیا جائے گا

ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿91﴾ ع 9/11 17

اگرچہ وہ فدیے میں دینا چاہے۔ انھی لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا﴿91﴾

نہیں فرمایا۔①

پس فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَ شَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ ﴾ ''اللہ ایسے لوگوں کو کیوں کر ہدایت دے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے اور (پہلے) اس بات کی گواہی دے چکے کہ یہ پیغمبر برحق ہے اور ان کے پاس دلائل بھی آ گئے؟'' یعنی رسول اللہ ﷺ ان کے پاس جس دین کو لے کر آئے اس کی صداقت پر دلائل و براہین بھی قائم ہو چکے اور اسلام کی حقانیت پوری طرح واضح بھی ہو گئی لیکن پھر یہ شرک کی ظلمت کی طرف پلٹ گئے تو اس اندھے پن کو اختیار کرنے کے بعد یہ لوگ ہدایت کے کس طرح مستحق ہو سکتے ہیں؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿86﴾ ﴾ ''اور اللہ بے انصافوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

پھر فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿87﴾ ﴾ ''ان لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔'' یعنی ان پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور اس کی مخلوق بھی لعنت کرتی ہے۔ ﴿ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿88﴾ ﴾ ''وہ ہمیشہ اس لعنت میں (گرفتار) رہیں گے، ان سے نہ تو عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انھیں مہلت ہی دی جائے گی۔'' یعنی ایک لمحہ بھر کے لیے بھی عذاب میں تخفیف نہیں کی جائے گی، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۟ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿89﴾ ﴾ ''ہاں، جنھوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اپنی حالت درست کر لی تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق پر بے حد لطف و مہربانی اور رحمت و شفقت ہے کہ جو اس کے حضور توبہ کر لے تو وہ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے۔

تفسیر آیات: 91,90

موت کے وقت کافر کی توبہ اور قیامت کے دن فدیہ قبول نہیں ہوگا: اللہ تعالیٰ وعید اور خوف دلاتے ہوئے فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان کے بعد کفر کو اختیار کر لیں، پھر کفر میں اور بڑھ جائیں حتی کہ اپنی موت تک کافر ہی رہیں تو بوقت موت ان کی توبہ

① السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ﴾ :311/6، حديث: 11065 والمستدرك للحاكم، الحدود:366/4، حديث:8092 وصحيح ابن حبان، الحدود، باب الردة:329/10، حديث:4477.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر گز قبول نہیں کی جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓي اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۭ ﴾ (النسآء4:18) ''اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو (ساری عمر) برے کام کرتے رہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آ موجود ہوتو وہ کہنے لگے: بے شک اب میں نے توبہ کی، اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول ہوتی ہے جو اس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہی ہوتے ہیں۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿ لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الضَّاۗلُّوْنَ ۝ ﴾ ''ان کی توبہ ہر گز قبول نہیں ہوگی اور یہی لوگ گمراہ ہیں۔'' یعنی سیدھے رستے سے ہٹ کر یہ گمراہی کے رستے پر بھٹک رہے ہیں۔

حافظ ابوبکر بزّار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ کچھ لوگ مسلمان ہوئے، پھر مرتد ہوگئے، پھر مسلمان ہوگئے، پھر مرتد ہوگئے تو انھوں نے اپنی قوم کی طرف پیغام بھیج کر اپنے بارے میں پوچھا، چنانچہ انھوں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آیت کریمہ: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ ﴾ نازل ہوگئی۔[1] اس حدیث کی سند جید ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِھِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَھَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۭ ﴾ ''بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور کفر ہی کی حالت میں مر گئے وہ اگر (نجات حاصل کرنی چاہیں اور) بدلے میں زمین بھر کر سونا دیں تو ان سے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا۔'' یعنی جو شخص حالت کفر میں مر جائے تو اس کی کوئی نیکی بھی قابل قبول نہ ہوگی، خواہ وہ کسی ایسے کام میں جسے وہ نیکی سمجھتا ہو، زمین بھر سونا خرچ کر دے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ عبداللہ بن جُدعان جاہلیت میں صلہ رحمی کرتا تھا، مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا تو کیا ان اچھے کاموں کا اسے کوئی فائدہ ہوگا؟ فرمایا: [لَا يَنْفَعُهُ ، إِنَّهُ لَمْ يَقُلْ يَوْمًا: رَبِّ اغْفِرْلِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ] ''نہیں! اسے کوئی اچھا کام فائدہ نہ دے گا، اس لیے کہ اس نے کبھی زندگی میں ایک بار بھی یہ نہیں کہا تھا: اے اللہ! قیامت کے دن میرے گناہ بخش دینا۔''[2]

اسی طرح اگر وہ زمین بھر سونا فدیے میں دے تو وہ بھی قابل قبول نہیں ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ ﴾ (البقرة2:123) ''نہ اس سے کوئی بدل قبول کیا جائے گا اور نہ اسے کوئی سفارش نفع دے گی۔'' نیز فرمایا: ﴿ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ۝ ﴾ (إبراھیم14:31) ''(اور اس دن کے آنے سے پیشتر) جس میں نہ (اعمال کا) سودا ہوگا اور نہ دوستی (کام آئے گی۔)'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ﴾ (المآئدة5:36) ''بے شک جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے

---

[1] الدر المنثور:88/2. اور مسند البزار میں یہ روایت ہمیں نہیں ملی۔ [2] صحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على أن من مات على الكفر لاينفعه عمل، حديث:214 وصحيح ابن حبان، البروالإحسان، ذكر البيان بأن الأعمال التي يعملها من ليس بمسلم و إن كانت أعمالاً صالحة......:40,39/2، حديث:330 ومسند أحمد:120/6 یہاں یہ بھی ہے: [يَفُكُّ الْعَانِيَ] ''قیدیوں کو آزاد کرواتا۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس روئے زمین (کے تمام خزانے اور اس) کا سب مال و متاع ہو اور اس کے ساتھ اسی قدر اور بھی ہوتا کہ قیامت کے روز عذاب (سے رُستگاری حاصل کرنے) کا بدلہ دیں تو ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کو درد دینے والا عذاب ہوگا۔''

اور اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ط ﴾ ''بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور کفر ہی کی حالت میں مر گئے ان میں سے کسی سے زمین بھر سونا بھی قبول نہ کیا جائے گا اگر چہ وہ فدیے میں دینا چاہے۔'' ﴿ وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ط ﴾ کا عطف پہلی بات پر ہے جس سے معلوم ہوا کہ فدیہ دینے کا عمل پہلے سے الگ ہے اور یہ تفسیر اس سے زیادہ بہتر ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہاں حرف واو زائد ہے۔ واللہ أعلم. بہرحال اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ اسے عذاب الٰہی سے کوئی چیز بچا نہ سکے گی، خواہ وہ زمین بھر کر سونا ہی کیوں نہ خرچ کرے یا ساری زمین، اس کے پہاڑوں، اس کے ٹیلوں، اس کی مٹی، اس کی ریت، اس کے میدانوں، اس کی گھاٹیوں، اس کی خشک جگہوں اور اس کے دریاؤں اور سمندروں کے وزن کے برابر سونا فدیے میں دے کر خود کو نجات دلوانا چاہے تو یہ فدیہ قبول نہ ہوگا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا:

[يُؤْتٰى بِالرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ لَهُ: يَا ابْنَ آدَمَ ! كَيْفَ وَجَدْتَّ مَنْزِلَكَ ؟ فَيَقُولُ : أَىْ رَبِّ! خَيْرَ مَنْزِلٍ ، فَيَقُولُ : سَلْ وَتَمَنَّ ، فَيَقُولُ: مَا أَسْأَلُ وَأَتَمَنّٰى إِلَّا أَنْ تَرُدَّنِي إِلَى الدُّنْيَا فَأُقْتَلَ فِي سَبِيلِكَ عَشْرَ مَرَّاتٍ ، لِّمَا يَرٰى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ ، وَيُؤْتٰى بِالرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ ، فَيَقُولُ لَهُ: يَا ابْنَ آدَمَ ! كَيْفَ وَجَدْتَّ مَنْزِلَكَ ؟ فَيَقُولُ: أَىْ رَبِّ! شَرَّ مَنْزِلٍ ، فَيَقُولُ لَهُ: تَفْتَدِي مِنْهُ بِطِلَاعِ الْأَرْضِ ذَهَبًا ؟ فَيَقُولُ: أَىْ رَبِّ! نَعَمْ، فَيَقُولُ : كَذَبْتَ ، قَدْ سَأَلْتُكَ أَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ وَأَيْسَرَ فَلَمْ تَفْعَلْ ، فَيُرَدُّ إِلَى النَّارِ]

''اہل جنت میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: اے ابن آدم! تو نے اپنے گھر کو کیسا پایا؟ وہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میرا گھر بہت اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کچھ مانگ اور کوئی تمنا کر، وہ عرض کرے گا: یا اللہ! میری کوئی خواہش اور تمنا نہیں ہے۔ ہاں، البتہ یہ ضرور چاہتا ہوں کہ تو مجھے دنیا میں بھیج دے تاکہ میں تیرے رستے میں دس بار شہید کیا جاؤں، وہ یہ تمنا شہادت کی فضیلت کو دیکھ کر کرے گا۔ اسی طرح اہل جہنم میں سے بھی ایک شخص کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: اے ابن آدم! تو نے اپنے گھر کو کیسا پایا؟ وہ عرض کرے گا: میرے پروردگار! یہ بدترین گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: تو اس جگہ سے نجات حاصل کرنے کے لیے زمین بھر سونا بطور فدیہ دینے کو تیار ہے؟ وہ عرض کرے گا: ہاں، یا اللہ! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے، میں نے تو تجھ سے بہت کم اور بہت آسان مطالبہ کیا تھا مگر تو نے اسے پورا نہ کیا، پھر اسے دوبارہ جہنم رسید کر دیا جائے گا۔''[1] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ

---

[1] مسند أحمد:208,207/3 و سنن النسائي، الجهاد ، باب مايتمنى أهل الجنة ، حديث: 3162 مختصرًا. اور ملاحظہ کیجیے صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم وذريته، حديث: 3334 و صحيح مسلم، صفات المنافقين، باب طلب الكافر الفداء بملء الأرض ذهبًا، حديث: 2805 اور اس کے تمام طرق۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿91﴾ ''انھی لوگوں کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا اور ان کی کوئی مدد نہیں کرے گا۔'' یعنی کوئی انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا نہیں سکے گا اور نہ انھیں اس کی دردناک سزا سے کوئی پناہ دے سکے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ

تم ہرگز بھلائی نہ پاسکو گے جب تک ان چیزوں میں سے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو جنھیں تم پسند کرتے ہو، اور تم جو بھی چیز خرچ کرو گے تو بے شک اللہ

اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿92﴾

اسے خوب جاننے والا ہے ﴿92﴾

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰی نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ

بنی اسرائیل کے لیے تمام کھانے سوائے ان چیزوں کے جنھیں تورات نازل ہونے سے پہلے یعقوب نے اپنے

تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿93﴾ فَمَنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ

اوپر حرام کرلیا تھا۔ (اے نبی!) آپ کہہ دیجیے کہ تم تورات لے آؤ پھر اسے پڑھو اگر تم سچے ہو ﴿93﴾ اس کے بعد جس

الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿94﴾ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ

نے اللہ پر جھوٹ باندھا، وہی لوگ ظالم ہیں ﴿94﴾ کہہ دیجیے: اللہ نے سچ کہا، پس تم ملت ابراہیم کی پیروی کرو جو حق

حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿95﴾

پرست تھا اور مشرکین میں سے نہ تھا ﴿95﴾

تفسیر آیت: 92

پسندیدہ مال کو خرچ کرنا نیکی ہے: امام وکیع نے اپنی تفسیر میں عمرو بن میمون کی روایت بیان کی ہے: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ﴾ ”کبھی نیکی حاصل نہ کرسکو گے۔“ میں ﴿الْبِرَّ﴾ سے مراد جنت ہے۔[1]

اور امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں سب سے زیادہ مالدار انصاری تھے۔ اور انھیں اپنے مال میں سے بَیْرُ حاء (باغ) سب سے زیادہ پسند تھا جو کہ مسجد کی جانب تھا، رسول اللہ ﷺ بھی اس باغ میں تشریف لے جایا کرتے اور اس کے نفیس پانی کو نوش فرمایا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ﴾ ”(مومنو!) جب تک تم ان چیزوں میں سے جو تمھیں عزیز ہیں (اللہ کی راہ میں) صرف نہ کرو گے، کبھی نیکی حاصل نہ کرسکو گے۔“

تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ﴾ اور مجھے اپنے مال میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ چیز بیرحاء نامی باغ ہے، میں اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کے اجر و ثواب سے نوازے گا، لہٰذا آپ اس کے بارے میں جو چاہیں فیصلہ فرمائیں، یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا: [بَخٍ بَخٍ ، ذٰلِكَ مَالٌ رَّابِحٌ ، ذَاكَ مَالٌ رَّابِحٌ ، وَّقَدْ سَمِعْتُ ، وَاَنَا اَرٰی اَنْ تَجْعَلَهَا فِی الْاَقْرَبِیْنَ] ”بہت خوب! بہت خوب! یہ منفعت بخش مال ہے، یہ منفعت بخش مال ہے، میں نے تمھاری بات سن لی ہے، میری رائے یہ

[1] تفسیر الطبری: 469/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ تم یہ باغ اپنے قریبی رشتے داروں کو دے دو۔" ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں اسی طرح کرتا ہوں، چنانچہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ باغ اپنے قرابت داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔[1] اس حدیث کو امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

صحیحین میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے خیبر میں سے جو حصہ ملا ہے، اس سے بڑھ کر نفیس مال مجھے آج تک حاصل نہیں ہوا تو اس کے بارے میں آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ چنانچہ آپ نے فرمایا: [حَبِّسِ الْأَصْلَ وَسَبِّلِ الثَّمَرَةَ] "اصل اپنے پاس رکھو اور اس کے پھل کو اللہ کے رستے میں تقسیم کر دو۔"[3]

تفسیر آیات:93-95

یہود کے نبی ﷺ سے سوالات: امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کی کہ ہماری کچھ باتوں کا جواب دیجیے کیونکہ ان کا جواب کوئی نبی ہی دے سکتا ہے، آپ نے فرمایا: [سَلُونِی عَمَّا شِئْتُمْ ، وَلٰكِنِ اجْعَلُوا لِی ذِمَّةَ اللّٰهِ ، وَمَا أَخَذَ يَعْقُوبُ عليه السلام عَلٰى بَنِيهِ ، لَئِنْ أَنَا حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا فَعَرَفْتُمُوهُ لَتُتَابِعُنِّی عَلَى الْإِسْلَامِ، قَالُوا: فَذٰلِكَ لَكَ، قَالَ: فَسَلُونِی عَمَّا شِئْتُمْ] "تم جو چاہو مجھ سے پوچھو لیکن مجھے اللہ تعالیٰ کا ذمہ اور اس عہد و پیمان کا ذمہ دے دو جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے لیا تھا کہ اگر میں تم سے کچھ بیان کروں اور تم اسے پہچان بھی لو تو پھر تمھیں اسلام قبول کرتے ہوئے میری اتباع کرنی ہوگی، انھوں نے جواب دیا کہ ہم آپ سے یہ عہد کرتے ہیں، تب آپ نے فرمایا کہ اب تم جو چاہو سو پوچھو۔" انھوں نے کہا کہ ہمیں چار باتوں کے بارے میں بتائیے: (1) ہمیں یہ بتائیں کہ وہ کھانے کی کون سی چیز تھی جسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے تورات کے نزول سے قبل اپنے لیے حرام قرار دے رکھا تھا؟ (2) عورت کا پانی اور مرد کا پانی کیسا ہوتا ہے؟ (3) اس سے نر یا مادہ کیسے پیدا ہوتے ہیں؟ (4) یہ بتائیں کہ نبی اُمی کے سونے کی کیا کیفیت ہے اور فرشتوں میں سے اس کا دوست کون ہے؟ نبی ﷺ نے ان سے یہ عہد لے لیا تھا کہ اگر آپ نے ان کے سوالات کے جوابات دے دیے تو پھر انھیں آپ کی اتباع کرنی ہوگی، آپ نے فرمایا: [أَنْشُدُكُمْ بِالَّذِی أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلٰى مُوسٰى ، هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ إِسْرَائِيلَ يَعْقُوبَ عليه السلام مَرِضَ مَرَضًا شَدِيدًا ، فَطَالَ سُقْمُهُ ، فَنَذَرَ لِلّٰهِ نَذْرًا لَئِنْ شَفَاهُ اللّٰهُ مِنْ سَقَمِهِ لَيُحَرِّمَنَّ أَحَبَّ الشَّرَابِ إِلَيْهِ وَأَحَبَّ الطَّعَامِ إِلَيْهِ ، وَكَانَ أَحَبَّ الطَّعَامِ إِلَيْهِ لُحْمَانُ الْإِبِلِ وَأَحَبَّ الشَّرَابِ إِلَيْهِ أَلْبَانُهَا، قَالُوا: اللّٰهُمَّ! نَعَمْ ، قَالَ : اللّٰهُمَّ ! اشْهَدْ عَلَيْهِمْ .

[1] مسند أحمد:141/3 اور بَخٍ کا مکرر آنا:256/3 میں ہے۔ [2] صحيح البخاری ، الزكاة، باب الزكاة على الأقارب، حديث:1461 و صحيح مسلم ، الزكاة ، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين......،حديث:998. [3] سنن ابن ماجه، الصدقات، باب من تصدق بصدقة ثم ورثها، حديث:2397 و السنن الكبرى للبيهقی ، الوقف، باب وقف المشاع:162/6،حديث:12126 و اللفظ له. بالفاظ دیگر یہ روایت کئی کتب احادیث میں ہے: صحيح البخاری، الشروط، باب الشروط فی الوقف ، حديث:2737 و صحيح مسلم ، الوصية ، باب الوقف ، حديث:1632 و سنن النسائی، الإحباس، باب حبس المشاع ، حديث:3633-3635 و مسند أحمد:156/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَأَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلٰى مُوسٰى، هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ مَاءَ الرَّجُلِ أَبْيَضُ غَلِيظٌ ، وَّمَاءُ الْمَرْأَةِ أَصْفَرُ رَقِيقٌ ، فَأَيُّهُمَا عَلَا كَانَ لَهُ الْوَلَدُ وَالشَّبَهُ بِإِذْنِ اللّٰهِ ، إِنْ عَلَا مَاءُ الرَّجُلِ عَلٰى مَاءِ الْمَرْأَةِ كَانَ ذَكَرًا بِإِذْنِ اللّٰهِ، وَإِنْ عَلَا مَاءُ الْمَرْأَةِ عَلٰى مَاءِ الرَّجُلِ كَانَ أُنْثٰى بِإِذْنِ اللّٰهِ ؟ قَالُوا : اللّٰهُمَّ ! نَعَمْ ، قَالَ: اللّٰهُمَّ !اشْهَدْ عَلَيْهِمْ .

فَأَنْشُدُكُمْ بِالَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلٰى مُوسٰى ، هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ هٰذَا النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ تَنَامُ عَيْنَاهُ ، وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ ؟ قَالُوا: اللّٰهُمَّ ! نَعَمْ ، قَالَ: اللّٰهُمَّ ! اشْهَدْ، قَالُوا: وَأَنْتَ الْآنَ فَحَدِّثْنَا: مَنْ وَّلِيُّكَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ ؟ فَعِنْدَهَا نُجَامِعُكَ أَوْ نُفَارِقُكَ ، قَالَ : فَإِنَّ وَلِيِّي جِبْرِيلُ ، وَلَمْ يَبْعَثِ اللّٰهُ نَبِيًّا قَطُّ إِلَّا وَهُوَ وَلِيُّهُ]

’’میں تمھیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل فرمایا تھا! کیا تمھیں اس بات کا علم ہے کہ حضرت اسرائیل، یعنی یعقوب علیہ السلام بہت شدید بیمار ہو گئے تھے، ان کی بیماری بہت طول اختیار کر گئی تھی تو انھوں نے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انھیں شفا عطا فرما دی تو وہ اپنے سب سے پسندیدہ کھانے اور پینے کو ترک کر دیں گے، ان کا سب سے پسندیدہ کھانا اونٹ کا گوشت اور سب سے پسندیدہ مشروب اونٹنی کا دودھ تھا؟ یہ جواب سن کر یہودیوں نے تصدیق کی اور کہا: ہاں، یہ بات درست ہے، آپ نے فرمایا: اے اللہ! تو ان کے خلاف گواہ ہو جا۔

پھر آپ نے فرمایا: میں تمھیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل فرمایا تھا! کیا تم یہ جانتے ہو کہ مرد کا پانی سفید اور گاڑھا اور عورت کا پانی پیلا اور پتلا ہوتا ہے اور ان میں سے جو غالب آ جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بچہ اور اس کی مشابہت اسی کے مطابق ہوتی ہے اگر مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آ جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیٹا ہوتا ہے اور اگر عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیٹی پیدا ہوتی ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، آپ درست فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! تو ان کے خلاف گواہ ہو جا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ میں تمھیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل فرمایا تھا! کیا تم یہ جانتے ہو کہ اس اُمّی نبی کی آنکھیں تو سوتی ہیں مگر اس کا دل نہیں سوتا؟ تو انھوں نے کہا: ہاں، آپ درست فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔ انھوں نے کہا: اچھا جناب! اب آپ یہ فرمائیں کہ فرشتوں میں سے آپ کا دوست کون ہے؟ اسی بات کے جواب کی وجہ سے ہم آپ سے مل جائیں گے یا الگ ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: میرے دوست جبریل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی مبعوث نہیں فرمایا مگر جبریل ہی ان کے دوست تھے۔‘‘ یہ جواب سن کر کہنے لگے کہ ہماری راہیں الگ الگ ہیں، اگر جبریل کے سوا کوئی اور فرشتہ آپ کا دوست ہوتا تو ہم آپ کی اتباع کر لیتے۔ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی تھی: ﴿ قُلۡ مَنۡ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبۡرِيۡلَ ﴾ (البقرۃ2:97) ’’(اے نبی!) کہہ دیجیے جو کوئی جبریل کا دشمن ہے۔‘‘ تا ﴿ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوۡرِهِمۡ كَاَنَّهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝ ﴾ (البقرۃ2:101) ’’اللہ کی کتاب کو پیٹھ پیچھے (پھینک دیا)

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گویا وہ جانتے ہی نہیں۔'' اور اسی موقع پر وہ اس کے غضب بالائے غضب میں مبتلا ہو گئے۔ ①

اور فرمان الٰہی: ﴿مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تُنَزَّلَ التَّوۡرٰىةُ ﴾ ''تورات کے نازل ہونے سے پہلے۔'' یعنی یعقوب علیہ السلام نے ان چیزوں کو اپنے اوپر تورات کے نازل ہونے سے پہلے حرام قرار دیا تھا۔

اس سیاق کی مذکورہ بات: ﴿لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ﴾ سے دو طرح سے مناسبت ہے: پہلی یہ کہ حضرت اسرائیل علیہ السلام نے اپنی پسندیدہ اشیاء کو حرام قرار دے کر انھیں اللہ تعالیٰ کے لیے ترک کر دیا تھا اور ان کی شریعت میں ایسا کرنا جائز تھا، لہٰذا اس بات کی آیت کریمہ: ﴿لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ﴾ سے مناسبت واضح ہوگئی۔ ہمارے ہاں بھی یہ بات مشروع ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے وہ مال خرچ کیا جائے جسے بندہ بہت چاہتا اور اپنے لیے پسند کرتا ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاٰتَى الۡمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ﴾ (البقرۃ2:177) ''اور مال باوجود عزیز رکھنے کے خرچ کریں۔'' اور فرمایا: ﴿وَيُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ...﴾ (الدھر76:8) ''وہ کھانا کھلاتے ہیں اور باوجودیکہ ان کو خود طعام کی خواہش (اور حاجت) ہے......''

اور دوسری مناسبت یہ ہے کہ سابقہ سیاق میں عیسائیوں اور حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں ان کے باطل اعتقاد کی تردید اور ان کے غلط موقف کی وضاحت کی گئی تھی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ کے بارے میں حق و یقین کو ظاہر کیا گیا تھا۔ اور اس بات کو بیان کیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کس طرح اپنی مشیت و قدرت کے ساتھ پیدا فرمایا۔ اور بنی اسرائیل کی طرف اس لیے مبعوث فرمایا تاکہ انھیں رب تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیں تو اس کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی تردید شروع فرما دی ہے اور فرمایا کہ یہ لوگ جو نسخ کے وقوع اور جواز کے منکر تھے، وہ تو رونما ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی کتاب تورات میں یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جب کشتی سے باہر آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے زمین کے تمام جانوروں کو کھانا حلال قرار دے دیا تھا، پھر حضرت اسرائیل نے ان میں سے اونٹنی کے دودھ اور گوشت کو اپنے لیے حرام قرار دے لیا تھا۔ اور ان کے بیٹوں نے بھی ان کی پیروی کی اور تورات میں ان کو اور دیگر اشیاء کو بھی حرام قرار دے دیا گیا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو یہ اجازت دی تھی کہ وہ اپنی بیٹیوں کے اپنے بیٹوں کے ساتھ نکاح کر دیں لیکن بعد میں اسے حرام قرار دے دیا گیا۔ اسی طرح بیوی کے ساتھ لونڈی سے نکاح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں جائز تھا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ علیہا السلام کی موجودگی میں حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے نکاح کیا تھا لیکن تورات میں اسے حرام قرار دے دیا گیا تھا۔ اسی طرح پہلے دو بہنوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا جائز تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اسی طرح کیا تھا مگر بعد میں تورات میں اسے حرام قرار دے دیا گیا تھا اور یہ ساری باتیں تورات میں واضح طور پر لکھی ہوئی ہیں اور یہ بعینہ نسخ کی صورتیں ہیں۔

① مسند أحمد: 278/1 والمعجم الكبير للطبراني، ترجمة شَهر بن حَوشَب عن ابن عباس رضي الله عنه: 246/12، 247، حديث: 13012.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ اَوَّلَ بَيۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيۡ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿96﴾ فِيۡهِ اٰيٰتٌۢ

بے شک (اللہ کا) پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے۔ وہ تمام دنیا کے لیے بڑی برکت اور ہدایت والا ہے ﴿96﴾ اس میں واضح

بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰهِيۡمَ ۚ وَمَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الۡبَيۡتِ مَنِ

نشانیاں ہیں (اور) مقام ابراہیم ہے، اور جو اس میں داخل ہو جائے، وہ امن والا ہو جاتا ہے، اللہ نے ان لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض کیا ہے جو اس کی

اسۡتَطَاعَ اِلَيۡهِ سَبِيۡلًا ؕ وَمَنۡ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿97﴾

طرف سفر کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور جس نے کفر کیا تو بے شک اللہ ساری دنیا سے بے پرواہ ہے ﴿97﴾

اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے تورات میں لکھی ہوئی بعض حرام چیزوں کو حلال قرار دیا تو کیا وجہ ہے کہ انھوں نے ان کی اتباع نہیں کی؟ بلکہ انھوں نے آپ علیہ السلام کی تکذیب اور مخالفت کی۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کو دین قویم، صراطِ مستقیم اور ملت ابراہیم کے ساتھ مبعوث فرمایا تو ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ کے ساتھ ایمان نہیں لاتے؟

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسۡرَآءِيۡلُ عَلٰى نَفۡسِهٖ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تُنَزَّلَ التَّوۡرٰٮةُ ؕ﴾ یعنی بنی اسرائیل کے لیے تورات کے نازل ہونے سے پہلے کھانے کی تمام چیزیں حلال تھیں علاوہ ان کے جو یعقوب نے خود اپنے اوپر حرام کر لی تھیں، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِالتَّوۡرٰٮةِ فَاتۡلُوۡهَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿93﴾﴾ ”(اے نبی!) کہہ دیجیے: اگر تم سچے ہو تو تورات لاؤ، پھر اسے پڑھو۔“ کیونکہ اس میں یہ بات موجود ہے جو ہم نے کہی ہے۔ ﴿ فَمَنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿94﴾﴾ ”پھر اس کے بعد جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔“ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی بات منسوب کریں اور دعویٰ کریں کہ ان کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہفتے کا دن اور تورات کے مطابق عمل کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ اور نسخ کے وقوع اور ظہور کے بارے میں ہم نے جو یہ ذکر کیا ہے، اس کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کوئی دوسرا نبی نہیں بھیجا جو دلائل و براہین کے ساتھ اللہ کے دین کی دعوت دیتا ہو ﴿ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿94﴾﴾ ”تو ایسے لوگ ہی ظالم ہیں۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلۡ صَدَقَ اللّٰهُ ۗ﴾ یعنی اے محمد (ﷺ)! کہہ دیجیے: اللہ تعالیٰ نے بالکل سچ فرمایا ہے جو اس نے خبر دی اور جو اس نے قرآن مجید میں احکام بیان فرمائے ہیں، ﴿ فَاتَّبِعُوۡا مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿95﴾﴾ یعنی اس ملتِ ابراہیم کی پیروی کرو جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کی زبانی شریعت قرار دے دیا ہے کیونکہ یہی دین بلاشک وشبہ حق ہے اور یہ وہ طریقہ ہے کہ اس سے پہلے کوئی نبی اس سے زیادہ اکمل، واضح، روشن اور مکمل طریقہ لے کر نہیں آیا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلۡ اِنَّنِىۡ هَدٰٮنِىۡ رَبِّىۡۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ۚ دِيۡنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ○﴾ (الأنعام 161:6) ”(اے نبی!) کہہ دیجیے: میرے رب نے مجھے یقیناً سیدھا رستہ دکھا دیا ہے (صحیح

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین) مذہب ابراہیم کا جو ایک (اللہ) ہی کی طرف کے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ ۝ ﴾ (النحل 123:16) ''(اے نبی!) پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ دین ابراہیم کی پیروی اختیار کریں جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔''

تفسیر آیات:97,96

کعبہ پہلا گھر ہے جو عبادت کے لیے مقرر کیا گیا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ ﴾ ''یقیناً پہلا گھر جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔'' سب لوگوں کے عبادت کرنے اور قربانی کرنے کے لیے مقرر کیا گیا تھا، نیز اس لیے کہ وہ اس گھر کا طواف کریں، اس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھیں اور اس کے پاس اعتکاف کریں ﴿ لَلَّذِیۡ بِبَكَّةَ ﴾ ''وہی ہے جو مکہ میں ہے۔'' یعنی کعبہ جسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا جن کے بارے میں یہود و نصاریٰ دونوں جماعتوں کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ ان کے دین اور طریقے پر ہیں لیکن یہ دونوں ہی اس گھر کا حج نہیں کرتے جسے انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے تعمیر کیا تھا اور لوگوں میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ وہ اس گھر کا حج کریں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿ مُبٰرَكًا ﴾ ''بابرکت۔'' یعنی اسے بابرکت بنایا گیا ہے ﴿ وَّهُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۝96 ﴾ ''اور جہانوں کے لیے (موجب) ہدایت ہے۔''

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو بیان کیا ہے کہ میں نے عرض کی: [يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَيُّ مَسْجِدٍ وُّضِعَ فِي الْأَرْضِ أَوَّلُ؟ قَالَ: الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ. قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: الْمَسْجِدُ الْأَقْصٰى، قُلْتُ: كَمْ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: أَرْبَعُونَ سَنَةً، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ثُمَّ حَيْثُمَا أَدْرَكْتَ الصَّلَاةَ فَصَلِّ، فَكُلُّهَا مَسْجِدٌ] ''اے اللہ کے رسول! زمین میں کون سی مسجد سب سے پہلے بنائی گئی تھی؟ آپ نے فرمایا: مسجد حرام، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! پھر کون سی؟ آپ نے فرمایا: پھر مسجد اقصیٰ، میں نے عرض کی: دونوں کے درمیان کتنی مدت ہے؟ فرمایا: چالیس سال، میں نے عرض کی: پھر کون سی؟ فرمایا: پھر جہاں وقت ہو جائے نماز ادا کر لو، ساری زمین مسجد ہے۔''[1] اس حدیث کو امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے بھی بیان کیا ہے۔[2]

بکہ کی وجہ تسمیہ اور مکہ کے دیگر نام: بَکَّہ مشہور قول کے مطابق مکہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ ظالموں اور جابروں کی گردنوں کو جھکا دیتا ہے کہ وہ اس کے پاس آ کر عجز و نیاز اور خاکساری کا اظہار کرتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ لوگ یہاں بکثرت حاضر ہوتے ہیں۔ اہل علم نے مکہ کے بہت سے نام بیان کیے ہیں، مثلاً: (1) مکہ (2) بکہ (3) بیتِ عتیق (4) بیت حرام (5) بلدِ امین (6) مامون (7) ام القریٰ (8) امّ رُحم (9) صلاح (10) عَرش بروزن بدر (11) قادس کیونکہ یہ گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔ (12) مُقدَّسہ (13) ناسَّہ (14) باسَّہ (15) حاطمہ (16) نَسَّاسہ (17) رأس (18) کُوثیٰ (19) بَلَدہ (20) بَنِیَّہ (21) کعبہ۔

---

[1] مسند أحمد: 156/5 مطوّلاً. جبکہ اس روایت کا کچھ حصہ: 150/5 کے مطابق ہے۔ [2] صحیح البخاري، أحادیث الأنبیاء، باب:10، حدیث:3366 و صحیح مسلم، کتاب و باب المساجد و مواضع الصلاة، حدیث:520.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقام ابراہیم: فرمان الٰہی ہے: ﴿ فِيهِ ءَايَٰتٌۢ بَيِّنَٰتٌ ﴾ یعنی اس میں واضح نشانیاں ہیں کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعمیر کردہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے عظمت و شرف سے نوازا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ مَّقَامُ إِبْرَٰهِيمَ ۖ ﴾ "(جن میں سے ایک) ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔" یعنی جب کعبے کی عمارت اونچی ہوگئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بنیادوں اور دیواروں کو استوار کرنے کے لیے اس کے اوپر کھڑے ہوتے تھے اور آپ کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام آپ کو پتھر پکڑاتے تھے۔ مقام ابراہیم پہلے بیت اللہ کی دیوار کے ساتھ ہی رکھا ہوا تھا، پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اسے مشرق کی جانب پیچھے ہٹا دیا[1] تاکہ طواف میں آسانی ہو جائے اور طواف کے بعد اس کے پاس نماز ادا کرتے ہوئے نمازیوں کو دشواری نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کے پاس نماز ادا کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَٱتَّخِذُواْ مِن مَّقَامِ إِبْرَٰهِـۧمَ مُصَلًّى ۖ ﴾ (البقرۃ 2:125) "اور جس مقام پر ابراہیم کھڑے ہوتے تھے، اس کو نماز کی جگہ بنالو۔" اس کے بارے میں احادیث ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں،[2] لہٰذا ان کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان روشن نشانیوں کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ان میں سے مقام ابراہیم اور مَشْعَر بھی ہیں۔[3] امام مجاہد فرماتے ہیں کہ مقام میں آپ کے قدموں کے نشان بھی ایک کھلی نشانی ہے۔[4] حضرت عمر بن عبدالعزیز، امام حسن بصری، قتادہ، سُدّی اور مُقاتل بن حَیّان رحمہم اللہ وغیرہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[5] ابوطالب نے اپنے مشہور قصیدہ لامیہ میں کہا ہے:

وَمَوْطِئُ إِبْرَاهِيمَ فِي الصَّخْرِ رَطْبَةٌ عَلَى قَدَمَيْهِ حَافِيًا غَيْرَ نَاعِلِ

"اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں قدموں کے نشان تازہ ہیں اور صاف نظر آ رہا ہے کہ آپ برہنہ پا ہیں، پاؤں میں جوتے نہیں ہیں۔"

حرم مقام اِمن ہے: ارشادی باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَن دَخَلَهُۥ كَانَ ءَامِنًا ۗ ﴾ "اور جو شخص اس گھر میں داخل ہوا اس نے امن پالیا۔" یعنی حرم مکہ میں جب کوئی خوف زدہ داخل ہو جائے تو وہ ہر برائی سے امن میں ہو جاتا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی یہی حال تھا جیسا کہ امام حسن بصری وغیرہ نے بھی بیان کیا ہے کہ آدمی قتل کرتا تو وہ اپنی گردن پر اون کا ایک ٹکڑا رکھ لیتا اور حرم میں داخل ہو جاتا، اس حالت میں مقتول کا بیٹا یا باپ بھی ملتا تو اسے کچھ نہ کہتا حتی کہ وہ حرم سے باہر نکل جاتا۔[6] اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ أَوَلَمْ يَرَوْاْ أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا ءَامِنًا وَيُتَخَطَّفُ ٱلنَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۚ ﴾ (العنکبوت 29:67) "کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ ہم نے حرم (مکہ) کو مقام امن بنایا ہے جبکہ لوگ ان کے گرد و نواح سے اچک لیے جاتے ہیں؟" اور فرمایا: ﴿ فَلْيَعْبُدُواْ رَبَّ هَٰذَا ٱلْبَيْتِ ۝ ٱلَّذِىٓ أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَءَامَنَهُم مِّنْ خَوْفٍۭ ۝ ﴾ (قُریش 106:3,4) "اس لیے ان (لوگوں) کو

[1] دیکھیے المصنف لعبد الرزاق: 5/47,48. [2] دیکھیے البقرۃ، آیت: 125 کے ذیل میں۔ [3] تفسیر الطبری: 4/15. [4] تفسیر الطبری: 4/16. [5] تفسیر ابن أبی حاتم: 3/711. [6] تفسیر ابن أبی حاتم: 3/712.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیے کہ (اس نعمت کے شکر میں) اس گھر کے مالک کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا۔''

حرمِ مکہ کی حرمت ہی کا یہ تقاضا ہے کہ یہاں کے شکار کو شکار کرنا، ان (جانوروں) کو ان کے گھروں سے بھگانا بھی حرام ہے حتی کہ یہاں کے درختوں بلکہ گھاس کو کاٹنا بھی حرام ہے جیسا کہ ان بہت سی احادیث و آثار سے ثابت ہے جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے مرفوعًا اور موقوفًا مروی ہیں، مثلاً: صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جبکہ یہ الفاظ صحیح مسلم کی روایت کے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا تھا:

[لَا هِجۡرَةَ، وَلٰكِنۡ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ ، وَّإِذَا اسۡتُنۡفِرۡتُمۡ فَانۡفِرُوا وَقَالَ يَوۡمَ الۡفَتۡحِ فَتۡحِ مَكَّةَ: إِنَّ هٰذَا الۡبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوۡمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالۡأَرۡضَ ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرۡمَةِ اللّٰهِ إِلٰى يَوۡمِ الۡقِيَامَةِ، وَإِنَّهُ لَمۡ يَحِلَّ الۡقِتَالُ فِيهِ لِأَحَدٍ قَبۡلِي، وَلَمۡ يَحِلَّ لِي إِلَّا سَاعَةً مِّنۡ نَّهَارٍ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرۡمَةِ اللّٰهِ إِلٰى يَوۡمِ الۡقِيَامَةِ، لَا يُعۡضَدُ شَوۡكُهُ، وَلَا يُنَفَّرُ صَيۡدُهُ، وَلَا يَلۡتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنۡ عَرَّفَهَا، وَلَا يُخۡتَلٰى خَلَاهَا، فَقَالَ الۡعَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِلَّا الۡإِذۡخِرَ، فَإِنَّهُ لِقَيۡنِهِمۡ وَلِبُيُوتِهِمۡ ، فَقَالَ: إِلَّا الۡإِذۡخِرَ]

''اب ہجرت نہیں لیکن جہاد اور نیت باقی ہے اور جب تم سے جہاد کے لیے گھروں سے نکلنے کے لیے کہا جائے تو نکل پڑا کرو۔ اور آپ نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرمت والا قرار دیا تھا جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا تو اللہ تعالیٰ کی حرمت کے ساتھ وہ قیامت کے دن تک کے لیے حرام ہے۔ اس میں مجھ سے پہلے کسی کے لیے قتال کرنا حلال نہ تھا اور میرے لیے بھی دن کی ایک گھڑی میں قتال حلال قرار دیا گیا تھا تو یہ اللہ تعالیٰ کی حرمت کے ساتھ قیامت کے دن تک کے لیے حرام ہے، لہٰذا اس کے کانٹے کو نہ توڑا جائے اور نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے اور نہ اس کے لقطے (گری پڑی چیز) کو اٹھایا جائے۔ ہاں، البتہ جو اس کا اعلان کرنا چاہے وہ اسے اٹھا سکتا ہے اور اس کی گھاس کو بھی نہ کاٹا جائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اذخر گھاس کو مستثنیٰ قرار دے دیں کیونکہ یہ لوہاروں اور گھروں کے کام آتی ہے تو آپ نے فرمایا کہ اذخر کے سوا اور گھاس کو نہ کاٹا جائے۔''[1]

صحیح بخاری و مسلم میں ابوشُریح عَدَوِی سے روایت ہے اور یہ الفاظ بھی صحیح مسلم ہی کی (مذکورہ) روایت کے مطابق ہیں کہ انھوں نے عمرو بن سعید سے کہا جبکہ وہ مکہ کی طرف لشکر روانہ کر رہے تھے: اے امیر! مجھے اجازت دیجیے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشادِ گرامی بیان کروں جو آپ نے فتح مکہ کے اگلے دن بیان فرمایا تھا جسے میرے کانوں نے سنا، دل نے یاد رکھا اور آنکھوں نے دیکھا ہے تو آپ نے حمد و ثنا کے بعد خطاب شروع کیا اور فرمایا: [إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ ، وَلَمۡ يُحَرِّمۡهَا النَّاسُ، فَلَا يَحِلُّ لِامۡرِئٍ يُّؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡآخِرِ أَنۡ يَّسۡفِكَ بِهَا دَمًا ، وَّلَا يَعۡضِدَ بِهَا شَجَرَةً ، فَإِنۡ أَحَدٌ تَرَخَّصَ بِقِتَالِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِيهَا فَقُولُوا لَهُ: إِنَّ اللّٰهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ ﷺ وَلَمۡ يَأۡذَنۡ لَّكُمۡ ، وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةً مِّنۡ

[1] صحيح البخاري ، جزاء الصيد ، باب لا يحل القتال بمكة ، حديث:1834 و صحيح مسلم، الحج ، باب تحريم مكة و تحريم صيد ها...... ، حديث:1353.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نَّهَارٍ ، وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ] ''بے شک مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم قرار دیا ہے، اسے لوگوں نے حرمت والا قرار نہیں دیا، لہٰذا کسی ایسے شخص کے لیے جس کا اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان ہو، یہ حلال نہیں کہ وہ یہاں خون بہائے اور نہ یہ حلال ہے کہ وہ یہاں کے درخت کو کاٹے اور اگر کوئی شخص رخصت کی دلیل کے طور پر رسول اللہ ﷺ کے قتال کو پیش کرے تو اسے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس کی اجازت دے دی تھی مگر تمھیں اس کی اجازت نہیں دی اور میرے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے دن کی ایک گھڑی کے لیے اجازت دی تھی اور آج پھر اس کی حرمت اسی طرح لوٹ آئی ہے جیسا کہ کل تھی۔ جو شخص یہاں موجود ہے وہ اس تک یہ بات پہنچا دے جو موجود نہیں ہے۔''

ابوشریح سے پوچھا گیا کہ عمرو نے تم سے کیا کہا؟ انھوں نے جواب دیا: اس نے یہ کہا کہ اے ابوشریح! میں اسے تم سے زیادہ جانتا ہوں مگر حرم کسی عاصی اور نافرمان کو، خون ریزی کر کے بھاگنے والے کو اور تخریب کاری کر کے بھاگنے والے کو پناہ نہیں دیتا۔[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [لَا يَحِلُّ لِأَحَدِكُمْ أَنْ يَّحْمِلَ بِمَكَّةَ السِّلَاحَ] ''تم میں سے کسی کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ مکہ میں ہتھیار اٹھائے۔''[2] اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

عبداللہ بن عدی بن حمراء زہری سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا جبکہ آپ مکہ کے حَزْوَرہ بازار میں تشریف فرما تھے: [وَاللّٰهِ! إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ، وَأَحَبُّ أَرْضِ اللّٰهِ إِلَى اللّٰهِ ، وَلَوْ لَا أَنِّي أُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ] ''اللہ کی قسم! تو اللہ کی بہترین زمین ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ زمین ہے، اگر مجھے تجھ سے نکال نہ دیا جاتا تو میں یہاں سے نہ نکلتا۔''[3] یہ الفاظ امام احمد کی روایت کے مطابق ہیں۔ اسے امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[4] اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

وجوبِ حج کا بیان: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ ''اور اللہ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے جو اس گھر کی طرف جانے کی طاقت رکھتے ہوں۔'' یہ آیت وجوب حج کی دلیل ہے، متعدد احادیث سے بھی یہ ثابت ہے کہ حج اسلام کے ارکان، ستونوں اور بنیادوں میں سے ایک ہے اور تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے، نص اور اجماع سے یہ بھی ثابت ہے کہ ہر مُکَلَّف شخص پر حج عمر میں صرف ایک بار فرض ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد

---

[1] صحيح البخاري ، العلم، باب ليبلغ العلم الشاهد الغائب، حديث:104 و صحيح مسلم ، الحج ، باب تحريم مكة وتحريم صيدها...... ، حديث:1354. [2] صحيح مسلم ، الحج ، باب النهي عن حمل السلاح بمكة من غير حاجة،حديث:1356. [3] مسند أحمد:305/4. [4] جامع الترمذي ، المناقب ، باب في فضل مكة ، حديث: 3925 والسنن الكبرى للنسائي، الحج ، باب فضل مكة:479/2 ، حديث:4252 اور کئی نسخوں میں حزورة کے بجائے جرول ہے۔ و سنن ابن ماجه ، المناسك ، باب فضل مكة ، حديث:3108.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا:[أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ فَرَضَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوا، فَقَالَ رَجُلٌ : أَكُلَّ عَامٍ يَّا رَسُولَ اللّٰهِ؟ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَوْ قُلْتُ : نَعَمْ، لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ، ثُمَّ قَالَ: ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى أَنْبِيَائِهِمْ ، فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ] ''اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ نے حج کو فرض قرار دیا ہے، للہذا حج کیا کرو۔ ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا ہر سال؟ تو آپ خاموش ہو گئے حتی کہ اس نے تین بار یہ عرض کی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو یہ واجب ہو جاتا اور تمھیں اس کی استطاعت نہ ہوتی، پھر آپ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دیا کرو جب تک میں تمھیں چھوڑے رکھوں، تم سے پہلے لوگوں کو کثرت سوال اور اپنے انبیاء سے اختلاف ہی نے ہلاک کیا تھا اور جب میں تمھیں کسی چیز کا حکم دوں تو مقدور بھر اس کی اطاعت بجا لایا کرو اور جب میں تمھیں کسی چیز سے منع کروں تو اسے ترک کر دیا کرو۔''[1]

استطاعتِ حج کے معنی: استطاعت کی کئی قسمیں ہیں: ایک شخص کبھی تو بنفسہ صاحبِ استطاعت ہوتا ہے اور کبھی بغیرہ جیسا کہ کتب احکام میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کو بیان کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا:[مَنِ الْحَاجُّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ :الشَّعِثُ التَّفِلُ، فَقَامَ رَجُلٌ آخَرُ، فَقَالَ : أَيُّ الْحَجِّ أَفْضَلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ :الْعَجُّ وَالثَّجُّ ، فَقَامَ رَجُلٌ آخَرُ، فَقَالَ : مَا السَّبِيلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ : الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ] ''اے اللہ کے رسول! حاجی کون ہے؟ فرمایا: غبار آلود اور میل کچیل سے اٹا ہوا، ایک دوسرے شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! کون سا حج افضل ہے؟ فرمایا: جس میں بلند آواز سے تلبیہ پکارا جائے اور کثرت سے قربانی کا خون بہایا جائے۔ ایک اور شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! رستے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: زادِ راہ اور سواری۔''[2]

امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے فرمان الٰہی: ﴿مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ کے بارے میں پوچھا گیا اور عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! سبیل سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: [اَلزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ] ''زادِ راہ اور سواری۔'' امام حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح مسلم کی شرط کے مطابق ہے لیکن امام بخاری و مسلم نے اسے بیان نہیں کیا۔[3]

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ فَلْيَتَعَجَّلْ] ''جو شخص حج کا ارادہ کرے تو اسے جلدی کرنی چاہیے۔''[4]

---

[1] مسند أحمد:508/2. [2] جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة آل عمران، حديث:2998. و سنن ابن ماجه، المناسك، باب مايوجب الحج؟ حديث:2896. یہ روایت ضعیف ہے، دیکھیے، إرواء الغليل:160/4-167، حديث: 988 . [3] المستدرك للحاكم، المناسك، أوّل كتاب المناسك:442/1، حديث:1614 دیکھیے سابقہ حاشیہ [4] مسند أحمد:225/1 و سنن أبي داود، المناسك، باب:5 ، حديث: 1732 و سنن الدارمي:1784.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ‌ۖ وَاللّٰهُ شَهِيۡدٌ عَلٰى مَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿98﴾

(اے نبی!) کہہ دیجیے: اے اہل کتاب! تم اللہ کی آیتوں کا انکار کیوں کرتے ہو؟ اللہ اس پر گواہ ہے جو کچھ تم کرتے ہو﴿98﴾ کہہ دیجیے: اے اہل کتاب! تم

قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ تَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا وَّاَنۡتُمۡ

اس شخص کو اللہ کے راستے سے کیوں روکتے ہو جو ایمان لے آیا؟ تم چاہتے ہو کہ وہ ٹیڑھے راستے پر چلے، حالانکہ تم خود اس (کے سیدھی راہ پر ہونے) کے

شُهَدَآءُ ‌ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿99﴾

گواہ ہو، اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے غافل نہیں ہے﴿99﴾

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تُطِيۡعُوۡا فَرِيۡقًا مِّنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ يَرُدُّوۡكُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اہل کتاب کے ایک فریق کی بات مانو گے تو وہ تمھارے ایمان لانے کے بعد تمھیں کافر بنا کر چھوڑیں گے﴿100﴾ اور تم

كٰفِرِيۡنَ ﴿100﴾ وَكَيۡفَ تَكۡفُرُوۡنَ وَاَنۡتُمۡ تُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيۡكُمۡ رَسُوۡلُهٗ ‌ؕ وَمَنۡ

کیسے کفر کر سکتے ہو جبکہ تمھیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور تمھارے اندر اس کا رسول (موجود) ہے؟ اور جو شخص اللہ کے دین کو مضبوطی سے پکڑ

10 ع 10 1 يَّعۡتَصِمۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ هُدِىَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿101﴾ ع

لے تو اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت مل جاتی ہے﴿101﴾

حج کا منکر کافر ہے: ﴿وَمَنۡ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿97﴾﴾ ''اور جس نے کفر کیا تو بے شک اللہ ساری دنیا سے بے پروا ہے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام مجاہد اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر فرماتے ہیں کہ جو شخص فریضۂ حج کا انکار کرے، وہ کافر ہے۔[1] حافظ ابوبکر اسماعیلی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ جس شخص کو حج کی طاقت ہو اور وہ حج نہ کرے تو برابر ہے، خواہ وہ یہودی ہو کر مر جائے یا عیسائی۔[2] حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک اس روایت کی سند صحیح ہے۔

تفسیر آیات: 99,98

کفر اور اللہ کے رستے سے روکنے کی وجہ سے اہل کتاب کی ملامت: یہ اللہ تعالیٰ نے کفار اہل کتاب کی ملامت کی ہے کیونکہ وہ حق سے عناد رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے رستے پر چلنے کا ارادہ کرنے والے اہل ایمان کو اس سے روکتے ہیں، حالانکہ انھیں اس بات کا خوب علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو لے کر آئے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے کیونکہ سابقہ انبیائے کرام و مرسلین عظام صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَ سَلَامُہٗ عَلَیۡهِمۡ أَجۡمَعِینَ کی طرف سے ان کے پاس علم ہے کہ ان تمام نبیوں اور رسولوں نے نبی اُمّی ہاشمی عربی مکی، سیدِ ولد آدم، خاتم الانبیاء اور رسول رب الارض و السماء حضرت محمد ﷺ کا ذکر خیر کیا اور آپ کی آمد کی بشارت دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں سرزنش بھی کی تھی کہ اسے ان کے اس

[1] تفسير ابن أبي حاتم:715/3 و تفسير عبدالرزاق:405/1 . [2] المصنف لابن أبي شيبة ، الحج ، باب في الرجل يموت ولم يحج وهو موسر:293/3 ، حديث:14452، 14453 و الدر المنثور:101/2 اور دیکھیے تلخيص الحبير ، الحج: 222/2 ، حديث: 957 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتوت کا خوب علم ہے کہ ان کے پاس انبیاء کی طرف سے جو علم ہے، یہ اس کی مخالفت کر رہے ہیں اور جس رسول کی آمد کی ان کے نبیوں نے بشارت دی تھی، اپنے عناد کی وجہ سے ان کی تکذیب اور انکار کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ان کے اعمال سے غافل نہیں ہے بلکہ وہ انھیں اس دن ان کے اعمال کا صلہ دے گا ﴿ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ ﴾ (الشعرآء 88:26) ”جس دن مال اور بیٹے کچھ کام نہ آئیں گے۔“

تفسیر آیات:101,100

مسلمانوں کو اہل کتاب کی روش پر نہ چلنے کی تلقین: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو تلقین فرما رہا ہے کہ وہ اہل کتاب میں سے ان لوگوں کی بات نہ مانیں جو مومنوں سے ان نعمتوں کی وجہ سے حسد رکھتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے فضل و کرم سے نوازا ہے اور اپنے رسول کی ان میں بعثت سے انھیں سرفراز فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ ..... ﴾ (البقرۃ 2:109) ”بہت سے اہل کتاب اپنے دل کے حسد سے یہ چاہتے ہیں کہ ایمان لا چکنے کے بعد تم کو پھر کافر بنا دیں......“ اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿ اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ۝ ﴾ ”اگر تم اہل کتاب کے کسی فریق کا کہا مان لو گے تو وہ تمھیں ایمان لانے کے بعد کافر بنا دیں گے۔“

پھر فرمایا: ﴿ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۭ ﴾ ”اور تم کیونکر کفر کرو گے جبکہ تم کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور تم میں اس کے پیغمبر موجود ہیں؟“ یعنی تمھاری طرف سے کفر کا ارتکاب بہت بعید ہے اور اللہ تعالیٰ تمھیں اس سے بچائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آیات اس کے رسول پر رات دن نازل کی جا رہی ہیں اور وہ ان آیات کی تم پر تلاوت فرما رہے ہیں اور تم تک انھیں پہنچا رہے ہیں، یہ آیت ایسے ہے جیسے کہ یہ آیت کریمہ ہے: ﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (الحدید 57:8) ”اور تم کیسے لوگ ہو کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے جبکہ پیغمبر تمھیں بلا رہے ہیں کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ اور یقیناً وہ تم سے (اس کا) پختہ عہد بھی لے چکا ہے اگر تم مومن ہو؟“

اسی طرح حدیث میں آیا ہے کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے پوچھا: [أَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَعْجَبُ إِلَيْكُمْ إِيمَانًا ؟ قَالُوا:الْمَلَائِكَةُ ، قَالَ : وَ كَيْفَ لَا يُؤْمِنُونَ وَ هُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؟ وَذَكَرُوا الْأَنْبِيَاءَ ، قَالَ:وَ كَيْفَ لَا يُؤْمِنُونَ وَالْوَحْيُ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ؟ قَالُوا: فَنَحْنُ . قَالَ : وَ كَيْفَ لَا تُؤْمِنُونَ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟ قَالُوا : فَأَيُّ النَّاسِ أَعْجَبُ إِيمَانًا ؟ قَالَ : قَوْمٌ يَّجِيئُونَ مِنْ بَعْدِكُمْ يَجِدُونَ صُحُفًا يُّؤْمِنُونَ بِمَا فِيهَا] ”ایمان کے اعتبار سے کون سے مومن تمھارے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: فرشتے، آپ نے فرمایا کہ وہ ایمان کیوں نہ لائیں جبکہ وہ تو اپنے رب تعالیٰ کے پاس ہیں؟ تو صحابہ نے عرض کی کہ پھر انبیاء ہیں، آپ نے فرمایا کہ حضرات انبیائے کرام

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿102﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمھیں موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو ﴿102﴾

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ

اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو، اور تم اپنے آپ پر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو، جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اس نے

اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ

تمھارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کے احسان سے بھائی (بھائی) بن گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے، پھر اس نے تمھیں اس

مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿103﴾

میں گرنے سے بچا لیا، اللہ تعالیٰ اسی طرح تمھارے لیے اپنی آیتیں بیان کرتا ہے شاید کہ تم ہدایت پاؤ ﴿103﴾

کیوں نہ ایمان لائیں جبکہ ان پر تو وحی نازل ہوتی ہے؟ صحابۂ کرام نے عرض کی کہ پھر ہم ہیں، فرمایا کہ تم ایمان کیوں نہ لاؤ جبکہ میں تمھارے مابین موجود ہوں؟ تو صحابۂ کرام نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! پھر آپ ہی ارشاد فرمائیں کہ کون لوگ ایمان کے اعتبار سے زیادہ پسندیدہ ہیں؟ فرمایا وہ لوگ جو تمھارے بعد آئیں گے اور وہ صحائف کو پائیں گے تو ان کے مطابق ایمان لے آئیں گے۔''[1]

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿101﴾ ﴾ ''اور جس نے اللہ (کی ہدایت کی رسی) کو مضبوط پکڑ لیا تو وہ سیدھے رستے لگ گیا۔'' یعنی اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی ہدایت کی رسی کو مضبوط پکڑنا اور اس کی ذات گرامی پر بھروسا کرنا ہی ہدایت کا ذریعہ، ضلالت سے دور رہنے کا سامان، رشد و بھلائی کا وسیلہ، سیدھا رستہ اور مراد پا لینے کا طریقہ ہے۔

تفسیر آیات:103,102

اللہ سے ڈرنے کا حق کیا ہے؟ امام ابن ابو حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ اللہ سے ڈرنے کا حق یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اور نافرمانی نہ کی جائے، اسے یاد رکھا جائے اور بھولا نہ جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے اور کفر نہ کیا جائے۔[2] یہ روایت موقوف ہے اور اس کا موقوف ہونا ہی درست ہے اور اس کی سند بھی صحیح ہے جبکہ ابن مردویہ نے اسے مرفوع بیان کیا ہے۔ واللہ أعلم. امام حاکم نے بھی اسے اپنی مستدرک میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے

---

[1] قریب قریب انھی الفاظ سے یہ روایت بزار کے حوالے سے مجمع الزوائد:52,51/10 عن أنس وعمر ومعاذ بن جبل رضی اللہ عنہم اور مسند أبي یعلی:147/1، حدیث:160 میں بیان ہوئی ہے لیکن اس میں ضعف ہے بلکہ بعض الفاظ منکر بھی ہیں۔ دیکھیے سلسلة الأحادیث الضعیفة:647 جبکہ اس باب میں صحیح روایات بھی موجود ہیں، مثلاً: مسند أحمد:106/4 میں روایت ہے: ابو جمعہ حبیب بن سباع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن صبح سویرے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہمارے ساتھ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی تھے تو انھوں نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا ہم سے بہتر بھی کوئی ہے؟ ہم آپ پر ایمان لائے، آپ کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔ تو آپ نے فرمایا: [نَعَمْ، قَوْمٌ يَّكُونُونَ مِنْ بَعْدِكُمْ يُؤْمِنُونَ بِي وَلَمْ يَرَوْنِي] ''ہاں، وہ لوگ جو تمھارے بعد ہوں گے مجھ پر ایمان لائیں گے لیکن انھوں نے مجھے دیکھا نہیں ہوگا۔'' مزید دیکھیے المعجم الکبیر للطبراني:22/4. [2] تفسیر ابن أبي حاتم:722/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح اور شیخین کی شرط کے مطابق ہے لیکن انھوں نے اس روایت کو بیان نہیں کیا۔ ①

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوئی بندہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈر نہیں سکتا جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے جب تک وہ اپنی زبان کی حفاظت نہ کرے۔② اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴾ ”اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔“ کے معنی یہ ہیں کہ اپنی صحت وسلامتی کے زمانے میں اسلام کی حفاظت کرو تا کہ تمھارا اسلام ہی پر خاتمہ ہو کیونکہ اللہ کریم نے اپنے فضل وکرم سے اپنی یہ عادت قرار دے لی ہے کہ جو شخص جیسی زندگی بسر کرتا ہے، اسی کے مطابق اسے موت آتی ہے۔③ اور جس شخص کی جس حالت میں موت آئے، اسی کے مطابق اسے قبر سے اٹھایا جائے گا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں کہ ہم اسلام کے خلاف زندگی بسر کریں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد کی روایت کو بیان کیا ہے کہ لوگ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اس وقت بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس ایک چھڑی بھی تھی، آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴾ کی تلاوت کی اور فرمایا: [وَلَوْ أَنَّ قَطْرَةً مِّنَ الزَّقُّومِ قُطِرَتْ، لَأَمَرَّتْ عَلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ عَيْشَهُمْ ، فَكَيْفَ مَنْ لَّيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا الزَّقُّومُ؟] ”اور اگر (جہنم کے) تھوہر کے درخت کا ایک قطرہ گرا دیا جائے تو وہ تمام روئے زمین کے لوگوں کی زندگی تلخ کر دے تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کا کھانا ہی تھوہر ہوگا؟“④ اسی طرح اس حدیث کو امام ترمذی، نسائی، ابن ماجہ رحمہم اللہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور امام حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے اور امام حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث شیخین کی شرط کے مطابق ہے لیکن انھوں نے اسے بیان نہیں کیا۔⑤

امام احمد رحمہ اللہ ہی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات سے تین دن قبل یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ] ”تم میں سے کوئی شخص فوت نہ ہو مگر وہ اللہ عزوجل کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو۔“⑥ اور صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

① المستدرك للحاكم، التفسير، من سورة آل عمران:294/2، حديث:3159 مختصرًا و الدرالمنثور:105/2. ② تفسیر ابن أبي حاتم:722/3. ③ اس مسئلے کی مکمل تفصیل سورۂ بقرہ کی آیت:132 کے تحت گزر چکی ہے جو روایات کی تطبیق کو بھی شامل ہے۔ ④ مسند أحمد:301,300/1. ⑤ جامع الترمذي، صفة جهنم، باب ماجاء في صفة شراب أهل النار، حديث: 2585 لیکن ترمذی میں [لأمرّت] کے بجائے [لأفسدت] ہے۔ وسنن ابن ماجه ، الزهد ، باب صفة النار، حديث:4325 وصحيح ابن حبان، إخباره عن مناقب الصحابة ، باب صفة النار وأهلها:511/16، حديث:7470 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير ، (63) قوله تعالى: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ (آل عمران 102:3): 313/6، حديث:11070 والمستدرك للحاكم ، التفسير ، من سورة آل عمران:294/2 ، حديث:3158 اور وہاں یہ الفاظ بھی ہیں: [في بحار الأرض] یعنی زمین کے سمندروں میں ایک قطرہ گرا دیا جائے۔ ⑥ مسند أحمد:293/3 لیکن یہاں [وهو يحسن باللّٰه الظنّ] ہے جبکہ مسلم کی روایت میں الفاظ اس کے مطابق ہیں: صحيح مسلم، الفتن، باب الأمر بحسن الظن باللّٰه تعالٰى عندالموت، حديث:2877.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا:[يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي] ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرا بندہ میرے بارے میں جیسا گمان رکھتا ہے، میں اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتا ہوں۔''①

اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوط تھامنے اور جماعت کے ساتھ مل کر رہنے کا حکم:ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ ''اور سب مل کر اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا۔'' میں اللہ کی رسی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا عہد ہے جیسا کہ اس کے کچھ بعد ایک آیت میں ہے: ﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ﴾ (آل عمران112:3) ''یہ جہاں نظر آئیں گے ذلت (کو دیکھو گے کہ) ان سے چمٹ رہی ہے سوائے اس کے کہ یہ اللہ اور (مسلمان) لوگوں کی پناہ میں آ جائیں۔'' یعنی عہد و ذمے میں آ جائیں۔

اور فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ ''اور متفرق نہ ہونا۔'' میں اللہ تعالیٰ نے اجتماعیت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور تفرقہ بازی سے منع فرمایا ہے۔ بہت سی احادیث مبارکہ میں بھی اختلاف و انتشار کی ممانعت اور اتفاق و اتحاد کا حکم موجود ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[إِنَّ اللّٰهَ يَرْضٰى لَكُمْ ثَلَاثًا، وَّيَسْخَطُ لَكُمْ ثَلَاثًا، فَيَرْضٰى لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَّأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا، (وَأَنْ تَنَاصَحُوا مَنْ وَّلَّى اللّٰهُ أَمْرَكُمْ)، وَيَسْخَطُ لَكُمْ ثَلَاثًا: قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ] ''اللہ تعالیٰ تین باتوں کو پسند فرماتا ہے اور تین باتوں کو تمھارے لیے ناپسند فرماتا ہے: وہ تمھارے لیے پسند یہ فرماتا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، تم سب اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو اور تفرقہ بازی اختیار نہ کرو اور جن کو اللہ تعالیٰ تمھارا حکمران بنا دے، ان کی خیر خواہی کرو اور جن باتوں کو اللہ تعالیٰ تمھارے لیے ناپسند فرماتا ہے: وہ بے مقصد ادھر ادھر کی باتیں، کثرتِ سوال اور مال ضائع کرنا ہے۔''②

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا﴾ ''اور اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔'' یہ آیتِ کریمہ اوس و خزرج کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں ان کے مابین بہت سی جنگیں، شدید عداوت، کینہ پروری اور نفرتیں تھیں جن کی وجہ سے ان میں طویل جنگیں اور لڑائی جھگڑے ہوئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اسلام کو بھیجا اور ان دونوں خاندانوں کے لوگ مشرف بہ اسلام ہو گئے تو وہ

---

① صحیح البخاری، التوحید، باب قول اللّٰه تعالٰی: ﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ﴾ (آل عمران28:3)، حدیث:7405 و صحیح مسلم، الذکر والدعاء، باب الحث علی ذکر اللّٰه تعالٰی، حدیث:2675. ② صحیح مسلم، الأقضیة، باب النھی عن کثرۃ المسائل من غیر حاجة...... ، حدیث:(11,10)-1715 لیکن قوسین والے الفاظ السنن الکبرٰی للبیھقی، قتال أھل البغی، باب النصیحة للّٰه ولکتابه ورسوله......:163/8، حدیث:17123 میں ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ

اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو خیر کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے۔ اور وہی لوگ فلاح پانے

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿104﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ

والے ہیں﴿104﴾ اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو فرقوں میں بٹ گئے اور ان کے پاس واضح نشانیاں آ جانے کے بعد انھوں نے ایک دوسرے سے

الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿105﴾ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا

اختلاف کیا اور ان لوگوں کے لیے بہت بڑا عذاب ہے﴿105﴾ جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے، پھر جن لوگوں کے چہرے سیاہ

الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ

ہوں گے (ان سے کہا جائے گا:) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ پس اب عذاب چکھو اس کفر کے بدلے جو تم کرتے رہے ہو﴿106﴾ اور جن لوگوں کے

تَكْفُرُوْنَ ﴿106﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿107﴾

چہرے سفید ہوں گے، وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے﴿107﴾ (اے نبی!) یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم آپ کو حق کے ساتھ سناتے

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿108﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي

ہیں اور اللہ جہان والوں پر ظلم کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا﴿108﴾ اور اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، اور سب معاملے اللہ

11 ع 8 2 السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿109﴾ ع

ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں﴿109﴾

آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے جلال کے ساتھ ایک دوسرے سے محبت کرنے والے، اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ایک دوسرے کے ہمدرد اور غمگسار اور نیکی و تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کے معاون و مددگار بن گئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ ﴾ (الأنفال 8:62,63) ''وہی تو ہے جس نے آپ کو اپنی مدد سے اور مسلمانوں (کی جمعیت) سے تقویت بخشی اور اس نے ان (مومنوں) کے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور اگر آپ دنیا بھر کی دولت خرچ کرتے، تب بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے اور البتہ اللہ ہی نے ان میں الفت پیدا کی۔''

یہ لوگ اپنے کفر کے سبب جہنم کے گڑھے کے کنارے پر تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں جہنم سے بچالیا اور ایمان کی ہدایت سے نوازا۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی حُنین کا مال غنیمت تقسیم کرتے ہوئے، اس وقت اللہ تعالیٰ کے اس احسان کی طرف اشارہ فرمایا، جب ان میں سے کچھ لوگوں نے آپ پر اس وجہ سے اعتراض کیا تھا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیت کے مطابق کچھ لوگوں کو زیادہ حصہ دے دیا تھا تو آپ نے انھیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: [يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! أَلَمْ أَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللّٰهُ بِي؟ وَكُنْتُمْ مُتَفَرِّقِينَ فَأَلَّفَكُمُ اللّٰهُ بِي، وَكُنْتُمْ عَالَةً فَأَغْنَاكُمُ اللّٰهُ بِي؟ كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوا: اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمَنُّ] ''اے گروہ انصار! کیا میں نے تمھیں گمراہ نہیں پایا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے تمھیں میری وجہ سے ہدایت سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوازا، تم ایک دوسرے سے الگ الگ تھے مگر میرے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے تمھارے دلوں میں الفت و محبت ڈال دی اور تم فقیر تھے مگر اللہ تعالیٰ نے تمھیں میری وجہ سے دولت مند بنا دیا؟ آپ جب بھی کچھ ارشاد فرماتے تو اس کے جواب میں وہ کہتے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ہم پر بہت احسان ہے۔"[1]

تفسیر آیات:104-109

دعوت الی اللہ کو قائم کرنے کا حکم: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلۡتَكُن مِّنكُمۡ أُمَّةٞ﴾ "اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے" جو نیکی اور اس کی دعوت اور نہی عن المنکر کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل پیرا ہو، ﴿وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ ۝١٠٤﴾ "اور یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔" ضحاک فرماتے ہیں کہ ان سے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، رواۃ حدیث، یعنی مجاہدین و علماء مراد ہیں۔[2]

اس آیت کریمہ سے مقصود یہ ہے کہ اس امت میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو اس کام کے لیے سرگرم ہو، گو یہ بات امت کے ہر ہر فرد پر حسب مقدور واجب ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ رَّأَى مِنكُمْ مُّنكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ] وَفِي رِوَايَةٍ : [وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ] "تم میں سے کوئی شخص جب کسی برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے سمجھا دے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔"[3] اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: "اس کے بعد رائی کے دانے کے بقدر بھی ایمان نہیں ہے۔"[4]

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کی حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ، وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنكَرِ، أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللّٰهُ أَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِّنْ عِنْدِهِ ، ثُمَّ لَتَدْعُنَّهُ فَلَا يَسْتَجِيبُ لَكُمْ] "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے یا پھر قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنے پاس سے عذاب بھیجے، پھر تم اس سے دعا کرو گے بھی تو وہ تمھاری دعا کو قبول نہیں فرمائے گا۔"[5] اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور اس کو حسن قرار دیا ہے۔[6] اس موضوع سے متعلق اور بھی بہت سی

---

① صحيح البخاري ، المغازي، باب غزوة الطائف في شوّال سنة ثمان، حديث:4330 وصحيح مسلم، الزكاة ، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم على الإسلام و تصبر من قوى إيمانه، حديث:1061 عن عبدالله بن زيد بن عاصم رضی اللہ عنہ.
② تفسیر الطبری:53/4. ③ صحيح مسلم، الإيمان ، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان......، حديث: 49 مذکورہ روایت ابن کثیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے جبکہ صحیح مسلم وغیرہ میں اس کے راوی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں۔
④ صحيح مسلم ، الإيمان ، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان......، حديث:50 عن عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ لیکن اس حدیث کا سیاق پہلی حدیث سے مختلف ہے۔ ⑤ مسند أحمد:389,388/5. ⑥ جامع الترمذي ، الفتن ، باب ماجاء في الأمر بالمعروف و النهي عن المنكر ، حديث:2169 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ ہیں جنھیں اپنے اپنے مقام پر بیان کیا جائے گا۔

تفرقہ بازی کی ممانعت: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ﴾ ''اورتم ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو فرقوں میں بٹ گئے اور واضح احکام آنے کے بعد ایک دوسرے سے (خلاف و اختلاف کرنے لگے۔'' اللہ تعالیٰ اس امت کو منع فرما رہا ہے کہ وہ ان سابقہ امتوں کی طرح نہ ہوں جنھوں نے حجت قائم ہونے کے باوجود تفرقہ بازی اور اختلاف کو اختیار کیا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیا تھا۔

امام احمد نے ابو عامر عبداللہ بن لُحَی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ہم نے معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے ساتھ حج کیا، جب ہم مکہ میں آئے تو نماز ظہر کے بعد وہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: [إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابَيْنِ افْتَرَقُوا فِي دِينِهِمْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً ، وَّإِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِينَ مِلَّةً۔ يَّعْنِي الْأَهْوَاءَ۔ كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً، وَّهِيَ الْجَمَاعَةُ، وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ تَجَارٰى بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ ، لَا يَبْقٰى مِنْهُ عِرْقٌ وَّلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهُ] ''یہود و نصاریٰ اپنے دین میں بہتر (72) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور یہ امت تہتر (73) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور ایک کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے۔ اور اس سے مراد جماعت ہے۔ میری امت میں کچھ ایسی قومیں پیدا ہوں گی جن پر خواہشات کا اس طرح غلبہ ہوگا جس طرح داء الکلب کے مریض پر اس مرض کا غلبہ ہوتا ہے کہ اس کی کوئی رگ اور کوئی جوڑ باقی نہیں رہتا مگر اس میں یہ مرض سرایت کر جاتا ہے۔'' اللہ کی قسم! اے گروہِ عرب! اگر تم اس دین کو قائم نہیں کرو گے جسے تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تو دوسرے لوگ اسے بالاولیٰ قائم نہیں کریں گے۔[1] امام ابوداود نے اسے امام احمد بن حنبل اور محمد بن یحییٰ رحمہما اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔[2]

حشر کے دن الفت و تفرقہ کے ثمرات و نتائج: ﴿ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ﴾ ''جس دن بہت سے چہرے سفید ہوں گے اور بہت سے سیاہ۔'' یعنی قیامت کے دن اہل سنت والجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت و فُرقت کے چہرے سیاہ ہوں گے، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔[3] ﴿ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ﴾ ''تو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے اللہ فرمائے گا:) کیا تم ایمان لا کر کافر ہو گئے تھے؟'' امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان سے مراد منافق ہیں۔[4] ﴿ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴾ ''سو (اب) اس کفر کے بدلے میں عذاب (کے مزے) چکھو۔'' یہ وصف عام ہے اور ہر کافر اس کا مصداق ہے۔

﴿ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴾ ''اور جن لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے، وہ اللہ کی رحمت (کے باغوں) میں ہوں گے اور ان میں ہمیشہ رہیں گے۔'' یعنی جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور

---

[1] مسند أحمد:102/4 و المعجم الكبير للطبراني ، أبو عامر الهوزني عبدالله بن لحي......:377/19 ، حديث:885.

[2] سنن أبي داود، السنة ، باب شرح السنة، حديث:4597 . [3] تفسير ابن أبي حاتم:729/3. [4] تفسير ابن أبي حاتم:729/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ

تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی اصلاح) کے لیے پیدا کی گئی ہے، تم نیک کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان

وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿110﴾ لَنْ

رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے حق میں بہت بہتر ہوتا۔ ان میں بعض ایمان والے بھی ہیں مگر ان کے اکثر نافرمان ہیں ﴿110﴾

يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿111﴾ ضُرِبَتْ

وہ تمھیں تھوڑی سی ایذا کے سوا ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، اور اگر وہ تم سے لڑیں تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، پھر ان کی مدد نہیں کی جائے

عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ

گی ﴿111﴾ وہ جہاں کہیں بھی پائے گئے ان پر ذلت کی مار پڑی، الا یہ کہ وہ اللہ کی یا لوگوں کی پناہ میں تھے، وہ اللہ کی طرف سے غضب کے حقدار

اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ

ٹھہرے اور ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی، یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے، اور اس وجہ

الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿112﴾

سے بھی کہ وہ نافرمانی کرتے اور حد سے بڑھ جاتے تھے ﴿112﴾

وہاں سے جگہ تبدیل کرنا نہیں چاہیں گے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی نے اس آیت کی تفسیر میں ابو غالب کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ابو اُمامہ نے دمشق کے مینارے پر کچھ نصب شدہ سر دیکھے تو کہا کہ یہ جہنم کے کتے ہیں، آسمان کی چھت کے تلے یہ بدترین مقتول ہیں اور وہ بہترین مقتول ہے جسے یہ قتل کر دیں، پھر انھوں نے یہ آیت کریمہ پڑھی: ﴿ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ ﴾ الآية . میں نے ابو اُمامہ سے کہا: کیا یہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ اگر میں نے اس بات کو آپ ﷺ سے نہ سنا ہوتا تو تم سے یہ بیان ہی نہ کرتا، میں نے تو یہ ایک دو مرتبہ نہیں کئی بار آپ سے سنا ہے۔ امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔[1] اسے امام ابن ماجہ اور امام احمد نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔[2]

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ ﴾ ''(اے نبی!) یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں۔'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی آیات، اس کے روشن اور واضح دلائل و براہین ہیں۔ اے محمد (ﷺ)! جو ہم آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں ﴿ بِالْحَقِّ ؕ ﴾ ''حق کے ساتھ'' جن سے ہم دنیا و آخرت کے امور کو واضح فرماتے ہیں۔ ﴿ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿108﴾ ﴾ ''اور اللہ اہل عالم پر ظلم نہیں کرنا چاہتا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اہل عالم کے لیے ظالم نہیں ہے بلکہ وہ حکیم و عادل ہے

[1] جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة آل عمران، حديث:3000. [2] سنن ابن ماجه، المقدمة، باب في ذكر الخوارج، حديث:176 بغیر واقعہ کے۔ ومسند أحمد:256/5 لیکن اس میں 105 اور 106 دو آیتوں کا ذکر ہے اور مسند أحمد:253/5 میں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ وہ ازارقہ (خارجی) تھے۔ اور انھیں نافع بن ازرق کی وجہ سے ازارقہ کہا جاتا ہے۔ اور المعجم الكبير میں بھی یہی روایت رؤوس الخوارج کے اضافے کے ساتھ ہے:267/8 أبو غالب صاحب المِحْجَن واسمه حَزَوَّر ، حديث:8034.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو ظلم نہیں کرتا کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہر چیز کو جانتا ہے، اسے اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ﴾ ''اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، سب اللہ ہی کا ہے۔'' یعنی سب اسی کی ملکیت اور اسی کے غلام ہیں ﴿ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴾ ''اور (سب) کاموں کا رجوع (اور انجام) اللہ ہی کی طرف ہے۔'' یعنی دنیا و آخرت میں صرف اور صرف وہی متصرف اور حاکم ہے۔

تفسیر آیات:110-112

امتِ محمدیہ سب سے افضل اور بہتر امت ہے: اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو دیگر تمام امتوں کی نسبت بہتر قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾ ''تم تمام امتوں سے بہتر ہو جو لوگوں (کی اصلاح) کے لیے پیدا کیے گئے ہو۔'' امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ تم لوگوں میں سے لوگوں کے لیے سب سے بہتر ہو کہ تم ان کی گردنوں میں زنجیریں ڈال کر لاؤ گے حتی کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عَطِیّہ عوفی، عکرمہ، عطاء اور ربیع بن انس رحمہم اللہ نے بھی اس کا یہی مفہوم بیان کیا ہے کہ تم لوگوں میں سے لوگوں کے لیے سب سے بہتر ہو۔[2] معنی یہ ہے کہ تم سب سے بہترین امت اور لوگوں کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش ہو۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾ ''تم نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

مسند امام احمد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں حکیم بن معاویہ بن حَیْدَہ کی روایت ہے جسے انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَنْتُمْ تُوفُونَ سَبْعِينَ أُمَّةً ، أَنْتُمْ خَيْرُهَا وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى] ''تم سترویں امت ہو (تم سے پہلے 69 امتیں گزر چکی ہیں) اور تم ان سب سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ معزز ہو۔''[3] یہ مشہور حدیث ہے، امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے، حضرت معاذ بن جبل اور ابوسعید رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[4] امت محمدیہ کو یہ فضیلت اور نیکی کے کاموں کی طرف سبقت کا شرف اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کی بدولت حاصل ہوا کیونکہ آپ اللہ کی ساری مخلوق میں سے افضل اور اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام رسولوں سے زیادہ مکرم ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی کامل اور عظیم شریعت کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ آپ سے پہلے کسی نبی یا رسول کو اس طرح کی شریعت عطا نہیں کی گئی، آپ کی سیرت و سنت کے مطابق تھوڑا عمل بھی اس قدر شرف و فضل کا حامل ہوتا ہے کہ دوسروں کے طریقوں کے مطابق بڑے بڑے اعمال بھی اس طرح کی پذیرائی حاصل نہیں کر سکتے جیسا کہ امام احمد نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی حدیث کو

---

[1] صحيح البخاري، التفسير ، باب: ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾ (آل عمران 3:110)، حديث: 4557 . [2] تفسير ابن أبي حاتم: 732/3 . [3] مسند أحمد: 447/4 و جامع الترمذي، تفسير القرآن ، باب ومن سورة آل عمران، حديث: 3001 و سنن ابن ماجه، الزهد ، باب صفة أمة محمد ﷺ، حديث: 4288,4287 و المعجم الكبير للطبراني: 419/19، حديث: 1012 مطوّلًا . [4] مسند أحمد: 61/3 مطوّلًا عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[أُعۡطِيتُ مَا لَمۡ يُعۡطَ أَحَدٌ مِّنَ الۡأَنۡبِيَاءِ فَقُلۡنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَاهُوَ؟ قَالَ: نُصِرۡتُ بِالرُّعۡبِ ، وَأُعۡطِيتُ مَفَاتِيحَ الۡأَرۡضِ ، وَسُمِّيتُ أَحۡمَدَ ، وَجُعِلَ التُّرَابُ لِي طَهُورًا ، وَّجُعِلَتۡ أُمَّتِي خَيۡرَ الۡأُمَمِ] ''مجھے وہ کچھ عطا کیا گیا ہے جو دیگر انبیائے کرام میں سے کسی کو بھی نہیں دیا گیا، ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ کیا؟ فرمایا: رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے، مجھے زمین کی چابیاں عطا کی گئی ہیں، میرا نام احمد رکھا گیا ہے، میرے لیے زمین کو پاک بنا دیا گیا ہے اور میری امت کو سب سے بہتر امت قرار دیا گیا ہے۔''[1] اس حدیث کی سند حسن ہے۔[2]

اس سلسلے میں اور بھی کئی احادیث وارد ہیں جن میں سے بعض کا ذکر یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں بروایت زہری، سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا ہے کہ [يَدۡخُلُ الۡجَنَّةَ مِنۡ أُمَّتِي زُمۡرَةٌ هُمۡ سَبۡعُونَ أَلۡفًا ، تُضِيءُ وُجُوهُهُمۡ إِضَاءَةَ الۡقَمَرِ لَيۡلَةَ الۡبَدۡرِ] ''میری امت میں سے ایک جماعت، جو ستر ہزار افراد پر مشتمل ہوگی، جنت میں داخل ہوگی اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہ سن کر عُکّاشہ بن مِحصن اسدی رضی اللہ عنہ اپنی چادر اٹھاتے ہوئے کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے بنا دے، رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی:[اَللّٰهُمَّ ! اجۡعَلۡهُ مِنۡهُمۡ ، ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِّنَ الۡأَنۡصَارِ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أُدۡعُ اللّٰهَ أَنۡ يَّجۡعَلَنِي مِنۡهُمۡ ، فَقَالَ: سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ] ''اے اللہ! انھیں ان میں سے بنا دے، پھر انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے بنا دے تو آپ نے فرمایا: عکاشہ تم سے اس معاملے میں سبقت لے گیا ہے۔''[3]

اس امت کی فضیلت کے بارے میں کچھ دیگر احادیث: امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ انھوں نے نبیٔ اکرم ﷺ کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا:[أَرۡجُو أَنۡ يَّكُونَ مَنۡ يَّتۡبَعُنِي مِنۡ أُمَّتِي يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ رُبُعَ أَهۡلِ الۡجَنَّةِ قَالَ: فَكَبَّرۡنَا، ثُمَّ قَالَ: أَرۡجُو أَنۡ يَّكُونُوا ثُلُثَ النَّاسِ، قَالَ: فَكَبَّرۡنَا ، ثُمَّ قَالَ: أَرۡجُو أَنۡ يَّكُونُوا الشَّطۡرَ] ''مجھے امید ہے کہ میری امت کے میری اتباع کرنے والے لوگ قیامت کے دن جنت میں جانے والے ایک چوتھائی ہوں گے تو ہم نے اللہ اکبر کہا، پھر آپ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ وہ جنت میں جانے والوں کا ایک تہائی ہوں گے تو ہم نے پھر اللہ اکبر کہا تو آپ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ وہ نصف ہوں گے۔''[4] امام احمد نے اس کو ایک اور سند سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔[5] یہ روایت صحیح مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

---

① مسند أحمد:98/1 و المصنف لابن أبي شيبة ، الفضائل ، باب ما أعطى اللّٰه تعالٰى محمدا ﷺ:308/6، حديث: 31638. ② الموسوعة الحديثية (مسند أحمد):156/2، حديث:763 کے ذیل میں۔ ③ صحيح البخاري، الرقاق، باب يدخل الجنة سبعون ألفا بغير حساب، حديث:6542 لیکن [بها] صحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة ......، حديث:216 میں ہے۔ ④ مسند أحمد:346/3. ⑤ مسند أحمد: 383/3 اور یہ حدیث پہلی کی تابع ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: [أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ ؟ فَكَبَّرْنَا، ثُمَّ قَالَ :أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ ؟ قَالَ: فَكَبَّرْنَا، ثُمَّ قَالَ : إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟] ''کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ تم اہل جنت میں سے ایک چوتھائی بن جاؤ؟ ہم نے یہ فرمان سن کر اللہ اکبر کہا تو آپ نے فرمایا: کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ اہل جنت میں سے ایک تہائی بن جاؤ؟ ہم نے اللہ اکبر کہا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت میں سے نصف ہو گے۔''①

امام احمد نے حضرت بُرَیدہ کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَهْلُ الْجَنَّةِ عِشْرُونَ وَمِائَةُ صَفٍّ ، هٰذِهِ الْأُمَّةُ مِنْ ذٰلِكَ ثَمَانُونَ صَفًّا] ''اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں سے اسّی (80) صفیں اس امت پر مشتمل ہوں گی۔''② امام احمد نے اس حدیث کو ایک دوسری سند سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔③ امام ترمذی نے بھی اسے بیان کیا اور حسن قرار دیا ہے۔④ امام ابن ماجہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔⑤

امام عبدالرزاق نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث کو بیان کیا ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [نَحْنُ الْآخِرُونَ الْأَوَّلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، نَحْنُ أَوَّلُ النَّاسِ دُخُولًا الْجَنَّةَ ، بَيْدَ أَنَّهُمْ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَأُوتِينَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ ، فَهَدَانَا اللّٰهُ لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ ، فَهٰذَا الْيَوْمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ، النَّاسُ لَنَا فِيهِ تَبَعٌ ، غَدًا لِّلْيَهُودِ، وَلِلنَّصَارٰى بَعْدَ غَدٍ] ''ہم آخر میں آنے والے ہیں لیکن قیامت کے دن پہلے ہوں گے۔ ہم جنت میں سب لوگوں سے پہلے داخل ہوں گے باوجود اس بات کے کہ انھیں کتاب ہم سے پہلے دی گئی تھی اور ہمیں ان کے بعد دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس حق کے اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی ہے جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا پس یہ دن جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا لوگ اس میں ہمارے پیچھے ہیں کہ یہودی ایک دن بعد ہیں اور عیسائی ہم سے دو دن بعد ہیں۔''⑥ امام بخاری و مسلم نے بھی اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے۔⑦

امام مسلم نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے ایک دوسری سند سے بھی بیان کیا ہے: [نَحْنُ الْآخِرُونَ الْأَوَّلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَنَحْنُ أَوَّلُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ......] ''ہم آخر میں آنے والے ہیں لیکن قیامت کے دن پہلے ہوں گے، ہم جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے......''⑧

---

① صحیح البخاری، الرقاق، باب الحشر، حدیث:6528 و صحیح مسلم ، الإیمان ، باب بیان کون هذه الأمة نصف أهل الجنة ، حدیث:(376)۔221 واللفظ له . ② مسند أحمد:355/5. ③ مسند أحمد:347/5. ④ جامع الترمذی، صفة الجنة، باب ماجاء فی کم صف أهل الجنة ؟ حدیث:2546. ⑤ سنن ابن ماجه ، الزهد ، باب صفة أمة محمد ﷺ ، حدیث:4289 . ⑥ السنن الکبریٰ للنسائی ، الجمعة، باب إیجاب الجمعة:514/1 ، حدیث:1653. ⑦ صحیح البخاری، الجمعة ، باب هل علی من لم یشهد الجمعة غسل......؟ حدیث:896 و صحیح مسلم، الجمعة ، باب هداية هذه الأمة ليوم الجمعة، حدیث:(21) - 855. ⑧ صحیح مسلم ، الجمعة ، باب هداية هذه الأمة ليوم الجمعة ، حدیث:(20)-855.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ اور اس مفہوم کی دیگر تمام احادیث، اس ارشاد باری تعالیٰ کے معنی میں ہیں: ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ﴾ ''تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں (کی اصلاح) کے لیے پیدا کی گئی ہے، تم نیک کاموں کا حکم دیتے، برے کاموں سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔'' اس امت میں سے جو لوگ ان صفات کے ساتھ اتصاف پذیر ہوں گے، وہ اس مدح وثنا کے مستحق ہوں گے جیسا کہ امام قتادہ نے کہا ہے کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک حج کے موقع پر لوگوں کی جلد بازی کو دیکھا تو انھوں نے اس آیتِ کریمہ: ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾ کی تلاوت کی اور فرمایا کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ وہ اس بہترین امت میں سے بن جائے تو اسے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی عائد کردہ شرط کو بھی پورا کرنا چاہیے۔ اسے امام ابن جریر نے روایت کیا ہے۔ ①

اور جو شخص ان اوصاف سے اتصاف پذیر نہ ہو تو وہ ان اہل کتاب سے مشابہت رکھتا ہوگا جن کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ ﴾ (المآئدۃ 5:79) ''وہ برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے، ایک دوسرے کو روکتے نہیں تھے بہت برا تھا جو وہ کرتے تھے۔''

یہی وجہ ہے کہ ان صفات کی وجہ سے اس امت کی مدح کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ ﴾ ''اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے'' اس دین وشریعت پر جسے محمد ﷺ پر نازل کیا گیا: ﴿ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ ﴾ ''تو ان کے لیے بہت اچھا ہوتا۔ ان میں ایمان لانے والے بھی ہیں (لیکن تھوڑے) اور اکثر نافرمان ہیں۔'' یعنی ان میں سے کم ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اس پر جو تمھاری طرف اور جو ان کی طرف نازل کیا گیا، اس پر ایمان لانے والے ہوں جبکہ ان میں سے اکثر لوگ ضلالت و کفر اور فسق و معصیت کو اختیار کیے ہوئے ہیں۔

مسلمانوں کو اہل کتاب کے مقابلے میں فتح ونصرت کی بشارت: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو خبر دیتے ہوئے اور انھیں بشارت سناتے ہوئے فرمایا ہے کہ کافر وملحد اہل کتاب کے مقابلے میں انھیں فتح ونصرت حاصل ہوگی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ ﴾ ''اور یہ تمھیں خفیف سی تکلیف کے سوا کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، پھر ان کو مدد بھی (کہیں سے) نہیں ملے گی۔''

چنانچہ ایسا ہی ہوا، اللہ تعالیٰ نے خیبر کے دن انھیں ذلیل ورسوا کر کے ان کی ناک کو خاک آلود کر دیا (1) اور اسی طرح اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مدینہ کے تمام یہودیوں بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ کو بھی ذلیل ورسوا کر دیا تھا۔ (2) اسی طرح شام کے عیسائیوں کی شان وشوکت کو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے خاک میں ملا دیا تھا، (3) انھیں ملک شام سے ہمیشہ ہمیشہ کے

① تفسير الطبري: 60/4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے محروم کر دیا تھا، اسلام کی ایک جماعت ہمیشہ شام میں رہے گی (4) حتی کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے اور وہ اسی طرح اسلام ہی پر ہوں گے اور ان میں حضرت محمد ﷺ کی شریعت کے مطابق فیصلہ فرمائیں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ کو ختم کر دیں گے اور صرف اسلام ہی کو قبول فرمائیں گے۔ (5)[1]

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ ﴾ ’’یہ جہاں نظر آئیں گے ذلت (کو دیکھو گے کہ) ان سے چمٹ رہی ہے۔ سوائے اس کے کہ یہ اللہ اور (مسلمان) لوگوں کی پناہ میں آ جائیں۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے ذلت و رسوائی کو ان پر مسلط کر دیا ہے، یہ جہاں کہیں بھی ہوں گے امن و سکون میں نہیں ہوں گے۔ ﴿ اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ ﴾ ’’سوائے اس کے کہ یہ اللہ کی پناہ میں آ جائیں۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کے اس ذمے کو پورا کریں جو اس نے ان پر عائد کیا ہے اور انھیں جزیہ ادا کرنے اور احکام ملت کی پابندی کرنے کا حکم دیا ہے۔ ﴿ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ ﴾ ’’اور (مسلمان) لوگوں کی پناہ میں آ جائیں۔‘‘ یعنی لوگوں کی طرف سے انھیں پناہ حاصل ہو جائے جیسا کہ کسی صلح جو، معاہد اور قیدی وغیرہ کو کوئی مسلمان حتی کہ کوئی عورت بھی اگر پناہ دے دے اسی پر بس نہیں بلکہ ایک قول کے مطابق اگر کوئی مسلمان غلام بھی پناہ دے دے تو اسے امن حاصل ہو جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ﴿ اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ ﴾ سے مراد اللہ تعالیٰ اور لوگوں کا عہد ہے۔[2] مجاہد، عکرمہ، عطاء، ضحاک، حسن، قتادہ، سدی اور ربیع بن انس رحمہم اللہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔[3] ﴿ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ﴾ ’’اور یہ لوگ اللہ کے غضب میں گرفتار ہیں۔‘‘ کیونکہ یہ غضبِ الٰہی ہی کے مستحق ہیں۔ ﴿ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ﴾ ’’اور ناداری ان سے لپٹ رہی ہے۔‘‘ یعنی قدرًا اور شرعًا اسے انھوں نے اپنے لیے لازم کر لیا ہے۔ اسی لیے تو فرمایا ہے: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ﴾ ’’یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے اور (اس کے) پیغمبروں کو ناحق قتل کر دیتے تھے۔‘‘ اور اس بات کو انھوں نے تکبر، بغاوت و سرکشی اور حسد کی وجہ سے اختیار کیا تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے بھی ذلت و رسوائی اور ناداری کو بھی ان پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مسلط کر دیا کہ دنیا کے بعد آخرت میں بھی ذلت و رسوائی ہی ان کا مقدر ہو گی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴾ ’’یہ اس لیے کہ یہ نافرمانی کیے جاتے اور حد سے

---

[1] یہ اقتباسات بخاری و مسلم کی ان احادیث سے ہیں، دیکھیے (1) صحیح البخاری، المغازی، باب غزوۃ خیبر، حدیث: 4196 عن سلمة بن الأكوع رضی اللہ عنہ. (2) صحیح البخاری، المغازی، باب حدیث بنی النضیر......، حدیث: 4028 عن ابن عمر رضی اللہ عنہما. (3) صحیح البخاری، الجهاد والسیر، باب فضل من یصرع فی سبیل الله فمات فهو منهم، حدیث: 2799 عن أم حرام رضی اللہ عنہا. وصحیح مسلم، الفتن، باب فی فتح قسطنطینیة ......، حدیث: 2897 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ. (4) صحیح البخاری، المناقب، باب: 28، حدیث: 3641 عن معاویة بن أبی سفیان رضی اللہ عنہ (5) صحیح البخاری، المظالم، باب کسر الصلیب و قتل الخنزیر، حدیث: 2476 وصحیح مسلم، الفتن، باب فی فتح قسطنطینیة وخروج الدجال، ونزول عیسی ابن مریم، حدیث: 2897 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ. [2] تفسیر الطبری: 66/4. [3] تفسیر ابن أبی حاتم: 735/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَھُمْ

وہ سب برابر نہیں ہیں' اہل کتاب میں سے ایک گروہ حق پر قائم ہے ، وہ رات کی گھڑیوں میں اللہ کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں، اور وہ

يَسْجُدُوْنَ ﴿113﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ

سجدہ کرتے ہیں﴿113﴾ وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں اور سبقت کرتے ہیں

الْمُنْكَرِ وَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿114﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ

بھلائی کے کاموں میں اور وہی نیکوکاروں میں سے ہیں﴿114﴾ وہ جو بھی بھلائی کریں گے اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی، اور اللہ

يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿115﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ

پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے ﴿115﴾ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، انھیں ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ (کے عذاب) سے ذرا بھی

اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔـا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿116﴾ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ

چھڑا نہ سکیں گے اور وہی دوزخ والے ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ﴿116﴾ (کافر) اس دنیا میں جو کچھ خرچ کرتے ہیں، اس کی مثال

فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْھَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ

ایسی آندھی کی سی ہے جس میں سخت پالا ہو وہ ان لوگوں کی کھیتی پر چلے جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، تو وہ اسے تباہ کر ڈالے۔ اور اللہ نے

فَاَهْلَكَتْهُ ۭ وَمَا ظَلَمَھُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَھُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿117﴾

ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ﴿117﴾

بڑھے جاتے تھے۔'' اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے قتل پر اس بات نے انھیں آمادہ کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی کثرت کے ساتھ نافرمانی کرتے تھے، گناہوں کا بہت زیادہ ارتکاب کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی شریعت میں حد سے بڑھ جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے ہمیں محفوظ رکھے۔ وَاللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ الْمُسْتَعَانُ.

تفسیر آیات: 113-117

اہل کتاب میں سے اسلام قبول کرنے والوں کی فضیلت: محمد بن اسحاق وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیات یہود کے ان علماء کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جو ایمان لے آئے تھے، مثلاً: سیدنا عبداللہ بن سلام، اسد بن عُبید، ثعلبہ بن سَعْیَہ اور اُسَید بن سَعْیَہ رضی اللہ عنہم وغیرہ۔[1] یعنی اہل کتاب میں سے وہ لوگ جن کی قبل ازیں مذمت بیان کی گئی ہے، وہ اور ان میں سے مشرف بہ اسلام ہونے والے برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ ان میں سے مومن بھی ہیں اور مجرم بھی۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىِٕمَةٌ ﴾ یعنی ان اہل کتاب میں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم ہیں، اس کی شریعت کے مطیع ہیں اور اس کے نبی کے متبع ہیں تو یہ لوگ حق پر قائم اور مستقیم ہیں۔ ﴿ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿113﴾ ﴾ ''وہ رات کی گھڑیوں میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور وہ سجدہ کرتے ہیں۔'' یعنی رات کو قیام کرتے، کثرت سے

[1] تفسیر الطبری: 71/4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز تہجد پڑھتے اور نمازوں میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ ﴿ یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ یَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ یَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡخَیۡرٰتِ ؕ وَ اُولٰٓئِکَ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۱۴﴾ ﴾ ''(اور) اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتے اور اچھے کام کرنے کو کہتے اور بری باتوں سے منع کرتے اور نیکیوں پر لپکتے ہیں اور یہی لوگ نیکوکار ہیں۔'' اور انھی لوگوں کا اسی سورۂ مبارکہ کے آخر میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَ اِنَّ مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ لَمَنۡ یُّؤۡمِنُ بِاللّٰہِ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡہِمۡ خٰشِعِیۡنَ لِلّٰہِ ۙ لَا یَشۡتَرُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ؕ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ ○ ﴾ (آل عمران 3:199) ''اور بعض اہل کتاب ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور اس (کتاب) پر جو تم پر نازل ہوئی اور اس پر جو اُن پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کے آگے عاجزی کرتے ہیں وہ اللہ کی آیتیں تھوڑی قیمت میں نہیں بیچتے وہی ہیں جن کا اجران کے رب کے پاس ہے بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔''

اسی طرح یہاں بیان فرمایا: ﴿ وَ مَا یَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ فَلَنۡ یُّکۡفَرُوۡہُ ؕ ﴾ ''اور یہ جس طرح کی نیکی بھی کریں گے تو اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ضائع نہیں ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ اس کی پوری پوری جزا عطا فرمائے گا۔ ﴿ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِالۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۱۱۵﴾ ﴾ ''اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔'' یعنی اس سے کسی بھی عمل کرنے والے کا عمل مخفی نہیں ہے اور نہ کسی اچھے عمل کرنے والے کے عمل کا اجر ضائع ہو سکتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں اور مشرکوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ لَنۡ تُغۡنِیَ عَنۡہُمۡ اَمۡوَالُہُمۡ وَ لَاۤ اَوۡلَادُہُمۡ مِّنَ اللّٰہِ شَیۡئًا ؕ ﴾ یعنی جب اللہ تعالیٰ انھیں سزا دینے کا ارادہ فرمائے گا تو ان کے مال اور اولاد اللہ کی سزا یا اس کے عذاب کو ان سے ہرگز دور نہیں کر سکیں گے۔ ﴿ وَ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۱۶﴾ ﴾ ''اور وہی لوگ اہل دوزخ ہیں کہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔''

کفار جو خرچ کرتے ہیں اس کی مثال: پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک مثال بیان فرمائی ہے جو کفار دنیا کی اس زندگی میں خرچ کرتے ہیں، یہ امام مجاہد، حسن اور سُدّی رحمہم اللہ کا قول ہے۔[1]

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ مَثَلُ مَا یُنۡفِقُوۡنَ فِیۡ ہٰذِہِ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا کَمَثَلِ رِیۡحٍ فِیۡہَا صِرٌّ ﴾ ''یہ جو مال دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال ہوا کی سی ہے جس میں سخت سردی ہو۔'' صِرٌّ کے معنی سخت سردی کے ہیں، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، سعید بن جبیر، حسن، قتادہ، ضحاک، ربیع بن انس رحمہم اللہ اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔[2] عطا نے اس کے معنی سردی اور کہر کے بیان کیے ہیں۔[3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد سے یہ بھی مروی ہے کہ اس کے معنی آگ کے ہیں۔[4] یہ معنی بھی پہلے ہی کی طرف راجع ہے کیونکہ سخت سردی خصوصاً کہر اور ژالہ باری بھی فصلوں اور پھلوں کو اسی طرح جلا دیتی ہے جس طرح آگ سے کسی چیز کو جلا دیا جاتا ہے۔

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 741/3. یعنی اس سے مراد کفار کا خرچ کیا ہوا مال ہے۔ ② تفسیر ابن أبي حاتم: 741/3. ③ تفسیر ابن أبي حاتم: 741/3. ④ تفسیر ابن أبي حاتم: 741/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا بِطَانَةً مِّنۡ دُوۡنِكُمۡ لَا يَاۡلُوۡنَكُمۡ خَبَالًا ؕ وَدُّوۡا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم اپنے لوگوں کے سوا کسی کو دلی دوست نہ بناؤ، دوسرے لوگ تمھیں برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے، وہ چاہتے ہیں

مَا عَنِتُّمۡ ۚ قَدۡ بَدَتِ الۡبَغۡضَآءُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ ۖۚ وَمَا تُخۡفِيۡ صُدُوۡرُهُمۡ اَكۡبَرُ ؕ قَدۡ

کہ تم مصیبت میں پڑو، ان کے دلوں کی دشمنی ان کے منہ سے ظاہر ہو چکی ہے اور وہ اپنے سینوں میں جو (بغض وعناد) چھپاتے ہیں وہ کہیں زیادہ ہے۔ ہم

بَيَّنَّا لَكُمُ الۡاٰيٰتِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿118﴾ هٰۤاَنۡتُمۡ اُولَآءِ تُحِبُّوۡنَهُمۡ وَلَا يُحِبُّوۡنَكُمۡ

نے تمھارے لیے آیتیں کھول کر بیان کی ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو ﴿118﴾ خبردار! تم لوگ ان سے محبت رکھتے ہو جبکہ وہ تم سے محبت نہیں رکھتے تم سب کتابوں

وَتُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوۡكُمۡ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوۡا عَضُّوۡا عَلَيۡكُمُ الۡاَنَامِلَ

پر ایمان رکھتے ہو (جبکہ وہ ایسا نہیں کرتے) وہ تمھارے سامنے تو اپنے ایمان کا اقرار کرتے ہیں مگر جب تنہا ہوتے ہیں تو تم پر اپنی انگلیاں چباتے ہیں غصے

مِنَ الۡغَيۡظِ ؕ قُلۡ مُوۡتُوۡا بِغَيۡظِكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿119﴾ اِنۡ تَمۡسَسۡكُمۡ

کے مارے۔ (ان سے) کہیے: تم اپنے غصے ہی میں مر جاؤ، بے شک اللہ دلوں کے راز خوب جانتا ہے ﴿119﴾ اگر تمھیں کوئی بھلائی پہنچے تو وہ انھیں بری لگتی ہے

حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ ۚ وَاِنۡ تُصِبۡكُمۡ سَيِّئَةٌ يَّفۡرَحُوۡا بِهَا ؕ وَاِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا لَا يَضُرُّكُمۡ

اور اگر تمھیں کوئی برائی پہنچے تو وہ اس پر خوش ہوتے ہیں۔ اگر تم صبر کرو اور پرہیز گاری اختیار کرو تو ان کا مکر تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ بے شک

كَيۡدُهُمۡ شَيۡـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ مُحِيۡطٌ ﴿120﴾ ع 12 11 3

اللہ نے ان کے اعمال کو گھیر رکھا ہے ﴿120﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَصَابَتۡ حَرۡثَ قَوۡمٍ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فَاَهۡلَكَتۡهُ ؕ ﴾ ”وہ ایسے لوگوں کی کھیتی پر جو اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے، چلے پھر اسے تباہ کر دے۔“ یعنی اسے جلا دے، اس سے مراد آگ کا وہ بگولا ہے کہ جب وہ کسی ایسی کھیتی کو اپنی لپیٹ میں لیتا ہے جس کے پکنے اور کٹنے کا وقت قریب آ گیا ہو تو اسے تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے اور اس کی فصل اور پھل خراب ہو کر تہس نہس ہو جاتے ہیں، اور کھیتی کا مالک اپنے پھل اور فصل سے اس وقت محروم ہو جاتا ہے جب اسے اس کی بہت ضرورت تھی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کافروں کے اعمال کے ثواب کو اسی دنیا ہی میں ختم کر دیتا ہے جس طرح اس کھیتی کے پھل کو اس کے مالک کے گناہوں کی وجہ سے تباہ و برباد کر دیتا ہے اسی طرح یہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے کسی اصل اور اساس کے بغیر ہی اپنے کاموں کی بنیاد رکھی ہے۔ ﴿ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنۡ اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ ﴿117﴾ ﴾ ”اور اللہ نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں۔“

تفسیر آیات: 118-120

مومنوں کو چھوڑ کر دوسروں کو راز دار بنانے کی ممانعت: اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اس بات سے منع فرما رہا ہے کہ وہ منافقوں کو راز دار بنائیں اور انھیں اپنے بھیدوں سے آگاہ کریں اور انھیں وہ باتیں بتائیں جو انھوں نے اپنے دشمنوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے چھپا رکھی ہوں کیونکہ منافقوں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں، یعنی وہ مسلمانوں کی دشمنی میں ہر وقت اور ہر ممکن طریقے سے مستعد رہتے ہیں اور جس قدر بھی ممکن ہو مکر وفریب سے کام لیتے ہیں اور ایسے کاموں کو پسند کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے تکلیف اور مشقت کا باعث ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ﴾ ''کسی غیر (مذہب کے آدمی) کو اپنا راز دار نہ بنانا۔'' یعنی اپنے علاوہ دیگر اہل ادیان کے لوگوں کو راز دار نہ بناؤ۔ عربی زبان میں بِطَانَة آدمی کے ان خاص اہل وعیال کو کہتے ہیں جو گھر کے داخلی امور سے مکمل طور پر آگاہ ہوتے ہیں۔ ①

امام بخاری، نسائی اور دیگر کئی محدثین نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَّبِيٍّ وَّلَا اسْتَخْلَفَ مِنْ خَلِيفَةٍ إِلَّا كَانَتْ لَهُ بِطَانَتَانِ: بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالْخَيْرِ وَتَحُضُّهُ عَلَيْهِ وَ بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالشَّرِّ وَتَحُضُّهُ عَلَيْهِ ، وَالْمَعْصُومُ مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ] ''اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی مبعوث فرمایا اور جو بھی خلیفہ مقرر فرمایا تو اس کے دو قسم کے راز دار تھے۔ ایک قسم وہ جو خیر کا حکم اور ترغیب دیتے تھے اور دوسرے وہ جو برائی کا حکم اور ترغیب دیتے تھے اور معصوم تو وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ گناہ سے بچالے۔'' ②

امام ابن ابوحاتم رحمہ اللہ نے ابو دِہقانہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی گئی کہ یہاں اہل حِیرَہ کا ایک بڑا ماہر کاتب ہے، لہٰذا آپ اسے اپنے ہاں بطور کاتب مقرر فرمالیں تو آپ نے فرمایا کہ اس کے معنی تو یہ ہوں گے کہ میں مومنوں کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا راز دار بنالوں۔ ③ آیت کے ساتھ ساتھ یہ اثر بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ذِمّیوں کو اس کتابت کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں جسے وہ مسلمانوں کی دشمنی کے لیے استعمال کرسکیں اور مسلمانوں کے ان داخلی امور سے آگاہ ہو جائیں جن کے بارے میں یہ خدشہ ہو کہ وہ جنگی دشمنوں کو ان سے مطلع کر دیں گے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَا يَأْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ﴾ ''یہ لوگ تمھاری خرابی (اور فتنہ انگیزی کرنے) میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے، چاہتے ہیں کہ (جس طرح ہو) تمھیں تکلیف پہنچے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ۭ﴾ ''ان کی زبانوں سے تو دشمنی ظاہر ہو ہی چکی ہے اور جو (کینے) ان کے سینوں میں مخفی ہیں، وہ کہیں زیادہ ہیں۔'' یعنی ان کے چہروں کے نقوش

① صحیح البخاری، الأحکام ، باب بطانة الإمام ...... ، قبل الحدیث:7198 عن أبی عبیدة. ② صحیح البخاری ، الأحکام ، باب بطانة الإمام وأهل مشورته ...... ، حدیث:7198 لیکن اس حدیث کا بعض حصہ صحیح بخاری کی دوسری روایت کے مطابق ہے: صحیح البخاری ، القدر ، باب المعصوم من عصم اللّٰه، حدیث:6611 و سنن النسائی ، البیعة ، باب بطانة الإمام ، حدیث:4207 و مسند أحمد:237/2 ، حدیث:7238 و جامع الترمذی ، الزهد ، باب ماجاء فی معیشة أصحاب النبی ﷺ، حدیث:2369 لیکن مسند احمد اور جامع الترمذی کے الفاظ مختلف ہیں اور اس کے راوی بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ③ تفسیر ابن أبی حاتم:743/3 و المصنف لابن أبی شیبة ، الأدب ، باب فی اتخاذ کاتب نصرانی:261/5 ، حدیث:25863 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور زبانوں کے الفاظ ہی سے دشمنی نمایاں ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے لیے اپنے سینوں میں جو بغض رکھتے ہیں وہ کسی بھی ذی شعور اور عقل مند شخص سے مخفی نہیں رہ سکتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝﴾ ''یقیناً اگر تم عقل رکھتے ہو تو ہم نے تم سے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں۔''

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ ﴾ ''دیکھو! تم ایسے (صاف دل) لوگ ہو کہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہو، حالانکہ وہ تم سے دوستی نہیں رکھتے۔'' مطلب یہ ہے کہ مومنو! جب منافق تمھارے سامنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں تو تم ان سے دوستی رکھنے لگ جاتے ہو مگر وہ ظاہری یا باطنی طور پر تم سے قطعاً دوستی نہیں رکھتے ﴿ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ﴾ ''اور تم سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو۔'' تمھیں ان کتابوں کے بارے میں قطعاً کوئی شک وشبہ نہیں ہے جبکہ وہ شک وشبہ اور حیرت میں مبتلا ہیں۔

محمد بن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ تم اپنی کتاب پر بھی، ان کی کتاب پر بھی اور اس سے پہلے کی تمام کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہو مگر وہ تمھاری کتاب پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ اس کے ساتھ کفر کرتے ہیں، لہٰذا ان کی نسبت تم اس بات کے زیادہ حق دار ہو کہ ان سے بغض رکھو۔[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۭ ﴾ ''اور وہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر غصے کے سبب انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔'' امام قتادہ کا قول ہے کہ ﴿ الْاَنَامِلَ ﴾ سے مراد انگلیوں کے پورے ہیں۔[2] منافقوں کی یہی حالت ہوتی ہے کہ مومنوں کے سامنے تو ایمان اور مودّت کا اظہار کرتے ہیں لیکن باطنی طور پر ان کی صورتحال اس کے بالکل خلاف ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۭ ﴾ ''اور وہ جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر غصے کے سبب انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔'' اور ان کی یہ حالت غیض وغضب کی شدت کی وجہ سے ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝﴾ ''(ان سے) کہہ دیجیے کہ (بدبختو!) تم اپنے غصے ہی میں مر جاؤ، اللہ تمھارے دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔'' تم مسلمانوں سے جس قدر بھی حسد رکھو، ان سے جس قدر بھی بغض رکھو، اللہ تعالیٰ اپنے ان مومن بندوں پر اپنی نعمتوں کو مکمل فرما کر رہے گا، اپنے دین کی تکمیل کر کے رہے گا، اپنے کلمے کو ہر صورت سر بلندی عطا فرمائے گا اور اپنے دین کو بہر آئینہ غالب کر کے رہے گا، لہٰذا تم اپنے غصے میں مر جاؤ۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ دلوں کے راز جانتا ہے۔'' یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ تمھارے دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ تمھارے دلوں میں کیا کچھ ہے اور تمھارے سینوں میں مسلمانوں کے خلاف کس قدر بغض، حسد اور کینہ ہے! اور وہ تمھیں دنیا میں بھی اس کی سزا یہ دے گا کہ تمھیں تمھاری امیدوں کے خلاف صورت حال دکھائے گا اور آخرت میں تمھیں جہنم میں عذابِ شدید کا مزہ چکھائے گا جس میں تم ہمیشہ ہمیشہ رہو گے

---

[1] تفسیر الطبری: 86/4. [2] تفسیر الطبری: 89/4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿121﴾

اور (اے نبی! یاد کریں) جب آپ صبح سویرے اپنے گھر والوں سے روانہ ہوئے اور مومنوں کو جنگ (احد) کے لیے مورچوں پر بٹھا رہے تھے اور اللہ خوب

اِذْ هَمَّتْ طَّآىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿122﴾

سننے والا جاننے والا ہے ﴿121﴾ جب تمھارے دو گروہوں نے کم ہمتی دکھانے کا ارادہ کیا اور اللہ ان کا دوست تھا، اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے ﴿122﴾

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿123﴾

اور اللہ نے بدر میں عین اس وقت تمھاری مدد کی جب تم کمزور تھے۔ پس تم اللہ سے ڈرو تاکہ تمھیں شکر ادا کرنے کی توفیق ہو ﴿123﴾

اور کبھی بھی اس سے باہر نہ آسکو گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۡ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ ﴾ ”اگر تمھیں آسودگی حاصل ہو تو ان کو بری لگتی ہے اور اگر رنج پہنچے تو وہ خوش ہوتے ہیں۔“ ان کی یہ حالت اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں سے انھیں شدید عداوت ہے کہ مسلمانوں کو جب خوش حالی، فتح ونصرت اور تائید وحمایت حاصل ہوتی ہے، ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے اور ان کے انصار و مددگار بھی زیادہ ہو جاتے ہیں تو یہ بات منافقوں کو بہت بری لگتی ہے۔ اور اگر مسلمانوں کو قحط وخشک سالی کا سامنا کرنا پڑے یا اللہ تعالیٰ کی کسی حکمت و مصلحت کی وجہ سے ان کے دشمنوں کو غلبہ حاصل ہو جائے جیسے کہ اُحد کے دن ہوا، تو اس سے منافق خوش ہوتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ ﴾ ”اور اگر تم (تکلیفوں کو) برداشت اور پرہیز گاری کرتے رہو گے تو ان کا فریب تمھیں کچھ بھی نقصان نہ پہنچائے گا۔“ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی رہنمائی فرما رہا ہے کہ شریروں کے شر اور فاجروں فاسقوں کے مکروفریب سے محفوظ رہنے کے لیے صبر اور تقوے کو اختیار کرو۔ اور اس اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی پر توکل کرو جو تمھارے دشمنوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

اور مومنوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے بغیر اس کی نافرمانی سے بچنے کی قدرت نہیں اور نہ انھیں اللہ تعالیٰ کی مدد و توفیق کے بغیر اس کی اطاعت کی طاقت حاصل ہے۔ اللہ ہی جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے اور جو وہ نہ چاہے وہ ہرگز نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ کی تقدیر و مشیت کے بغیر کوئی چیز قطعاً وجود میں نہیں آسکتی اور جو اس کی ذات گرامی پر توکل کرے وہ اس کے لیے کافی ہے۔

اب اللہ تعالیٰ نے غزوۂ احد کو اور اس میں بندگانِ الٰہی کے لیے جو آزمائش تھی اور اس سے مومنوں اور منافقوں میں جو امتیاز ہوا اور مومنوں نے اس موقع پر جس طرح صبر کا مظاہرہ کیا، اسے بیان کرنا شروع فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تفسیر آیات: 121-123

غزوۂ احد کا بیان: ان آیات میں مذکور اس واقعے سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک غزوۂ احد ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام حسن بصری، قتادہ، سُدّی اور کئی ایک ائمہ کا یہی قول ہے۔[1] غزوۂ احد کا یہ واقعہ ہفتے کے دن 3 ہجری میں پیش آیا اور بقول

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 748/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عکرمہ یہ ہفتے کے دن نصف شوال کو پیش آیا تھا۔[1] واللّٰہ أعلم.

اس کا سبب یہ تھا کہ جنگ بدر میں بہت سے مشرک سردار تو مارے گئے مگر وہ تجارتی قافلہ جو ابوسفیان کی سربراہی میں آرہا تھا، بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور جب وہ مکہ میں پہنچا تو مقتول سرداروں کے بیٹوں اور زندہ بچ جانے والے سرداروں نے ابوسفیان سے کہا کہ ان اموال کو محمد ﷺ سے جنگ کرنے کے لیے وقف کر دو، چنانچہ انھوں نے مزید اموال اور لشکروں کو جمع کیا اور تین ہزار افراد پر مشتمل اس لشکر نے مدینہ کی جانب احد پہاڑ کے قریب آ کر پڑاؤ ڈال دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے نماز جمعہ ادا فرمائی اور نماز جمعہ کے بعد بنونجار کے ایک شخص مالک بن عمرو رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر لوگوں سے مشورہ کیا کہ ان لوگوں کا شہر سے باہر نکل کر یا مدینہ میں رہ کر ہی مقابلہ کریں۔ عبداللہ بن اُبی کی رائے یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر ہی مقابلہ کیا جائے۔ اگر وہ یہاں مقیم ہوئے تو بدترین قید سے دوچار ہوں گے، اگر وہ مدینہ میں داخل ہوئے تو مردان کا دو بدو مقابلہ کریں گے اور عورتیں اور بچے اوپر سے ان پر پتھر برسائیں گے اور اگر وہ لوٹ گئے تو ناکام و نامراد ہو کر لوٹیں گے، اس کے برعکس دیگر صحابۂ کرام خصوصاً جو غزوۂ بدر میں شرکت نہ کر سکے تھے، ان کی رائے یہ تھی کہ شہر سے باہر نکل کر ان کا مقابلہ کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ اندر کاشانۂ نبوت میں تشریف لے گئے اور آپ نے زرہ کو پہنا اور باہر تشریف لے آئے، بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ندامت محسوس کی اور سوچا شاید ہم نے رسول اللہ ﷺ کو باہر نکلنے کے لیے مجبور کر دیا ہے، اس لیے انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اگر آپ پسند فرمائیں تو شہر کے اندر ہی رہ کر ان کا مقابلہ کریں گے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَنْبَغِي لِنَبِيٍّ إِذَا لَبِسَ لَأْمَتَهُ أَنْ يَّضَعَهَا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ (بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَعْدَائِهِ)] ''کسی نبی کے یہ شایان شان نہیں کہ جب وہ زرہ پہن لے اللہ تعالیٰ کے (اس کے اور اس کے دشمنوں کے درمیان) فیصلہ فرمانے سے قبل ہی اسے اتار دے۔''[2]

رسول اللہ ﷺ اپنے ایک ہزار ساتھیوں کے ہمراہ چلے اور جب مقام شَوط پر پہنچے تو عبداللہ بن اُبی اس بات پر ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے کہ اس کی رائے کو نہیں مانا گیا، لشکر کے ایک تہائی حصے کو لے کر واپس مدینہ چلا گیا۔ اس نے اور اس کے ساتھیوں نے یہ بھی کہا کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہو کہ آج لڑائی ہو گی تو ہم ضرور تمھارا ساتھ دیتے لیکن ہمارا خیال ہے کہ آج تم نہیں لڑو گے۔

بہر آئینہ رسول اللہ ﷺ سوئے منزل کشاں کشاں تشریف لے جا رہے تھے حتی کہ آپ وادی کے ناکے میں احد کی گھاٹی کے پاس فروکش ہو گئے۔ آپ نے اپنی پشت مبارک اور لشکر کی پشت احد کی طرف کر لی اور فرمایا: [لَا يُقَاتِلَنَّ أَحَدٌ حَتّٰى نَأْمُرَهُ بِالْقِتَالِ] ''اس وقت تک تم میں سے کوئی بھی لڑائی شروع نہ کرے جب تک ہم لڑائی کا حکم نہ دے دیں۔''[3]

---

[1] البداية والنهاية، غزوة أحد في شوال سنة ثلاث:10/4 والدر المنثور:119/2 ودلائل النبوة للبيهقي، جماع أبواب غزوة أحد، باب ذكر التاريخ لوقعة أحد:201/3. [2] الدر المنثور:121/2 والطبقات الكبرٰى لابن سعد:38/2 واللفظ له. [3] السيرة النبوية لابن هشام، غزوة أحد، نزول الرسول بالشعب......:69/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

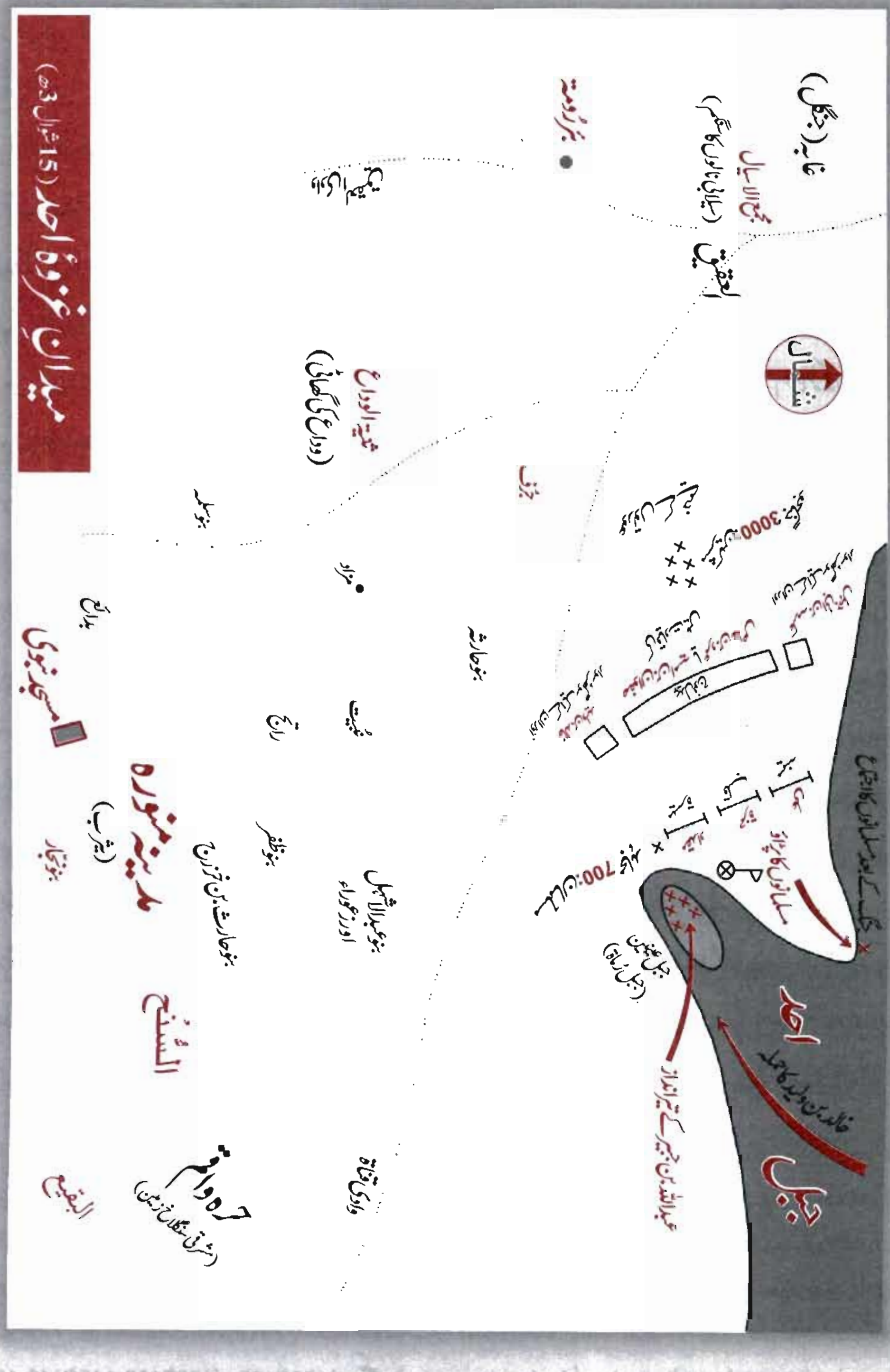

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ اپنے سات سو جانثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔ آپ نے تیراندازوں کا امیر عبداللہ بن جُبَیر رضی اللہ عنہ کو قرار دیا جن کا تعلق بنو عمرو بن عوف سے تھا، اس میں تیراندازوں کی کل تعداد پچاس تھی، آپ نے فرمایا: [أَنۡضِحِ الۡخَيۡلَ عَنَّا بِالنَّبۡلِ لَا يَأۡتُونَا مِنۡ خَلۡفِنَا إِنۡ كَانَتۡ لَنَا أَوۡ عَلَيۡنَا] ، [إِنۡ رَأَيۡتُمُونَا تَخۡطَفُنَا الطَّيۡرُ فَلَا تَبۡرَحُوا مَكَانَكُمۡ] ''تم دشمن کو تیروں کے ذریعے سے ہم سے دور رکھو، پشت کی طرف سے ہماری حفاظت کرتے رہو تاکہ دشمن عقب سے حملہ آور نہ ہو سکے، خواہ ہمیں فتح ہو یا شکست، تمھیں اسی جگہ رہنا ہے اور اسے ہرگز نہیں چھوڑنا، خواہ تم پرندوں کو دیکھو کہ وہ ہمیں اچک کر لے جا رہے ہیں تو تمھیں پھر بھی اسی جگہ پر کھڑے رہنا ہے اور یہاں سے نہیں ہلنا۔''①

نبیٔ اکرم ﷺ نے دو زرہیں زیب تن فرمائی ہوئی تھیں، پرچم آپ نے خاندان عبدالدار کے فرزند مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا، اس دن آپ نے بعض نوخیز لیکن تنومند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو تو اجازت دے دی تھی لیکن بعض کم سن لڑکوں کو لڑائی میں شرکت کی اجازت نہیں دی تھی، انھیں آپ نے اس سے دو سال بعد غزوہ خندق کے موقع پر اجازت عطا فرما دی تھی۔

قریش نے بھی اپنے لشکر کو جو تین ہزار افراد پر مشتمل تھا، ترتیب دیا، ان کے پاس دو سو گھوڑے بھی تھے، انھوں نے شہسواروں کے میمنہ پر خالد بن ولید اور میسرہ پر عکرمہ بن ابوجہل کو متعین کیا اور اپنا پرچم خاندان عبدالدار کے لوگوں کے سپرد کیا، پھر مسلمانوں اور کافروں کی ان جماعتوں کے مابین جو واقعات رونما ہوئے، ان کی تفصیل ان آیات کی تفسیر کے دوران میں اپنے اپنے مقام پر بیان کی جائے گی۔② إِنۡ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَإِذۡ غَدَوۡتَ مِنۡ أَهۡلِكَ تُبَوِّئُ الۡمُؤۡمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلۡقِتَالِ ﴾ ''اور (اس وقت کو یاد کریں) جب آپ صبح کو اپنے گھر سے روانہ ہو کر ایمان والوں کو لڑائی کے لیے مورچوں پر (موقع بموقع) متعین کرنے لگے۔'' یعنی آپ انھیں ان کے مورچوں پر متعین کرنے لگے اور میمنہ و میسرہ پر انھیں مقرر کرنے لگے تھے۔ ﴿ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴾ (121) ''اور اللہ سب کچھ سنتا (اور) جانتا ہے۔'' وہ تمھاری باتوں کو سنتا اور تمھارے ضمیر میں جو کچھ تھا، اسے خوب جانتا تھا۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿ إِذۡ هَمَّتۡ طَّآئِفَتَانِ مِنكُمۡ أَن تَفۡشَلَا ﴾ ''اس وقت تم میں سے دو جماعتوں نے جی چھوڑ دینا چاہا۔'' امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ان دو جماعتوں سے ہم، یعنی بنو حارثہ اور بنو سلمہ مراد ہیں اور ہم اس بات کو پسند نہیں کرتے، اس حدیث کی سند کے ایک راوی سفیان نے ایک بار یہ کہا: (جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے

---

① پہلا حصہ دلائل النبوۃ للبیہقی، باب کیف کان الخروج إلی أحد ......؟: 227/3 والبدایة والنهایة ، غزوۃ أحد فی شوال سنة ثلاث: 16/4 اور دوسرا حصہ صحیح البخاری، الجهاد والسیر ، باب مایکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب وعقوبة ......، حدیث: 3039 ومسند أحمد: 93/4 کے مطابق ہے۔ ② غزوۂ احد کی یہ تفصیل مندرجہ ذیل حوالوں سے ماخوذ ہے: دلائل النبوۃ للبیہقی، باب سیاق قصة خروج النبی ﷺ إلی أحد ......: 206/3 وصحیح البخاری، المغازی ، باب غزوۃ أحد والطبقات الکبرٰی لابن سعد، غزوۃ رسول اللہ ﷺ أحدا: 36/2. اور مزید دیکھیے آل عمران، آیات: 121 تا 127، 140 تا 145، 152 تا 155 اور 165 تا 175 اور دیکھیے البدایة والنهایة ، غزوۃ أحد فی شوال سنة ثلاث: 16/4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ کہا) کہ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی کیونکہ اسی میں یہ فرمان باری تعالیٰ بھی موجود ہے: ﴿ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ط ﴾ ''اور اللہ ان کا مددگار تھا۔''[1] امام مسلم نے بھی اسے بروایت سفیان بن عیینہ ہی بیان کیا ہے۔[2]

تعداد اور سامان کی قلت کے باوجود بدر میں فتح ونصرت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ ﴾ ''اور اللہ نے جنگ بدر میں بھی تمھاری مدد کی تھی۔'' غزوۂ بدر جمعے کے دن 17 رمضان 2 ہجری کو پیش آیا تھا۔[3] یہی وہ یوم فرقان ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت وسربلندی سے نوازا اور شرک اور مشرکوں کو تباہ وبرباد کر دیا تھا، حالانکہ اس دن مسلمانوں کی تعداد بھی کم تھی اور وہ صرف تین سو تیرہ تھے[4] جن میں سے دو گھوڑوں پر اور ستر اونٹوں پر سوار تھے[5] اور باقی سب پیدل تھے، ان کے پاس حسب ضرورت سامان بھی نہیں تھا جبکہ اس دن دشمن کی تعداد نو سو سے لے کر ایک ہزار کے درمیان تھی۔[6]

دشمن ہر طرح کے سامان حرب اور کیل کانٹے سے لیس تھا۔ بہترین گھوڑے اس کے پاس تھے اور ضرورت کی تمام اشیاء اسے میسر تھیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس سب کچھ کے باوجود اپنے رسول کو عزت وسربلندی سے نوازا، اپنی وحی وتنزیل کو غلبہ عطا فرمایا، اپنے نبی ﷺ اور ان کے جان نثار رفقاء کو سرخرو کر دیا اور شیطان اور اس کے چیلوں کو ذلیل وخوار کر دیا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایمان دار اور بندگی شعار بندوں پر احسان جتلاتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ ﴾ ''اور اللہ نے جنگ بدر میں بھی تمھاری مدد کی تھی جب تم کمزور تھے۔'' یعنی تمھاری تعداد بھی کم تھی تاکہ تم جان لو کہ فتح ونصرت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اس کا تعلق تعداد اور سامان کی کثرت سے نہیں ہے۔

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا ﴾ تا ﴿ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (التوبة9:25-27) ''اور (جنگِ) حنین کے دن جبکہ تم کو اپنی (جماعت کی) کثرت پر غرّہ تھا تو وہ تمھارے کچھ بھی کام نہ آئی...... اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

بدر، مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے جو اپنے کنویں کے نام سے معروف ہے اور یہ کنواں بدر بن نارین کی طرف منسوب ہے کیونکہ اسی نے اسے کھودا تھا۔ ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٢٣﴾ ﴾ ''پس تم اللہ سے ڈرو (اور اس احسان کو یاد کرو) تاکہ تم شکر کرو۔'' اور اس کی اطاعت بجالاؤ۔

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ﴾ (آل عمران3:122)، حديث:4558. [2] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل سلمان وبلال وصهيب ﷺ، حديث:2505. [3] تفسير القرطبي: 190/4 والمصنف لابن أبي شيبه، غزوة بدر الكبرى ......:353/7، حديث:36642. [4] دلائل النبوة للبيهقي، ذكر عدد أصحاب رسول الله ﷺ الذين خرجوا ......:40/3 وصحيح البخاري، المغازي، باب عدة أصحاب بدر، حديث: 3958,3957 عن البراء ﷺ. [5] دلائل النبوة للبيهقي:39/3 والسيرة النبوية لابن هشام، عدد إبل المسلمين:613/2. [6] دلائل النبوة للبيهقي:43/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غزوۂ بدر الکبریٰ

(میدان جنگ)

17 رمضان 2ھ، 13 مارچ 624ء

﴿ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ ﴾ ”بلاشبہ اللہ پسند کرتا ہے ان لوگوں کو جولڑتے ہیں اس کی راہ میں صف بستہ' گویا کہ وہ ایک عمارت ہیں سیسہ پلائی ہوئی۔“ (الصف:61/4)

﴿ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴾ ”اور البتہ تحقیق اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب کہ تم کمزور تھے پس ڈرو تم اللہ سے تاکہ تم شکر کرو۔“ (آل عمران:3/123)

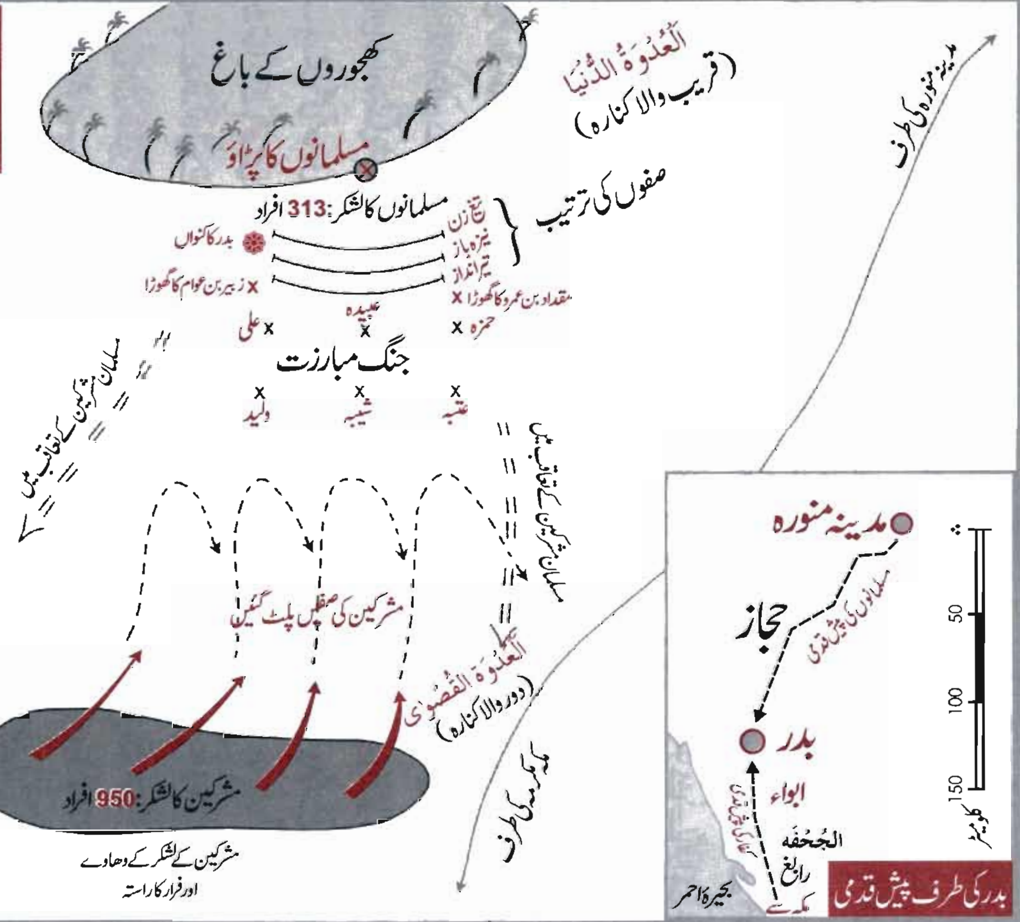

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِذۡ تَقُوۡلُ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَلَنۡ يَّكۡفِيَكُمۡ اَنۡ يُّمِدَّكُمۡ رَبُّكُمۡ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ

(اے نبی!) جب آپ مومنوں سے کہہ رہے تھے: کیا تمھارے لیے کافی نہ ہوگا کہ اللہ آسمان سے تین ہزار فرشتے اتار کر تمھاری مدد

مُنۡزَلِيۡنَ ﴿124﴾ بَلٰٓى ۙ اِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا وَيَاۡتُوۡكُمۡ مِّنۡ فَوۡرِهِمۡ هٰذَا يُمۡدِدۡكُمۡ رَبُّكُمۡ

کرے؟﴿124﴾ کیوں نہیں! اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور دشمن تم پر فوراً چڑھ آئے تو اسی لمحے تمھارا رب پانچ ہزار فرشتوں

بِخَمۡسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيۡنَ ﴿125﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشۡرٰى لَكُمۡ

سے تمھاری مدد کرے گا جن کے (خاص) نشان لگے ہوں گے ﴿125﴾ اور اللہ نے اسے تمھارے لیے خوشخبری بنا دیا تا کہ اس سے تمھارے

وَلِتَطۡمَئِنَّ قُلُوۡبُكُمۡ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصۡرُ اِلَّا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ﴿126﴾

دلوں کو تسلی ہو۔ اور مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے جو بہت زبردست، نہایت حکمت والا ہے ﴿126﴾ اللہ کا مقصد یہ تھا کہ وہ کافروں

لِيَقۡطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡٓا اَوۡ يَكۡبِتَهُمۡ فَيَنۡقَلِبُوۡا خَآئِبِيۡنَ ﴿127﴾ لَيۡسَ لَكَ مِنَ

کے ایک گروہ کو ہلاک کر دے یا انھیں ذلیل کر دے، پھر وہ نامراد ہو کر لوٹ جائیں ﴿127﴾ (اے نبی!) آپ کا اس معاملے میں کچھ اختیار

الۡاَمۡرِ شَىۡءٌ اَوۡ يَتُوۡبَ عَلَيۡهِمۡ اَوۡ يُعَذِّبَهُمۡ فَاِنَّهُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ﴿128﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ

نہیں، اللہ چاہے تو ان کی توبہ قبول کرے، چاہے تو انھیں عذاب دے کیونکہ وہ ظالم ہیں ﴿128﴾ اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے،

13 ع 9 4 وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ يَغۡفِرُ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿129﴾

اللہ ہی کا ہے، وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے، اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے ﴿129﴾

تفسیر آیات: 124-129

فرشتوں کے ساتھ نصرت: مفسرین کا اس وعدے کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ بدر کے دن سے متعلق ہے یا احد کے دن سے، اس سلسلے میں دو قول ہیں: (1) ان دونوں میں سے ایک قول یہ ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿اِذۡ تَقُوۡلُ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ ''جب آپ مومنوں سے یہ کہہ (کر ان کے دل بڑھا) رہے تھے۔'' کا تعلق ﴿وَلَقَدۡ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدۡرٍ﴾ سے ہے، یہ قول امام حسن بصری، عامر شعبی، ربیع بن انس رحمہم اللہ اور دیگر کئی ائمہ تفسیر سے مروی ہے۔[1] امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[2] عباد بن منصور نے اس آیت: ﴿اِذۡ تَقُوۡلُ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَلَنۡ يَّكۡفِيَكُمۡ اَنۡ يُّمِدَّكُمۡ رَبُّكُمۡ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ مُنۡزَلِيۡنَ ﴿124﴾﴾ سے متعلق امام حسن بصری کا قول بیان کیا ہے کہ اس کا تعلق یوم بدر سے ہے۔[3] اسے امام ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے، پھر انھوں نے عامر شعبی رحمہ اللہ کی اس روایت کو بھی بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کو بدر کے دن جب یہ خبر ملی کہ کُرز بن جابر مشرکوں کی مدد کر رہا ہے تو ان پر یہ بات بہت گراں گزری تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ﴿اَلَنۡ يَّكۡفِيَكُمۡ اَنۡ يُّمِدَّكُمۡ رَبُّكُمۡ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ مُنۡزَلِيۡنَ ﴿124﴾﴾ تا ﴿مُسَوِّمِيۡنَ ﴿125﴾﴾ ''کیا یہ کافی نہیں کہ تمھارا پروردگار تین ہزار فرشتے نازل کر کے تمھیں مدد دے؟...... جو (خاص) نشان والے ہوں گے۔'' جب کرز کو یہ خبر پہنچی کہ مشرکوں کو شکست

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 752/3 و تفسیر الطبری: 101/4. [2] تفسیر الطبری: 108/4. [3] تفسیر ابن أبی حاتم: 752/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگئی ہے تو اس نے ان کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی پانچ ہزار فرشتوں کو نازل نہیں فرمایا۔ ①

ربیع بن انس کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی ایک ہزار فرشتوں سے مدد فرمائی، پھر فرشتوں کی تعداد تین ہزار ہوگئی اور اس کے بعد یہ تعداد پانچ ہزار ہوگئی تھی۔ ②

اگر یہ کہا جائے کہ اس قول کی بنیاد پر اس آیت اور قصۂ بدر سے متعلق اس آیت میں تطبیق کس طرح ہوگی کہ ﴿ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ ﴾ (الأنفال 9:8) ''جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمھاری دعا قبول کر لی (اور فرمایا: تسلی رکھو) کہ بے شک میں ایک ہزار فرشتوں سے، جو ایک دوسرے کے پیچھے آتے جائیں گے، تمھاری مدد کروں گا۔''

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ایک ہزار کی تعداد کا مذکور ہونا تین ہزار یا اس سے زیادہ تعداد کے منافی نہیں ہے کیونکہ ﴿ مُرْدِفِيْنَ ۝ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے جائیں گے، پہلے آنے والے فرشتوں کے بعد کئی ہزار فرشتے اور آجائیں گے، یہ سیاق ایسے ہی ہے جیسے سورۂ آل عمران میں ہے اور بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق یوم بدر سے ہے کیونکہ مشہور بات یہی ہے کہ فرشتوں نے بدر کی لڑائی میں حصہ لیا تھا۔ واللہ أعلم.

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا ﴾ ''ہاں، اگر تم دل کو مضبوط رکھو اور (اللہ سے) ڈرتے رہو۔'' یعنی دشمن سے مقابلے کے لیے صبر کرو گے، مجھ سے ڈرو گے اور میرے حکم کی اطاعت بجالاؤ گے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا ﴾ ''اور کافر تم پر جوش کے ساتھ دفعتاً حملہ کر دیں۔'' امام حسن بصری، قتادہ، ربیع اور سُدّی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ وہ تم پر اپنے اسی ارادے سے حملہ کر دیں۔ ③ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اپنے اس سفر میں وہ تم پر حملہ کر دیں۔ ④ اس کے یہ معنی بھی بیان کیے جاتے ہیں کہ وہ جوش وغضب میں آکر حملہ کر دیں۔ ⑤

(2)— دوسرا قول یہ ہے کہ اس وعدے کا تعلق ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۭ ﴾ (آل عمران 121:3) ''اور (اے نبی!) جب آپ صبح سویرے اپنے گھر والوں سے روانہ ہوئے اور مومنوں کو جنگ (اُحد) کے لیے مورچوں پر بٹھا رہے تھے۔'' سے ہے اور اس میں یوم احد کا ذکر ہے لیکن اس دن فرشتوں کے ذریعے سے امداد حاصل نہیں ہوئی تھی کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا ﴾ ''ہاں، اگر تم دل کو مضبوط رکھو اور (اللہ سے) ڈرتے رہو۔'' لیکن مسلمان صبر نہ کر سکے بلکہ بھاگ گئے جس کی وجہ سے ایک فرشتہ بھی ان کی مدد کے لیے نازل نہ ہوا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۝١٢٥ ﴾ ''تو تمھارا پروردگار پانچ ہزار فرشتے، جن پر نشان ہوں گے، تمھاری مدد کو بھیجے گا۔'' یعنی علامات کے ساتھ ان پر نشان لگے ہوں گے۔ ابو اسحاق سبیعی نے

---

① تفسیر ابن أبی حاتم:752/3. ② تفسیر ابن أبی حاتم:752/3. ③ تفسیر الطبری:106/4. اور اس معنی میں کُرز بن جابر کے اس لشکر کی طرف اشارہ ہے جو بدر کے دن مشرکین کی امداد کا ارادہ رکھتا تھا۔ ④ تفسیر الطبری:107/4. ⑤ تفسیر الطبری:107/4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حارثہ بن مُضَرِّب سے اور انھوں نے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بدر کے دن فرشتوں کی نشانی سفید اونی لباس تھا۔فرشتوں کے گھوڑوں کی پیشانیوں پر بھی نشان تھے۔[1] مکحول کا قول یہ ہے کہ ان کے نشان یہ تھے کہ انھوں نے پگڑیاں باندھی ہوئی تھیں۔[2] اور ان کی پگڑیاں سیاہ رنگ کی تھیں اور غزوۂ حنین کے دن ان کی پگڑیوں کا رنگ سرخ تھا۔[3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرشتوں نے عملی طور پر صرف غزوۂ بدر ہی میں حصہ لیا تھا۔[4] ابن ابو حاتم نے یحییٰ بن عباد سے روایت کیا ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بدر کے دن زرد رنگ کا عمامہ پہنا اور اس سے ڈھاٹا باندھا ہوا تھا تو فرشتے جب نازل ہوئے تو ان سب کے عمامے بھی زرد رنگ کے تھے۔[5]

﴿ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَىٕنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ ﴾ ''اور اس مدد کو تو اللہ نے تمھارے لیے (ذریعہ) بشارت بنایا تاکہ تمھارے دلوں کو اس سے تسلی ہو۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے جو فرشتوں کو نازل فرمایا اور ان کے نازل ہونے کے بارے میں تمھیں بتا دیا تو یہ تمھارے لیے بشارت تھی ورنہ حقیقی طور پر مدد تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔اگر وہ چاہے تو تمھارے جنگ کرنے کے بغیر ہی اپنے دشمنوں سے بدلہ لے سکتا ہے اور اسے تمھارے لڑنے کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو جہاد کا حکم دینے کے بعد فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ ۛ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۠ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝ ﴾ (محمد 47:4-6) ''یہ (حکم یاد رکھو!) اور اگر اللہ چاہتا تو (خود ہی) ان سے انتقام لے لیتا لیکن اس نے چاہا کہ تمھاری آزمائش ایک (کو) دوسرے سے (لڑوا کر) کرے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے، ان کے عملوں کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا (بلکہ) ان کو سیدھے رستے پر چلائے گا اور ان کی حالت درست کر دے گا۔ اور ان کو بہشت میں، جس سے ان کو شناسا کر رکھا ہے، داخل کرے گا۔''

اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَىٕنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝﴿126﴾ ﴾ ''اور اس مدد کو تو اللہ نے تمھارے لیے (ذریعہ) بشارت بنایا تاکہ تمھارے دلوں کو اس سے تسلی حاصل ہو، ورنہ مدد تو اللہ ہی کی ہے جو غالب (اور) حکمت والا ہے۔'' یعنی اسے اس قدر غلبہ حاصل ہے کہ اس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اور اس کی تقدیر اور اس کے تمام احکام حکمت پر مبنی ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ﴾ ''تاکہ کافروں کی ایک جماعت کو ہلاک کر دے۔'' ﴿ اَوْ

---

[1] تفسير ابن أبي حاتم:754/3. [2] تفسير ابن أبي حاتم:755/3. [3] مجمع الزوائد، التفسير، سورة آل عمران، قوله تعالى: ﴿ مُسَوِّمِيْنَ ﴾ (آل عمران125:3):327/6 ، حديث:10901 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اس میں حنین کے بجائے احد کا ذکر ہے، البتہ السيرة النبوية لابن هشام، شهود الملائكة ببدر:633/2 میں حنین ہی کا ذکر ہے۔ [4] تفسير الطبري:102/4 والمصنف لابن أبي شيبة، المغازي ، غزوة بدر الكبرٰى ......:353/7 ، حديث:36647 عن مجاهد . [5] تفسير ابن أبي حاتم:755/3 والمستدرك للحاكم، معرفة الصحابة، ذكر مناقب حوارى رسول الله ﷺ:361/3 ، حديث:5554.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ يَكۡبِتَهُمۡ ﴾ ''یا انھیں ذلیل کر دے'' اور انھیں غصے سے مغلوب لوٹا دے کہ انھیں تمھارے مقابلے میں اپنے مقاصد حاصل نہیں ہو سکے، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَيَنۡقَلِبُوۡا خَآئِبِيۡنَ ﴿127﴾ ﴾ ''تو (جیسے آئے تھے ویسے ہی) ناکام واپس جائیں'' کہ انھیں جو امید تھی اسے وہ حاصل نہیں کر سکے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے درمیان میں ایک ایسا جملہ بیان فرما دیا ہے جس سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ دنیا اور آخرت میں صرف اسی وحدہ لاشریک کا حکم چلتا ہے، فرمایا: ﴿ لَيۡسَ لَكَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَيۡءٌ ﴾ ''(اے پیغمبر!) اس کام میں آپ کو کچھ اختیار نہیں۔'' بلکہ تمام تر تصرف اور اختیار میرا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ وَعَلَيۡنَا الۡحِسَابُ ۝ ﴾ (الرعد 40:13) ''تو آپ کا کام (ہمارے احکام کا) پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ لَيۡسَ عَلَيۡكَ هُدٰىهُمۡ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِيۡ مَنۡ يَّشَآءُ ﴾ (البقرة 272:2) ''(اے نبی!) آپ ان لوگوں کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّكَ لَا تَهۡدِيۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِيۡ مَنۡ يَّشَآءُ ﴾ (القصص 56:28) ''بے شک آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔''

امام محمد بن اسحاق نے فرمان باری تعالیٰ: ﴿ لَيۡسَ لَكَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَيۡءٌ ﴾ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اے پیغمبر! میرے بندوں کے بارے میں آپ کا کوئی حکم نہیں ہے سوائے ان کے جن کے بارے میں نے تمھیں حکم دیا ہو۔[1]

پھر اللہ تعالیٰ نے کفار کی باقی اقسام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَوۡ يَتُوۡبَ عَلَيۡهِمۡ ﴾ ''یا اللہ ان کے حال پر مہربانی کرے'' کہ انھیں کفر سے نکال کر ضلالت کے بعد ہدایت عطا فرما دے ﴿ اَوۡ يُعَذِّبَهُمۡ ﴾ یا وہ ان کے کفر اور گناہوں کی وجہ سے دنیا و آخرت میں انھیں اپنے عذاب میں مبتلا کر دے ﴿ فَاِنَّهُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ﴿128﴾ ﴾ کیونکہ وہ ظالم ہیں اور اسی بات کے مستحق ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے سالم کی اپنے باپ سے روایت کو بیان کیا ہے کہ انھوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز فجر کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد سر اٹھاتے تو [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنۡ حَمِدَهٗ ، رَبَّنَا وَلَكَ الۡحَمۡدُ] کے بعد بددعا کرتے: [اَللّٰهُمَّ ! الۡعَنۡ فُلَانًا وَّفُلَانًا وَّفُلَانًا] ''اے اللہ! فلاں، فلاں اور فلاں شخص پر لعنت فرما۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا: ﴿ لَيۡسَ لَكَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَيۡءٌ ﴾ ''(اے پیغمبر!) اس کام میں آپ کو کچھ اختیار نہیں۔''[2]

امام احمد نے بھی سالم کی اپنے باپ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: [اَللّٰهُمَّ ! الۡعَنۡ فُلَانًا ، اَللّٰهُمَّ ! الۡعَنِ الۡحَارِثَ بۡنَ هِشَامٍ ، اَللّٰهُمَّ ! الۡعَنۡ سُهَيۡلَ بۡنَ عَمۡرٍو ، اَللّٰهُمَّ ! الۡعَنۡ صَفۡوَانَ ابۡنَ أُمَيَّةَ] ''اے اللہ! فلاں شخص پر لعنت فرما، اے اللہ! حارث بن ہشام پر لعنت فرما، اے اللہ! سہیل بن عمرو پر لعنت فرما۔ اے اللہ! صفوان بن اُمیہ پر لعنت فرما۔'' تو اسی موقع پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی: ﴿ لَيۡسَ لَكَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَيۡءٌ اَوۡ يَتُوۡبَ عَلَيۡهِمۡ اَوۡ يُعَذِّبَهُمۡ فَاِنَّهُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ﴿128﴾ ﴾ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کے حال پر مہربانی فرما دی تھی۔[3]

---

[1] تفسير الطبري: 114/4. [2] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ لَيۡسَ لَكَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَيۡءٌ ﴾...... (آل عمران 128:3)، حديث: 4559. [3] مسند أحمد: 93/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو بھی بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے لیے دعا یا بددعا کا ارادہ فرماتے تو رکوع کے بعد قنوت کرتے۔ راوی نے بسا اوقات یہ بھی کہا ہے کہ آپ [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، اَللّٰهُمَّ ! رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ] کے بعد فرماتے: [اَللّٰهُمَّ! أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ ، وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ ، وَّ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ ، وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ، اَللّٰهُمَّ !اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ ، وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ]''اے اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابو ربیعہ اور کمزور مومنوں کو نجات عطا فرما، اے اللہ! خاندان مُضر کے لوگوں پر اپنی گرفت کو اور مضبوط کر دے۔ اور اے اللہ! انھیں اسی طرح قحط سالی میں مبتلا فرما دے جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے دور میں قحط پڑا تھا۔'' آپ ان کلمات کو بلند آواز سے پڑھتے اور نماز فجر میں بعض اوقات عرب کے مختلف خاندانوں کے نام لے کر اس طرح بددعا بھی کرتے کہ [اَللّٰهُمَّ ! الْعَنْ فُلَانًا وَّفُلَانًا]''اے اللہ! فلاں فلاں پر لعنت فرما۔'' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ﴾ الآية.[1]

امام بخاری نے حُمید اور ثابت کے حوالے سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ احد کے دن نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک زخمی ہو گیا تھا تو آپ نے فرمایا: [كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوا نَبِيَّهُمْ؟]''وہ قوم کس طرح فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کے سر کو زخمی کر دیا؟'' تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ﴾[2]

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ احد کے دن نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہو گیا اور آپ کی پیشانی پر زخم آیا جس کی وجہ سے خون بہ کر چہرۂ اقدس پر آ گیا تو آپ نے فرمایا: [كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ فَعَلُوا هٰذَا بِنَبِيِّهِمْ وَهُوَ يَدْعُوهُمْ إِلٰى رَبِّهِمْ؟]''وہ قوم کس طرح فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کے ساتھ یہ سلوک کیا جبکہ وہ انھیں اپنے رب عزوجل کی طرف دعوت دے رہے تھے؟'' تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا: ﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظٰلِمُونَ ﴿128﴾ ﴾[3] اور اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ﴾ یعنی آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، وہ اسی اللہ کی ملکیت ہے اور آسمانوں اور زمین کے سب رہنے والے اسی کے غلام اور بندے ہیں۔ ﴿ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ﴾''وہ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب دے۔'' اسی کا تصرف واختیار ہے، کوئی اس کے حکم کو ٹال نہیں سکتا اور جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے پوچھ نہیں سکتا جبکہ ان سب سے باز پرس ہوگی۔ ﴿ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿129﴾ ﴾''اور اللہ بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔''

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ﴾ (آل عمران3:128)، حديث:4560. [2] صحيح البخاري، المغازي، باب: ﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ...... ﴾، قبل الحديث:4069 تعليقًا. وصحيح مسلم، الجهاد، باب غزوة أحد، حديث:1791. [3] مسند أحمد:93/2. [4] صحيح مسلم، الجهاد ، باب غزوة أحد ، حديث: 1791.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿130﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ تمھیں نجات مل سکے﴿130﴾ اور اس آگ سے ڈرو جو

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿131﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿132﴾

کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے﴿131﴾ اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے﴿132﴾ اور اپنے رب کی بخشش

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ

اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو پرہیز گاروں کے لیے تیار کی گئی ہے﴿133﴾ وہ لوگ جو

لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿133﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ

خوشی اور سختی کے موقع پر (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور غصہ پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے ہیں۔ اور اللہ

النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿134﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

نیکو کاروں کو پسند کرتا ہے﴿134﴾ اور وہ لوگ جب کوئی برا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنے آپ پر ظلم کر گزرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے پھر اپنے

ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ڗ وَلَمْ يُصِرُّوْا

گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشتا ہے؟ اور وہ اپنے کیے پر جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے﴿135﴾ وہی

عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿135﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَاۗؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ

لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے بخشش اور جنت کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان (باغوں) میں

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿136﴾

ہمیشہ رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے لیے (اللہ کے ہاں) اچھا اجر ہے﴿136﴾

تفسیر آیات:130-136

سود مطلقاً حرام ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو سود کے لین دین اور اسے دگنا چوگنا کھانے سے منع فرمایا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں جب قرض واپس کرنے کی مدت آ جاتی تو وہ مقروض سے کہتے کہ یا تو وہ قرض ادا کرے یا وہ اضافہ کر دے، اگر وہ قرض ادا کر دیتا تو ٹھیک ورنہ وہ قرض ادا کرنے کی مدت میں اضافہ کر دیتا تو دوسرا قرض کی مقدار میں اضافہ کر دیتا اور اسی طرح ہر سال ہوتا جس کی وجہ سے بسا اوقات قرض کی معمولی رقم بڑھتے بڑھتے بہت زیادہ رقم کی صورت اختیار کر جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس سلسلے میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا تا کہ وہ دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی حاصل کر لیں اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں جہنم کی آگ سے ڈراتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿131﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿132﴾﴾ ”اور (دوزخ کی) آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔“

نیک کاموں اور حصول جنت کی ترغیب: پھر اللہ تعالیٰ نے نیک اور تقرب الٰہی کے حصول کے کاموں کی ترغیب دیتے ہوئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: ﴿ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿133﴾ ﴾ ’’اور اپنے پروردگار کی بخشش اور بہشت کی طرف لپکو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اور جو (اللہ سے) ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔‘‘ جس طرح دوزخ کو کافروں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔①

کہا گیا ہے کہ ﴿ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ﴾ ’’جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔‘‘ سے جنت کے طول کی وسعت کی طرف اشارہ ہے جس طرح جنت کے بچھونوں کے بارے میں فرمایا: ﴿ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ﴾ (الرحمٰن 54:55) ’’ان کے استر دبیز ریشم کے ہیں۔‘‘ تو ان کے اوپر کے غلافوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جنت کا عرض بھی اس کے طول ہی کی طرح ہے کیونکہ یہ عرش الٰہی کے تلے ایک قبے کی صورت میں ہے اور گول چیز کا عرض، طول ہی کی طرح ہوتا ہے۔ اس کی تائید صحیح بخاری کی اس حدیث سے ہوتی ہے: [فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَسَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ، فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ ، وَأَعْلَى الْجَنَّةِ ، وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ] ’’جب تم اللہ سے (جنت کا) سوال کرو تو اس سے جنت الفردوس کا سوال کرو، یہ سب سے اعلیٰ اور افضل جنت ہے، اس سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں اور اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے۔‘‘②

یہ آیت اسی طرح ہے جیسا کہ سورۂ حدید کی یہ آیت ہے: ﴿ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ﴾ (الحدید 21:57) ’’(بندو!) اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف اور جنت کی (طرف)، جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کا سا ہے، لپکو۔‘‘ امام بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ﴾ ’’اور جنت جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔‘‘ تو سوال یہ ہے کہ پھر جہنم کہاں ہے؟ تو آپ نے فرمایا: [أَرَأَيْتَ اللَّيْلَ (الَّذِي قَدْ أَلْبَسَ) كُلَّ شَيْءٍ ، فَأَيْنَ النَّهَارُ ؟ قَالَ: حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ ، قَالَ : فَكَذٰلِكَ النَّارُ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ] ’’کیا تم نے دیکھا ہے کہ جب رات آتی ہے تو ہر چیز پر چھا جاتی ہے تو اس وقت دن کہاں ہوتا ہے؟ اس نے جواب دیا: جہاں اللہ چاہے، آپ نے فرمایا: اسی طرح جہنم کو بھی اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے رکھتا ہے۔‘‘③

اس ارشاد نبوی کے دو معنی ہو سکتے ہیں: (1) جب دن آتا ہے تو رات کے عدم مشاہدہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس وقت رات کسی جگہ بھی نہیں ہے، رات کہیں نہ کہیں موجود ہوتی ہے، خواہ ہمیں اس کا علم نہ ہو، اس طرح جہنم بھی وہیں ہوتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ اسے رکھتا ہے۔ (2) دوسرے اس کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ جب دن اس طرف سے روئے زمین کو ڈھانپ لیتا ہے تو رات اس کے دوسری طرف ہوتی ہے، اسی طرح جنت اعلیٰ علیین میں آسمانوں کے اوپر اور عرش کے نیچے ہے اور اس کا عرض

---

① دیکھیے البقرۃ، آیت:24. ② صحیح البخاری ، التوحید ، باب : ﴿ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ ﴾ (ھود 11:7)، حدیث: 7423 . ③ کشف الأستار:43/3، حدیث:2196 ، البتہ قوسین کے الفاظ کے بجائے [مَالَسَ] ہے۔ اور قوسین والے الفاظ المستدرک للحاکم:36/1، حدیث:103 کے مطابق ہیں۔ اور دیکھیے صحیح ابن حبان:306/1 ، حدیث:103.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسب فرمان باری تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جبکہ جہنم اسفل سافلین میں ہے، لہٰذا جنت کے عرض کے آسمانوں اور زمین کے برابر ہونے اور جہنم کے موجود ہونے میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ و اللّٰہ أعلم.

پھر اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَلَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ فِى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ ﴾ ''جو آسودگی اور تنگی میں (اپنا مال اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔'' یعنی تنگی اور خوش حالی میں، خوشی و ناخوشی میں، صحت و بیماری میں اور ہر حال میں اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ بِالَّيۡلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً ﴾ (البقرۃ 274:2) ''جو لوگ اپنا مال رات اور دن اور پوشیدہ اور ظاہر (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے رہتے ہیں۔'' یعنی انھیں کوئی امر بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اس کی مرضی کے کاموں میں مال خرچ کرنے، اپنے قریبی رشتے داروں اور اللہ تعالیٰ کی دیگر مخلوق کے ساتھ احسان کرنے اور نیکی کے دیگر کام بجالانے سے روکتا نہیں ہے۔

﴿ وَالۡكٰظِمِيۡنَ الۡغَيۡظَ وَالۡعَافِيۡنَ عَنِ النَّاسِ ؕ ﴾ ''اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں۔'' جب انھیں غصہ آئے تو اسے پی جاتے ہیں، یعنی اسے چھپا لیتے ہیں اور اس کا اظہار نہیں کرتے اور جو ان کے ساتھ برا سلوک کرے اسے معاف کر دیتے ہیں۔ امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَيۡسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ ، وَلٰكِنَّ الشَّدِيدَ الَّذِي يَمۡلِكُ نَفۡسَهُ عِنۡدَ الۡغَضَبِ] ''بہادر وہ نہیں ہے جو پچھاڑ دے بلکہ بہادر تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔''[1] اسے امام بخاری اور امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام احمد نے سہل بن معاذ بن انس کی اپنے باپ سے روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنۡ كَظَمَ غَيۡظًا وَّهُوَ قَادِرٌ عَلٰى أَنۡ يُّنۡفِذَهُ دَعَاهُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلٰى رُؤُوسِ الۡخَلَائِقِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ مِنۡ أَيِّ الۡحُورِ شَاءَ] ''جس شخص نے غصے کو پی لیا، حالانکہ وہ اس کے اظہار کرنے پر قادر تھا تو اسے اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے سامنے بلائے گا اور اختیار دے دے گا کہ جس حور کو چاہو اپنے لیے منتخب کر لو۔''[3] اس روایت کو امام ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے حسن غریب کہا ہے۔[4]

ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَا تَجَرَّعَ عَبۡدٌ جُرۡعَةً أَفۡضَلَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنۡ جُرۡعَةِ غَيۡظٍ يَّكۡظِمُهَا ابۡتِغَاءَ وَجۡهِ اللّٰهِ تَعَالٰى] ''بندے نے کبھی ایسا گھونٹ نہیں پیا جو اس غصے کے گھونٹ سے افضل ہو جسے بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے پیتا ہے۔''[5] اسے امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[6] اور فرمان الٰہی: ﴿ وَالۡكٰظِمِيۡنَ الۡغَيۡظَ ﴾ ''اور غصے کو روکتے ہیں۔'' یعنی لوگوں میں اپنے غصے کے

---

[1] مسند أحمد: 236/2. [2] صحيح البخاري، الأدب ، باب الحذر من الغضب ، حديث: 6114 و صحيح مسلم ، البر والصلة ، باب فضل من يملك نفسه عند الغضب......، حديث: 2609. [3] مسند أحمد: 440/3. [4] سنن أبي داود ، الأدب ، باب من كظم غيظًا، حديث: 4777 و جامع الترمذي، البر والصلة ، باب في كظم الغيظ ، حديث: 2021 و سنن ابن ماجه ، الزهد ، باب الحلم، حديث: 4186 . [5] مسند أحمد: 128/2. [6] سنن ابن ماجه ، الزهد ، باب الحلم ، حديث: 4189 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطابق عمل نہیں کرتے بلکہ ان سے اپنے شر کو روک لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اس کے اجر وثواب کی امید رکھتے ہیں۔

﴿ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ﴾ ''اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں۔'' یعنی شر کو روکنے کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں جو ان پر ظلم کریں اور کسی پر بھی وہ ناراضی کا اظہار نہیں کرتے۔ یہ اخلاق کی بلندی کی اکمل حالت ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴾ ''اور اللہ نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے۔'' یہ مقاماتِ احسان میں سے ہے۔

حدیث میں ہے: [ثَلَاثٌ أُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ...... : مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِّنْ صَدَقَةٍ] ، [وَّمَا زَادَاللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا ، وَّمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِّلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ] ''تین باتوں (کی حقیقت) پر میں قسم کھاتا ہوں: (1) صدقہ کرنے سے بندے کا مال کم نہیں ہوتا۔ (2) معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت میں اضافہ فرما دیتا ہے اور (3) جو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اور انکسار سے کام لے، اللہ تعالیٰ اسے سربلندی عطا فرماتا ہے۔'' [1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ ﴾ ''اور وہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور برائی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں۔'' یعنی جب ان سے کوئی گناہ صادر ہو جائے تو توبہ واستغفار کر لیتے ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:

[أَنَّ رَجُلًا أَذْنَبَ ذَنْبًا، فَقَالَ: رَبِّ! إِنِّي أَذْنَبْتُ ذَنْبًا أَوْ قَالَ: عَمِلْتُ عَمَلًا ذَنْبًا فَاغْفِرْهُ ، فَقَالَ عَزَّوَجَلَّ : عَبْدِي عَمِلَ ذَنْبًا فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَّغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ ، قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِي ، ثُمَّ عَمِلَ ذَنْبًا آخَرَ أَوْ أَذْنَبَ ذَنْبًا آخَرَ، فَقَالَ:رَبِّ! إِنِّي عَمِلْتُ ذَنْبًا فَاغْفِرْهُ ، فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى:عَلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ رَبًّا يَّغْفِرُ الذَّنْبَ وَ يَأْخُذُ بِهِ ، قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِي ، ثُمَّ عَمِلَ ذَنْبًا آخَرَ أَوْ أَذْنَبْتُ ذَنْبًا آخَرَ، فَقَالَ:رَبِّ! إِنِّي عَمِلْتُ ذَنْبًا فَاغْفِرْهُ ، فَقَالَ : عَلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ رَبًّا يَّغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ ، قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِي ، ثُمَّ عَمِلَ ذَنْبًا آخَرَ أَوْقَالَ: أَذْنَبَ ذَنْبًا آخَرَ، فَقَالَ : رَبِّ! إِنِّي عَمِلْتُ ذَنْبًا فَاغْفِرْهُ ، قَالَ : عَبْدِي عَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَّغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِي فَلْيَعْمَلْ مَا شَآءَ]

''ایک بندے نے ایک گناہ کیا، پھر عرض کی: میرے رب! میں نے ایک گناہ کیا ہے یا گناہ کا کام کیا ہے تو اسے معاف فرما دے تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میرے بندے نے گناہ کیا ہے تو کیا اسے یہ علم ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ کو معاف کرتا اور اس کی وجہ سے گرفت بھی کرتا ہے، میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا، پھر اس نے گناہ کا کام کیا یا ایک اور گناہ کیا اور عرض کی: میرے رب! میں نے ایک گناہ کیا ہے تو اسے معاف فرما دے، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: کیا میرے بندے کو یہ علم ہے کہ

[1] ابتدائی حصہ جامع الترمذی ، الزهد، باب ماجاء مثل الدنيا مثل أربعة نفر، حديث: 2325 و مسند أحمد: 231/4 عن أبي كبشة الأنماري رضی اللہ عنہ اور دوسرا حصہ صحیح مسلم ، البر والصلة ، باب استحباب العفو والتواضع ،حدیث: 2588 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔ نوٹ: ابوکبشہ کی روایت کا سیاق اس سے مختلف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا ایک رب ہے جو گناہ کو معاف کرتا اور اس کی وجہ سے گرفت بھی کرتا ہے، میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا، پھر اس نے گناہ کا کام کیا یا ایک اور گناہ کیا اور عرض کی: یارب! میں نے ایک گناہ کیا ہے تو میرا یہ گناہ معاف فرما دے تو اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میرے بندے کو یہ معلوم ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ معاف فرماتا اور اس کی وجہ سے گرفت بھی کرتا ہے، میں نے اپنے بندے کو معاف فرما دیا، پھر اس نے گناہ کا کام کیا یا وہ کہتا ہے میں نے ایک اور گناہ کیا ہے اور عرض کی: یارب! میں نے گناہ کیا ہے تو میرے اس گناہ کو معاف فرما دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے کو معلوم ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ کو معاف فرماتا اور اس کی بنیاد پر گرفت بھی کرتا ہے، میں تمھیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا، وہ جو چاہے عمل کرے۔''① امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں اس حدیث کو تقریباً اسی طرح بیان فرمایا ہے۔②

امام عبدالرزاق نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو بیان کیا ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ وَ الَّذِیۡنَ اِذَا فَعَلُوۡا فَاحِشَۃً اَوۡ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسۡتَغۡفَرُوۡا لِذُنُوۡبِہِمۡ ﴾ ''اور وہ لوگ جب کوئی برا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنے نفسوں پر ظلم کر گزرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، پھر اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں۔'' تو ابلیس بہت رویا تھا۔③ ﴿ وَ مَنۡ یَّغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اللّٰہُ ﴾ ''اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟'' یعنی اس کے سوا اور کوئی نہیں بخش سکتا۔ ﴿ وَ لَمۡ یُصِرُّوۡا عَلٰی مَا فَعَلُوۡا وَ ہُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳۵﴾ ﴾ یعنی وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف جلد ہی رجوع کر لیتے ہیں، معصیت پر اڑے نہیں رہتے اور نہ اس پر اصرار کرتے ہیں، خواہ ان سے بار بار گناہ ہو، پھر بھی اس سے توبہ کر لیتے ہیں۔ ﴿ وَ ہُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳۵﴾ ﴾ ''اور وہ جانتے ہیں۔''

مجاہد اور عبداللہ بن عبید بن عمیر نے کہا ہے کہ وہ یہ جانتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔④ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَلَمۡ یَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ ہُوَ یَقۡبَلُ التَّوۡبَۃَ عَنۡ عِبَادِہٖ ﴾ (التوبۃ 9:104) ''کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ ہی اپنے بندوں سے توبہ قبول فرماتا ہے؟'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَنۡ یَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا اَوۡ یَظۡلِمۡ نَفۡسَہٗ ثُمَّ یَسۡتَغۡفِرِ اللّٰہَ یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۱۱۰﴾ ﴾ (النسآء 4:110) ''اور جو شخص کوئی برا کام کر بیٹھے یا اپنے حق میں ظلم کر لے، پھر اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ کو بخشنے والا (اور) مہربان پائے گا۔'' اسی کی نظیر اور بھی بہت سی آیاتِ کریمہ ہیں۔

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا: [اِرْحَمُوا تُرْحَمُوا ، وَاغْفِرُوا يُغْفَرْ لَكُمْ ، وَيْلٌ لِّأَقْمَاعِ الْقَوْلِ ، وَيْلٌ لِّلْمُصِرِّينَ الَّذِينَ يُصِرُّونَ عَلٰى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ] ''تم رحم کرو تم پر بھی رحم کیا جائے گا، تم معاف کرو تمھیں بھی معاف کیا جائے گا، ان لوگوں کے لیے تباہی و بربادی ہے جو بات کو سنتے تو ہیں مگر اسے یاد نہیں رکھتے (توجہ نہیں دیتے) اور ان اصرار کرنے والوں کے لیے بھی ہلاکت ہے جو جانتے بوجھتے ہوئے بھی

---

① مسند أحمد:296/2 . ② صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿ يُرِيدُونَ أَنْ يُّبَدِّلُوا كَلٰمَ اللهِ ﴾ (الفتح 15:48)، حديث:7507 وصحيح مسلم، التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب وإن تكررت الذنوب والتوبة، حديث: 2758 . ③ تفسير عبدالرزاق:414/1 . ④ تفسير ابن أبي حاتم:767/7 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ سُنَنٌ ۙ فَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ

تم سے پہلے بھی ایسے واقعات گزر چکے ہیں، چنانچہ تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ (نبیوں کو) جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا؟ ﴿137﴾ یہ (قرآن) لوگوں

الۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿137﴾ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوۡعِظَةٌ لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿138﴾ وَلَا تَهِنُوۡا وَلَا

کے لیے وضاحت اور پرہیزگاروں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے ﴿138﴾ اور تم سستی نہ کرو، اور نہ غم کھاؤ، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو ﴿139﴾

تَحۡزَنُوۡا وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿139﴾ اِنۡ يَّمۡسَسۡكُمۡ قَرۡحٌ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ

اگر تمھیں (احد میں) زخم لگے ہیں تو ایسے ہی زخم (بدر میں) کافروں کو بھی لگ چکے ہیں۔ ہم ان دنوں کو لوگوں کے درمیان ادل بدل کرتے رہتے

قَرۡحٌ مِّثۡلُهٗ ؕ وَتِلۡكَ الۡاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيۡنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعۡلَمَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَيَتَّخِذَ

ہیں۔ اور (تمھیں یہ زخم اس لیے لگے کہ) اللہ جاننا چاہتا تھا کہ کون ایمان والے ہیں؟ اور وہ تم میں سے بعض کو شہادت کا مرتبہ دینا چاہتا تھا اور اللہ

مِنۡكُمۡ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿140﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَيَمۡحَقَ

ظالموں کو پسند نہیں کرتا ﴿140﴾ اور (ایک وجہ یہ تھی کہ) اللہ ایمان والوں کو پاک صاف کر دینا اور کافروں کو مٹا دینا چاہتا تھا ﴿141﴾ کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو

الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿141﴾ اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَعۡلَمِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ جٰهَدُوۡا مِنۡكُمۡ

کہ تم (سیدھے) جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون لوگ اس کی راہ میں جانیں لڑانے

وَيَعۡلَمَ الصّٰبِرِيۡنَ ﴿142﴾ وَلَقَدۡ كُنۡتُمۡ تَمَنَّوۡنَ الۡمَوۡتَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَلۡقَوۡهُ ۖ فَقَدۡ

والے اور صبر کرنے والے ہیں ﴿142﴾ تحقیق تم جنگ سے پہلے ہی (شہادت کی) موت کی خواہش کرتے تھے، چنانچہ پس اب تم نے اسے اپنی

14 ع 14 5 رَاَيۡتُمُوۡهُ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿143﴾ ع

آنکھوں سے اپنے سامنے دیکھ لیا ہے ﴿143﴾

اپنے گناہوں پر اصرار کرتے ہیں۔''[1] پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کے اوصاف کو بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے: ﴿ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ ﴾ ''وہی لوگ ہیں جن کا صلہ ان کے رب کی طرف سے بخشش ہے۔'' ﴿ وَجَنّٰتٌ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ﴾ ''اور باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔'' جو انواع و اقسام کے مشروبات کی ہوں گی ﴿ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ ﴾ ''(وہ) ان میں ہمیشہ (بستے) رہیں گے۔'' ﴿ وَنِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِيۡنَ ﴿136﴾ ﴾ ''اور (اچھے) کام کرنے والوں کا بدلہ بہت اچھا ہے۔'' یہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی تعریف بیان فرمائی ہے۔

تفسیر آیات: 137-143

یومِ اُحد کے مصائب کی حکمت: اللہ تعالیٰ اپنے ان مومن بندوں سے جو احد کے دن مصائب میں مبتلا ہوئے اور جن میں سے ستر شہید بھی ہو گئے تھے، مخاطب ہوتے ہوئے فرما رہا ہے: ﴿ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ سُنَنٌ ۙ ﴾ ''تم لوگوں سے پہلے بھی بہت سے واقعات گزر چکے ہیں۔'' یعنی سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کی امتوں کو بھی اس طرح کے واقعات کا سامنا کرنا پڑا تھا مگر

[1] مسند أحمد:165/2 و شعب الإيمان للبيهقي ، باب في معالجة كل ذنب بالتوبة:449/5 ، حديث:7236.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انجام کار اللہ تعالیٰ نے انھیں فتح ونصرت سے سرفراز فرمایا اور تباہی و بربادی کافروں ہی کا مقدر ٹھہری تھی۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ فَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿١٣٧﴾ ﴾ ''تو تم زمین میں پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟'' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ ﴾ ''یہ (قرآن) لوگوں کے لیے بیان صریح ہے۔'' اس میں تمام امور و معاملات کا نہایت صریح اور واضح بیان ہے اور بتایا گیا ہے کہ سابقہ امتیں اپنے دشمنوں کے ساتھ کس طرح تھیں۔ ﴿ وَهُدًى وَّمَوۡعِظَةٌ لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿١٣٨﴾ ﴾ ''اور اہل تقویٰ کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔'' یعنی قرآن میں تم سے پہلے لوگوں کی خبریں بھی ہیں، تمھارے دلوں کے لیے ہدایت کا سامان بھی اور متقین کے لیے نصیحت بھی کہ یہ قرآن حرام کاموں اور گناہ کی باتوں سے منع کرتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَلَا تَهِنُوۡا ﴾ ''اور بے دل نہ ہونا۔'' یعنی جو کچھ ہوا اس کے سبب کمزور نہ پڑنا ﴿ وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿١٣٩﴾ ﴾ ''اور نہ کسی طرح کا غم کرنا اگر تم مومن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔'' یعنی مومنو! انجام کار تمھارا ہی اچھا ہو گا اور بالآخر فتح و نصرت سے تمھی سرفراز کیے جاؤ گے۔ ﴿ اِنۡ يَّمۡسَسۡكُمۡ قَرۡحٌ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ قَرۡحٌ مِّثۡلُهٗ ؕ ﴾ یعنی اگر تمھیں زخم آئے ہیں اور تم میں سے کئی لوگ شہید ہوئے ہیں تو اس سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے تمھارے دشمن کو بھی اسی طرح زخم آئے تھے اور ان کے بہت سے آدمی بھی اسی طرح مارے گئے تھے۔ ﴿ وَتِلۡكَ الۡاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيۡنَ النَّاسِ ۚ ﴾ ''اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں۔'' یعنی ہم کبھی تمھارے دشمنوں کو بھی تم پر غالب کر دیتے ہیں کیونکہ اس میں ہماری طرف سے کوئی نہ کوئی حکمت و مصلحت ضرور ہوتی ہے جبکہ انجام کار فتح و نصرت مسلمانوں ہی کی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلِيَعۡلَمَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ﴾ ''اور تاکہ اللہ ایمان والوں کو ممتاز کر دے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس طرح کی آیات کی تفسیر میں فرمایا ہے: تاکہ ہم یہ دیکھ لیں کہ دشمن کے مقابلے میں صبر کون کرتا ہے!

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَتَّخِذَ مِنۡكُمۡ شُهَدَآءَ ؕ ﴾ ''اور تم میں سے شہداء بنائے'' جو اس کے رستے میں جہاد کریں اور اس کی رضا میں اپنے آپ کو کھپا دیں۔ ﴿ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿١٤٠﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ﴾ ''اور اللہ بے انصافوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور تاکہ اللہ ایمان والوں کو نکھار دے۔'' اور یہ بھی مقصود تھا کہ اللہ ایمان والوں کو اگر ان کے گناہ ہوں تو ان کے گناہوں کو مٹا دے ورنہ انھیں پہنچنے والی تکلیفوں کے باعث ان کے درجات میں اضافہ فرما دے ﴿ وَيَمۡحَقَ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿١٤١﴾ ﴾ ''اور کافروں کو نابود کر دے۔'' کیونکہ جب وہ کامیاب ہوتے ہیں تو بغاوت اور سرکشی کی روش اختیار کرتے ہیں اور یہ ان کی تباہی و بربادی، ناکامی و نامرادی اور ہلاکت کا سبب بنتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَعۡلَمِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ جٰهَدُوۡا مِنۡكُمۡ وَيَعۡلَمَ الصّٰبِرِيۡنَ ﴿١٤٢﴾ ﴾ ''کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (بلا آزمائش) تم بہشت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے جہاد کرنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والوں کو تو (اچھی) طرح معلوم کیا ہی نہیں؟ اور (یہ بھی مقصود ہے کہ) وہ ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کرے۔'' یعنی کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ قتال اور آلام و مصائب میں مبتلا ہوئے بغیر جنت میں داخل ہو جاؤ گے؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں فرمایا ہے: ﴿ اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا یَاۡتِكُمۡ مَّثَلُ الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡ ؕ مَسَّتۡهُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلۡزِلُوۡا ﴾ (البقرة 214:2) ''کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یوں ہی) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تم کو پہلے لوگوں کی سی (مشکلیں) تو پیش آئی ہی نہیں؟ ان کو (بڑی بڑی) سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ (صعوبتوں میں) ہلا ڈالے گئے۔'' اور فرمایا: ﴿ الٓمّٓ ۚ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَكُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَهُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ ۝ ﴾ (العنکبوت 2,1:29) ''الٓمّٓ۔ کیا لوگ یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ (صرف) یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی؟''

اور اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿ اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا یَعۡلَمِ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ جٰهَدُوۡا مِنۡكُمۡ وَیَعۡلَمَ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۴۲﴾ ﴾ ''کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (بلا آزمائش) تم بہشت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو تو اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں؟ اور (یہ بھی مقصود ہے کہ) وہ ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کرے۔'' یعنی تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک اللہ تعالیٰ تمھاری آزمائش نہ کر لے اور یہ نہ معلوم کر لے کہ تم میں سے اس کے راستے میں جہاد کرنے والے اور دشمنوں کے مقابلے میں صبر کرنے والے کون ہیں؟ ﴿ وَلَقَدۡ كُنۡتُمۡ تَمَنَّوۡنَ الۡمَوۡتَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَلۡقَوۡهُ ۪ فَقَدۡ رَاَیۡتُمُوۡهُ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿۱۴۳﴾ ﴾ ''اور تم موت (شہادت) کے آنے سے پہلے اس کی تمنا کیا کرتے تھے سو تم نے اس کو آنکھوں سے اپنے سامنے دیکھ لیا۔'' یعنی مومنو! تم اس دن کے آنے سے پہلے دشمن سے ملاقات کی تمنا کیا کرتے اور ان پر دانت پیسا کرتے اور ان سے مقابلے کی خواہش کیا کرتے تھے تو یہ آج تمھاری تمنا پوری ہو گئی، لہٰذا آؤ اور جہاد کرو اور صبر و ثبات کا مظاہرہ کرو۔

صحیح بخاری و مسلم میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ ، وَسَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا ، وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ] ''دشمن سے مڈبھیڑ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا مانگتے رہا کرو۔ ہاں، البتہ جب دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو پھر صبر کا مظاہرہ کرو اور خوب جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔''[1] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَقَدۡ رَاَیۡتُمُوۡهُ ﴾ ''سو تم نے اس کو (آنکھوں سے) دیکھ لیا۔'' یعنی تلواروں کی چمک، نیزوں کی دمک، بھالوں کے ٹکرانے اور مردوں کے جنگ کے لیے صف آراء ہونے کے وقت تم نے موت کا مشاہدہ کر لیا۔ اہل منطق و بلاغت اس کو تخییل کا نام دیتے ہیں۔ اور وہ ایک غیر محسوس چیز کا ایسا مشاہدہ ہے جیسے کہ محسوس چیز کا ہو جیسا کہ بکری، بکرے کی دوستی اور بھیڑیے کی دشمنی کو محسوس کرتی ہے۔ (اسی طرح موت بھی غیر حسی چیز ہے جسے حسی کی جگہ پر لا کر کہا گیا کہ تم نے اس کا مشاہدہ کر لیا۔)

① صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب: [لاتمنوا لقاء العدوّ]، حديث:3025 وصحيح مسلم، الجهاد، باب كراهة تمنى لقاء العدوّ ......، حديث:1742عن عبدالله بن أبي أوفى ﷺ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ

اور محمد (ﷺ) ایک رسول ہی تو ہیں۔ ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ اگر ان کا انتقال ہو جائے یا یہ شہید ہو جائیں تو کیا تم

عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ

اسلام سے اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے تو وہ اللہ کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکے گا۔ اور اللہ شکر ادا

الشّٰكِرِيْنَ ﴿144﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ

کرنے والوں کو اچھی جزا دے گا﴿144﴾ اور کوئی جاندار اللہ کے حکم کے بغیر مر نہیں سکتا، اس نے موت کا وقت لکھا ہوا ہے اور جو کوئی دنیا کا

يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى

بدلہ چاہتا ہو تو ہم اسے دنیا ہی میں کچھ دے دیتے ہیں اور جو کوئی آخرت کا بدلہ چاہتا ہو تو ہم اسے آخرت میں کچھ دے دیتے ہیں

الشّٰكِرِيْنَ ﴿145﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ

اور ہم شکر ادا کرنے والوں کو اچھی جزا دیں گے﴿145﴾ اور کتنے ہی نبی گزرے جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے جہاد کیا، انھیں اللہ

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿146﴾ وَمَا كَانَ

کی راہ میں جو تکلیفیں پہنچیں انھوں نے ہمت نہ ہاری اور نہ کمزوری دکھائی اور نہ وہ (کافروں سے) دبے، اور اللہ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا

قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ

ہے﴿146﴾ اور ان کا کہنا یہی تھا کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے کاموں میں ہم سے جو زیادتیاں ہوئیں وہ معاف کر

اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿147﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ

دے۔ اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرما﴿147﴾ چنانچہ اللہ نے انھیں دنیا میں ثواب دیا اور آخرت میں بہت اچھا

الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿148﴾ ع 15 5 6

ثواب دیا۔ اور اللہ نیکوکاروں کو پسند کرتا ہے﴿148﴾

تفسیر آیات: 148-144

غزوۂ احد میں رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی افواہ: جب احد کے دن کچھ مسلمان شکست کھا گئے اور کچھ شہید ہو گئے تو شیطان نے یہ اعلان کر دیا کہ محمد ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ ابن ابی قمیئہ مشرکوں کے پاس آ کر کہنے لگا: میں نے محمد (ﷺ) کو شہید کیا ہے تو بہت سے لوگوں کے دلوں میں یہ بات اتر گئی۔ اور انھیں یقین ہو گیا کہ واقعی رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ اور انھوں نے خیال کیا کہ ایسا کچھ بعید بھی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام کو شہید کر دیا گیا تھا۔ اس افواہ کی وجہ سے مسلمانوں میں بہت کمزوری و بزدلی اور جنگ سے دوں ہمتی پیدا ہو گئی تو اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ﴾ ”اور محمد (ﷺ) تو صرف (اللہ کے) پیغمبر ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو گزرے ہیں۔“ یعنی نبوت و رسالت اور جواز شہادت میں وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کے لیے اسوہ ہیں۔

ابن ابو نَجیح نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ ایک مہاجر کا ایک انصاری کے پاس سے گزر ہوا جبکہ وہ خاک وخون میں تڑپ رہا تھا تو اس نے کہا: اے فلاں! کیا تجھے یہ معلوم ہے کہ حضرت محمد ﷺ تو شہید ہو گئے ہیں، اس حالت میں بھی انصاری نے یہ سن کر کہا کہ اگر حضرت محمد ﷺ جام شہادت نوش فرما گئے ہیں تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے دین کو پہنچا دیا ہے، لہٰذا جاؤ اور اپنے دین کو بچانے کے لیے جہاد کرو تو اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی: ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ ﴾ اسے حافظ ابوبکر بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں روایت کیا ہے۔ [1]

جو لوگ اس سلسلے میں کمزوری میں مبتلا ہوئے، ان کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ ﴾ ''بھلا اگر انھیں موت آجائے یا قتل کر دیا جائے تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ (مرتد ہو جاؤ) گے؟'' ﴿ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝۱۴۴ ﴾ ''اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا تو اللہ کا کچھ نقصان نہیں کر سکے گا اور اللہ شکر گزاروں کو عنقریب (بڑا) ثواب دے گا۔'' یعنی ان کو جو اس کی اطاعت بجالائیں گے، اس کے دین کی خاطر جہاد کریں گے اور اس کے رسول کی اتباع کریں گے، خواہ آپ ﷺ حیات ہوں یا وفات پا جائیں۔

صحاح، مسانید، سنن اور دیگر کتب اسلام سے متعدد سندوں سے، جو کہ تواتر کی حد تک پہنچ کر قطعیت اور علم یقینی کا فائدہ دیتی ہیں، ثابت ہے اور میں نے شیخین حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی مسندوں میں بھی اسے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کی اس وقت تلاوت کی تھی جب رسول اللہ ﷺ نے انتقال فرمایا تھا۔ [2] امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مقام سُنح میں اپنی رہائش سے گھوڑے پر تشریف لائے اور گھوڑے سے اتر کر مسجد میں آگئے، لوگوں سے کوئی بات نہ کی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ کا قصد کیا، اس وقت آپ کو دھاری دار حبَری کپڑے سے ڈھانپا ہوا تھا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس سے کپڑے کو ہٹایا، آپ پر جھک گئے، بوسہ دیا اور رونے لگ گئے اور کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! اللہ کی قسم! اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں فرمائے گا جو موت آپ کے لیے لکھ دی گئی تھی وہ آپ پر وارد ہو چکی ہے۔ [3]

امام زہری نے بطریق ابوسلمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب آئے تو حضرت

---

① دلائل النبوة ، أبواب غزوة أحد، باب تحريض النبيﷺ أصحابه على القتال يوم أحد……:248/3. ② صحيح البخاري، الجنائز ، باب الدخول على الميت بعد الموت……، حديث:1242,1241 و سنن النسائي، الجنائز، باب تقبيل الميت، حديث:1841 و سنن ابن ماجه ، الجنائز، باب ذكر وفاته ودفنهﷺ، حديث:1627 عن عائشة ﷞ و صحيح ابن حبان، التاريخ، باب وفاتهﷺ: 587/14-589، حديث:6620 و جامع المسانيد والسنن، مسند أبي بكر الصديق﷜:120/17 و السنن الكبرى للبيهقي:406/3 و مسند أحمد:117/6. ③ صحيح البخاري، الجنائز، باب الدخول على الميت……، حديث:1242,1241.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا: عمر بیٹھ جاؤ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کیا تو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر آپ کی طرف متوجہ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اما بعد! جو حضرت محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو حضرت محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی تو زندہ ہے جس کو فنا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ ﴾ تا ﴿ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴿١٤٤﴾ ﴾.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! یوں معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے حتی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تلاوت فرمائی، لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کو حاصل کیا اور جس جس نے بھی اس آیت کو سنا تو بے ساختہ اس کی تلاوت شروع کر دی۔ حضرت سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تلاوت سنی تو میں کھڑے کا کھڑا رہ گیا، میرے پاؤں مجھے اٹھا نہیں رہے تھے حتی کہ میں گر گیا۔[1]

فرمانِ الٰہی: ﴿ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا ۗ ﴾ یعنی کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر مر نہیں سکتا حتی کہ اپنی اس مدت کو پورا کر لے جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقرر فرما رکھا ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ كِتَابًا مُؤَجَّلًا ۗ ﴾ ''(اس نے موت کا) وقت مقرر کر کے لکھ رکھا ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُعَمَّرٍ وَلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهِ إِلَّا فِي كِتَابٍ ۚ ﴾ (فاطر 35:11) ''اور نہ کسی بڑی عمر والے کو عمر زیادہ دی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا ۖ وَأَجَلٌ مُسَمًّى عِنْدَهُ ۖ ﴾ (الأنعام 2:6)
''وہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر (مرنے کا) ایک وقت مقرر کر دیا اور ایک مدت اس کے ہاں اور مقرر ہے۔''

اس آیت کریمہ میں بزدلوں کو حوصلہ اور جہاد کی ترغیب دی جا رہی ہے اور سمجھایا جا رہا ہے کہ میدانِ کارزار میں جا کر پیش قدمی کرنے یا نہ کرنے سے عمر میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی جیسا کہ امام ابن ابو حاتم نے حبیب بن صُہبان کی روایت کو بیان کیا ہے کہ حُجر بن عَدِی نامی ایک مسلمان نے کہا تھا کہ دِجلہ عبور کر کے دشمن تک پہنچنے میں آخر تمھیں کون سی بات مانع ہے؟ پھر انھوں نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا ۗ ﴾ ''اور کسی شخص میں طاقت نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر مر جائے (اس نے موت کا) وقت مقرر کر کے لکھ رکھا ہے۔'' کی تلاوت کی اور یہ کہہ کر انھوں نے دریائے دجلہ میں اپنا گھوڑا ڈال دیا جب انھوں نے اپنا گھوڑا ڈالا تو دیگر سب لوگوں نے بھی اپنے اپنے گھوڑے ڈال دیے، دشمن نے یہ منظر دیکھا تو کہا کہ یہ تو جن اور بھوت ہیں، پھر وہ بھاگ گیا۔[2]

اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا ۚ ﴾ ''اور جو شخص دنیا میں (اعمال کا) بدلہ چاہے اس کو ہم یہیں بدلہ دے دیں گے اور جو آخرت میں طالبِ ثواب ہو اس کو وہاں اجر عطا کریں گے۔''

[1] صحیح البخاری، المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته ......، حدیث: 4454. [2] تفسیر ابن أبی حاتم: 779/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی جس کا عمل صرف دنیا کے لیے ہوگا تو وہ اس قدر دنیا حاصل کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں لکھ رکھی ہوگی۔ اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا اور جو اپنے عمل سے آخرت کا طلب گار ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے آخرت کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ اور ساتھ ہی دنیا میں اس کے لیے جو لکھا ہوگا، وہ بھی اسے ضرور ملے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۖ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ ۝﴾ (الشورٰی 20:42) ''جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو اس کے لیے ہم اس کی کھیتی میں افزائش کریں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا خواستگار ہو، اس کو ہم اس میں سے دیں گے اور اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہ ہوگا۔'' اور فرمایا: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا ۝ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ۝﴾ (بنی إسرآئیل 19,18:17) ''جو شخص دنیا (کی آسودگی) کا خواہش مند ہو تو ہم اس میں سے جسے چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں جلد دے دیتے ہیں، پھر اس کے لیے جہنم کو (ٹھکانا) مقرر کر رکھا ہے جس میں وہ ملعون ہو کر اور (اللہ کی درگاہ سے) راندہ ہو کر داخل ہوگا۔ اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہو اور اس میں اتنی کوشش کرے جتنی اسے لائق ہے اور وہ مومن بھی ہو تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے۔'' اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ ﴿١٤٥﴾﴾ ''اور ہم شکر گزاروں کو عنقریب (بہت اچھا) صلہ دیں گے۔'' یعنی ان کے شکر اور عمل کے مطابق ہم انھیں اپنے فضل و رحمت سے دنیا و آخرت میں اچھا بدلہ عطا کریں گے۔

احد کے دن مسلمانوں کا جو جانی نقصان ہوا تھا، اس کی وجہ سے تسلی دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: ﴿وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ﴾ ''اور بہت سے نبی ہو گزرے ہیں جن کے ساتھ مل کر اکثر اہل اللہ (اللہ کے دشمنوں سے) لڑے ہیں۔'' (یہ معنی موجودہ قراءت کی رو سے ہیں) یعنی قتال و جہاد میں ان کو جو مصیبتیں اور آزمائشیں پہنچیں وہ ان کی وجہ سے ضعف و استکانت کا شکار نہیں ہوئے۔ اور ایک روایت میں ﴿قَاتَلَ﴾ کو [قُتِلَ] پڑھا گیا ہے۔ اس صورت میں معنی ہوں گے: ''کتنے ہی نبی شہید ہوئے اور ان کے ساتھ ان کے اصحاب اور اہل اللہ میں سے بھی بہت سے لوگ شہید ہوئے تھے۔'' اس قول کو امام ابن جریر نے بھی اختیار کیا ہے۔[1]

اور دوسرا قول یہ بیان کیا گیا ہے کہ کتنے ہی نبیوں کے سامنے ان کے اصحاب اور اہل اللہ میں سے بہت سے لوگ شہید کیے گئے تھے۔ ''سیرت'' میں امام ابن اسحاق کا رجحان اس دوسرے قول کی طرف ہے، یعنی کتنے ہی نبیوں نے اللہ کے رستے میں اللہ کے دشمنوں سے جہاد کیا اور ان کے ساتھ بہت سے اہل اللہ بھی جہاد میں شریک تھے لیکن وہ اپنے نبی کے بعد کمزور نہ ہوئے، نہ انھوں نے اپنے دشمن کے مقابلے میں کسی دوں ہمتی کا ثبوت دیا اور نہ اللہ کے رستے میں جہاد کرنے کی وجہ سے انھیں جو تکلیفیں پہنچیں ان کی وجہ سے وہ بزدل ہی ہوئے اور یہی صبر ہے۔

[1] تفسير الطبرى:155/4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝ ﴾ ''اور اللہ صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''[1] گویا انھوں نے ﴿ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ﴾ کو حال بنایا ہے۔ اس قول کی سُہیلی نے بھی خوب تائید کی ہے۔ اور اسے ﴿ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ ﴾ سے بھی تقویت حاصل ہوتی ہے۔ اموی نے بھی اپنی مغازی میں محمد بن ابراہیم کی کتاب کے حوالے سے یہی بیان کیا ہے اور اس کے سوا کوئی دوسرا قول بیان ہی نہیں کیا۔

امام سفیان ثوری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ ﴿ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ﴾ سے مراد ہے کہ کئی ہزار لوگوں نے لڑائی کی۔[2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ، حسن، قتادہ، سُدّی، ربیع اور عطاء خراسانی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿ رِبِّيُّوْنَ ﴾ کے معنی ہیں بہت سی جماعتیں۔[3] امام عبدالرزاق نے معمر سے اور انھوں نے حسن سے روایت کیا ہے کہ ﴿ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ﴾ کے معنی ہیں بہت سے علماء۔[4] نیز آپ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس کے معنی ہیں ایسے علماء جو صبر کرنے والے اور ابرار واتقیاء ہوں۔[5]

﴿ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ﴾ ''تو جو مصیبتیں ان پر اللہ کی راہ میں واقع ہوئیں، ان کے سبب انھوں نے نہ تو ہمت ہاری اور نہ بزدلی دکھائی نہ (کافروں سے) دبے۔'' قتادہ اور ربیع بن انس نے بیان کیا ہے کہ ﴿ وَمَا ضَعُفُوْا ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے اپنے نبی کے شہید ہونے کی وجہ سے ہمت نہ ہاری۔ ﴿ وَمَا اسْتَكَانُوْا ﴾ اور نہ اپنی بصیرت اور اپنے دین سے مرتد ہوئے بلکہ انھوں نے بھی اس طرح جہاد کیا جس طرح اللہ کے نبی نے جہاد کیا تھا حتی کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ گئے۔[6] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ وَمَا اسْتَكَانُوْا ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے جزع فزع کا اظہار نہیں کیا۔[7] سُدّی اور ابن زید فرماتے ہیں کہ وہ اپنے دشمن کے سامنے عاجز ودرماندہ نہیں ہوئے۔[8]

﴿ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ﴾ ''اور اللہ صبر کرنے والے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور (اس حالت میں) ان کے منہ سے کوئی بات نکلتی تو یہی کہ اے پروردگار! ہمارے گناہ اور زیادتیاں، جو ہم اپنے کاموں میں کرتے رہے ہیں، معاف فرما اور ہم کو ثابت قدم رکھ اور کافروں پر فتح عنایت کر۔'' یعنی ان کی عادت یہی تھی۔

﴿ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا ﴾ ''تو اللہ نے ان کو دنیا میں بھی بدلہ دیا۔'' یعنی فتح ونصرت اور کامیابی سے سرفراز فرمایا۔ ﴿ وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ﴾ یعنی دنیا کے بدلے کے ساتھ آخرت میں بھی اچھا بدلہ عطا فرمائے گا۔ ﴿ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ﴾ ''اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔''

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام، باب ذكر ما أنزل الله في أحد من القرآن،ذكره شجاعة المجاهدين......:118/3. [2] تفسير الطبري:156/4. [3] تفسير ابن أبي حاتم:780/3. [4] تفسير ابن أبي حاتم:780/3 و تفسير عبدالرزاق:415/1، رقم:467. [5] تفسير ابن أبي حاتم:781/3. [6] تفسير الطبري:159/4. [7] تفسير ابن أبي حاتم:782/3. [8] تفسير ابن أبي حاتم:782/3 و تفسير الطبري:159/4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تُطِيۡعُوا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا يَرُدُّوۡكُمۡ عَلٰۤى اَعۡقَابِكُمۡ فَتَنۡقَلِبُوۡا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم کافروں کی باتیں مانو گے تو وہ تمھیں پلٹا کر مرتد بنا دیں گے، پھر تم خسارہ پانے والے ہو گے ﴿149﴾ بلکہ اللہ تمھارا مولا ہے

خٰسِرِيۡنَ ﴿149﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوۡلٰٮكُمۡ‌ۚ وَهُوَ خَيۡرُ النّٰصِرِيۡنَ ﴿150﴾ سَنُلۡقِىۡ فِىۡ قُلُوۡبِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوا

اور وہ بہترین مدد کرنے والا ہے ﴿150﴾ جن لوگوں نے کفر کیا، ہم ان کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے، اس لیے کہ انھوں نے اللہ کے ساتھ ایسی چیزوں کو

الرُّعۡبَ بِمَاۤ اَشۡرَكُوۡا بِاللّٰهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهٖ سُلۡطٰنًا‌ ۚ وَمَاۡوٰٮهُمُ النَّارُ‌ ؕ وَبِئۡسَ

شریک ٹھہرایا ہے جن کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی، اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ ظالموں کا بہت برا ٹھکانا ہے ﴿151﴾ یقیناً اللہ نے تم سے اپنا وعدہ

مَثۡوَى الظّٰلِمِيۡنَ ﴿151﴾ وَلَقَدۡ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعۡدَهٗۤ اِذۡ تَحُسُّوۡنَهُمۡ بِاِذۡنِهٖ‌ ۚ حَتّٰۤى اِذَا

سچ کر دکھایا جب تم (احد میں) اس کے حکم سے کافروں کو قتل کر رہے تھے، یہاں تک کہ جب تم نے کم ہمتی اختیار کی اور اپنی ذمہ داری کے بارے میں

فَشِلۡتُمۡ وَتَنَازَعۡتُمۡ فِى الۡاَمۡرِ وَعَصَيۡتُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَرٰٮكُمۡ مَّا تُحِبُّوۡنَ‌ ؕ مِنۡكُمۡ

جھگڑنے لگے اور جونہی اللہ نے تمھیں وہ چیز (مال غنیمت کی جھلک) دکھائی جس سے تم محبت کرتے تھے تو تم نے نافرمانی کی (اس لیے کہ) تم میں سے

مَّنۡ يُّرِيۡدُ الدُّنۡيَا وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الۡاٰخِرَةَ ‌ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمۡ عَنۡهُمۡ لِيَبۡتَلِيَكُمۡ‌ ۚ

کچھ لوگ دنیا کو چاہتے تھے اور کچھ آخرت کی خواہش رکھتے تھے، پھر اللہ نے تمھیں کافروں کے مقابلے میں پسپا کر دیا تاکہ تمھاری آزمائش کرے۔ بلا

وَلَقَدۡ عَفَا عَنۡكُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ ذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿152﴾ اِذۡ تُصۡعِدُوۡنَ وَلَا تَلۡوٗنَ عَلٰٓى

شبہ (پھر بھی) اس نے تمھیں معاف کر دیا۔ اور اللہ مومنوں پر فضل کرنے والا ہے ﴿152﴾ جب تم بھاگے چلے جا رہے تھے اور کسی کی طرف پلٹ کر نہ دیکھتے

اَحَدٍ وَّالرَّسُوۡلُ يَدۡعُوۡكُمۡ فِىۡۤ اُخۡرٰٮكُمۡ فَاَثَابَكُمۡ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّـكَيۡلَا تَحۡزَنُوۡا عَلٰى

تھے، اور رسول (ﷺ) تمھیں تمھارے پیچھے سے آوازیں دے رہے تھے، پھر اللہ نے تمھیں غم پر غم دیے تاکہ تمھیں یہ سبق ملے کہ جو کچھ تمھارے ہاتھ سے

مَا فَاتَكُمۡ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿153﴾

جائے یا جو مصیبت تم پر نازل ہو اس پر تمھیں غمگین نہیں ہونا چاہیے اور تم جو عمل کرتے ہو اللہ اس کی خبر رکھتا ہے ﴿153﴾

تفسیر آیات: 149-153

کفار کی اطاعت کی ممانعت اور احد میں فتح و شکست کے اسباب: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو کافروں اور منافقوں کی اطاعت سے منع فرما رہا ہے کیونکہ ان کی اطاعت دنیا و آخرت کی تباہی و بربادی کا سبب ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنۡ تُطِيۡعُوا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا يَرُدُّوۡكُمۡ عَلٰۤى اَعۡقَابِكُمۡ فَتَنۡقَلِبُوۡا خٰسِرِيۡنَ ﴿149﴾﴾ ''اگر تم کافروں کا کہا مان لو گے تو وہ تم کو الٹے پاؤں پھیر (کر مرتد کر) دیں گے، پھر تم بڑے خسارے میں پڑ جاؤ گے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اسی کی اطاعت کریں، اس سے دوستی رکھیں، اسی سے مدد طلب کریں اور اسی کی ذات گرامی پر توکل رکھیں۔ ﴿بَلِ اللّٰهُ مَوۡلٰٮكُمۡ‌ۚ وَهُوَ خَيۡرُ النّٰصِرِيۡنَ ﴿150﴾﴾ ''(یہ تمھارے مددگار نہیں ہیں) بلکہ اللہ تمھارا مددگار ہے اور وہ سب سے بہتر مددگار ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ ان کے دشمنوں کے دلوں میں ان کا خوف ڈال دے گا اور ان کے کفر و شرک کی وجہ سے انھیں ذلیل و رسوا کر دے گا۔ اور آخرت میں بھی ان کے لیے بدترین عذاب تیار کر رکھا ہے۔ فرمایا: ﴿ سَنُلۡقِیۡ فِیۡ قُلُوۡبِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوا الرُّعۡبَ بِمَاۤ اَشۡرَکُوۡا بِاللّٰہِ مَا لَمۡ یُنَزِّلۡ بِہٖ سُلۡطٰنًا ۚ وَ مَاۡوٰىہُمُ النَّارُ ؕ وَ بِئۡسَ مَثۡوَی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۵۱﴾ ﴾ ''ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں تمھارا رعب بٹھا دیں گے کیونکہ یہ اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں جس کی اس نے کوئی بھی دلیل نازل نہیں کی اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، وہ ظالموں کا بہت برا ٹھکانا ہے۔''

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أُعۡطِیتُ خَمۡسًا لَّمۡ یُعۡطَهُنَّ أَحَدٌ مِّنَ الۡأَنۡبِیَاءِ قَبۡلِي : نُصِرۡتُ بِالرُّعۡبِ مَسِیرَةَ شَهۡرٍ ، وَّجُعِلَتۡ لِيَ الۡأَرۡضُ مَسۡجِدًا وَّ طَهُورًا، وَّ أُحِلَّتۡ لِيَ الۡغَنَائِمُ ، وَكَانَ النَّبِيُّ یُبۡعَثُ إِلٰی قَوۡمِهٖ خَاصَّةً وَّبُعِثۡتُ إِلَی النَّاسِ كَافَّةً ، وَّأُعۡطِیتُ الشَّفَاعَةَ] ''مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی کو نہیں دی گئی تھیں: (1) ایک ماہ کی مسافت سے رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ (2) میرے لیے ساری زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا ہے۔ (3) میرے لیے مالِ غنیمت کو حلال قرار دے دیا گیا ہے۔ (4) مجھ سے پہلے ہر نبی کو بطور خاص ان کی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور (5) مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔''[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ لَقَدۡ صَدَقَکُمُ اللّٰہُ وَعۡدَہٗۤ ﴾ ''اور اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دیا۔'' دن کے پہلے حصے میں ﴿ اِذۡ تَحُسُّوۡنَہُمۡ بِاِذۡنِہٖ ۚ ﴾ ''جب تم (اُحد میں) کافروں کو اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے۔'' اور اللہ تعالیٰ نے تمھیں ان پر غلبہ عطا فرما دیا تھا۔ ﴿ حَتّٰۤی اِذَا فَشِلۡتُمۡ ﴾ ''حتی کہ جب تم نے ہمت ہار دی۔'' ابن جریج کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اَلۡفَشَل کے معنی بزدلی کے ہوتے ہیں۔[2] ﴿ وَ تَنَازَعۡتُمۡ فِی الۡاَمۡرِ وَ عَصَیۡتُمۡ ﴾ ''اور حکم پیغمبر میں جھگڑا کرنے لگے اور اس کی نافرمانی کی۔'' جیسا کہ دَرّے پر مقرر کردہ تیر اندازوں کے ساتھ پیش آیا تھا۔ ﴿ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَرٰىکُمۡ مَّا تُحِبُّوۡنَ ؕ ﴾ ''یہاں تک کہ تم جو چاہتے تھے اللہ نے تم کو دکھا دیا۔'' اور وہ یہ تھا کہ تمھیں ان کے مقابلے میں کامیابی حاصل ہو۔

﴿ مِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّرِیۡدُ الدُّنۡیَا ﴾ ''بعض تو تم میں سے دنیا کے خواستگار تھے۔'' یعنی وہ لوگ جو کفار کی شکست دیکھتے ہی مالِ غنیمت کی طرف راغب ہو گئے ﴿ وَ مِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّرِیۡدُ الۡاٰخِرَۃَ ۚ ثُمَّ صَرَفَکُمۡ عَنۡہُمۡ لِیَبۡتَلِیَکُمۡ ۚ وَ لَقَدۡ عَفَا عَنۡکُمۡ ﴾ ''اور بعض آخرت کے طالب تھے۔ اس وقت اللہ نے تم کو ان (کے مقابلے) سے پھیر (کر بھگا) دیا تاکہ تمھاری آزمائش کرے۔'' یعنی پھر انھیں تم پر غلبہ عطا کر دیا تاکہ تمھاری آزمائش و امتحان کرے۔ ﴿ وَ لَقَدۡ عَفَا عَنۡکُمۡ ؕ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے

---

[1] صحیح البخاري ، الصلاة ، باب قول النبي ﷺ:[جعلت لي الأرض مسجدًا و طهورًا]، حدیث:438 و صحیح مسلم، كتاب و باب المساجد و مواضع الصلاة ،حدیث:521. [2] تفسیر الطبري:172/4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمھاری اس غلطی کو معاف کر دیا کیونکہ دشمن کی تعداد بھی زیادہ تھی اور اس کے پاس سامان حرب کی بھی فراوانی تھی جبکہ دشمن کے مقابلے میں تمھاری تعداد بھی کم تھی اور تمھارے پاس سامان جنگ کی بھی کمی تھی۔ واللہ أعلم.

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ اس دن مشرکوں سے ہماری مڈ بھیڑ ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازوں کے ایک گروہ کو (درے پر) مقرر فرما کر عبداللہ بن جُبَیر رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا اور فرمایا: [لَا تَبۡرَحُوا، إِنۡ رَّأَیۡتُمُونَا ظَهَرۡنَا عَلَیۡهِمۡ فَلَا تَبۡرَحُوا، وَإِنۡ رَّأَیۡتُمُوهُمۡ ظَهَرُوا عَلَیۡنَا فَلَا تُعِینُونَا] ''تم اسی جگہ پر ڈٹے رہنا، اگر تم یہ دیکھو کہ ہمیں فتح ہو گئی ہے تو اس جگہ سے نہ ہلنا اور اگر یہ دیکھو کہ دشمن ہم پر غالب آ گیا ہے تو پھر بھی اپنی جگہ چھوڑ کر ہماری مدد نہ کرنا۔'' ہمارا مقابلہ ہوا تو دشمن بھاگ اٹھا حتی کہ ہم نے دیکھا کہ ان کی عورتیں بھی اپنی پنڈلیوں سے کپڑے اٹھائے ہوئے پہاڑوں کی طرف بھاگ رہی تھیں جس کی وجہ سے ان کی پازیبیں نظر آ رہی تھیں، تو اس صورت حال کو دیکھ کر درے پر مقرر لوگوں نے کہنا شروع کر دیا: غنیمت! غنیمت! عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ اپنی جگہ سے نہ ہلنا مگر انھوں نے انکار کر دیا۔ اور جب انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی فتح کو شکست سے بدل دیا اور ستر مسلمان شہید ہو گئے۔

ابوسفیان نے مسلمانوں کا جائزہ لیتے ہوئے کہا: کیا ان میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود ہیں؟ آپ نے فرمایا: [لَا تُجِیبُوهُ] ''اسے کوئی جواب نہ دو۔'' پھر اس نے کہا: کیا ابن ابوقحافہ موجود ہیں؟ آپ نے فرمایا: [لَا تُجِیبُوهُ] ''اسے کوئی جواب نہ دو۔'' پھر اس نے کہا: کیا ابن خطّاب موجود ہیں؟ جب مسلمانوں کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو کہنے لگا کہ یہ سب لوگ قتل ہو گئے ہیں، اگر زندہ ہوتے تو میری بات کا ضرور جواب دیتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے اور کہنے لگے: اے اللہ کے دشمن! تو جھوٹ کہہ رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان سب لوگوں کو تیرے لیے باقی رکھا ہے تاکہ تجھے غم و حزن لاحق ہو، پھر ابوسفیان نے کہا کہ ہُبَل بلند ہو! نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَجِیبُوهُ، قَالُوا: مَا نَقُولُ؟ قَالَ: قُولُوا: اَللّٰهُ أَعۡلٰی وَأَجَلُّ] ''اسے جواب دو، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ ہم کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا: تم یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ ہی اعلیٰ اور اجل ہے۔'' ابوسفیان نے کہا کہ ہمارے پاس عُزّٰی ہے اور تمھارے پاس کوئی عزی نہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَجِیبُوهُ، قَالُوا: مَا نَقُولُ ؟ قَالَ: قُولُوا: اَللّٰهُ مَوۡلَانَا وَلَا مَوۡلٰی لَكُمۡ] ''اسے جواب دو، صحابۂ کرام نے عرض کی کہ اسے کیا جواب دیں؟ فرمایا: یہ کہو کہ اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمھارا کوئی مولیٰ نہیں۔''

ابوسفیان نے کہا کہ یہ دن جنگ بدر کے دن کا جواب ہے۔ اور لڑائی کنویں کے ڈول کی طرح ہوتی ہے، تم دیکھو گے کہ تمھارے کچھ لوگوں کا مثلہ کر دیا گیا ہے مگر اس کا میں نے حکم نہیں دیا تھا اور نہ یہ بات مجھے بری لگتی ہے۔[1] اس سند سے اس حدیث کو شیخین میں سے صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

[1] صحیح البخاري، المغازي، باب غزوة أحد، حدیث: 4043 و سنن أبي داود، الجهاد، باب في الكُمَناء، حدیث: 2662 و مسند أحمد: 293/4. غزوۂ احد کا نقشہ ملاحظہ کیجیے: سورہ آل عمران، آیات: 121-123 کے ذیل میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام محمد بن اسحاق نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ ان کے والد زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں نے ہند کی خادماؤں اور سہیلیوں کو دیکھا کہ انھوں نے پنڈلیوں سے کپڑے اٹھائے ہوئے تھے اور وہ تیز بھاگ رہی تھیں۔ اور کسی چیز کی طرف مڑ کر نہ دیکھتی تھیں۔ اور تیر انداز اس وقت مالِ غنیمت اکٹھا کرنے کے لیے لشکر کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور دشمن کے لیے ہماری پشت خالی کر دی بالآخر ہم پر پچھلی جانب سے حملہ ہو ہی گیا۔ اور چلانے والا چلایا: خبردار! محمد (ﷺ) شہید ہو چکے ہیں، چنانچہ ہم پلٹے اور علم برداروں تک پہنچے تو دشمن ہم پر ٹوٹ پڑا۔ یہاں تک کہ پوری قوم میں سے کوئی بھی آپ کے قریب تک نہ ہوا۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ مشرکین کا جھنڈا گرا ہی پڑا تھا کہ عَمرہ بنت عَلقمہ حارِثیّہ نے تھام کر قریش کے حوالے کر دیا تو وہ سب اُس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ ①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ﴾ ''پھر اس وقت اللہ نے تم کو ان (کے مقابلے) سے پھیر دیا تاکہ تمھاری آزمائش کرے۔'' ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے قاسم بن عبدالرحمٰن بن رافع نے بیان کیا ہے، جو خاندان عَدِی بن نَجّار سے تھے، وہ کہتے ہیں کہ انس بن نضر رضی اللہ عنہ جو کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا تھے حضرت عمر بن خطاب اور طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہما کے پاس آئے جو مہاجرین وانصار کے کچھ لوگوں کے ساتھ تھے اور انھوں نے ہتھیار ڈال دیے تھے، انھوں نے پوچھا کہ تم لوگ کیوں الگ تھلگ بیٹھے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے ہیں تو حضرت انس بن نضر نے کہا کہ اگر رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے ہیں تو تم ان کے بعد زندگی کو کیا کرو گے؟ اٹھو تم بھی اسی مقصد کی خاطر اپنی جانوں کو قربان کر دو جس کی خاطر حضور اقدس ﷺ نے اپنی جان نثار فرمائی ہے، پھر وہ (انس بن نضر رضی اللہ عنہ) دشمنوں کی صفوں میں جا گھسے اور بڑی بے جگری سے لڑے حتی کہ خلعت شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔ ②

امام بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ان کے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے جس کا انھیں بڑا غم تھا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پہلے غزوے ہی میں شریک نہ ہو سکا، اگر اب اللہ تعالیٰ نے مجھے رسولَ اللہ ﷺ کے ساتھ (کسی جنگ میں) شرکت کا موقع عطا کیا تو اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ میں شجاعت کے کس طرح جوہر دکھاتا ہوں؟ چنانچہ انھیں غزوۂ احد میں شرکت کا موقع مل گیا، پھر جب انھوں نے یہ دیکھا کہ کچھ مسلمانوں نے سراسیمگی کے باعث ہتھیار ڈال دیے ہیں تو کہنے لگے: یا اللہ! ان لوگوں نے جو کچھ کیا ہے، میں اس کی معذرت کرتا ہوں اور مشرکوں نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے براءت کا اظہار کرتا ہوں، پھر وہ اپنی تلوار پکڑ کر دشمنوں کی صفوں کی طرف بڑھے۔

اس اثنا میں ان کی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو کہنے لگے: سعد کہاں جا رہے ہو؟ اللہ کی قسم! مجھے تو احد کے پیچھے سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ پھر آپ دشمن کے لشکر پر ٹوٹ پڑے (حتی کہ بے شمار کافروں کو واصل جہنم کرنے کے بعد) خود بھی جام شہادت نوش فرما گئے حتی کہ میت پاک پہچانی نہیں جا رہی تھی۔ ان کی بہن نے انھیں تِل کے نشان یا انگلیوں کے

① السيرة النبوية لابن هشام ، حديث الزبير عن سبب الهزيمة:82/3. ② السيرة النبوية لابن هشام ، شأن أنس بن النضر:88/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوروں سے پہچانا تھا کیونکہ ان کے جسم مبارک پر تیروں، تلواروں، نیزوں اور بھالوں کے اسّی سے زیادہ زخم تھے۔ یہ صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں۔ ① جبکہ امام مسلم نے بھی اس روایت کو بطریق ثابت از حضرت انس تقریبًا اسی طرح بیان کیا ہے۔ ②

احد کے دن بعض مسلمانوں کی شکست: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِذۡ تُصۡعِدُوۡنَ وَلَا تَلۡوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ ﴾ ''(وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے) جب تم بھاگے جا رہے تھے اور کسی کو پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے تھے۔'' یعنی جب تم اپنے دشمنوں سے بھاگتے ہوئے پہاڑ پر چڑھ رہے تھے۔ امام حسن بصری اور قتادہ نے اس آیت کو اس طرح پڑھا ہے: [اِذۡ تَصۡعَدُوۡنَ] تا اور عین کے فتحہ کے ساتھ، یعنی جب تم پہاڑ پر چڑھ رہے تھے۔ ③ ﴿ وَلَا تَلۡوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ ﴾ یعنی دہشت، خوف اور رعب کی وجہ سے کسی کو پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔ ﴿ وَّ الرَّسُوۡلُ يَدۡعُوۡكُمۡ فِىۡۤ اُخۡرٰىكُمۡ ﴾ ''اور رسول اللہ تم کو تمھارے پیچھے سے بلا رہے تھے۔'' یعنی تم نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا تھا، وہ تمھیں پکار رہے تھے کہ دشمن سے ڈر کر مت بھاگو، واپس آؤ اور دشمن پر ٹوٹ پڑو۔

سُدّی بیان کرتے ہیں کہ جب مشرکوں نے احد میں مسلمانوں پر سخت حملہ کر دیا تو وہ بھاگ گئے حتی کہ بعض مدینہ میں داخل ہو گئے اور کچھ لوگ بھاگ کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے اور رسول اللہ ﷺ لوگوں کو بلا رہے اور فرما رہے تھے: [إِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ، إِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ] ''اے اللہ کے بندو! میری طرف آؤ، اللہ کے بندو! میری طرف آؤ۔'' یہاں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے پہاڑ پر چڑھنے اور رسول اللہ ﷺ کے انھیں بلانے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اِذۡ تُصۡعِدُوۡنَ وَلَا تَلۡوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّ الرَّسُوۡلُ يَدۡعُوۡكُمۡ فِىۡۤ اُخۡرٰىكُمۡ ﴾ ''(وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے) جب تم بھاگے جا رہے تھے اور کسی کو پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ تم کو تمھارے پیچھے سے بلا رہے تھے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ، ربیع اور ابن زید نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔ ④

انصار و مہاجرین کا رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرنا: امام بخاری رحمہ اللہ نے قَیس بن ابو حازِم سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو دیکھا کہ وہ شل ہو چکا تھا کیونکہ اپنے اس ہاتھ کے ساتھ انھوں نے احد کے دن نبی ﷺ کا دفاع کیا تھا۔ ⑤ صحیحین میں ابو عثمان نہدی سے روایت ہے کہ ان ایام میں سے احد کے دن، جن میں رسول اللہ ﷺ نے جہاد کیا تھا، آپ کے ساتھ طلحہ بن عبید اللہ اور سعد (بن ابو وقاص) رضی اللہ عنہما کے سوا اور کوئی بھی نہ تھا۔ ⑥

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ میں نے سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن

---

① صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة أحد، حديث:4048. ② صحيح مسلم، الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد، حديث:1903. ③ تفسير الطبري:177/4 و تفسير القرطبي:239/4 و تفسير ابن أبي حاتم:790/3. ④ تفسير الطبري:178/4. ⑤ صحيح البخاري، المغازي، باب: ﴿ اِذۡ هَمَّتۡ طَّآئِفَتٰنِ مِنۡكُمۡ اَنۡ تَفۡشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ﴾ الآية (آل عمران 3:122)، حديث:4063. ⑥ صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب ذكر طلحة بن عبيد الله رضی اللہ عنہ، حديث:3722 و صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب في فضل سعد بن أبي وقاص رضی اللہ عنہ، حديث:2414.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے ترکش سے میرے لیے تیر نکالے اور فرمایا: [اِرْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي] ''تیر پھینکو تم پر میرے ماں باپ نثار!'' اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔① اور صحیح بخاری و مسلم میں حضرت سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ میں نے احد کے دن رسول اللہ ﷺ کے دائیں اور بائیں دو آدمیوں کو دیکھا جنھوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے اور وہ آپ کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے سخت لڑائی کر رہے تھے، میں نے ان کو اس سے پہلے یا بعد میں کبھی نہیں دیکھا وہ ان سے مراد جبریل و میکائیل علیہما السلام لے رہے تھے۔②

ابوالاسود نے عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ خاندان جُمَح کے ایک شخص اُبَی بن خلف نے مکہ میں قسم کھائی تھی کہ وہ ضرور رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دے گا جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی اس قسم کے بارے میں علم ہوا تو آپ نے فرمایا: [بَلْ أَنَا أَقْتُلُهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ] ''اسے تو میں ان شاء اللہ قتل کروں گا۔'' جب احد کا دن تھا تو اُبَی لوہے میں ڈوبا ہوا آیا اور کہنے لگا: ''اگر میں بچ گیا تو محمد (ﷺ قتل ہونے سے) نہ بچ سکیں گے۔'' اس نے قتل کے ارادے سے رسول اللہ ﷺ پر حملہ کیا تو خاندان عبدالدار کے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اس کا سامنا کیا اور اپنی جان کو قربان کر کے رسول اللہ ﷺ کو بچایا، مصعب بن عمیر شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی زرہ اور خَود کے درمیان خالی جگہ میں ہنسلی کو دیکھا تو آپ نے اپنے نیزے کے ساتھ اسے زخمی کر دیا جس کی وجہ سے وہ اپنے گھوڑے سے نیچے زمین پر گر گیا۔

اُبی بن خلف کے زخم سے خون تک نہیں نکلا تھا لیکن اس کے باوجود جب اس کے ساتھی اسے اٹھانے کے لیے اس کے پاس آئے تو وہ بیل کی طرح آوازیں نکال رہا تھا، لوگوں نے اس سے کہا کہ یہ تو معمولی سی خراش ہے، تم اس قدر جزع فزع کیوں کر رہے ہو؟ تو اس نے لوگوں کے سامنے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کا ذکر کیا: [أَنَا أَقْتُلُ أُبَيًّا] ''(نہیں اُبی مجھے نہیں بلکہ) میں اُبی کو قتل کروں گا۔''

پھر اس نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس وقت مجھے جو تکلیف ہے، اگر یہ اہل ذوالمجاز کو ہو تو وہ سب کے سب اس تکلیف کی وجہ سے مر جائیں، چنانچہ اس کے فوراً بعد ہی وہ جہنم رسید ہو گیا۔ ﴿فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ۝﴾ (الملك 11:67) ''چنانچہ دوزخیوں کے لیے (اللہ کی رحمت سے) دوری ہے۔''③ موسیٰ بن عقبہ نے بھی اپنے مغازی میں زہری کے واسطے سے سعید بن مسیّب سے اسی طرح روایت کیا ہے۔④

① صحیح البخاری، المغازی، باب: ﴿اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا﴾ ..... (آل عمران3:122)، حدیث:4055 .
② صحیح البخاری، المغازی، باب: ﴿اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا﴾ ..... الآية (آل عمران3:122)، حدیث: 4054 وصحیح مسلم، الفضائل، باب إكرامه ﷺ بقتال الملائكة معه ﷺ، حدیث:(47,46)-2306 . ③ دلائل النبوة للبیهقی، أبواب غزوة أحد، باب شدة رسول الله ﷺ فی البأس ......:259,258/3 والبداية والنهاية، فيما لقى النبي ﷺ: 33,32/4 والمصنف لعبدالرزاق:356/5،رقم:9731 . ④ دلائل النبوة للبیهقی، أبواب غزوة أحد، باب سياق قصة خروج النبي ﷺ إلى أحد ......:212,211/3 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیحین میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر زخم آیا تھا، آپ کا (انیاب اور سامنے والے دو دانتوں کے درمیان اوپر والا) دانت مبارک شہید ہو گیا تھا اور خَود سر مبارک میں پیوست ہو گیا تھا، فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خون دھو رہی تھیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال سے پانی ڈال رہے تھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ دیکھا کہ پانی کے ساتھ خون کے بہنے میں تو اور بھی اضافہ ہو گیا ہے تو انھوں نے چٹائی کے ایک ٹکڑے کو لے کر جلایا اور جب وہ راکھ ہو گیا تو انھوں نے اسے زخم پر رکھ دیا تو اس سے خون بہنا رک گیا۔[1]

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَاَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ﴾ یعنی اس نے تمھیں غم پر غم پہنچایا مطلب یہ ہے کہ ﴿بِغَمٍّ﴾ میں باء بمعنی علی ہے جیسا کہ عرب کہتے ہیں نَزَلْتُ بِبَنِی فُلَانٍ وَّنَزَلْتُ عَلٰی بَنِی فُلَانٍ ''میں فلاں اور فلاں کے بیٹوں کے پاس بطور مہمان ٹھہرا۔'' یہاں بھی باء بمعنی علی ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اسی طرح ﴿وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ﴾ (طٰہٰ 20:71) کے معنی یہ ہیں کہ میں تم کو کھجور کے تنوں پر سولی چڑھا دوں گا۔ (یہاں فِی، عَلٰی کے معنی میں ہے۔)[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پہلا غم تو شکست کے سبب (اس وقت تھا جب یہ افواہ پھیلا دی گئی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں) اور دوسرا غم اس وقت تھا جب مشرکوں نے آلیا۔[3] اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا بھی کی تھی: [لَیْسَ لَهُمْ أَنْ یَّعْلُونَا] ''اے اللہ! انھیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ہم سے اونچے ہوں۔''[4] حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پہلا غم شکست کے سبب تھا اور دوسرا اس افواہ کی وجہ سے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں اور یہ غم تو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے شکست سے بھی زیادہ اندوہ ناک تھا۔[5] ان دونوں روایتوں کو ابن مردویہ نے بیان کیا ہے۔

امام مجاہد کا قول ہے کہ پہلا غم اس افواہ کی وجہ سے تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں اور دوسرا بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے شہید اور بعض کے زخمی ہونے کی وجہ سے تھا۔[6] جبکہ قتادہ اور ربیع بن انس کا قول اس کے برعکس ہے، یعنی پہلا غم شہید اور زخمی ہونا ہے اور دوسرا غم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ ہے۔[7] سُدّی کہتے ہیں کہ پہلا غم فتح و غنیمت سے محرومی کی وجہ سے تھا اور دوسرا دشمن کے غالب آ جانے کی وجہ سے۔[8]

اور فرمان الٰہی: ﴿لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ﴾ ''تاکہ جو چیز تمھارے ہاتھ سے جاتی رہی یا جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے، اس سے تم اندوہ ناک نہ ہو۔'' یعنی مال غنیمت اور دشمن پر فتح سے جو محرومی ہوئی یا زخمی و قتل ہونے کی صورت میں جو مصیبت تم پر واقع ہوئی۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عبدالرحمٰن بن عوف، حسن، قتادہ اور سُدّی کا قول

① صحیح البخاری، الجهاد والسیر، باب لبس البیضة، حدیث:2911 اور اس حدیث کا بعض حصہ ''صحیح بخاری'' ہی میں ہے، دیکھیے المغازی، باب ما أصاب النبی ﷺ من الجراح یوم أحد، حدیث:4075 وصحیح مسلم، الجهاد......، باب غزوة أحد، حدیث:1790. ② تفسیر الطبری:179/4. ③ تفسیر الطبری:184/4. ④ تفسیر الطبری:181/4 عن السُّدِّی.
⑤ الدر المنثور:154/2. ⑥ تفسیر ابن أبی حاتم:791/3. ⑦ تفسیر الطبری:180/4. ⑧ تفسیر ابن أبی حاتم:791/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثُمَّ اَنۡزَلَ عَلَیۡكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ الۡغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا یَّغۡشٰی طَآىِٕفَةً مِّنۡكُمۡ ۙ وَطَآىِٕفَةٌ

پھر اس نے (غم کے بعد) تم پر سکون نازل کیا جس سے تمھارے ایک گروہ پر اونگھ طاری ہوگئی اور دوسرا گروہ جس کے نزدیک

قَدۡ اَهَمَّتۡهُمۡ اَنۡفُسُهُمۡ یَظُنُّوۡنَ بِاللّٰهِ غَیۡرَ الۡحَقِّ ظَنَّ الۡجَاهِلِیَّةِ ؕ یَقُوۡلُوۡنَ هَلۡ لَّنَا

ساری اہمیت اپنی ذات ہی کی تھی، وہ اللہ کے بارے میں ناحق جاہلانہ طور پر گمان کرنے لگا۔ وہ کہتے تھے: کیا اس معاملے میں ہمارا

مِنَ الۡاَمۡرِ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ قُلۡ اِنَّ الۡاَمۡرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ یُخۡفُوۡنَ فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ مَّا لَا

بھی کوئی اختیار ہے؟ کہہ دیجیے: سب اختیار اللہ ہی کا ہے۔ وہ اپنے دلوں میں وہ بات چھپاتے ہیں جو آپ (ﷺ) کے سامنے ظاہر

یُبۡدُوۡنَ لَكَ ؕ یَقُوۡلُوۡنَ لَوۡ كَانَ لَنَا مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ مَّا قُتِلۡنَا هٰهُنَا ؕ قُلۡ لَّوۡ

نہیں کرسکتے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر اس معاملے میں ہمارا بھی کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے۔ کہہ دیجیے: اگر تم اپنے گھروں

كُنۡتُمۡ فِیۡ بُیُوۡتِكُمۡ لَبَرَزَ الَّذِیۡنَ كُتِبَ عَلَیۡهِمُ الۡقَتۡلُ اِلٰی مَضَاجِعِهِمۡ ۚ وَلِیَبۡتَلِیَ

میں ہوتے تو بھی جن کی قسمت میں قتل ہونا لکھا تھا وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف ضرور نکل آتے، اور یہ اس لیے ہوا کہ جو کچھ تمھارے

اللّٰهُ مَا فِیۡ صُدُوۡرِكُمۡ وَلِیُمَحِّصَ مَا فِیۡ قُلُوۡبِكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ

سینوں میں ہے اللہ اسے آزمائے اور تاکہ تمھارے دلوں میں سے وسوسے صاف کردے اور اللہ سینوں کے بھید خوب جانتا ہے ﴿154﴾

الصُّدُوۡرِ ﴿154﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَلَّوۡا مِنۡكُمۡ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسۡتَزَلَّهُمُ

بے شک جب دو لشکر (احد میں) آپس میں ٹکرائے تھے تو تم میں سے جن لوگوں نے پسپائی اختیار کی یقیناً وہ اپنی بعض کوتاہیوں کے

ع 16/7 الشَّیۡطٰنُ بِبَعۡضِ مَا كَسَبُوۡا ۚ وَلَقَدۡ عَفَا اللّٰهُ عَنۡهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ حَلِیۡمٌ ﴿155﴾ ع

سبب شیطان کے بہکاوے میں آگئے تھے اور بلاشبہ اللہ نے انھیں معاف کردیا، بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بہت حوصلے والا ہے ﴿155﴾

ہے۔[1] ﴿ وَاللّٰهُ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿153﴾ ﴾ ''اور اللہ تمھارے اعمال سے خبردار ہے۔'' سُبْحَانَهٗ وَبِحَمْدِهٖ، لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ جَلَّ وَعَلَا.

تفسیر آیات:155,154

دورانِ جنگ مومنوں پر اونگھ کا طاری کرنا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنے اس احسان کو جتلا رہا ہے جب اس نے ان پر سکینت اور اونگھ کو نازل فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حزن و غم کی حالت میں جبکہ انھوں نے ہتھیار پہن رکھے تھے، ان پر اونگھ کو طاری کر دیا۔ اور اس حالت میں اونگھ کا طاری ہونا اس بات کی دلیل تھی کہ وہ امن وسکون میں تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ انفال میں غزوۂ بدر کے ضمن میں فرمایا ہے: ﴿ اِذۡ یُغَشِّیۡكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنۡهُ ﴾ (الأنفال 11:8) ''جب اس نے (تمھاری) تسکین کے لیے اپنی طرف سے تم پر اونگھ طاری کر دی۔''

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور انھوں نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں سے تھا

[1] تفسیر ابن أبي حاتم:792/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن پر احد کے دن اونگھ طاری ہوگئی تھی حتی کہ میرے ہاتھ سے کئی بار تلوار گری اور میں اسے اٹھالیتا، وہ پھر گر جاتی اور میں اسے پھر اٹھالیتا تھا۔[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی صحیح کی کتاب المغازی میں ''معلقًا'' اور کتاب التفسیر میں ''مسندًا'' روایت کیا ہے۔[2] امام ترمذی، نسائی اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے احد کے دن اپنے سر کو اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان میں سے ہر شخص اونگھ کی وجہ سے اپنی ڈھال کے نیچے کی طرف جھک رہا ہے۔ یہ الفاظ امام ترمذی کی روایت کے ہیں اور انھوں نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔[3] امام نسائی نے بھی حضرت انس کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ابوطلحہ بیان کرتے ہیں: میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جن پر اونگھ طاری ہوئی تھی۔[4]

﴿ وَطَآئِفَةٌ قَدۡ اَهَمَّتۡهُمۡ ﴾ میں اس دوسری جماعت سے مراد منافقین ہیں جنھیں اپنی ہی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے اور یہ سب سے زیادہ بزدل، کم ہمت اور حق کی مخالفت کرنے والے تھے۔ ﴿ يَظُنُّوۡنَ بِاللّٰهِ غَيۡرَ الۡحَقِّ ظَنَّ الۡجَاهِلِيَّةِ ﴾ ''اللہ کے بارے میں ناحق (ایامِ) جاہلیت جیسے گمان کرتے تھے۔'' یعنی یہ جھوٹے لوگ تھے اور اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے بارے میں بھی شک وشبہ میں مبتلا تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ ثُمَّ اَنۡزَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ الۡغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغۡشٰى طَآئِفَةً مِّنۡكُمۡ ﴾ ''پھر اللہ نے غم ورنج کے بعد تم پر تسلی نازل فرمائی کہ اونگھ تم میں سے ایک جماعت پر طاری ہوگئی۔'' یعنی ان لوگوں پر جو اہل ایمان ویقین تھے، اہل ثبات اور صحیح توکل کرنے والے تھے اور جنھیں پورا پورا وثوق تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرور اپنے رسول کی مدد فرمائے گا اور ان کی امید کو برلائے گا اور اسی لیے فرمایا: ﴿ وَطَآئِفَةٌ قَدۡ اَهَمَّتۡهُمۡ اَنۡفُسُهُمۡ ﴾ ''اور کچھ لوگ جن کو جان کے لالے پڑ رہے تھے۔'' اور قلق واضطراب اور گھبراہٹ وخوف کی وجہ سے ان پر اونگھ طاری نہیں تھی ﴿ يَظُنُّوۡنَ بِاللّٰهِ غَيۡرَ الۡحَقِّ ظَنَّ الۡجَاهِلِيَّةِ ﴾ ''اللہ کے بارے میں ناحق (ایامِ) جاہلیت جیسے گمان کرتے تھے۔'' جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ بَلۡ ظَنَنۡتُمۡ اَنۡ لَّنۡ يَّنۡقَلِبَ الرَّسُوۡلُ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِلٰٓى اَهۡلِيۡهِمۡ اَبَدًا ﴾ (الفتح 12:48) ''بات یہ ہے کہ تم لوگ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ پیغمبر اور مومن اپنے اہل وعیال میں کبھی نہیں لوٹیں گے۔''

اسی طرح جب مشرک اس گھڑی غالب آ گئے تو انھوں نے بھی یہی سمجھ لیا تھا کہ بس یہی فیصلہ کن گھڑی ہے اور اب اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائے گا، اہل ریب وشک کی یہی کیفیت ہوتی ہے کہ وہ جب بھی کسی مشکل امر میں مبتلا ہوتے ہیں تو اس قسم کے فاسد اوہام وظنون انھیں گھیر لیتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يَقُوۡلُوۡنَ ﴾ اور وہ اس حال میں کہتے تھے: ﴿ هَلۡ لَّنَا مِنَ الۡاَمۡرِ مِنۡ شَيۡءٍ ﴾ ''بھلا ہمارے اختیار کی کچھ بات ہے؟'' اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

[1] صحیح البخاری، المغازی، باب: ﴿ ثُمَّ اَنۡزَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ الۡغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا .... ﴾ (آل عمران 3:154)، حدیث:4068. [2] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ اَمَنَةً نُّعَاسًا ﴾ (آل عمران 3:154)، حدیث:4562.

[3] جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب و من سورة آل عمران، حدیث:3007 والسنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، سورة الأنفال:349/6، حدیث:11198 والمستدرك للحاکم، التفسیر، باب سورة آل عمران:297/2، حدیث:3164.

[4] السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، سورة الأنفال:349/6، حدیث:11199.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے: ﴿ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ بے شک سب باتیں اللہ ہی کے اختیار میں ہیں یہ (وہ بات) دلوں میں مخفی رکھتے ہیں جو آپ پر ظاہر نہیں کرتے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کو بھی بیان فرما دیا جسے انھوں نے اپنے دل میں مخفی رکھا تھا اور وہ یہ کہ ﴿ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ ﴾ ''کہتے تھے کہ ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم یہاں قتل ہی نہ کیے جاتے۔'' وہ یہ بات رسول اللہ ﷺ سے چھپا کر کہتے تھے۔

امام ابن اسحاق رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے، جب خوف بہت شدید ہوا تو اس وقت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس وقت شدید خوف کے عالم میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر اونگھ کو طاری فرما دیا، نیند کی وجہ سے ہم میں سے ہر شخص کی ٹھوڑی اس کے سینے پر لگ رہی تھی، میں مُعَتِّب بن قُشَیر کی بات کو اس وقت اس طرح سن رہا تھا جیسے کوئی خواب دیکھ رہا ہوں، وہ اس وقت کہہ رہا تھا کہ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم یہاں قتل ہی نہ کیے جاتے، میں نے اس کی اس بات کو یاد کر لیا تھا، معتب کی اسی بات کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا ہے: ﴿ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ﴾ [1] اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ﴾ ''کہہ دیجیے: اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کی تقدیر میں مارا جانا لکھا تھا، وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف ضرور نکل آتے۔'' یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے شدہ اور لکھی ہوئی تقدیر ہے اور ایسا حتمی اور لازمی فیصلہ ہے کہ جس سے کوئی مفر نہیں اور جسے کسی بھی قیمت پر ٹالا نہیں جا سکتا۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ﴾ ''اور تاکہ (اس سے) اللہ تمھارے سینوں کی باتوں کو آزمائے اور جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے اس کو خالص اور صاف کر دے۔'' یعنی جو کچھ تم پر بیتا اس کے بارے میں تمھاری آزمائش کرے تاکہ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے اور لوگوں کے سامنے مومن اور منافق کے اقوال وافعال کے فرق کو واضح کر دے۔ ﴿ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴾ (154) یعنی ان کے دلوں میں جو باتیں مخفی اور پوشیدہ ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ان سے بھی خوب آگاہ ہے۔

احد کے دن بعض مومنوں کا بھاگ جانا اور اللہ تعالیٰ کا انھیں معاف فرما دینا: اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ﴾ ''بے شک جو لوگ تم میں سے جبکہ (مومنوں اور کافروں کی) دو جماعتیں ایک دوسرے سے گتھ گئیں، (جنگ سے) بھاگ گئے تو ان کے بعض افعال کے سبب شیطان نے ان کو پھسلا دیا۔'' یعنی ان کے بعض سابقہ گناہوں کے سبب جیسا کہ بعض سلف نے کہا ہے کہ نیکی کا ثواب بعد میں نیکی کی صورت میں اور برائی کا بدلہ بعد میں برائی کی صورت میں ملتا ہے۔

---

[1] تفسير ابن أبي حاتم:3/795.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے کفر کیا اور اپنے بھائی بندوں کے بارے میں کہنے لگے جب وہ سفر کے

اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ

لیے یا جہاد کے لیے نکلے کہ اگر وہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کیے جاتے، یہ اس لیے کہ اللہ ان کی ایسی باتوں کو ان کے دلوں کا

قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿156﴾ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

پچھتاوا بنا دے اور اللہ ہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے﴿156﴾ اور اگر تم اللہ کی راہ میں قتل ہو جاؤ یا مر جاؤ تو

اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿157﴾ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى

اللہ کی بخشش اور رحمت ان چیزوں سے کہیں بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں﴿157﴾ اور اگر تم مر جاؤ یا قتل کر دیے جاؤ تو یقیناً تم اللہ ہی کی طرف

اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿158﴾

اکٹھے کیے جاؤ گے﴿158﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ ﴾ ''اور یقیناً اللہ نے ان (کے گناہ) کو معاف کر دیا'' جس کا انھوں نے فرار کی صورت میں ارتکاب کیا تھا، ﴿ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿155﴾ ﴾ ''بے شک اللہ بخشنے والا (اور) بردبار ہے۔'' وہ گناہ معاف فرما دیتا ہے، اپنی مخلوق سے حلم و بردباری سے پیش آتا ہے اور ان کی غلطیوں سے درگزر فرماتا ہے۔

امام احمد نے شقیق سے روایت کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی ولید بن عقبہ سے ملاقات ہوئی تو ولید نے ان سے کہا: کیا بات ہے کہ آپ نے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جفا کی ہے؟ تو عبدالرحمٰن نے ان سے (بطور طعن) کہا کہ انھیں میری طرف سے یہ بات پہنچا دیں کہ میں عَيْنَيْن کے دن نہیں بھاگا تھا۔ عاصم (جو اس حدیث کے راوی ہیں) کہتے ہیں کہ آپ کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ میں احد کے دن فرار نہیں ہوا تھا اور نہ میں بدر کے دن پیچھے رہا تھا اور نہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریقے کو ترک کیا ہے۔

ولید گئے تو انھوں نے حضرت عثمان کو اس کی خبر دی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انھوں نے جو یہ کہا ہے کہ میں جنگ احد سے نہیں بھاگا تو سوال یہ ہے کہ وہ مجھے ایسے گناہ کی وجہ سے طعنہ کیوں دیتے ہیں جسے معاف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ ﴾ ''جو لوگ تم میں سے (احد کے دن) جبکہ (مومنوں اور کافروں کی) دو جماعتیں ایک دوسرے سے گتھ گئیں، (جنگ سے) بھاگ گئے تو ان کے بعض افعال کے سبب شیطان نے ان کو پھسلا دیا مگر اللہ نے ان کا قصور معاف کر دیا۔'' ہاں، انھوں نے جو یہ کہا ہے کہ میں نے جنگ بدر میں شرکت نہیں کی تھی تو وہ اس لیے کہ رُقَیّہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں بیمار تھیں اور میں ان کی تیمارداری میں مصروف تھا حتی کہ وہ وفات پا گئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بدر کے مال غنیمت میں سے حصہ بھی دیا تھا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غنیمت سے حصہ دیا ہوتو وہ گویا جنگ میں شریک تھا۔اور انھوں نے جو یہ کہا ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریقے کو چھوڑ دیا ہے تو سوال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریقے کے مطابق نہ تو میں عمل کرسکتا ہوں اور نہ وہ خود عمل کرسکتے ہیں، جاؤ انھیں میری یہ باتیں پہنچادو۔ [1]

تفسیر آیات:156-158

موت اور تقدیری امور کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرنے کے بارے میں کفار سے مشابہت کی ممانعت: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو کفار کے اس فاسد اعتقاد کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے جو ان کی اس بات سے معلوم ہوتا ہے جو انھوں نے اپنے ان بھائیوں کے بارے میں کہی تھی جو سفروں اور جنگوں میں فوت ہوگئے تھے کہ اگر وہ ان سفروں اور جنگوں کو اختیار نہ کرتے تو اس صورت حال سے دوچار نہ ہوتے ، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ ﴾ ''مومنو! ان لوگوں جیسے نہ ہونا جو کفر کرتے ہیں اور اپنے بھائیوں کی نسبت کہتے ہیں'' ﴿ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ ﴾ جب وہ تجارت وغیرہ کے لیے سفر کریں ﴿ اَوْ كَانُوْا غُزًّى ﴾ یا جہاد میں شرکت کریں: ﴿ لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا ﴾ ''اگر وہ ہمارے پاس رہتے۔'' یعنی شہر ہی میں ﴿ مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ﴾ ''تو نہ سفر میں مرتے اور نہ (جنگ میں) مارے جاتے۔'' ﴿ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں یہ اعتقاد اس لیے پیدا کیا تاکہ اپنے بھائیوں کی موت اور ان کے قتل ہونے پر ان کی حسرت میں اور بھی اضافہ ہوجائے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ﴾ ''اور زندگی اور موت تو اللہ ہی دیتا ہے۔'' یعنی اسی کے ہاتھ میں پیدا کرنا ہے، ہر امر کا انجام اسی کی طرف ہے، اس کی مشیت و تقدیر کے بغیر نہ کوئی زندہ رہ سکتا ہے اور نہ مرسکتا ہے اور اس کی قضاء وقدر کے بغیر کسی کی عمر میں نہ کوئی اضافہ ہوسکتا ہے اور نہ کمی ﴿ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۱۵۶ ﴾ ''اور اللہ تمھارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔'' اس کا علم و بصارت اس کی ساری مخلوق میں نافذ ہے اور مخلوق کے امور میں سے کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہیں ہے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَلَىِٕنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝۱۵۷ ﴾ ''اور اگر تم اللہ کے راستے میں مارے جاؤ تو جو (مال ومتاع) لوگ جمع کرتے ہیں، اس سے اللہ کی بخشش اور رحمت (کہیں) بہتر ہے۔'' اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رستے میں قتل ہوجانا یا اللہ کی راہ میں موت کا آجانا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت، عفو اور اس کی خوشنودی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اور یہ دنیا میں باقی رہنے اور اس کے فانی ایندھن کے جمع کرنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر وہ شخص جو مرجائے یا قتل ہوجائے، اسے اللہ تعالیٰ ہی کے پاس لوٹ کر جانا

---

[1] مسند أحمد: 68/1. اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریقے سے مراد آپ کی سیرت، طرزِ زندگی اور اندازِ حکمرانی ہے، کوئی خاص طریقہ مراد نہیں ہے۔ واللہ أعلم.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ

پس (اے نبی!) آپ اللہ کی رحمت کے باعث ان کے لیے نرم ہو گئے۔ اور اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو وہ سب آپ کے پاس سے چھٹ

حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ

جاتے، چنانچہ آپ ان سے درگزر کریں اور ان کے لیے بخشش مانگیں اور ان سے (اہم) معاملات میں مشورہ کریں۔ پھر جب آپ

عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿159﴾ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ

پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسا کریں، بے شک اللہ بھروسا کرنے والوں کو پسند کرتا ہے﴿159﴾ اگر اللہ تمھاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب

وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

نہیں آسکتا اور اگر وہ تمھیں بے یارومددگار چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو اس کے بعد تمھاری مدد کرسکے؟ اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسا

الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿160﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۭ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ

کرنا چاہیے﴿160﴾ یہ ناممکن ہے کہ کوئی نبی خیانت کرے اور جو کوئی خیانت کرے گا تو جو اس نے خیانت کی ہوگی اس کے ساتھ قیامت

ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿161﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ

کے دن حاضر ہوگا۔ پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا﴿161﴾ بھلا جو شخص اللہ کی رضا کے

بَاۗءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿162﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ

پیچھے چل رہا ہو، اس شخص جیسا ہوسکتا ہے جو اللہ کی ناراضی لے کر لوٹے اور جس کا ٹھکانا جہنم ہے؟ اور وہ بدترین لوٹنے کی جگہ ہے﴿162﴾

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿163﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا

ان کے لیے اللہ کے پاس درجے ہیں اور وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اسے دیکھ رہا ہے﴿163﴾ بے شک اللہ نے مومنوں پر احسان کیا جب ان

مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ

میں انھی میں سے ایک رسول بھیجا، وہ انھیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور

النصف

كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿164﴾

بے شک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے﴿164﴾

ہے اور وہ ہر شخص کو اس کے اچھے یا برے عمل کے مطابق اچھا یا برا بدلہ دے گا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿158﴾﴾ ''اور اگر تم مرجاؤ یا مارے جاؤ تو اللہ کے حضور میں ضرور اکٹھے کیے جاؤ گے۔''

تفسیر آیات: 159-164

ہمارے نبی ﷺ سراپا رحمت وشفقت تھے: اللہ تعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد ﷺ سے مخاطب ہو کر آپ پر اور آپ کی امت پر اپنے اس احسان کا ذکر فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کو آپ کی امت کے لیے اور ان لوگوں کے لیے بے حد نرم بنا دیا تھا جنھوں نے آپ کے حکم کی اتباع کی اور جس سے آپ نے منع فرمایا، اسے ترک کر دیا تھا۔ اور اس نے آپ ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو ان کے لیے انتہائی شیریں کلام بنا دیا۔ ﴿ فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ ﴾ ’’(اے نبی!) اللہ کی مہربانی سے آپ کی اُفتادِ مزاج ان لوگوں کے لیے نرم واقع ہوئی ہے۔‘‘ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت آپ کے اور ان کے شامل حال نہ ہوتی تو کون سی چیز آپ کو نرم دل بناتی؟

یعنی ﴿ فَبِمَا ﴾ میں ’’ما‘‘ بمعنی أَيُّ شَيْءٍ ہے۔ امام قتادہ فرماتے ہیں [فَبِرَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ] ’’اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ آپ ان کے لیے نرم دل ہوگئے ہیں۔‘‘ (1) یعنی ما زائدہ برائے تاکید ہے اور عرب اسے معرفہ کے ساتھ ملا کر بھی استعمال کرتے ہیں جیسا کہ ﴿ فَبِمَا نَقۡضِهِمۡ مِّيۡثَاقَهُمۡ ﴾ (النسآء4:155) میں ہے۔ اور نکرہ کے ساتھ ملا کر بھی استعمال کرتے ہیں جیسا کہ ﴿ عَمَّا قَلِيۡلٍ ﴾ (المؤمنون23:40) میں ہے، اسی طرح یہاں بھی فرمایا: ﴿ فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ ﴾ أَيۡ بِرَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ آپ ان کے لیے نرم دل ہو گئے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حضرت محمد ﷺ کا وہ اخلاق ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے۔ (2)

یہ آیت کریمہ اس آیت کے مشابہ ہے: ﴿ لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ۝ ﴾ (التوبہ9:128) ’’بلاشبہ تمھارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں۔ تمھاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمھاری بھلائی کے بہت خواہش مند ہیں۔ اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے (اور) مہربان ہیں۔‘‘ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ ﴾ ’’اور اگر آپ بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔‘‘ فَظّ کے معنی سخت کے ہیں اور یہاں مراد سخت کلام ہے کیونکہ اس کے بعد ﴿ غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ ﴾ یعنی سخت دل کے الفاظ ہیں، یعنی اگر آپ کا کلام ناشائستہ ہوتا اور آپ دل کے سخت ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے بھاگ جاتے اور آپ کو چھوڑ جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں آپ کے گرد جمع کر دیا۔ اور ان کی تالیفِ قلب کے لیے آپ کے دل کو نرم بنا دیا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ انھوں نے سابقہ کتابوں میں آپ کے یہ اوصاف لکھے ہوئے دیکھے ہیں کہ آپ نہ تندخو ہیں اور نہ سخت دل، نہ بازاروں میں شور مچانے والے اور نہ برائی کا برائی سے بدلہ دینے والے بلکہ آپ عفو و درگزر سے کام لینے والے ہیں۔ (3)

شوریٰ کا حکم اور اس کے مطابق عمل: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ وَشَاوِرۡهُمۡ فِي الۡاَمۡرِ ﴾ ’’چنانچہ آپ ان کو معاف کر دیں اور ان کے لیے (اللہ سے) مغفرت مانگیں اور (اپنے) کاموں میں ان سے مشورہ لیا کریں۔‘‘ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی معاملہ درپیش ہوتا تو رسول اللہ ﷺ تالیفِ قلب کے لیے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا کرتے تھے تاکہ وہ بطیب خاطر امور سرانجام دے سکیں جیسا کہ آپ نے جب جنگ بدر کے دن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا

---

(1) تفسیر ابن أبي حاتم :800/3. (2) تفسیر ابن أبي حاتم :800/3. (3) صحیح البخاري، التفسیر، باب: ﴿ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا ۝ ﴾ (الفتح 48:8)، حدیث:4838.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو (ان میں سے مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے) عرض کی: اے اللہ کے رسول! اگر آپ سمندر میں کودنے کا حکم فرمائیں گے تو ہم بے تکلف آپ کے ساتھ سمندر میں کود پڑیں گے، اگر آپ ہمیں بَرک غماد تک چلنے کے لیے کہیں گے تو ہم آپ کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہیں۔ اور ہم اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح قوم موسیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ (اگر لڑنا ہی ضرور ہے تو) تم اور تمھارا رب جاؤ اور لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے بلکہ ہم تو یہ عرض کریں گے کہ آپ تشریف لے چلیں ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں، ہم آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے ہو کر لڑیں گے۔ ①

اسی طرح آپ نے مشورہ فرمایا تھا کہ ہم کہاں پڑاؤ ڈالیں تو منذر بن عمرو جن کا لقب اَلْمُعْنِقُ لِيَمُوتَ یعنی شوق شہادت سے سرشار تھا، انھوں نے مشورہ دیا کہ ہمیں دشمن کے سامنے نکل کر مقابلہ کرنا چاہیے۔ ② اسی طرح آپ نے احد کے دن یہ مشورہ فرمایا تھا کہ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے یا مدینہ سے باہر نکل کر تو جمہور کی رائے یہ تھی کہ مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے، لہٰذا اسی رائے کے مطابق آپ نے مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا۔ ③ اسی طرح آپ نے خندق کے دن مشورہ فرمایا تھا کہ کیا ان لشکروں کے ساتھ مدینہ کے اس سال کے پھلوں کے ایک تہائی پر صلح کر لی جائے تو حضرت سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے اس رائے سے اتفاق نہ کیا تو آپ نے اس مشورے کے مطابق اس تجویز کو ترک فرما دیا۔ ④

اسی طرح حدیبیہ کے دن آپ نے مشرکوں کی اولاد پر حملہ کرنے کے بارے میں مشورہ کیا تو حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم کسی سے لڑنے کے لیے نہیں آئے بلکہ ہم تو صرف عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس رائے سے اتفاق فرمایا۔ ⑤ اسی طرح واقعۂ اِفک کے سلسلے میں آپ نے فرمایا تھا: [(أَشِيرُوا عَلَيَّ مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ) فِي أُنَاسٍ أَبَنُوا أَهْلِي ، وَايْمُ اللهِ! مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي مِنْ سُوءٍ قَطُّ، وَأَبَنُوهُمْ، بِمَنْ ؟ وَاللهِ ! مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ (إِلَّا خَيْرًا)] ''مسلمانو! مجھے ان لوگوں کے بارے میں مشورہ دو جنھوں نے میرے اہل پر افترا پردازی کی ہے۔ اللہ کی قسم! میں اپنے اہل کے بارے میں کوئی بری بات نہیں جانتا، پھر انھوں نے الزام تراشی بھی کس پر کی ہے؟ اللہ کی قسم! میں تو اسے بہتر ہی جانتا ہوں۔'' ⑥

---

① ملخص از مسند أحمد: 219/3 و دلائل النبوة للبيهقي، أبواب غزوة بدر العظمى، باب ماجاء في دعاء النبي ﷺ على المشركين ......: 45/3. ② کتب احادیث، تاریخ اور سِیَر میں اس حوالے سے کہ منذِر بن عمرو المعنق ليموت نے یہ مشورہ دیا ہو، اس کا تذکرہ ہمیں نہیں ملا، البتہ بعض کتب میں اس طرح کا واقعہ انھی کے ماموں یعنی حُباب بن منذر سے ملتا ہے، دیکھیے الطبقات الكبرى لابن سعد: 567/3 و السيرة النبوية لابن هشام، مشورة الحباب على رسول الله ﷺ: 620/2. ③ الدر المنثور: 121/2. ④ ملخص از السيرة النبويّة لابن هشام، همّ الرسول ﷺ بعقد صلح بينه و بين غطفان ثم عدل 234/3. ⑤ ملخص از: صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4179,4178. ⑥ صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ ﴾ (النور 24:19، 20)، حديث: 4757 و صحيح مسلم، التوبة، باب في حديث الإفك وقبول توبة القاذف، حديث: (58)-2770 جبکہ پہلی قوسین والے الفاظ المعجم الكبير للطبراني: 106/23، قصة الإفك......، حديث: 149 اور دوسری قوسین والے الفاظ صحيح البخاري، الشهادات، باب: إذا عدل رجل رجلا ......، حديث: 2637 عن عائشة رضي الله عنها میں ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے حضرت علی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما سے (براءت سے قبل) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے علیحدگی اختیار کرنے کے بارے میں بھی مشورہ کیا تھا۔① بہر حال آپ جنگوں وغیرہ کے موقع پر تو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بطور خاص مشورہ فرمایا کرتے تھے۔

امام ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو بیان کیا ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ] ''جس سے مشورہ طلب کیا جائے، اسے امین سمجھا جاتا ہے۔''② اور اسے امام ابوداود اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔③

مشورے کے بعد اللہ تعالیٰ پر توکل: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ﴾ ''پھر جب آپ (کسی کام کا) عزمِ مصمّم کرلیں تو اللہ پر بھروسا کریں۔'' یعنی جب آپ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرلیں اور کسی کام کا عزم مصمم کرلیں تو پھر اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی پر توکل کریں۔ ﴿ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿١٥٩﴾ ﴾ ''بے شک اللہ بھروسا کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔'' پھر فرمایا: ﴿ إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٦٠﴾ ﴾ ''اگر اللہ تمھارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمھیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے کہ تمھاری مدد کرے؟ اور مومنوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسا کریں۔''

یہ آیت کریمہ ایسے ہے جیسا کہ پہلے یہ ارشاد باری تعالیٰ گزر چکا ہے: ﴿ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ○ ﴾ (آل عمران 3:126) ''اور مدد تو اللہ ہی کی ہے جو غالب (اور) حکمت والا ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اسی کی ذات گرامی پر توکل کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٦٠﴾ ﴾ ''اور مومنوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسا کریں۔''

خیانت کرنا نبی کی شان نہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَغُلَّ ﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن اور کئی ایک ائمۂ تفسیر فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی نبی کے یہ شایان شان نہیں کہ وہ خیانت کرے۔④ امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ یہ ایک سرخ چادر کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو بدر کے دن گم ہوگئی تھی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ شاید اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لیا ہو اور جب یہ بات انھوں نے کہی تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل فرمادی: ﴿ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَغُلَّ ۚ وَمَن يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾ ''اور کبھی نہیں ہوسکتا کہ (اللہ کے) پیغمبر خیانت کریں اور خیانت کرنے والوں کو قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز (اللہ کے

① صحيح البخاري، الشهادات، باب تعديل النساء بعضهن بعضًا، حديث:2661 مطوّلًا. ② سنن ابن ماجه، الأدب، باب المستشار مؤتمن، حديث:3754. ③ سنن أبي داود، الأدب، باب في المشورة، حديث:5128 وجامع الترمذي، الأدب، باب ماجاء أن المستشار مؤتمن، حديث:2822. ④ تفسير ابن أبي حاتم:803/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روبرو) حاضر کرنی ہوگی۔"[1] اسی طرح اس حدیث کو امام ابوداود اور امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔[2] اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنے پیغمبر صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ کو ادائے امانت اور تقسیمِ غنیمت میں ہر قسم کی خیانت سے پاک قرار دیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿161﴾﴾ "اور خیانت کرنے والوں کو قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز (اللہ کے روبرو) حاضر کرنی ہوگی، پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور بے انصافی نہیں کی جائے گی۔" اس آیتِ کریمہ میں خیانت کرنے سے بہت شدید خوف دلایا گیا ہے اور اس سے بچنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ بہت سی احادیثِ مبارکہ میں بھی خیانت کی ممانعت آئی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابومالک اشجعی رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَعْظَمُ الْغُلُولِ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ذِرَاعٌ مِّنَ الْأَرْضِ، تَجِدُونَ الرَّجُلَيْنِ جَارَيْنِ فِي الْأَرْضِ أَوْ فِي الدَّارِ، فَيَقْتَطِعُ أَحَدُهُمَا مِنْ حَظِّ صَاحِبِهٖ ذِرَاعًا ، فَإِذَا اقْتَطَعَهٗ طُوِّقَهٗ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] "اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑی خیانت ایک ہاتھ زمین ہوگی، تم دیکھتے ہو کہ دو آدمی زمین یا گھر کے اعتبار سے پڑوسی ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک اپنے ساتھی کے حصے میں سے ایک ہاتھ زمین قطع کر لیتا ہے تو اس ایک ہاتھ زمین کے عوض اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا طوق پہنائے گا۔"[3]

امام احمد نے حضرت ابوحُمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاندان اَزْد کے ایک شخص کو زکاۃ کا عامل بنا کر بھیجا، جب وہ واپس آیا تو کہنے لگا کہ یہ مال تو تمھارے لیے ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور آپ نے فرمایا: [مَا بَالُ الْعَامِلِ نَبْعَثُهٗ فَيَجِيءُ فَيَقُولُ: هٰذَا لَكُمْ ، وَ هٰذَا أُهْدِيَ لِي، أَفَلَا جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ وَ أُمِّهٖ فَيَنْظُرَ أَيُهْدٰى إِلَيْهِ أَمْ لَا ؟ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ ! لَا يَأْتِي أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنْهَا بِشَيْءٍ إِلَّا جَاءَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ ، إِنْ كَانَ بَعِيرًا لَّهٗ رُغَاءٌ ، أَوْ بَقَرَةً لَّهَا خُوَارٌ، أَوْ شَاةً تَيْعَرُ ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رَأَيْنَا عُفْرَةَ يَدَيْهِ ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ ! هَلْ بَلَّغْتُ، ثَلَاثًا] "اس عامل کو کیا ہو گیا ہے کہ ہم اسے بھیجتے ہیں اور جب وہ واپس آتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ تو تمھارے لیے ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے! وہ اپنے باپ اور ماں کے گھر میں کیوں نہ بیٹھ رہا، پھر دیکھتا کہ اسے ہدیہ ملتا ہے یا نہیں؟ اس ذاتِ اقدس کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان جس کے ہاتھ میں ہے! جو شخص بھی کسی چیز کی خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن اس کی گردن پر ہوگی، اگر اونٹ ہوگا تو وہ بلبلا رہا ہوگا، گائے ہوگی تو وہ ڈکرا رہی ہوگی

[1] تفسیر الطبری:4/206. [2] سنن أبی داود، الحروف والقراءات، باب:1، حدیث:3971 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ آل عمران، حدیث:3009. [3] مسند أحمد:4/140.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اگر بکری ہوگی تو وہ ممیا رہی ہوگی۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھایا حتی کہ ہم نے آپ کی بغلوں کی سفیدی کو دیکھا اور تین بار فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا ہے؟''

ہشام بن عروہ نے یہ الفاظ بھی بیان کیے ہیں کہ ابوحُمید نے اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ میں نے آپ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا تھا، بے شک تم زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی پوچھ لو۔[1] اسے امام بخاری و مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔[2]

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی سنن (جامع) کی کتاب الأحکام میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا۔ اور جب میں روانہ ہوگیا تو آپ نے مجھے واپس بلایا، میں جب واپس آ گیا تو آپ نے فرمایا: [أَتَدرِی لِمَ بَعَثتُ إِلَیكَ؟ لَا تُصِیبَنَّ شَیئًا بِغَیرِ إِذنِی ، فَإِنَّهٗ غُلُولٌ ﴿ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ لِهٰذَا دَعَوتُكَ ، فَامضِ لِعَمَلِكَ] ''کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تمھیں واپس کیوں بلایا ہے؟ بات یہ ہے کہ میری اجازت کے بغیر کسی چیز کو اپنے پاس نہ رکھنا کیونکہ یہ خیانت ہے (اور خیانت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:) ﴿ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ ''اور خیانت کرنے والوں کو قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز (اللہ کے روبرو) حاضر کرنی ہوگی۔'' میں نے اسی لیے بلایا تھا بس اب تم اپنے کام کے لیے روانہ ہو جاؤ۔''[3] امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔

امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں کھڑے ہوئے اور آپ نے خیانت کا ذکر فرمایا اور اسے بہت بڑا گناہ قرار دیا اور فرمایا:

[لَا أُلفِیَنَّ یَجِیءُ أَحَدُکُم یَومَ القِیَامَةِ عَلٰی رَقَبَتِهٖ بَعِیرٌ لَّهٗ رُغَاءٌ ، فَیَقُولُ: یَا رَسُولَ اللّٰهِ ! أَغِثنِی، فَأَقُولُ: لَا أَملِكُ لَكَ شَیئًا قَد أَبلَغتُكَ، لَا أُلفِیَنَّ یَجِیءُ أَحَدُکُم یَومَ القِیَامَةِ عَلٰی رَقَبَتِهٖ شَاةٌ لَّهَا ثُغَاءٌ، فَیَقُولُ: یَارَسُولَ اللّٰهِ ! أَغِثنِی، فَأَقُولُ: لَا أَملِكُ لَكَ شَیئًا قَد أَبلَغتُكَ، لَا أُلفِیَنَّ أَحَدَکُم یَجِیءُ یَومَ القِیَامَةِ عَلٰی رَقَبَتِهٖ فَرَسٌ لَّهَا حَمحَمَةٌ، فَیَقُولُ: یَا رَسُولَ اللّٰهِ ! أَغِثنِی ، فَأَقُولُ: لَا أَملِكُ لَكَ شَیئًا ، قَد أَبلَغتُكَ ، لَا أُلفِیَنَّ أَحَدَکُم یَجِیءُ یَومَ القِیَامَةِ عَلٰی رَقَبَتِهٖ نَفسٌ لَّهَا صِیَاحٌ، فَیَقُولُ: یَارَسُولَ اللّٰهِ ! أَغِثنِی، فَأَقُولُ: لَا أَملِكُ لَكَ شَیئًا قَد أَبلَغتُكَ لَا أُلفِیَنَّ یَجِیءُ أَحَدُکُم یَومَ القِیَامَةِ عَلٰی رَقَبَتِهٖ رِقَاعٌ تَخفِقُ، فَیَقُولُ: یَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَغِثنِی، فَأَقُولُ: لَا أَملِكُ لَكَ شَیئًا قَد أَبلَغتُكَ، لَا أُلفِیَنَّ یَجِیءُ أَحَدُکُم یَومَ القِیَامَةِ عَلٰی رَقَبَتِهٖ صَامِتٌ ، فَیَقُولُ: یَا رَسُولَ اللّٰهِ ! أَغِثنِی، فَأَقُولُ : لَا أَملِكُ لَكَ شَیئًا، قَد أَبلَغتُكَ]

---

[1] مسند أحمد:423/5. [2] صحیح البخاری ، الهبة وفضلها...... ، باب من لم یقبل الهدیة لعلة؟ حدیث:2597 و صحیح مسلم ، الإمارة ، باب تحریم هدایا العمال، حدیث:1832. اور ان دونوں میں [یدیه] کے بجائے [إبطیه] ہے۔

[3] جامع الترمذی ، الأحکام ، باب ماجاء فی هدایا الأمراء ، حدیث:1335.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن آئے اور اس کی گردن پر اونٹ ہو جو بلبلا رہا ہو اور وہ عرض کرے کہ اے اللہ کے رسول! میری مدد فرمائیں اور میں کہوں کہ میں کسی چیز کا مالک نہیں، میں نے تجھ تک ساری بات پہنچا دی تھی۔ میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن آئے اور اس کی گردن پر بکری ہو جو ممیا رہی ہو، اور وہ عرض کرے: اے اللہ کے رسول! میری مدد فرمائیں اور میں کہوں کہ میں کسی چیز کا مالک نہیں، میں نے تجھ تک ساری بات پہنچا دی تھی۔ میں تم میں سے کسی کو روزِ قیامت ایسے نہ پاؤں کہ وہ آئے اور اس کی گردن پر گھوڑا ہنہنا رہا ہو اور وہ عرض کرے کہ اے اللہ کے رسول! میری مدد فرمائیں اور میں کہوں کہ میں کسی چیز کا مالک نہیں، میں نے تجھ تک ساری بات پہنچا دی تھی۔ میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر مقتول (یا مال غنیمت سے چوری کیا ہوا غلام ہو جو) چلا رہا ہو، اور وہ کہے: اے اللہ کے رسول! میری مدد فرمائیں تو میں کہوں کہ میں کسی چیز کا مالک نہیں، میں نے تجھ تک ساری بات پہنچا دی تھی۔ میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر کپڑے حرکت کر رہے ہوں اور وہ عرض کرے کہ اے اللہ کے رسول! میری مدد فرمائیں اور میں کہوں کہ میں کسی چیز کا مالک نہیں، میں نے تجھ تک بات پہنچا دی تھی۔ میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن آئے اور اس کی گردن پر سونا چاندی ہو اور وہ عرض کرے: اے اللہ کے رسول! میری مدد فرمائیں اور میں کہوں کہ میں کسی چیز کا مالک نہیں میں نے تجھ تک ساری بات پہنچا دی تھی۔‘‘[1] اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔[2]

امام احمد نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ خیبر کے دن کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تشریف لائے اور انھوں نے کہا کہ فلاں شہید ہے، فلاں شہید ہے حتی کہ ایک شخص کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ وہ بھی شہید ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [كَلَّا إِنِّي رَأَيْتُهُ فِي النَّارِ فِي بُرْدَةٍ غَلَّهَا أَوْ عَبَاءَةٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : يَا ابْنَ الْخَطَّابِ ! اِذْهَبْ فَنَادِ فِي النَّاسِ : إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ ، قَالَ : فَخَرَجْتُ فَنَادَيْتُ : أَلَا إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ] ’’ہرگز نہیں! کیونکہ میں نے اسے اس چادر یا عبا کی وجہ سے جہنم میں دیکھا ہے جس کی اس نے خیانت کی تھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن خطاب! جاؤ اور لوگوں میں یہ اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے باہر نکل کر یہ اعلان کر دیا: (لوگو) خبردار! جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے۔‘‘[3] اسی طرح امام مسلم و ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔[4] اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح غریب قرار دیا ہے۔

---

① مسند أحمد:426/2. ② صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب الغلول و قول الله عزوجل: ﴿ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾، حديث:3073 و صحيح مسلم، الإمارة، باب غلظ تحريم الغلول، حديث:1831. ③ مسند أحمد:30/1. ④ صحيح مسلم، الإيمان، باب غلظ تحريم الغلول وأنّه لايدخل الجنة إلاالمؤمنون، حديث: 114 وجامع الترمذي، السير، باب ماجاء في الغلول، حديث:1574.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امین اور خائن برابر نہیں ہو سکتے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ ﴾ ''بھلا جو شخص اللہ کی خوشنودی کا تابع ہو، وہ اس شخص کی طرح (مرتکب خیانت) ہو سکتا ہے جو اللہ کی ناخوشی میں گرفتار ہو؟ اور جس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔'' یعنی جو شخص اللہ کی شریعت کی پابندی کر کے اس کی خوشنودی کا طلب گار ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی طرف سے بے پایاں اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔ اور عذاب الٰہی سے اسے بچا لیا جائے گا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ٹھہرا اور اسے عذاب الٰہی میں مبتلا کر دیا گیا تو وہ اس سے بچ نہیں سکے گا۔ اور اس کا ٹھکانا قیامت کے دن جہنم ہو گا جو بد ترین ٹھکانا ہے۔

قرآن مجید میں اس طرح کی اور بھی بہت سی آیات ہیں، مثلاً: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ﴾ (الرعد 19:13) ''بھلا جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو کچھ آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے حق ہے، وہ اس شخص کی طرح ہے جو اندھا ہے؟'' اور فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ (القصص 61:28) ''بھلا جس شخص سے ہم نے نیک وعدہ کیا اور اس نے اسے حاصل کر لیا تو کیا وہ اس شخص کا سا ہے جس کو ہم نے دنیا کی زندگی کے فائدے سے بہرہ مند کیا؟''

پھر فرمایا: ﴿ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ ﴾ ''ان لوگوں کے اللہ کے ہاں (مختلف اور متفاوت) درجے ہیں۔'' امام حسن بصری اور محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ اہل خیر اور اہل شر کے درجات مختلف ہوں گے۔[1] ابو عبیدہ اور کسائی فرماتے ہیں (کہ اہل خیر کے جنت میں) منازل اور درجات متفاوت ہوں گے جبکہ اہل شر کے جہنم میں طبقات مختلف ہوں گے۔[2] جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ ﴾ (الأحقاف 19:46) ''اور سب لوگوں کے بلحاظ اعمال درجے (مقرر) ہیں۔'' اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ ﴾ ''اور اللہ ان کے سب اعمال کو دیکھ رہا ہے۔'' اور ان کا پورا پورا انھیں بدلہ دے گا، نہ تو کسی کی نیکی میں کمی کرے گا اور نہ کسی کی برائی میں اضافہ کرے گا بلکہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا دے گا۔

نبی اکرم ﷺ کی بعثت ایک عظیم نعمت ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ﴾ یعنی اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انھی میں سے ایک پیغمبر بھیجا، یعنی انھی کی جنس میں سے تاکہ وہ آپ ﷺ سے مخاطب ہو سکیں، آپ سے بوقت ضرورت سوال کر سکیں، آپ کی ہم نشینی اختیار کر سکیں اور آپ کی ذات گرامی سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا ﴾ (الروم 21:30) ''اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اس نے تمھارے لیے تمھاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ تم ان کی طرف (مائل ہو کر) آرام حاصل کرو۔'' أَيْ مِنْ جِنْسِكُمْ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھاری عورتوں کو

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 807/3 و تفسیر الطبري: 216/4. [2] تفسیر القرطبي: 263/4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَوَ لَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ

بھلا تمھارا کیا حال ہے جب (احد میں) تم پر مصیبت آپڑی تو تم کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آئی ہے؟ حالانکہ (بدر میں) تم نے اس سے دگنی مصیبت کافروں

عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿165﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ

کو پہنچائی تھی۔ کہہ دیجیے کہ یہ مصیبت تمھاری اپنی لائی ہوئی ہے، بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے﴿165﴾ اور احد کے دن جب دونوں لشکر باہم ٹکرائے تو

فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿166﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا

تمھیں جو (نقصان) پہنچا وہ اللہ کے حکم سے تھا، اور اس لیے تھا کہ اللہ جان لے کہ مومن کون ہیں﴿166﴾ اور یہ بھی جان لے کہ منافق کون ہیں اور ان

قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ

منافقوں سے کہا گیا تھا: آؤ! اللہ کے راستے میں لڑو یا (شہر کا) دفاع کرو۔ انھوں نے کہا: اگر ہمیں جنگ ہونے کا یقینی علم ہوتا تو ہم ضرور تمھارے ساتھ

يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ

چلتے۔ وہ اس روز ایمان کی نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے۔ وہ اپنے منہ سے وہ بات کہہ رہے تھے جو ان کے دلوں میں نہیں تھی اور اللہ وہ بات خوب جانتا

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿167﴾ ۚ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ

ہے۔ جسے وہ چھپاتے ہیں﴿167﴾ یہ وہی لوگ ہیں جو خود تو پیچھے بیٹھے رہے اور اپنے بھائیوں سے (جو لڑائی میں مارے گئے) کہنے لگے: اگر وہ ہماری بات مانتے

قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿168﴾

تو قتل نہ ہوتے۔ ان سے کہہ دیجیے: اگر تم اس بات میں سچے ہو تو اپنی موت آنے پر اسے ٹال کر دکھانا﴿168﴾

تمھاری ہی جنس سے پیدا فرمایا ہے۔ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ﴾ (الكهف 110:18) ''کہہ دیجیے: میں تمھاری ہی طرح کا ایک بشر ہوں (البتہ) میری طرف وحی آتی ہے کہ تمھارا معبود (وہی) ایک معبود ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ﴾ (الفرقان 20:25) ''اور ہم نے تم سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں، سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ﴾ (يوسف 109:12) ''اور ہم نے آپ سے پہلے بستیوں کے رہنے والوں میں سے مرد ہی بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ ﴾ (الأنعام 130:6) ''اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمھارے پاس تمھی میں سے پیغمبر نہیں آتے رہے؟''

یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ان کے لیے انھی میں سے رسول بھیجا تا کہ یہ آپ سے مخاطب ہوسکیں اور آپ کے ارشادات کو سمجھنے کے لیے آپ کی طرف رجوع کرسکیں۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ ﴾ ''جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں۔'' یعنی قرآن مجید کی آیتیں ﴿ وَيُزَكِّيْهِمْ ﴾ ''اور ان کو پاک کرتے ہیں۔'' یعنی انھیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع فرماتے ہیں تا کہ ان کے نفس پاک ہو جائیں اور ان کے دل اس نجاست وخباثت

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے صاف ہو جائیں جس سے وہ حالت شرک و جہالت میں آلودہ تھے۔ ﴿ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ ”اور وہ ان کو (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔“ یعنی قرآن و سنت کی تعلیم دیتے ہیں۔ ﴿ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ ﴾ یعنی اس رسول سے پہلے ﴿ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ ”تو یہ (لوگ) صریح گمراہی میں تھے۔“ یعنی ایسی سرکشی و جہالت میں جو ہر ایک کے لیے ظاہر و جلی اور بالکل واضح تھی۔

تفسیر آیات:165-168

احد کے دن کے مصائب کا سبب اور حکمت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ ﴾ ”(بھلا یہ) کیا (بات ہے کہ) جب تم پر مصیبت واقع ہوئی۔“ یہ احد کے دن ستر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے شہید ہونے کی طرف اشارہ ہے ﴿ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ﴾ ”حالانکہ (جنگ بدر میں) اس سے دو چند مصیبت تمھارے ہاتھ سے ان پر پڑ چکی ہے۔“ کہ تم نے بدر کے دن ستر مشرکوں کو قتل کیا اور ستر کو قید کر لیا تھا۔ ﴿ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ﴾ ”تو تم چلا اٹھے کہ (ہائے) آفت (ہم پر) کہاں سے آ پڑی؟“ ﴿ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ﴾ ”کہہ دیجیے: یہ تمھاری ہی شامتِ اعمال ہے“ کہ تم نے پیغمبر کے حکم کے خلاف کیا۔

امام ابن ابوحاتم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ...... پھر اگلے سال جب احد کا دن تھا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی سزا ملی جو انھوں نے بدر کے دن فدیہ قبول کر لیا تھا، اس کے نتیجے میں ستر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے ہٹ گئے، آپ کا دانت مبارک شہید ہو گیا، خود سر مبارک میں دھنس گیا اور آپ کے چہرۂ انور پر خون بہنے لگا تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ﴾ ”(بھلا) کیا (بات ہے کہ) جب (احد کے دن کفار کے ہاتھ سے) تم پر مصیبت واقع ہوئی، حالانکہ (جنگ بدر میں) اس سے دو چند مصیبت تمھارے ہاتھ سے ان پر پڑ چکی ہے تو تم چلا اٹھے کہ (ہائے) آفت (ہم پر) کہاں سے آ پڑی؟ کہہ دیجیے: یہ تمھاری شامت اعمال ہے“ کہ تم نے (بدر کے موقع پر) فدیہ لے لیا تھا۔[1]

محمد بن اسحاق، ابن جریج، ربیع بن انس اور سُدّی رحمہم اللہ نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ یہ اس سبب سے کہ تم نے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی جب آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ تم نے اس جگہ کو نہیں چھوڑنا مگر تم نے نافرمانی کی اور اس جگہ کو چھوڑ دیا۔[2] یہ تیر اندازوں کے درہ خالی چھوڑ دینے کی طرف اشارہ ہے۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ ”بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو ارادہ فرماتا ہے، اس کے مطابق فیصلہ فرما دیتا ہے اور کوئی اس کے فیصلے کو ٹال نہیں سکتا۔

① مسند أحمد: 30/1 و 32/1 عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ. اور مزید دیکھیے آل عمران، آیت: 153 کے ذیل میں۔ ② تفسیر الطبری: 220/4 و تفسیر ابن أبی حاتم: 810/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر فرمایا: ﴿ وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ ''اور جو مصیبت تم پر دونوں جماعتوں کے مقابلے کے دن واقع ہوئی سو اللہ کے حکم سے (واقع ہوئی۔)'' یعنی تم جو دشمن کے سامنے بھاگ اٹھے اور اس نے تم میں سے ایک جماعت کو شہید کر دیا اور کچھ لوگوں کو زخمی کر دیا تو یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر اور اس کی حکمت کے مطابق تھا۔ ﴿ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''اور (اس سے یہ مقصود تھا) تاکہ اللہ مومنوں کو اچھی طرح معلوم کر لے'' کہ کون ہیں جو صبر کرتے، ثابت قدم رہتے اور متزلزل نہیں ہوتے ہیں؟ ﴿ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ۭ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا تَّبَعْنٰكُمْ ۭ ﴾ ''اور منافقوں کو بھی معلوم کر لے اور (جب) ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کے رستے میں جنگ کرو یا (کافروں کے) حملوں کو روکو تو کہنے لگے کہ اگر ہم کو لڑائی کی خبر ہوتی تو ہم ضرور تمھارے ساتھ رہتے۔'' اس سے عبداللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے وہ ساتھی مراد ہیں جو راستے ہی سے واپس آ گئے تھے[1] تو کچھ مومنوں نے ان کا پیچھا کیا اور انھیں لوٹ آنے، جنگ کرنے اور مسلمانوں کی مدد کرنے کی ترغیب دی۔[2]

اسی لیے فرمایا ﴿ اَوِ ادْفَعُوْا ﴾ ''یا (کافروں کے) حملوں کو روکو۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، سعید بن جبیر، ضحاک، ابوصالح، حسن اور سُدِّی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو کر ان کی تعداد میں اضافے کا سبب بنو۔[3] حسن بن صالح فرماتے ہیں کہ دعا کے ساتھ کافروں کے حملوں کو روکو۔

اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ دشمن کے مقابلے کے لیے مورچوں پر جمے رہو۔[4] تو انھوں نے اس کے جواب میں یہ عذر پیش کیا: ﴿ لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا تَّبَعْنٰكُمْ ﴾ ''اگر ہم کو لڑائی کی خبر ہوتی تو ہم ضرور تمھارے ساتھ رہتے۔'' مجاہد فرماتے ہیں کہ ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اگر ہمیں یہ خبر ہوتی کہ تم لڑائی کرو گے تو ہم آ جاتے لیکن تم لڑائی نہیں کرو گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ﴾ ''یہ اس دن ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔'' اس آیت کریمہ سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ انسان کے حالات بدلتے رہتے ہیں، کسی حال میں وہ کفر کے زیادہ قریب ہو سکتا ہے اور کسی حال میں وہ ایمان کے زیادہ قریب ہو سکتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ ﴾ ''وہ مونہوں سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں۔'' یعنی وہ ایک بات تو کہتے ہیں مگر اس کے صحیح ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے اور ان کی زبانی باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ''اگر ہم کو لڑائی کی خبر ہوتی تو ہم ضرور تمھارے ساتھ رہتے۔'' حالانکہ انھیں یہ یقین تھا کہ دور دراز کے علاقوں سے کافروں کا یہ جو لشکرِ جرار آیا ہے، یہ مسلمانوں سے زبردست معرکہ آرائی کرے گا کیونکہ یہ جنگ بدر میں اپنے قتل، زخمی اور قیدی ہونے والے آدمیوں کا بدلہ لینے کے لیے آیا ہے، لہٰذا انھیں یقین تھا کہ ان دونوں لشکروں کے مابین جنگ ضرور ہوگی، اس لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴾ ''اور یہ جو کچھ چھپاتے ہیں، اللہ اس سے

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام، ذكر ما أنزل الله في أحد من القرآن، ذكره المصيبة التي أصابتهم:125/3. [2] تفسير الطبري:223/4، 224. [3] الدر المنثور:167/2 و تفسير الطبري:224/4. [4] تفسير الطبري:224/4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ ﴿169﴾

ان لوگوں کو مردہ خیال نہ کرو، جو اللہ کے راستے میں مارے گئے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں، انھیں ان کے رب کے ہاں رزق دیا جاتا ہے﴿169﴾

فَرِحِيۡنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ وَيَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِالَّذِيۡنَ لَمۡ يَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ مِّنۡ

جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انھیں دیا اس پر وہ خوش ہیں اور ان (مومنوں) کے بارے میں بھی خوشی محسوس کرتے ہیں جو ابھی تک ان

وقف لازم خَلۡفِهِمۡ ۙ اَلَّا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿170﴾ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِنِعۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضۡلٍ ۙ

سے نہیں ملے اور ان کے پیچھے (دنیا میں) رہ گئے ہیں کہ انھیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے﴿170﴾ وہ اللہ کی نعمت اور اس کا فضل

ع 17 16 8 وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿171﴾ اَلَّذِيۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِلّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ مِنۡۢ بَعۡدِ

عطا ہونے پر خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اور بے شک اللہ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا﴿171﴾ یہی لوگ ہیں جنھوں نے جنگ میں زخم لگنے

مَآ اَصَابَهُمُ الۡقَرۡحُ ۛؕ لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا مِنۡهُمۡ وَاتَّقَوۡا اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ﴿172﴾ اَلَّذِيۡنَ قَالَ لَهُمُ

کے بعد اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانا، ان میں سے جو لوگ نیکوکار اور پرہیزگار ہیں، ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے﴿172﴾ انھی سے

النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدۡ جَمَعُوۡا لَكُمۡ فَاخۡشَوۡهُمۡ فَزَادَهُمۡ اِيۡمَانًا ۖ وَّقَالُوۡا حَسۡبُنَا

لوگوں نے کہا تھا کہ تمھارے خلاف ایک بڑی فوج جمع ہوئی ہے، پس تم ان سے ڈرو، تب اس بات نے ان کے ایمان میں اضافہ کر دیا

اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ ﴿173﴾ فَانۡقَلَبُوۡا بِنِعۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضۡلٍ لَّمۡ يَمۡسَسۡهُمۡ سُوۡٓءٌ ۙ

اور انھوں نے کہا: ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے﴿173﴾ پھر وہ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ لوٹے، انھیں کوئی نقصان

وَّاتَّبَعُوۡا رِضۡوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوۡ فَضۡلٍ عَظِيۡمٍ ﴿174﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيۡطٰنُ يُخَوِّفُ اَوۡلِيَآءَهٗ ۖ

نہ پہنچا، اور انھوں نے پیروی کی اللہ کی رضا کی، اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے﴿174﴾ یہ تو شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے،

فَلَا تَخَافُوۡهُمۡ وَخَافُوۡنِ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿175﴾

پس تم ان سے نہ ڈرو اور صرف مجھ سے ڈرو اگر تم مومن ہو﴿175﴾

خوب واقف ہے۔‘‘

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَّذِيۡنَ قَالُوۡا لِاِخۡوَانِهِمۡ وَقَعَدُوۡا لَوۡ اَطَاعُوۡنَا مَا قُتِلُوۡا ؕ﴾ ’’یہ خود تو (جنگ سے بچ کر) بیٹھ ہی رہے تھے مگر (جنھوں نے اللہ کی راہ میں جانیں قربان کر دیں) اپنے (ان) بھائیوں کے بارے میں بھی کہتے ہیں کہ اگر ہمارا کہا مانتے تو قتل نہ ہوتے۔‘‘ یعنی اگر وہ ہمارے مشورے پر عمل کرتے، گھروں میں بیٹھے رہتے اور میدان جنگ میں نہ جاتے تو قتل ہونے سے بچ جاتے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُلۡ فَادۡرَءُوۡا عَنۡ اَنۡفُسِكُمُ الۡمَوۡتَ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿168﴾﴾ ’’کہہ دیجیے: اگر سچے ہو تو اپنے اوپر سے موت کو ٹال دینا۔‘‘ یعنی اگر کوئی شخص اپنے گھر میں بیٹھے رہنے سے قتل یا موت سے بچ سکتا ہے تو پھر تمھیں مرنا نہیں چاہیے لیکن تمھیں موت تو ہر صورت میں آ کر رہے گی، خواہ تم مضبوط و مستحکم قلعوں میں کیوں نہ چھپ جاؤ اور اگر تم سچے ہو تو اپنے آپ سے موت کو ٹال کر دکھاؤ!

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام مجاہد نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ عبداللہ بن ابی ابن سلول کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔①

تفسیر آیات:169-175

شہداء کی فضیلت: اللہ تعالیٰ نے شہداء کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ اگر چہ وہ دنیا میں قتل ہو گئے ہیں لیکن جنت میں ان کی روحیں زندہ ہیں اور انھیں رزق دیا جاتا ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں مسروق سے روایت کیا ہے کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آیت کریمہ: ﴿وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ ﴾ کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا تھا:

[أَرْوَاحُهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ ، لَهَا قَنَادِيلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ ، تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ ، ثُمَّ تَأْوِي إِلَى تِلْكَ الْقَنَادِيلِ ، فَاطَّلَعَ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمُ اطِّلَاعَةً ، فَقَالَ : هَلْ تَشْتَهُونَ شَيْئًا ؟ قَالُوا : أَيَّ شَيْءٍ نَشْتَهِي وَ نَحْنُ نَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْنَا ؟ فَفَعَلَ ذٰلِكَ بِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، فَلَمَّا رَأَوْا أَنَّهُمْ لَنْ يُتْرَكُوا مِنْ أَنْ يُسْأَلُوا ، قَالُوا : يَا رَبِّ ! نُرِيدُ أَنْ تَرُدَّ أَرْوَاحَنَا فِي أَجْسَادِنَا حَتّٰى نُقْتَلَ فِي سَبِيلِكَ مَرَّةً أُخْرٰى، فَلَمَّا رَأٰى أَنْ لَّيْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ ، تُرِكُوا]

”ان (شہداء) کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں ہوتی ہیں اور ان کے لیے عرش الٰہی کے ساتھ قندیلیں معلق ہوتی ہیں اور جنت سے جہاں چاہتی ہیں کھاتی پیتی ہیں، پھر عرش کے نیچے لٹکی ہوئی انھی قندیلوں کو اپنا ٹھکانا بنا لیتی ہیں۔ تب ان کا پروردگار ان کی طرف دیکھتا ہے اور فرماتا ہے: کیا تم کچھ چاہتے ہو؟ تو یہ عرض کرتے ہیں کہ ہم اور کیا چاہیں کہ ہم جنت میں جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے پیتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ یہ تین بار فرمائے گا۔ پھر جب وہ یہ دیکھیں گے کہ جب تک یہ کوئی سوال نہ کریں، انھیں چھوڑا نہیں جا رہا تو یہ عرض کرتے ہیں: یا رب! ہم یہ چاہتے ہیں کہ تو ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دے تاکہ تیرے رستے میں ہم ایک بار پھر شہید ہو جائیں۔ جب اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا ہے کہ ان کی کوئی ضرورت و حاجت باقی نہیں رہی تو انھیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔“② اسی طرح کی احادیث حضرت انس رضی اللہ عنہ③ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہیں۔④

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنْ نَفْسٍ تَمُوتُ ، لَهَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ ، يَسُرُّهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا إِلَّا الشَّهِيدُ ، فَإِنَّهُ يَسُرُّهُ أَنْ يَّرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ مَرَّةً أُخْرٰى، لِمَا يَرٰى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ] ”شہید کے سوا اور کوئی ایسا نہیں کہ جو فوت ہو اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے لیے بہتری و بھلائی ہو،

① تفسير الطبري:226/4. ② صحيح مسلم، الإمارة، باب بيان أن أرواح الشهداء في الجنة ......، حديث:1887.
③ صحيح مسلم ، الإمارة، باب فضل الشهادة في سبيل الله تعالى، حديث:1877 عن أنس رضي الله عنه. ④ صحيح مسلم، الإمارة ، باب بيان ما أعده الله تعالى للمجاهد في الجنة، حديث:1884 عن أبي سعيد رضي الله عنه.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر بھی وہ دنیا لوٹنا پسند کرے لیکن شہید کو دنیا میں دوبارہ واپس جانا ضرور پسند ہوگا، شہادت کی فضیلت کی وجہ سے (وہ اس بات کو پسند کرے گا کہ ایک بار پھر دنیا میں جائے اور) دوبارہ شہید ہو جائے۔''① اس روایت کو (شیخین میں سے صرف) امام مسلم ہی نے بیان کیا ہے۔②

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَمَّا أُصِيبَ إِخْوَانُكُمْ بِأُحُدٍ ، جَعَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ أَرْوَاحَهُمْ فِي أَجْوَافِ طَيْرٍ خُضْرٍ ، تَرِدُ أَنْهَارَ الْجَنَّةِ ، تَأْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا، وَتَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ مِنْ ذَهَبٍ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ ، فَلَمَّا وَجَدُوا طِيبَ مَشْرَبِهِمْ وَ مَأْكَلِهِمْ ، وَحُسْنَ مُنْقَلَبِهِمْ قَالُوا: يَا لَيْتَ إِخْوَانَنَا يَعْلَمُونَ بِمَا صَنَعَ اللّٰهُ لَنَا ، لِئَلَّا يَزْهَدُوا فِي الْجِهَادِ، وَلَا يَنْكُلُوا عَنِ الْحَرْبِ ، فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : أَنَا أُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ هٰؤُلَاءِ الْآيَاتِ عَلٰى رَسُولِهِ: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ١٦٩﴾] ''جب تمھارے بھائی احد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز رنگ کے پرندوں کے قالبوں میں کر دیا جو جنت کی نہروں پر آتیں، جنت کے پھلوں کو کھاتیں اور عرش کے سائے میں سونے کی قندیلوں کے پاس ٹھہر جاتی ہیں۔ جب انھوں نے اپنے پاکیزہ کھانے اور پینے کو دیکھا اور اپنے حسن انجام کو ملاحظہ کیا تو کہنے لگے کہ اے کاش! ہمارے بھائیوں کو بھی یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ کیا اچھا سلوک فرمایا ہے تاکہ وہ جہاد سے غافل ہو کر جنگ سے منہ نہ موڑ لیں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمھارا یہ پیغام میں پہنچا دیتا ہوں تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما دیں: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ١٦٩﴾ ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ نہ سمجھنا بلکہ (مردہ نہیں ہیں) اللہ کے ہاں زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے۔''③ امام قتادہ، ربیع اور ضحاک رحمہم اللہ نے بھی یہی کہا ہے کہ یہ آیات شہدائے احد کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔④

امام ابوبکر بن مردویہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: [(يَا جَابِرُ!) مَالِي أَرَاكَ مُهْتَمًّا ؟ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! قُتِلَ أَبِي، وَتَرَكَ دَيْنًا وَّعِيَالًا ، فَقَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ مَا كَلَّمَ اللّٰهُ أَحَدًا قَطُّ إِلَّا مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ، وَّإِنَّهُ كَلَّمَ أَبَاكَ كِفَاحًا، فَقَالَ:يَا عَبْدِي! سَلْنِي أُعْطِكَ، فَقَالَ: أَسْأَلُكَ أَنْ تَرُدَّنِي إِلَى الدُّنْيَا فَأُقْتَلَ فِيكَ ثَانِيًا، فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ سَبَقَ مِنِّي: أَ نَّهُمْ إِلَيْهَا لَا يَرْجِعُونَ، قَالَ : يَا رَبِّ ! فَأَبْلِغْ مَنْ وَّرَائِي، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ﴾] ''کیا بات ہے تم کچھ افسردہ نظر آتے ہو؟ تو میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرے والد (غزوۂ احد

① مسند أحمد:126/3. ② صحيح مسلم، الإمارة، باب فضل الشهادة في سبيل الله تعالى، حديث:1877.
③ مسند أحمد:266,265/1 اور بعض نسخوں میں [منقلبهم] کے بجائے [مقيلهم] ہے۔ ④ تفسير الطبري:229/4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں) شہید ہو گئے ہیں اور انھوں نے اپنے پیچھے قرض اور کثیر بچے چھوڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا: عبداللہ! میں تمھیں ایک بات بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جب بھی کبھی کسی سے کلام فرمایا تو پس پردہ ہی فرمایا ہے مگر تمھارے باپ سے اللہ تعالیٰ نے روبرو کلام کیا اور فرمایا: اے میرے بندے! تم جو چاہو مانگو میں تمھیں دوں گا تو تمھارے باپ نے کہا: اے اللہ! میں یہ سوال کرتا ہوں کہ ایک بار پھر مجھے دنیا میں لوٹا دے تاکہ تیرے رستے میں دوبارہ شہید ہو جاؤں تو اللہ عزوجل نے فرمایا: میں پہلے سے یہ بات فرما چکا ہوں کہ یہاں آنے والوں کو دوبارہ دنیا میں نہیں لوٹایا جائے گا تو عبداللہ نے عرض کی: اللہ! میرے پیچھے رہ جانے والوں کو میرا پیغام پہنچا دے۔'' تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ؕ ﴾.[1]

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلشُّهَدَاءُ عَلٰى بَارِقِ نَهْرٍ بِبَابِ الْجَنَّةِ ، فِي قُبَّةٍ خَضْرَاءَ ، يَخْرُجُ عَلَيْهِمْ رِزْقُهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا] ''شہداء جنت کے دروازے پر، نہر کے کنارے سبز رنگ کے قبے میں ہوں گے اور انھیں صبح وشام جنت سے رزق ملے گا۔'' اس حدیث کے بیان کرنے میں امام احمد متفرد ہیں۔[2] اسے امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی (کئی طرق سے) بیان کیا ہے۔[3] اس حدیث کی سند جید ہے۔

معلوم ہوتا ہے گویا شہداء کی کئی قسمیں ہیں: ایک تو وہ ہیں جن کی روحیں جنت میں آتی جاتی ہیں اور دوسرے وہ ہوں گے جو جنت کے دروازے پر اس نہر کے کنارے ہوں گے، اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس نہر کے پاس آکر ان کی سیر ختم ہو جاتی ہو، پھر وہ یہاں جمع ہو جاتے ہوں اور یہاں انھیں صبح وشام رزق دیا جاتا ہو۔ واللہ أعلم.

مسند امام احمد میں ایک ایسی حدیث بھی ہے جس میں ہر مومن کے لیے یہ بشارت ہے کہ اس کی روح جنت میں آئے جائے گی، جنت کے پھلوں کو کھائے گی، جنت کے جلووں کا نظارہ کرے گی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے عزت وکرامت کے جو سامان تیار فرما رکھے ہوں گے، ان کا مشاہدہ کرے گی۔ اس حدیث کی سند صحیح عزیز اور عظیم ہے کیونکہ اس میں ائمۂ اربعہ میں سے تین موجود ہیں، چنانچہ اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ سے اور انھوں نے اسے امام مالک بن انس اَصبحی رحمہ اللہ سے، انھوں نے اسے امام زہری سے اور انھوں نے اسے عبدالرحمن بن کعب بن مالک سے اور انھوں نے اسے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ يَّعْلُقُ فِي شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَهُ اللّٰهُ إِلٰى جَسَدِهِ يَوْمَ يَبْعَثُهُ] ''یقیناً مومن کی روح ایک پرندے کی شکل میں جنت کے درختوں سے (پھل) کھاتی رہتی ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ اسے اس دن اس کے جسم میں لوٹا دے گا جب اسے اٹھائے گا۔''[4]

---

[1] جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ آل عمران، حدیث:3010 ودلائل النبوۃ للبیہقی، أبواب غزوۃ أحد، باب ماجری بعد انقضاء الحرب......:298/3 واللفظ لہ. جبکہ [یَاجَابِرُ!] جامع الترمذی و مسند أحمد:361/3 ومسند أبی یعلی: 6/4، حدیث:2002 میں ہے۔ [2] مسند أحمد:266/1. [3] تفسیر الطبری:228/4. [4] مسند أحمد:455/3 وسنن ابن ماجہ، الزھد، باب ذکر القبر والبلی، حدیث:4271.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ عام مومن کی روح جنت میں پرندے کی شکل میں ہوگی۔ جبکہ شہداء کی ارواح جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے سبز رنگ کے پرندوں کے قالبوں میں ہوں گی۔[1] اور عام مومنوں کی روحیں جو خود اڑتی ہوں گی ان کی نسبت یہ ستاروں کے مانند ہوں گی۔ ہم اللہ کریم ومنان سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ایمان پر ثابت قدم رکھے!

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ''جو کچھ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے بخش رکھا ہے اس پر وہ خوش ہیں۔'' یعنی وہ شہداء جنھوں نے اللہ کے رستے میں جام شہادت نوش کیا، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے انھیں جن نعمتوں اور رحمتوں سے سرفراز فرما رکھا ہے، ان سے وہ خوش ہیں۔ اور اپنے ان بھائیوں کی وجہ سے بھی خوشیاں منا رہے ہیں جو ان کے بعد اللہ کے رستے میں شہید ہوں گے کیونکہ وہ بھی ان کے پاس آ جائیں گے، انھیں بھی اپنے سامنے کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے دنیوی مال واسباب پر کوئی غم کریں گے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی جنت عطا فرمائے!

صحیح بخاری ومسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اصحابِ بئر معونہ، یعنی ان ستر انصار صحابہ کے بارے میں روایت ہے جنھیں ایک ہی دن میں شہید کر دیا گیا تھا۔ اور جنھوں نے ان کو شہید کیا تھا رسول اللہ ﷺ نے قنوت میں ان کے لیے بددعا اور لعنت بھی فرمائی تھی، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے بارے میں قرآن مجید میں یہ الفاظ بھی نازل ہوئے تھے جو بعد میں منسوخ ہو گئے تھے: [بَلِّغُوا عَنَّا قَوْمَنَا أَنَّا لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا] ''ہماری طرف سے ہماری قوم تک یہ بات پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے اس طرح ملاقات کی ہے کہ وہ ہم سے خوش ہے اور اس نے ہمیں بھی خوش کر دیا ہے۔''[2]

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝١٧١﴾ ''اللہ کے انعامات اور فضل سے خوش ہو رہے ہیں اور اس سے کہ یقیناً اللہ مومنوں کے اجر ضائع نہیں کرتا۔'' امام محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کو پورا فرماتے ہوئے انھیں بے پایاں اجر وثواب سے نوازا تو وہ اس سے بے حد خوش و خرم ہو گئے۔[3] عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ شہداء وغیر شہداء تمام مومن اس آیت کریمہ کا مصداق ہیں اور کم ہی ایسا ہوا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فضل وثواب کا ذکر فرمایا ہو جس سے اس نے اپنے انبیائے کرام کو نوازا، پھر اس کے بعد اپنے اس فضل ورحمت کا ذکر نہ کیا ہو جس سے اس نے اپنے مومن بندوں کو سرفراز فرمایا ہے۔[4]

غزوۂ حمراء الاسد کا ذکر اور اس میں شریک ہونے والوں کی فضیلت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ﴾ ''جنھوں نے باوجود زخم کھانے کے اللہ اور رسول (کے حکم) کو قبول کیا۔'' یہ حمراء الاسد والے دن کے واقعے کی طرف اشارہ ہے کہ مشرک مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے بعد جب (جنگ احد سے)

---

[1] دیکھیے: اسی عنوان کا ابتدائی حصہ۔ [2] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الرجيع، ورعل وذكوان ......، حديث: 4090 و صحيح مسلم، المساجد، باب استحباب القنوت في جميع الصلوٰت ......، حديث: 677. [3] تفسير ابن أبي حاتم: 815/3. [4] تفسير ابن أبي حاتم: 815/3 و الدر المنثور: 171/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے علاقوں کی طرف واپس جا رہے تھے تو انھوں نے راستے میں اس بات پر ندامت اور افسوس کا اظہار کیا کہ وہ مدینہ کا قصد کر کے اس جنگ کو فیصلہ کن کیوں نہ قرار دے سکے؟

جب رسول اللہ ﷺ کو اس خبر کا علم ہوا تو آپ نے مسلمانوں کو ان کا تعاقب کرنے کے لیے حکم دیا تاکہ انھیں مرعوب کیا جا سکے اور یہ بتایا جا سکے کہ مسلمانوں میں ابھی قوت اور دم خم موجود ہے۔ اور اس موقع پر آپ نے صرف انھی مسلمانوں کو تعاقب کی اجازت دی جنھوں نے غزوۂ احد میں شرکت کی تھی۔ ہاں، البتہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی مثال اس سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ ہم آگے ذکر کریں گے۔① مسلمانوں نے زخموں سے نڈھال اور چور ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہوئے اس حکم پر لبیک کہا۔

امام ابن ابو حاتم نے عکرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ جب مشرک احد سے واپس جا رہے تھے تو کہنے لگے کہ تم نے نہ تو محمد (ﷺ) کو قتل کیا اور نہ مسلمانوں کی دوشیزگان کو اپنے پیچھے سواریوں پر بٹھا کر لائے ہو، تم نے بہت برا کیا، لہٰذا تم لوٹ جاؤ، رسول اللہ ﷺ نے اس خبر کو سنا تو آپ نے مسلمانوں کو بلایا تو انھوں نے آپ کے حکم پر لبیک کہا حتی کہ وہ حمراء الأسد یا بئر ابی عِنَبہ تک کفار ومشرکین کے تعاقب میں آ گئے۔ شک سفیان کی طرف سے ہے کہ مسلمان کس مقام تک گئے تھے۔ یہ دیکھ کر مشرک کہنے لگے کہ اب تو پلٹ چلو آئندہ سال دوبارہ آئیں گے تو یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ بھی واپس مدینہ تشریف لے گئے۔ یہ واقعہ بھی غزوہ شمار ہوتا ہے، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ؕۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌۚ۝۱۷۲ ﴾ ''جنھوں نے باوجود زخم کھانے کے اللہ اور رسول (کے حکم) کو قبول کیا جو لوگ ان میں نیکوکار اور پرہیزگار ہیں، ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔''②

ابن اسحاق کہتے ہیں غزوۂ احد پندرہ شوال ہفتے کے دن پیش آیا۔ اگلے دن (16) شوال کو رسول اللہ ﷺ کے منادی نے دشمن کا تعاقب کرنے کی صدا بلند کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ اس تعاقب میں ہمارے ساتھ صرف وہی شامل ہوگا جو کل غزوۂ احد میں ہمارے ساتھ تھا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما یہ سن کر بارگاہ رسالت میں عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول! میرے والد (جو کل احد میں شہید ہو گئے ہیں) نے مجھے سات بہنوں پر کفیل چھوڑا ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ اے لخت جگر! ہمیں ان خواتین کو بغیر مرد کے نہیں چھوڑنا چاہیے، ویسے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کرنے پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا (تو یہ عذر سن کر) رسول اللہ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی۔③

امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کو بیان فرمایا ہے کہ میں نے عروہ سے کہا کہ اے بھانجے! تیرے باپ زبیر اور ابوبکر رضی اللہ عنہما بھی ان لوگوں میں سے تھے جن کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے: ﴿ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا

① اگلے پیرے میں اس کا ذکر آ رہا ہے۔ ② تفسیر ابن أبی حاتم:816/3 والسنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب:72 قوله تعالیٰ: ﴿ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ ﴾ :317/6، حدیث:11083 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما. ③ السیرة النبویة لابن هشام، غزوة أحد، خروج الرسول فی إثر العدو لیرهبه:107/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غزوۂ حمراء الاسد

(16شوال 3ھ)

﴿ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ﺁ ﴾

یہی لوگ ہیں جنھوں نے جنگ میں زخم لگنے کے بعد اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانا۔ ان میں سے جو لوگ نیکوکار اور متقی ہیں، ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے (آل عمران:172/3)

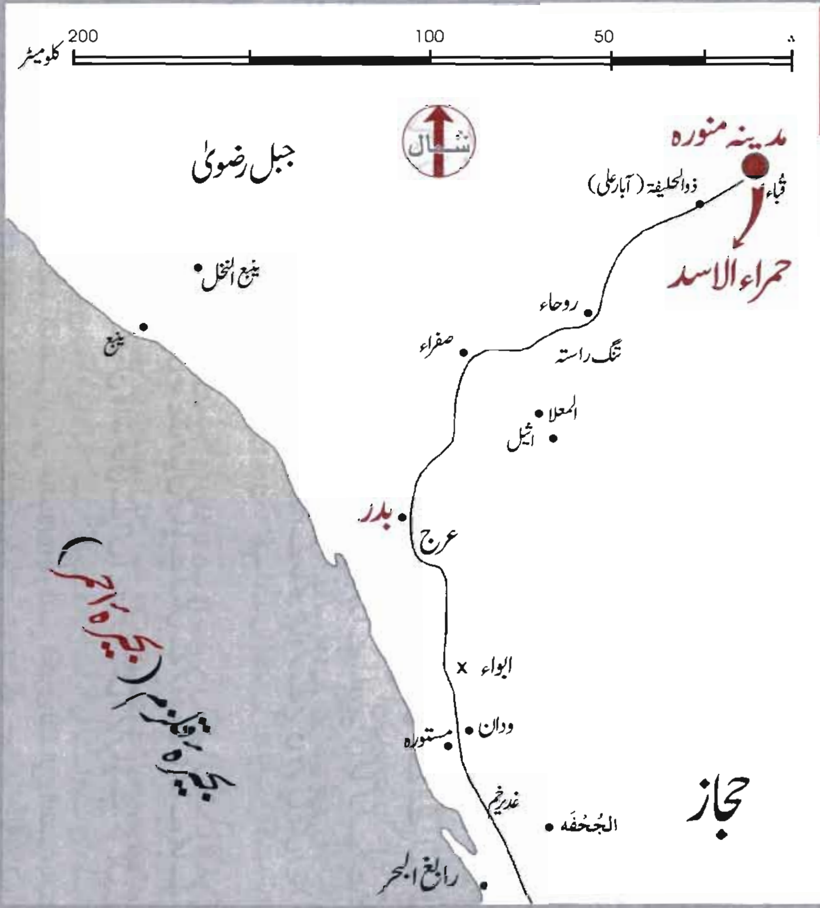

حمراء الاسد : یہ مدینہ سے 8 میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوۡلِ ﴾ ہوا یہ کہ نبی اکرم ﷺ کو جب احد کے دن تکلیف پہنچی اور مشرکین واپس چلے گئے تو آپ کو خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں دوبارہ واپس نہ آجائیں تو آپ نے فرمایا: [مَنْ يَّذْهَبُ فِي إِثْرِهِمْ؟] ''کون ہے جو ان کے تعاقب میں جائے؟'' تو آپ کے اس ارشاد پر ستر صحابہ رضی اللہ عنہم نے لبیک کہا، ان میں سے حضرت ابوبکر اور زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اسی سیاق میں بیان کیا ہے۔[1] امام مسلم نے اسے بغیر سیاق کے بیان کیا ہے۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَّذِيۡنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدۡ جَمَعُوۡا لَكُمۡ فَاخۡشَوۡهُمۡ فَزَادَهُمۡ اِيۡمَانًا ۖ ﴾ ''(جب) ان سے لوگوں نے آکر بیان کیا کہ کفار نے تمھارے (مقابلے کے) لیے (لشکرِ جرار) جمع کیا ہے پس ان سے ڈرو تب ان کا ایمان اور زیادہ ہوگیا۔'' لوگوں نے تو انھیں دشمن کے لشکر جرار اور اس کی تعداد کی کثرت سے ڈرایا تھا مگر انھوں نے دشمن سے ڈرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی پر توکل کیا اور اس سے استعانت کی ﴿ وَّ قَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَ نِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ ﴿۱۷۳﴾ ﴾ ''اور کہنے لگے کہ ہم کو اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ﴿ حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَ نِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ ﴿۱۷۳﴾ ﴾ کا کلمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہا تھا جب انھیں آگ میں ڈالا گیا اور حضرت محمد ﷺ نے اس وقت کہا جب لوگوں نے کہا کہ کفار نے آپ کے مقابلے کے لیے لشکر جرار تیار کیا ہے تو ان سے ڈرو مگر اس سے آپ کے ایمان میں اور بھی اضافہ ہوگیا اور آپ نے فرمایا کہ ہمیں اللہ ہی کافی ہے۔ اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔[3]

امام ابوبکر بن مردویہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے احد کے دن کہا گیا کہ لوگوں نے تمھارے مقابلے کے لیے لشکر کثیر جمع کیا ہے تو ان سے ڈرو تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا۔[4] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَانۡقَلَبُوۡا بِنِعۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضۡلٍ لَّمۡ يَمۡسَسۡهُمۡ سُوۡٓءٌ ۙ ﴾ ''پھر وہ اللہ کی نعمتوں اور اس کے فضل کے ساتھ (خوش وخرم) واپس آئے، ان کو کسی طرح کا ضرر نہ پہنچا۔'' یعنی جب انھوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی پر توکل کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے غم واندوہ کو دور فرما دیا، دشمنوں کے حملے سے انھیں محفوظ رکھا اور وہ اپنے علاقے کی طرف کامیاب واپس ہوئے اور ان کا دشمن اپنے پروگرام کے مطابق ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکا۔

﴿ وَّ اتَّبَعُوۡا رِضۡوَانَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوۡ فَضۡلٍ عَظِيۡمٍ ﴿۱۷۴﴾ ﴾ ''اور وہ اللہ کی خوشنودی کے تابع رہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔'' امام بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے کہ یہاں نعمت سے مراد یہ ہے کہ مسلمان سلامت رہے اور فضل یہ ہے کہ موسم حج میں ایک تجارتی قافلہ گزر رہا تھا جس کے سامان کو رسول اللہ ﷺ نے خرید لیا تھا اور آپ کو اس سے بہت نفع

① صحيح البخاري، المغازي، باب: ﴿ اَلَّذِيۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوۡلِ ﴾، حديث:4077. ② صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل طلحة والزبير رضي الله عنهما، حديث:418. ③ صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ اَلَّذِيۡنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدۡ جَمَعُوۡا ...... ﴾ (آل عمران3:173)، حديث:4563. ④ الدر المنثور:180/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا یَحۡزُنۡكَ الَّذِیۡنَ یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡكُفۡرِ ۚ اِنَّهُمۡ لَنۡ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیۡـًٔا ؕ یُرِیۡدُ اللّٰهُ

اور (اے نبی!) جو لوگ کفر میں تیزی دکھاتے ہیں ان کی سرگرمیاں آپ کو غم ناک نہ کریں۔ بے شک وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اللہ چاہتا ہے

اَلَّا یَجۡعَلَ لَهُمۡ حَظًّا فِی الۡاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الۡكُفۡرَ

کہ ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہ رکھے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے ﴿۱۷۶﴾ بے شک جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر خرید لیا،

بِالۡاِیۡمَانِ لَنۡ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیۡـًٔا ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا یَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡۤا

وہ اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ﴿۱۷۷﴾ اور جن لوگوں نے کفر کیا، وہ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ ہم انھیں جو

اَنَّمَا نُمۡلِیۡ لَهُمۡ خَیۡرٌ لِّاَنۡفُسِهِمۡ ؕ اِنَّمَا نُمۡلِیۡ لَهُمۡ لِیَزۡدَادُوۡۤا اِثۡمًا ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ

ڈھیل دیتے ہیں وہ ان کے لیے بہتر ہے۔ ہم تو انھیں صرف اس لیے ڈھیل دیتے ہیں کہ وہ گناہ میں بڑھ جائیں اور ان کے لیے رسوا کرنے

مُّهِیۡنٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیَذَرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ عَلٰی مَاۤ اَنۡتُمۡ عَلَیۡهِ حَتّٰی یَمِیۡزَ الۡخَبِیۡثَ

والا عذاب ہے ﴿۱۷۸﴾ اللہ مومنوں کو اس حالت میں ہرگز نہ رہنے دے گا جس میں تم اس وقت ہو، یہاں تک کہ وہ پاک کو ناپاک سے علیحدہ کر دے

مِنَ الطَّیِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطۡلِعَكُمۡ عَلَی الۡغَیۡبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجۡتَبِیۡ مِنۡ رُّسُلِهٖ

اور اللہ کا یہ طریقہ نہیں کہ وہ تم پر غیب ظاہر کرے لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے (غیب کی باتیں بتانے کے لیے) چن لیتا ہے، پس تم ایمان

مَنۡ یَّشَآءُ ۠ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنۡ تُؤۡمِنُوۡا وَتَتَّقُوۡا فَلَكُمۡ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا

لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور اگر تم ایمان لاؤ گے اور پرہیزگاری اختیار کرو گے تو تمھارے لیے بہت بڑا اجر ہے ﴿۱۷۹﴾ اور جن لوگوں کو اللہ نے اپنے

یَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ یَبۡخَلُوۡنَ بِمَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ هُوَ خَیۡرًا لَّهُمۡ ؕ بَلۡ هُوَ

فضل سے بہت کچھ دیا ہے اور وہ اس میں کنجوسی کرتے ہیں تو وہ اس (بخل) کو اپنے لیے ہرگز بہتر نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لیے بہت برا ہے۔ جس مال

شَرٌّ لَّهُمۡ ؕ سَیُطَوَّقُوۡنَ مَا بَخِلُوۡا بِهٖ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِیۡرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ

میں انھوں نے کنجوسی کی، قیامت کے دن اسی کے انھیں طوق پہنائے جائیں گے۔ اور آسمانوں اور زمین کی ملکیت اللہ ہی کی ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو

وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ﴿۱۸۰﴾ ع 18 9 9

اللہ اس سے خوب باخبر ہے ﴿۱۸۰﴾

حاصل ہوا جسے آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرما دیا تھا۔[1]

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّیۡطٰنُ یُخَوِّفُ اَوۡلِیَآءَهٗ ﴾ یعنی شیطان تمھیں اپنے دوستوں سے ڈراتا اور تمھارے دل میں یہ خیال پیدا کرتا ہے کہ وہ بہت سخت اور بہت شدید حملہ کرنے والے ہیں ﴿ فَلَا تَخَافُوۡهُمۡ وَخَافُوۡنِ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۷۵﴾ ﴾ ”تو اگر تم مومن ہو تو ان سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہنا۔“ یعنی شیطان جب بھی تمھارے دل میں یہ خیال و وہم پیدا کرے تو تم مجھ ہی پر توکل کرو، میری ہی طرف رجوع کرو، میں تمھارے لیے کافی ہوں اور ان کے

[1] دلائل النبوة للبيهقي، باب خروج النبي ﷺ إلى حمراء الأسد:318/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقابلے میں میں تمھاری نصرت واعانت کروں گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ ؕ وَ یُخَوِّفُوۡنَکَ بِالَّذِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖ ﴾ تا ﴿ قُلۡ حَسۡبِیَ اللّٰہُ ؕ عَلَیۡہِ یَتَوَکَّلُ الۡمُتَوَکِّلُوۡنَ ○ ﴾ (الزُّمر 39:36-38) ''کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟ اور یہ تم کو ان لوگوں سے جو اس کے سوا ہیں (غیر اللہ سے) ڈراتے ہیں...... کہہ دیجیے: مجھے اللہ ہی کافی ہے، بھروسا کرنے والے اسی پر بھروسا کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَقَاتِلُوۡۤا اَوۡلِیَآءَ الشَّیۡطٰنِ ۚ اِنَّ کَیۡدَ الشَّیۡطٰنِ کَانَ ضَعِیۡفًا ﴾ (النسآء 4:76) ''سو تم شیطان کے مددگاروں سے لڑو (اور ڈرو مت) کیونکہ شیطان کا داؤ بودا ہوتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ الشَّیۡطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ الشَّیۡطٰنِ ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ○ ﴾ (المجادلۃ 58:19) ''یہ (جماعت) شیطان کا لشکر ہے اور سن رکھو کہ شیطان کا لشکر نقصان اٹھانے والا ہے۔''

اور فرمایا: ﴿ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیۡزٌ ○ ﴾ (المجادلۃ 58:21) ''اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے، بے شک اللہ زور آور (اور) زبردست ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَیَنۡصُرَنَّ اللّٰہُ مَنۡ یَّنۡصُرُہٗ ﴾ (الحجّ 22:40) ''اور جو شخص اللہ کی مدد کرتا ہے، اللہ اس کی ضرور مدد کرتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰہَ یَنۡصُرۡکُمۡ ﴾ (محمد 47:7) ''اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمھاری مدد کرے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡاَشۡہَادُ ○ یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ الظّٰلِمِیۡنَ مَعۡذِرَتُہُمۡ وَ لَہُمُ اللَّعۡنَۃُ وَ لَہُمۡ سُوۡٓءُ الدَّارِ ○ ﴾ (المؤمن 40:51,52) ''ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے (قیامت کو بھی) جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی اور ان کے لیے لعنت اور برا گھر ہے۔''

تفسیر آیات: 176-180

رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرما رہا ہے: ﴿ وَلَا یَحۡزُنۡکَ الَّذِیۡنَ یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡکُفۡرِ ﴾ ''اور جو لوگ کفر میں جلدی کرتے ہیں وہ آپ کو غمگین نہ کریں۔'' اس لیے کہ آپ بڑے شدید خواہش مند تھے کہ لوگ ایمان لے آئیں اور کفار نے مخالفت، عناد اور دشمنی کی جو روش اختیار کر رکھی تھی اس سے آپ کو بہت غم ہوتا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ اس سے غمگین نہ ہوں۔ ﴿ اِنَّہُمۡ لَنۡ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیۡـًٔا ؕ یُرِیۡدُ اللّٰہُ اَلَّا یَجۡعَلَ لَہُمۡ حَظًّا فِی الۡاٰخِرَۃِ ۚ ﴾ ''یہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کر سکتے، اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کو کچھ حصہ نہ دے۔'' یعنی ان کے بارے میں اللہ کی حکمت یہ ہے کہ وہ اپنی مشیت وقدرت سے یہ چاہتا ہے کہ ان کے لیے آخرت میں کچھ حصہ نہ ہو۔ ﴿ وَلَہُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱۷۶﴾ ﴾ ''اور ان کے لیے بڑا عذاب (تیار) ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الۡکُفۡرَ بِالۡاِیۡمَانِ ﴾ یعنی ایمان کے بدلے میں کفر کو لے لیا تو ﴿ لَنۡ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیۡـًٔا ۚ ﴾ ''وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔'' ہاں، البتہ اپنے آپ کو ضرور نقصان پہنچاتے ہیں۔ ﴿ وَلَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۷۷﴾ ﴾ ''اور ان کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوٓا أَنَّمَا نُمْلِى لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِى لَهُمْ لِيَزْدَادُوٓا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿178﴾ ﴾ ''اور کافر لوگ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ ہم جو ان کو مہلت دیتے جاتے ہیں تو یہ ان کے حق میں اچھا ہے (نہیں بلکہ) ہم ان کو اس لیے مہلت دیتے ہیں کہ اور گناہ کر لیں آخر کار ان کو ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُم بِهِۦ مِن مَّالٍ وَبَنِينَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِى ٱلْخَيْرَٰتِ ۚ بَل لَّا يَشْعُرُونَ ۝ ﴾ (المؤمنون 23:55,56) ''کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو دنیا میں ان کو مال اور بیٹوں سے مدد دیتے ہیں (تو اس سے) ان کی بھلائی میں جلدی کر رہے ہیں؟ (نہیں) بلکہ یہ سمجھتے ہی نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَذَرْنِى وَمَن يُكَذِّبُ بِهَٰذَا ٱلْحَدِيثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۝ ﴾ (القلم 68:44) ''لہٰذا چھوڑ دیجیے مجھے اور اس کو جو اس حدیث (قرآن) کو جھٹلاتا ہے۔ ہم ان کو آہستہ آہستہ ایسے طریق سے پکڑیں گے کہ ان کو خبر بھی نہ ہوگی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَٰلُهُمْ وَأَوْلَٰدُهُمْ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ أَن يُعَذِّبَهُم بِهَا فِى ٱلدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَٰفِرُونَ ۝ ﴾ (التوبۃ 9:85) ''اور (اے نبی!) ان کے مال اور اولاد آپ کو حیرت میں نہ ڈالیں۔ ان چیزوں سے اللہ یہ چاہتا ہے کہ ان کو دنیا میں عذاب دے اور (جب) ان کی جان نکلے تو (اس وقت بھی) یہ کافر ہی ہوں۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ مَّا كَانَ ٱللَّهُ لِيَذَرَ ٱلْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَآ أَنتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ ٱلْخَبِيثَ مِنَ ٱلطَّيِّبِ ﴾ ''(لوگو!) جب تک اللہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے گا مومنوں کو اس حال میں جس میں تم ہو ہرگز نہیں رہنے دے گا۔'' اور اس کے لیے وہ کسی نہ کسی آزمائش میں ضرور مبتلا کرے گا جس میں وہ اپنے دوستوں کو سرخ رو کر دے گا اور دشمنوں کو روسیاہ، اور جان لے گا کہ مومن صابر کون ہے اور منافق فاجر کون؟

اس سے بھی یوم احد ہی کی طرف اشارہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا امتحان کیا تھا اور جس سے مومنوں کا ایمان، صبر وثبات، شجاعت وبَسالت اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت ظاہر ہوگئی تھی۔ اور منافقوں کی اس سے پردہ دری ہوگئی تھی اور ظاہر ہوگیا تھا کہ یہ لوگ جہاد کے مخالف اور اس سے منہ موڑنے والے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی خیانت کرنے والے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ مَّا كَانَ ٱللَّهُ لِيَذَرَ ٱلْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَآ أَنتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ ٱلْخَبِيثَ مِنَ ٱلطَّيِّبِ ﴾ امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو احد کے دن الگ الگ کر دیا تھا۔[1] قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد اور ہجرت کے ساتھ ان کو الگ الگ کر دیا تھا۔[2]

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى ٱلْغَيْبِ ﴾ ''اور اللہ تم کو غیب کی باتوں سے بھی مطلع نہیں کرے گا۔'' تم اللہ کی مخلوق میں اللہ کے غیب کو نہیں جانتے حتی کہ اس نے تمھارے لیے مومن اور منافق کو ایک دوسرے سے ان اسباب کی وجہ سے الگ الگ کر دیا جو اس سلسلے میں صورت حال کو واضح کرنے والے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَٰكِنَّ

① تفسیر الطبری: 249/4. ② تفسیر الطبری: 249/4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ’’اور البتہ اللہ اپنے پیغمبروں میں سے جسے چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔‘‘ جیسا کہ اس نے فرمایا: ﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ ﴾ (الجن72:26,27) ’’(وہی) غیب (کی بات) جاننے والا ہے اور وہ کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا۔ ہاں، جس پیغمبر کو پسند فرمائے تو اس (کو غیب کی باتیں بتا دیتا ہے اور اس) کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے۔‘‘

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ﴾ ’’تو تم اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔‘‘ یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس نے تمھارے لیے جو احکام شریعت مقرر کیے ہیں، ان کی اتباع کرو۔ ﴿ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ ﴾ ’’اور اگر تم ایمان لاؤ گے اور پرہیز گاری کرو گے تو تم کو اجر عظیم ملے گا۔‘‘

بخل کی مذمت اور اس پر وعید: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ ﴾ ’’اور جو لوگ مال میں جو اللہ نے اپنے فضل سے ان کو عطا فرمایا ہے بخل کرتے ہیں وہ اس بخل کو اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں (وہ اچھا نہیں) بلکہ ان کے لیے برا ہے۔‘‘ یعنی بخیل یہ نہ سمجھے کہ اس کا مال جمع کرنا اس کے لیے نفع بخش ثابت ہوگا بلکہ یہ تو اس کے دین کو نقصان پہنچانے والا ہے بلکہ بسا اوقات دنیا کے اعتبار سے بھی نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ پھر بتایا کہ قیامت کے دن اس کے مال کا انجام یہ ہوگا: ﴿ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ ﴾ ’’وہ جس مال میں بخل کرتے ہیں قیامت کے دن اس کا طوق (بنا کر) ان کی گردنوں میں ڈالا جائے گا۔‘‘

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ شُجَاعًا أَقْرَعَ ، لَهُ زَبِيبَتَانِ ، يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ۔ يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ۔ يَقُولُ: أَنَا مَالُكَ ، أَنَا كَنْزُكَ، ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ ﴾] ’’جس شخص کو اللہ تعالیٰ مال دے اور وہ اس کی زکاۃ ادا نہ کرے تو اس کے مال کو ایک گنجے سانپ کی شکل دے دی جائے گی جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے اور اس کا قیامت کے دن اسے طوق پہنا دیا جائے گا، وہ اسے اس کے منہ کے دونوں کناروں سے پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، پھر آپ نے اس موقع پر اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ ﴾۔‘‘[1] اسے اس طریق سے صرف امام بخاری ہی نے بیان کیا ہے۔ امام مسلم نے اسے اس طریق سے بیان نہیں کیا۔ ہاں، البتہ امام ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اسی مفہوم کی حدیث کو بیان کیا ہے۔[2]

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [لَا يَمْنَعُ عَبْدٌ زَكَاةَ مَالِهِ إِلَّا

---

[1] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ.... ﴾ (آل عمران3:180)، حدیث:4565. [2] صحیح ابن حبان، الزکاۃ، ذکر البیان بأن من خلف کنزا......:50/8 ، حدیث:3258 نحوہ. اور دیکھیے صحیح مسلم، الزکاۃ، باب إثم مانع الزکاۃ ، حدیث:987 عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ و988 عن جابر رضی اللہ عنہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَقَدۡ سَمِعَ اللّٰهُ قَوۡلَ الَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيۡرٌ وَّنَحۡنُ اَغۡنِيَآءُ ۘ سَنَكۡتُبُ مَا قَالُوۡا

اللہ نے ان لوگوں کی بات سن لی جنھوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں۔ یقیناً ان کی یہ بات ہم لکھ لیں گے اور جو وہ نبیوں کو ناحق قتل کرتے

وَقَتۡلَهُمُ الۡاَنۡۢبِيَآءَ بِغَيۡرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوۡلُ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِيۡقِ ﴿181﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتۡ

رہے (وہ بھی ان کے اعمال نامے میں درج ہے) اور (قیامت کے دن) ہم ان سے کہیں گے: اب جلانے والے عذاب کو چکھو ﴿181﴾ یہ تمھارے ہاتھوں کی

اَيۡدِيۡكُمۡ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيۡسَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِيۡدِ ﴿182﴾ اَلَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيۡنَاۤ

کمائی کا بدلہ ہے اور بے شک اللہ اپنے بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ﴿182﴾ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے کہا: بے شک اللہ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم کسی

اَلَّا نُؤۡمِنَ لِرَسُوۡلٍ حَتّٰى يَاۡتِيَنَا بِقُرۡبَانٍ تَاۡكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلۡ قَدۡ جَآءَكُمۡ رُسُلٌ مِّنۡ

رسول پر ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ وہ ہمارے پاس ایسی قربانی لائے جسے آگ کھا جائے۔ کہہ دیجیے کہ مجھ سے پہلے تمھارے پاس کئی رسول کھلی

قَبۡلِىۡ بِالۡبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِىۡ قُلۡتُمۡ فَلِمَ قَتَلۡتُمُوۡهُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿183﴾ فَاِنۡ كَذَّبُوۡكَ

نشانیاں اور وہ (معجزہ) بھی لے کر آئے جس کا تم کہہ رہے ہو، پھر تم نے انھیں قتل کیوں کر ڈالا اگر تم سچے ہو؟ ﴿183﴾ (اے نبی!) پھر اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں

فَقَدۡ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِكَ جَآءُوۡ بِالۡبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالۡكِتٰبِ الۡمُنِيۡرِ ﴿184﴾

تو آپ سے پہلے کئی رسول جھٹلائے گئے تھے جو کھلی نشانیاں، صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے ﴿184﴾

جُعِلَ لَهُ شُجَاعٌ أَقْرَعُ يَتْبَعُهُ، يَفِرُّ مِنْهُ وَ هُوَ يَتْبَعُهُ، فَيَقُولُ: أَنَا كَنْزُكَ] ''جو شخص اپنے مال کی زکاۃ ادا نہیں کرتا تو اس کے مال کو گنجے سانپ کی شکل دے دی جائے گی اور وہ اس کا پیچھا کرے گا، یہ اس سے بھاگے گا مگر وہ اس کا پیچھا کرے گا اور کہے گا کہ میں تیرا خزانہ ہوں۔'' پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی مصداق قرآن مجید کی اس آیت کو پڑھا: ﴿سَيُطَوَّقُوۡنَ مَا بَخِلُوۡا بِهٖ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ﴾ ''وہ جس مال میں بخل کرتے ہیں، قیامت کے دن اس کا طوق (بنا کر) ان کی گردنوں میں ڈالا جائے گا۔''[1] اس حدیث کو امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے بھی بیان کیا ہے۔[2] اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلِلّٰهِ مِيۡرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین کا وارث اللہ ہی ہے۔'' لہٰذا ﴿وَاَنۡفِقُوۡا مِمَّا جَعَلَكُمۡ مُّسۡتَخۡلَفِيۡنَ فِيۡهِ ؕ﴾ (الحدید 7:57) ''اور جس (مال) میں اس نے تم کو (اپنا) نائب بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو۔'' کیونکہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹ کر جانے والے ہیں، لہٰذا اپنے اموال کو آگے بھیجو تاکہ وہ تمھیں قیامت کے دن فائدہ دیں۔ ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ ﴿180﴾﴾ ''اور جو عمل تم کرتے ہو اللہ کو معلوم ہے۔'' یعنی اسے تمھاری نیتوں اور تمھارے ضمیروں کا بھی علم ہے۔

---

① مسند أحمد:1/377. ② جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة آل عمران، حديث:3012 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب:13 قوله تعالى: ﴿سَيُطَوَّقُوۡنَ مَا بَخِلُوۡا بِهٖ﴾:6/317، حديث:11084 وسنن ابن ماجه، الزكاة، باب ماجاء في منع الزكاة، حديث:1784 البتہ سنن ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر آیات:181-184

مشرکوں کے لیے اللہ کی وعید: سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗۤ اَضۡعَافًا کَثِیۡرَۃً ؕ ﴾ (البقرۃ2:245) ''کوئی ہے کہ اللہ کو قرض حسنہ دے کہ وہ اس کے بدلے اس کو کئی حصے زیادہ دے؟'' تو یہودیوں نے کہا کہ اے محمد (ﷺ)! کیا تمھارا رب فقیر ہے جو اپنے بندوں سے قرض مانگتا ہے؟ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ لَقَدۡ سَمِعَ اللّٰہُ قَوۡلَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ فَقِیۡرٌ وَّ نَحۡنُ اَغۡنِیَآءُ ۘ ﴾ ''اللہ نے ان لوگوں کا قول سن لیا ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ فقیر ہے اور ہم امیر ہیں''۔ اسے ابن مردویہ اور ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے۔[1]

﴿ سَنَکۡتُبُ مَا قَالُوۡا ﴾ ''یہ جو کچھ کہتے ہیں ہم اس کو لکھ لیں گے۔'' یہ زبردست وعید ہے، اسی لیے اس کے ساتھ یہ بات بھی ذکر فرمائی: ﴿ وَ قَتۡلَہُمُ الۡاَنۡۢبِیَآءَ بِغَیۡرِ حَقٍّ ۙ ﴾ ''اور پیغمبروں کو جو یہ ناحق قتل کرتے رہے ہیں، اس کو بھی (قلمبند کر رکھیں گے۔)'' کہ اللہ کے بارے میں انھوں نے یہ کہا اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں سے یہ معاملہ کیا، اللہ تعالیٰ ان کی ان بداعمالیوں کی انھیں بدترین سزا دے گا۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ وَّ نَقُوۡلُ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِیۡقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ وَ اَنَّ اللّٰہَ لَیۡسَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِیۡدِ ﴿۱۸۲﴾ۚ ﴾ ''اور (قیامت کے روز) کہیں گے کہ عذاب (آتش) سوزاں (کے مزے) چکھتے رہو، یہ ان کاموں کی سزا ہے جو تمھارے ہاتھ آگے بھیجتے رہے ہیں اور اللہ تو بندوں پر مطلق ظلم نہیں کرتا۔'' یہ ان سے بطور ڈانٹ ڈپٹ، زجر و توبیخ اور تحقیر و توہین کے طور پر کیا جائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ عَہِدَ اِلَیۡنَاۤ اَلَّا نُؤۡمِنَ لِرَسُوۡلٍ حَتّٰی یَاۡتِیَنَا بِقُرۡبَانٍ تَاۡکُلُہُ النَّارُ ؕ ﴾ ''جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ جب تک کوئی رسول ہمارے پاس ایسی قربانی لے کر نہ آئے جس کو آگ (آ کر) کھا جائے تب تک ہم اس پر ایمان نہ لائیں گے۔'' اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی تکذیب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ جنھوں نے یہ گمان کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی کتابوں میں انھیں یہ حکم دیا ہے کہ وہ کسی بھی رسول کے ساتھ اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک ان کے معجزات میں ایک یہ بھی نہ ہو کہ اگر ان کی امت میں سے کوئی صدقہ کرے اور وہ اس سے قبول کیا جائے تو اس کی قبولیت کی علامت یہ ہوگی کہ آسمان سے نازل ہو کر آگ اسے کھا جائے گی۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا قول ہے۔[2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلۡ قَدۡ جَآءَکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِیۡ بِالۡبَیِّنٰتِ ﴾ ''(اے پیغمبر! ان سے) کہہ دیجیے: مجھ سے پہلے کئی پیغمبر تمھارے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے۔'' یعنی دلائل و براہین لے کر آئے ﴿ وَ بِالَّذِیۡ قُلۡتُمۡ ﴾ ''اور وہ (معجزہ) بھی لائے جو تم کہتے ہو۔'' یعنی وہ آگ جو قبول ہونے والی قربانیوں کو کھا لے ﴿ فَلِمَ قَتَلۡتُمُوۡہُمۡ ﴾ ''پھر تم نے ان کو قتل

[1] تفسیر ابن أبی حاتم:828/3. [2] تفسیر ابن أبی حاتم:831/3 و تفسیر الطبری:262/4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ

ہر کوئی موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے، بے شک قیامت کے دن تمھیں پورے پورے اجر دیے جائیں گے۔ پھر جسے آگ سے دور رکھا گیا اور جنت میں

النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿185﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ

داخل کر دیا گیا تو وہ یقیناً کامیاب ہو گیا، اور دنیا کی زندگی دھوکے ہی کا سامان تو ہے﴿185﴾ البتہ تمھیں تمھارے مالوں اور تمھاری جانوں کے بارے میں

اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۫ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ

ضرور آزمایا جائے گا اور تم ان لوگوں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا، ضرور تکلیف دینے والی باتیں سنو گے

اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿186﴾

اور اگر تم صبر کرو اور پرہیز گاری اختیار کرو تو بے شک یہ بڑی ہمت کا کام ہے﴿186﴾

کیوں کیا؟'' تم نے تکذیب ومخالفت وعناد کے ساتھ ان کا مقابلہ کیوں کیا اور انھیں قتل کیوں کیا؟ ﴿اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿183﴾﴾ ''اگر تم سچے ہو'' اپنے اس دعوے میں کہ تم حق کی اتباع کرتے اور رسولوں کی اطاعت کرتے ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ﴿فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿184﴾﴾ ''(اے نبی!) پھر اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر کھلی نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آ چکے ہیں اور لوگوں نے ان کو بھی سچا نہیں سمجھا۔'' یعنی یہ لوگ جو آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو آپ دل آزردہ نہ ہوں، آپ سے پہلے کے انبیاء آپ کے لیے اسوہ ہیں۔ ان کی تکذیب کی گئی تھی، حالانکہ وہ دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ لے کر آئے تھے۔ ﴿وَالزُّبُرِ﴾ اس سے مراد آسمان سے نازل ہونے والی کتابیں اور رسولوں پر نازل ہونے والے صحیفے ہیں۔ ﴿وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿184﴾﴾ اور بیّن، واضح اور روشن کتابیں لے کر آئے تھے۔

تفسیر آیات:186,185

ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے: اللہ تعالیٰ اس مقام پر ایک ایسی خبر دے رہا ہے جو تمام مخلوقات کے لیے ہے اور وہ یہ کہ ہر ہر جاندار نے ایک نہ ایک دن موت کے ذائقے کو چکھنا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۚ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۚ﴾ (الرحمٰن 27,26:55) ''جو (مخلوق) زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے اور آپ کے پروردگار کا جلال وعظمت والا چہرہ باقی رہے گا۔''

صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات گرامی ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ ہے اور جسے کبھی موت نہیں آئے گی جبکہ تمام جن وانس ایک نہ ایک دن مر جائیں گے، اسی طرح تمام فرشتے حتی کہ حاملین عرش الٰہی بھی ایک دن موت کے جام کو پی لیں گے۔ بقا اور دوام صرف اللہ واحد وقہار ہی کی ذات گرامی کو حاصل ہے۔ وہ سب سے آخر ہو گا جیسا کہ سب سے اول بھی وہی تھا۔ اس آیت کریمہ میں تمام لوگوں کے لیے تسلی ہے کہ اس روئے زمین پر ان میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ رہے گا بلکہ ان میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ہر ایک نے ایک نہ ایک دن موت کے جام کو پینا اور قبر کے دروازے سے داخل ہونا ہے۔ جب مدت تمام ہو جائے گی اور وہ نطفہ ختم ہو جائے گا کہ صُلبِ آدم سے جس کے وجود کو اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا تھا اور مخلوق ختم ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ قیامت برپا کردے گا اور تمام مخلوق کو اس کے جلیل وحقیر، کثیر وقلیل اور کبیر وصغیر اعمال کا بدلہ دے گا اور کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرے گا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوۡنَ اُجُوۡرَکُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ﴾ ’’اور بلاشبہ تم کو قیامت کے دن تمھارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔‘‘

کامیابی کس کے لیے ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَمَنۡ زُحۡزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدۡخِلَ الۡجَنَّۃَ فَقَدۡ فَازَ ؕ﴾ یعنی جو آگ سے بچالیا گیا اور اس سے نجات پا گیا اور اسے جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ مکمل طور پر کامیاب ہو گیا۔ امام ابن ابو حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَوۡضِعُ سَوۡطٍ فِی الۡجَنَّةِ خَیۡرٌ مِّنَ الدُّنۡیَا وَمَا فِیهَا اِقۡرَءُوا إِنۡ شِئۡتُمۡ] ’’جنت میں ایک کوڑے کی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، اگر تم چاہو تو اس آیت کریمہ کو پڑھ لو: ﴿ فَمَنۡ زُحۡزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدۡخِلَ الۡجَنَّۃَ فَقَدۡ فَازَ ؕ﴾۔‘‘[1] یہ حدیث صحیحین میں بھی اس سند کے علاوہ اور ان زائد الفاظ کے بغیر کہ ’’اگر تم چاہو تو پڑھو: ﴿ فَمَنۡ زُحۡزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدۡخِلَ الۡجَنَّۃَ فَقَدۡ فَازَ ؕ﴾۔‘‘ موجود ہے۔[2] جبکہ ان الفاظ کے ساتھ امام ابو حاتم ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور امام حاکم نے اپنی مستدرک میں اسے روایت کیا ہے۔[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ مَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ ﴿۱۸۵﴾﴾ ’’اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے۔‘‘ یہ دنیا کی تصغیر وتحقیر ہے کہ یہ گھٹیا اور فانی ہے اور قلیل اور زوال پذیر ہو جانے والی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا ﴿۫ۖ۱۶﴾ وَ الۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی ﴿ؕ۱۷﴾﴾ (الأعلی 87:16,17) ’’مگر تم لوگ تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت بہت بہتر اور پائندہ تر ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَمَتَاعُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ زِیۡنَتُہَا ۚ وَ مَا عِنۡدَ اللّٰہِ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی ؕ﴾ (القصص 28:60) ’’اور جو چیز تم کو دی گئی ہے، وہ دنیا کی زندگی کا فائدہ اور اس کی زینت ہے اور جو اللہ کے پاس ہے، وہ بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔‘‘

اور حدیث میں ہے: [وَاللّٰهِ مَا الدُّنۡیَا فِی الۡاٰخِرَةِ إِلَّا (كَمَا یَغۡمِسُ) أَحَدُكُمۡ إِصۡبَعَهٗ...... فِی الۡیَمِّ ، فَلۡیَنۡظُرۡ بِمَ تَرۡجِعُ؟] ’’دنیا آخرت کے مقابلے میں اس طرح ہے جیسے کوئی اپنی انگلی کو سمندر میں ڈبوئے تو وہ دیکھے کہ اس کی انگلی کے ساتھ

---

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 833/3. [2] صحیح البخاری، بدء الخلق ، باب ماجاء فی صفة الجنة وأنها مخلوقة، حدیث: 3250 لیکن صحیح مسلم میں اس حدیث کا ایک حصہ ہے، دیکھیے الإمارة، باب فضل الغدوة......، حدیث: 1881 عن سهل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ. [3] صحیح ابن حبان ، باب وصف الجنة وأهلها ، ذكر الأخبار بأن القليل من الجنة لأهلها ......: 434,433/16 ، حدیث: 7417 و المستدرك للحاكم، التفسير ،باب سورة آل عمران: 299/2 ، حدیث: 3170 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمندر کے پانی میں کس قدر کمی آئی ہے!''[1] امام قتادہ، ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ ''اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے۔'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ سامان ہے جسے چھوڑ دیا جائے گا، اس ذات گرامی کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! قریب ہے کہ یہ دنیا، دنیا والوں سے روٹھ جائے، لہٰذا جس قدر ممکن ہو دنیا کے اس سامان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کردو۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ.[2]

مومن مبتلائے آزمائش کیا جاتا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ﴾ ''(اے اہل ایمان!) تمھارے مال و جان میں تمھاری آزمائش کی جائے گی۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ﴾ (البقرۃ2:155) ''اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے تمھاری آزمائش کریں گے۔'' یعنی مومن کی اپنے مال، جان، اولاد یا اہل میں ضرور آزمائش ہوگی۔ پھر مومن کی اس کے دین کے بقدر آزمائش کی جاتی ہے، اگر دین میں پختگی ہو تو اس کی آزمائش میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

﴿ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ﴾ ''اور تم اہل کتاب سے اور ان لوگوں سے جو مشرک ہیں، بہت سی ایذا کی باتیں سنو گے۔'' یہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت فرمایا تھا جب مومن مدینہ میں آئے اور ابھی تک واقعۂ بدر پیش نہیں آیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں مشرکوں اور اہل کتاب کی طرف سے پہنچنے والی ایذا کے بارے میں تسلی دیتے ہوئے فرمایا تھا اور حکم دیا تھا کہ وہ صبر کا مظاہرہ کریں اور عفو و درگزر سے کام لیں حتی کہ اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات کو ختم کردے، پس فرمایا: ﴿ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ ''اور اگر تم صبر اور پرہیزگاری کرتے رہو گے تو یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھے کی سواری کو اختیار فرمایا جس پر اس وقت شہر فدک کی بنی ہوئی ایک موٹی چادر تھی، اور آپ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے سوار فرمایا اور آپ کا مقصد بنو حارث بن خزرج میں جا کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنا تھا جبکہ یہ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ کا گزر ایک ایسی مجلس کے پاس سے ہوا جس میں عبداللہ بن اُبی ابنِ سلول بھی بیٹھا ہوا تھا اور اس نے ابھی اپنے اسلام کا اظہار نہیں کیا تھا، اس مجلس میں مسلمان، مشرک، بت پرست اور یہودی ہر قسم کے لوگ موجود تھے، اس مجلس میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، مجلس کو جب جانور کے (چلنے کی وجہ سے) غبار نے ڈھانپ لیا تو عبداللہ بن اُبیّ نے اپنی ناک کو اپنی

[1] صحیح مسلم، الجنة و نعیمها، باب فناء الدنیا وبیان الحشر......، حدیث:2858 لیکن قوسین والے الفاظ مسند البزار، مسند المستورد بن شداد......:387/8، حدیث:3460 کے مطابق ہیں جبکہ صحیح مسلم میں ان کے بجائے [مِثْلُ مَا يَجْعَلُ......] ہے۔ و جامع الترمذی، الزهد، باب منه حدیث:[مالدنیا فی الآخرة......]، حدیث:2323 و مسند أحمد:228/4 عن المستورد ابن شداد رضی اللہ عنہ۔ [2] تفسیر ابن أبی حاتم:833/3 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چادر سے چھپالیا اور کہا کہ ہماری مجلسوں کو غبار آلود نہ کرو۔

رسول اللہ ﷺ نے سلام کہا، کچھ دیر کے لیے آپ رک گئے، پھر سواری سے نیچے اتر آئے اور حاضرین مجلس کو اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف دعوت دی اور قرآن مجید بھی پڑھ کر سنایا، عبداللہ بن اُبیّ کہنے لگا: اے شخص! تم جو (ہماری مجالس میں آ کر ہمیں) یہ بات کہتے ہو اگر یہ حق ہے تو اس سے یہ اچھا ہے کہ تم ہماری مجلسوں میں ہمیں ایذا نہ دیا کرو، اپنے گھر واپس چلے جاؤ جو تمھارے پاس آئے تو اسے یہ پڑھ کر سناؤ۔

یہ سن کر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ ہماری مجلسوں میں یہ پیغام لے کر ضرور تشریف لائیں، ہم آپ کی تشریف آوری کو بہت پسند کرتے ہیں۔ اس سے مسلمانوں، مشرکوں اور یہودیوں میں گالی گلوچ شروع ہوگئی حتی کہ قریب تھا کہ وہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہو جاتے، رسول اللہ ﷺ انھیں ٹھنڈا کرتے رہے حتی کہ وہ سب خاموش ہوگئے، پھر نبی ﷺ اپنے جانور پر سوار ہوگئے حتی کہ آپ ﷺ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا: [أَيَا سَعْدُ! أَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالَ أَبُو حُبَابٍ؟] ”سعد! کیا تم نے سنا نہیں کہ ابوحُباب نے کیا کہا ہے؟“ آپ کا اشارہ عبداللہ بن اُبیّ کی طرف تھا، اس نے یہ یہ بات کہی تھی تو سعد نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اسے معاف کر دیں اور درگزر فرمائیں۔ اس ذات گرامی کی قسم جس نے آپ پر کتاب کو نازل فرمایا ہے! اللہ تعالیٰ اس حق کو لے آیا ہے جسے اس نے آپ پر نازل فرمایا ہے۔

اس شہر والوں نے یہ پروگرام بنالیا تھا کہ اسے تاج پہنائیں اور اس کے گرد جمع ہو کر اسے اپنا سربراہ بنالیں جب اللہ تعالیٰ نے اس بات کا اس حق کو بھیج کر انکار فرمایا جو آپ کو عطا کیا ہے تو یہ غصے سے تلملا اٹھا اور آپ نے جو مشاہدہ فرمایا ہے، یہ اسی غصے ہی کا اظہار ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے معاف فرمادیا۔ تو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مشرکوں اور اہل کتاب کو معاف فرمادیا کرتے تھے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی ایذا پر صبر کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَتَسۡمَعُنَّ مِنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ وَمِنَ الَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡۤا اَذًى كَثِيۡرًا ؕ ﴾ ”اور اپنے سے پہلے اہل کتاب اور ان لوگوں سے جو مشرک ہیں بہت سی ایذا کی باتیں سنو گے۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَدَّ كَثِيۡرٌ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَوۡ يَرُدُّوۡنَكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ اِيۡمَانِكُمۡ كُفَّارًا ۖۚ حَسَدًا مِّنۡ عِنۡدِ اَنۡفُسِهِمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الۡحَـقُّ ۚ فَاعۡفُوۡا وَاصۡفَحُوۡا حَتّٰى يَاۡتِىَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ ؕ ﴾ (البقرة 109/2) ”بہت سے اہل کتاب اپنے دل کی جلن سے یہ چاہتے ہیں کہ ایمان لے آنے کے بعد تم کو پھر کافر بنا دیں، حالانکہ ان پر حق ظاہر ہو چکا ہے تو تم معاف کردو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے۔“

نبی اکرم ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق معاف فرمادیا کرتے تھے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں جہاد کا حکم نازل فرمادیا جب رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر لڑی اور اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے سرداران قریش کو میدان بدر میں واصل جہنم

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكۡتُمُوۡنَهٗ فَنَبَذُوۡهُ

اور جب اللہ نے ان لوگوں سے عہد لیا جنھیں کتاب دی گئی تھی کہ تم اسے لوگوں کے سامنے ضرور بیان کرو گے اور اسے ہرگز نہیں چھپاؤ گے، پھر انھوں

وَرَآءَ ظُهُوۡرِهِمۡ وَاشۡتَرَوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ فَبِئۡسَ مَا يَشۡتَرُوۡنَ ﴿187﴾ لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ

نے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا اور اسے تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالا، پھر کس قدر بری ہے وہ قیمت جو وہ وصول کر رہے ہیں!﴿187﴾ یہ لوگ جو اپنے کرتوت پر

يَفۡرَحُوۡنَ بِمَاۤ اَتَوۡا وَّيُحِبُّوۡنَ اَنۡ يُّحۡمَدُوۡا بِمَا لَمۡ يَفۡعَلُوۡا فَلَا تَحۡسَبَنَّهُمۡ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الۡعَذَابِ

خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو انھوں نے نہیں کیا اس پر بھی ان کی تعریف کی جائے، آپ یہ نہ سمجھیں کہ وہ عذاب سے چھوٹ جائیں گے اور ان کے لیے

19 ع 9 10 وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿188﴾ وَلِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿189﴾

دردناک عذاب ہے﴿188﴾ اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی حکومت، اور اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے﴿189﴾

کر دیا تو عبداللہ بن اُبَیّ ابن سلول اور اس کے مشرک اور بت پرست ساتھیوں نے کہا کہ یہ امر تو اب غالب آ گیا ہے، لہٰذا انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کر کے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر دیا۔[1]

پس ہر وہ شخص جو حق کو لے کر آیا یا جس نے نیکی کا حکم دیا یا برائی سے منع کیا تو اسے ضرور ایذا دی گئی، راہ حق کے ہر مسافر کے لیے اس کے بغیر اور کوئی چارۂ کار ہی نہیں کہ وہ اللہ کے لیے صبر کرے، اللہ ہی سے مدد طلب کرے اور ہر حال میں اللہ عزوجل کی ذات گرامی ہی کی طرف رجوع کرے۔

تفسیر آیات:187-189

عہد شکنی اور کتمانِ حق کی وجہ سے اہل کتاب کی مذمت: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان اہل کتاب کے لیے زجر و توبیخ اور سرزنش ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی زبانی یہ عہد لیا تھا کہ وہ حضرت محمد ﷺ پر ایمان لائیں گے، لوگوں میں آپ کا چرچا کریں گے تاکہ وہ آپ کے دین کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ آپ کو مبعوث فرما دے تو وہ آپ کی اتباع کریں مگر انھوں نے اسے چھپایا۔ اور ان سے دنیا و آخرت کی خیر و بھلائی کا جو وعدہ کیا گیا تھا اس کے بجائے انھوں نے دنیا کے حقیر و ذلیل مال کو ترجیح دی، بہت ہی برا مال ہے جو انھوں نے حاصل کیا اور بہت ہی بری تجارت ہے جو انھوں نے کی۔

اس سے علماء کو بھی ڈرایا گیا ہے کہ وہ ان کے نقش قدم پر نہ چلیں کہ کہیں یہ بھی اس سے دوچار نہ ہوں جس سے اہل کتاب ہوئے تھے، لہٰذا علماء کو چاہیے کہ وہ عمل صالح کی رہنمائی کرنے والے اپنے علم نافع کو پھیلائیں اور اسے قطعاً نہ چھپائیں کیونکہ مختلف سندوں سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [مَنۡ سُئِلَ عَنۡ عِلۡمٍ فَكَتَمَهٗ ، أُلۡجِمَ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنۡ نَّارٍ] ”جس سے علم کے بارے میں پوچھا گیا اور اس نے اسے چھپایا تو اسے قیامت کے دن جہنم کی آگ کی لگام

---

[1] صحيح البخاري ، التفسير، باب: ﴿وَلَتَسۡمَعُنَّ مِنَ الَّذِيۡنَ﴾ ...... (آل عمران3:186)، حدیث:4566 و صحيح مسلم، الجهاد......، باب في دعاء النبي ﷺ وصبره على أذى المنافقين، حدیث:1798 و مسند أحمد:203/5.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنائی جائے گی۔‘‘ [1]

دھوکا دینے اور بے جا تعریف پسند کرنے کی وجہ سے ان کی مذمت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا ﴾ ’’جو لوگ اپنے (ناپسند) کاموں سے خوش ہوتے ہیں اور (پسندیدہ کام) جو کرتے نہیں، ان کے لیے چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے۔‘‘ یعنی اس سے مراد ریاکاری کرنے والے اور جو انھیں نہیں دیا گیا اُس پر اترانے والے ہیں جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [مَنِ ادَّعٰى دَعْوٰى كَاذِبَةً لِّيَتَكَثَّرَ بِهَا ، لَمْ يَزِدْهُ اللّٰهُ إِلَّا قِلَّةً] ’’جس شخص نے جھوٹا دعویٰ کیا تاکہ اس کے ساتھ اپنے مال کو زیادہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کے مال کو اور بھی کم کر دے گا۔‘‘ [2] اسی طرح صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَىْ زُوْرٍ] ’’جو شخص تکلف کے ساتھ ایسی چیز کا اظہار کرے جو اسے دی ہی نہیں گئی تو وہ اس طرح ہے، جیسے کوئی دو جھوٹے کپڑے پہننے والا ہو۔‘‘ [3]

امام احمد رحمہ اللہ نے روایت بیان کی ہے کہ مروان نے اپنے دربان رافع سے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤ اور ان سے یہ کہو کہ اگر ہر شخص کو اس وجہ سے عذاب دیا جائے کہ وہ اپنے کام پر خوش ہوتا ہے اور جو اس نے نہیں کیا اور وہ چاہتا ہے کہ اس پر اس کی تعریف کی جائے، پھر تو ہم سب کو عذاب دیا جائے گا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس آیت سے تمھارا کیا تعلق یہ تو اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ ﴾ تا ﴿ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا ﴾ کی تلاوت کی اور فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا تھا تو انھوں نے اسے آپ سے چھپایا اور اس کے بجائے کچھ اور بتا دیا اور یہ سمجھتے ہوئے کہ آپ نے جو سوال کیا تھا اس کا انھوں نے جواب دے دیا ہے، آپ کے پاس سے چلے گئے اور چاہتے تھے کہ اس کی وجہ سے ان کی تعریف کی جائے اور حقیقت میں اس بات کی وجہ سے بہت خوش تھے کہ آپ نے ان سے جو پوچھا تھا، اسے آپ سے چھپانے میں یہ کامیاب ہو گئے ہیں۔ [4] امام بخاری نے بھی اسے کتاب التفسیر میں روایت کیا ہے، امام مسلم نے بھی

---

① جامع الترمذی، العلم، باب ما جاء فی کتمان العلم ، حدیث:2649 عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ وسنن ابن ماجه، المقدمة ، باب من سئل عن علم فكتمه ؟ حديث:264 واللفظ له عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ. و266 عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ. والمعجم الكبير للطبرانی:334/8، حديث:8251 عن طلق بن علی رضی اللہ عنہ. ② صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه......، حديث:110، البتہ صحيح البخاری، الأدب، باب ما ينهى من السباب واللعن، حديث:6047 عن ثابت بن الضحاك رضی اللہ عنہ. میں اصلاً یہ حدیث تو موجود ہے لیکن یہ الفاظ نہیں ہیں۔ ③ صحيح البخاری، النكاح ، باب المتشبع بما لم ينل......، حديث:5219 عن أسماء بنت أبی بكر رضی اللہ عنہا. وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب النهی عن التزوير ......، حديث:2129 عن عائشة رضی اللہ عنہا و1230 عن أسماء بنت أبی بكر رضی اللہ عنہا. ④ مسند أحمد:298/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۰﴾

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش، اور رات اور دن کے اختلاف میں عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں ﴿۱۹۰﴾ جو لوگ کھڑے، بیٹھے اور اپنے پہلوؤں

الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ وَیَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ

پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں سوچ بچار کرتے ہیں۔ (وہ کہتے ہیں:) اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے فائدہ

السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾

پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، پس تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا ﴿۱۹۱﴾ ہمارے رب! بے شک جسے تو آگ میں داخل کرے یقیناً اسے تو تو نے رسوا

رَبَّنَاۤ اِنَّکَ مَنۡ تُدۡخِلِ النَّارَ فَقَدۡ اَخۡزَیۡتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا

کر دیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ﴿۱۹۲﴾ اے ہمارے رب! بے شک ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا، وہ ایمان کی طرف بلاتا ہے، یہ کہ اپنے

سَمِعۡنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیۡ لِلۡاِیۡمَانِ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّکُمۡ فَاٰمَنَّا ۖ٭ رَبَّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا

رب پر ایمان لاؤ، پھر ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب! پھر ہمارے گناہ بخش دے، اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے اور ہمیں

ذُنُوۡبَنَا وَکَفِّرۡ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ ﴿۱۹۳﴾ؕ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدۡتَّنَا عَلٰی

نیک لوگوں کے ساتھ فوت کر ﴿۱۹۳﴾ ہمارے رب! اور ہمیں وہ چیز دے جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے سے ہم سے وعدہ کیا تھا اور

رُسُلِکَ وَلَا تُخۡزِنَا یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ ؕ اِنَّکَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ ﴿۱۹۴﴾

ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔ بے شک تو وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا ﴿۱۹۴﴾

اسے روایت کیا ہے، نیز امام ترمذی ونسائی نے بھی اسے اسی طرح اپنی اپنی کتاب التفسیر میں روایت کیا ہے۔[1]

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کچھ منافقوں کی یہ عادت تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لیے تشریف لے جاتے تو یہ پیچھے بیٹھے رہ جاتے اور آپ کے پیچھے بیٹھے رہ جانے پر خوش ہوتے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے واپس تشریف لے آتے تو یہ معذرت کرتے، جھوٹی قسمیں کھاتے اور اس بات کو پسند کرتے کہ ایسے کاموں کی وجہ سے ان کی تعریف کی جائے جو انھوں نے کیے ہی نہیں تو اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی: ﴿لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ یَفۡرَحُوۡنَ بِمَاۤ اَتَوۡا وَّیُحِبُّوۡنَ اَنۡ یُّحۡمَدُوۡا بِمَا لَمۡ یَفۡعَلُوۡا﴾ ''جو لوگ اپنے (ناپسندیدہ) کاموں سے خوش ہوتے ہیں اور (پسندیدہ کام) جو کرتے نہیں، ان کے لیے چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے۔''[2]

امام مسلم نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔[3]

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ یَفۡرَحُوۡنَ بِمَاۤ اَتَوۡا﴾ (آل عمران 3:188)، حدیث: 4568 وصحیح مسلم، کتاب وباب صفات المنافقین وأحکامهم، حدیث: 2778 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب و من سورۃ آل عمران، حدیث: 3014 والسنن الکبری للنسائی، التفسیر، قوله تعالٰی: ﴿لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ یَفۡرَحُوۡنَ بِمَاۤ اَتَوۡا﴾: 318/6، حدیث: 11086. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ یَفۡرَحُوۡنَ بِمَاۤ اَتَوۡا﴾ (آل عمران 3:188)، حدیث: 4567. ③ صحیح مسلم، کتاب و باب صفات المنافقین وأحکامهم، حدیث: 2777.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشاد ہے: ﴿ فَلَا تَحۡسَبَنَّهُمۡ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الۡعَذَابِ ۚ ﴾ ”تو آپ ان کی نسبت خیال نہ کرنا کہ وہ عذاب سے رستگار ہو جائیں گے۔“ اسے مخاطب مفرد کے صیغے کی وجہ سے ”تا“ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ اوران کو خبردار کرنے کی خاطر صیغہ غائب، یعنی ”یا“ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔① یعنی وہ یہ خیال نہ کریں کہ وہ عذاب سے نجات پا جائیں گے بلکہ عذاب میں تو ہر صورت مبتلا ہوکر رہیں گے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴾ ”اورانھیں درددینے والا عذاب ہوگا۔“

پھراس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴾ ”اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ وہ ہر چیز کا مالک ہے، ہر چیز پر قادر ہے اور اسے کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی، لہٰذا اس سے ڈرو اور اس کی مخالفت نہ کرو، اس کے غضب اور سزا سے ڈرو کہ وہ ذات گرامی اس قدر عظیم ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی عظیم نہیں اور وہ اس قدر قادر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی قدرت والا نہیں ہے۔

تفسیر آیات:190-194

عقل والوں کے لیے دلائلِ توحید اوران کی صفات، اقوال اور دعائیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ فِىۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ﴾ ”بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں۔“ یعنی آسمانوں کی بلندی اور وسعت میں اور زمین کی پستی و کثافت میں اوران دونوں میں جوعظیم الشان نشانیاں نظر آرہی ہیں، مثلاً: کواکب، سیارات، ثوابت (وہ ستارے جو سیاروں کے علاوہ ہیں)، سمندر، پہاڑ، ریگستان، درخت، نباتات، فصلیں، پھل، حیوانات، معدنیات اور مختلف رنگوں، خوشبوؤں، ذائقوں اور خواص میں ﴿ وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ ﴾ ”اور رات اور دن کے آنے جانے میں۔“ یعنی ان دونوں کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے اور جانے میں اور ایک دوسرے کے طول وقصر کے کاٹنے میں کہ کبھی رات لمبی ہوجاتی ہے اور دن چھوٹا اور کبھی دن چھوٹا ہوجاتا ہے اور رات لمبی، پھر دونوں برابر ہوجاتے ہیں اور پہلے جو چھوٹا تھا وہ بڑا ہونے لگتا ہے اور جو بڑا تھا وہ چھوٹا ہونے لگتا ہے اور یہ سب کچھ اللہ غالب وحکمت والے کے مقرر کردہ اندازے کے مطابق ہوتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الۡاَلۡبَابِ ﴾ ”عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔“ جن کی عقلیں تام اور پختہ ہیں جن کے ساتھ وہ اشیاء کا ان کے حقائق کے ساتھ ادراک کرلیتے ہیں اور وہ ان گونگوں اور بہروں کی طرح نہیں ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے اور جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ يَمُرُّوۡنَ عَلَيۡهَا وَهُمۡ عَنۡهَا مُعۡرِضُوۡنَ ○ وَمَا يُؤۡمِنُ اَكۡثَرُهُمۡ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمۡ مُّشۡرِكُوۡنَ ○ ﴾ (یوسف 12:105،106) ”اور آسمان وزمین میں بہت سی نشانیاں ہیں جن پر یہ گزرتے ہیں اور ان سے اعراض کرتے ہیں اور یہ اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے مگر (اس کے ساتھ) شرک کرتے ہیں۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے عقل والوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ الَّذِيۡنَ يَذۡكُرُوۡنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰى جُنُوۡبِهِمۡ ﴾ ”جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں۔“ جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عمران بن حُصَین

① تفسیر القرطبی: 307/4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [صَلِّ قَائِمًا ، فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا ، فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰی جَنْبٍ] ''کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو لیٹ کر پڑھ لو۔''[1] یعنی وہ اللہ کے ذکر کو موقوف نہیں کرتے بلکہ تمام حالات میں اپنے دلوں، ضمیروں اور زبانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔

﴿ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔'' یعنی آسمانوں اور زمین کی ان حکمتوں کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں جو ان کے خالق کی عظمت و قدرت، علم و حکمت اور اختیار و رحمت پر دلالت کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت بیان فرمائی ہے جو اس کی ان مخلوقات سے نصیحت حاصل نہیں کرتے جو اس کی ذات وصفات، شرع وقدر اور آیات پر دلالت کرتی ہیں، چنانچہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَ كَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَ هُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ○ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ○ ﴾ (یوسف 106,105:12) ''اور آسمان وزمین میں بہت سی نشانیاں ہیں جن پر یہ گزرتے ہیں اور ان سے اعراض کرتے ہیں اور یہ اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے مگر (اس کے ساتھ) شرک کرتے ہیں۔''

اور اپنے مومن بندوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر غور کرتے ہیں۔'' اور کہتے ہیں: ﴿ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! تو نے اس (مخلوق) کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا۔'' یعنی اس مخلوق کو تو نے عبث پیدا نہیں فرمایا بلکہ اسے تو نے حق کے ساتھ پیدا فرمایا ہے تاکہ تو برے عمل کرنے والوں کو ان کے مطابق بدلہ دے اور اچھے عمل کرنے والوں کو نیک جزا سے سرفراز فرمائے۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کو یہ سب کچھ عبث اور بے فائدہ پیدا کرنے سے پاک قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں۔ ﴿ سُبْحٰنَكَ ﴾ ''تو پاک ہے۔'' یعنی اس بات سے کہ کسی بھی چیز کو بے فائدہ پیدا کرے۔ ﴿ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝١٩١ ﴾ ''پس تو (قیامت کے دن) ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔'' یعنی اے وہ جس نے اپنی مخلوق کو حق اور عدل کے ساتھ پیدا فرمایا، اے وہ جو ہر قسم کے نقص، عیب اور عبث سے پاک ہے تو اپنی طاقت وقوت کے ساتھ ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا اور ہمیں ایسے اعمال بجالانے کی توفیق عطا فرما جن سے تو راضی ہو جائے۔ اور ہمیں ایسے عمل صالح کی توفیق عطا فرما جس سے تو ہمیں اپنی نعمتوں بھری جنت میں لے جائے اور اپنے دردناک عذاب سے بچالے۔

پھر وہ یہ بھی کہتے ہیں: ﴿ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ﴾ یعنی اسے ذلیل ورسوا کیا اور اس کی ذلت و رسوائی کو تمام اہل حشر کے سامنے ظاہر کر دیا۔ ﴿ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝١٩٢ ﴾ ''اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔'' یعنی قیامت کے دن انھیں تجھ سے کوئی نہیں بچا سکے گا اور ان کے بارے میں جو ارادہ فرمائے گا، اسے کوئی ٹال نہیں سکے گا۔ ﴿ رَبَّنَاۤ

[1] صحيح البخاري، التقصير، باب: إذا لم يطق قاعدًا صلى على جنب، حديث: 1117 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيۡ لِلۡاِيۡمَانِ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّكُمۡ فَاٰمَنَّا ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! ہم نے ایک ندا کرنے والے کو سنا کہ ایمان کے لیے پکار رہا تھا۔'' یعنی ہم نے ایک داعی کی آواز کو سنا جو ایمان کی طرف دعوت دے رہے تھے، اس سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اور وہ فرما رہے تھے ﴿ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّكُمۡ فَاٰمَنَّا ﴾ ''کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے۔'' اور ہم نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا اور آپ کی اتباع و فرمانبرداری اختیار کر لی۔

﴿ رَبَّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہ معاف فرما۔'' یعنی ہمارے ایمان لانے اور تیرے نبی کی اتباع کی وجہ سے ﴿ فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا ﴾ ''ہمارے گناہ معاف فرما۔'' یعنی ان کی پردہ پوشی فرما ﴿ وَكَفِّرۡ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا ﴾ ''اور ہماری برائیوں کو ہم سے محو کر'' جو ہمارے اور تیرے درمیان ہیں اور تیرے سوا انھیں کوئی نہیں جانتا تھا۔ ﴿ وَتَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ ﴿١٩٣﴾ ﴾ ''اور ہم کو نیک بندوں کے ساتھ فوت کر'' اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے۔

﴿ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدۡتَّنَا عَلٰي رُسُلِكَ ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! تو نے جن جن چیزوں کے ہم سے اپنے پیغمبروں کے ذریعے سے وعدے کیے ہیں، وہ ہمیں عطا فرما۔'' اس کے ایک معنی تو یہ بیان کیے گئے ہیں کہ وہ وعدے جو اپنے رسولوں پر ایمان لانے کی وجہ سے تو نے ہم سے کیے ہیں اور دوسرے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ وہ وعدے جو تو نے اپنے رسولوں کی زبانی ہم سے فرمائے ہیں اور یہ معنی زیادہ ظاہر اور نمایاں ہیں۔ ﴿ وَلَا تُخۡزِنَا يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ ﴾ ''اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا'' ساری مخلوقات کے سامنے ﴿ اِنَّكَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِيۡعَادَ ﴿١٩٤﴾ ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ تو خلافِ وعدہ نہیں کرتا۔'' وہ وعدہ ضرور پورا ہو کر رہے گا جس کے بارے میں تیرے رسولوں نے بتایا ہے اور وہ قیامت کے دن تیرے سامنے پیش ہونا ہے۔

حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو نماز تہجد کے لیے بیدار ہوتے تو سورۂ آل عمران کی ان آخری دس آیات کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک رات بسر کی تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اہل خانہ کے ساتھ کچھ دیر باتیں فرمائیں، پھر آپ استراحت فرمانے لگے۔ جب رات کا آخری ثلث ہوا تو آپ اٹھ بیٹھے، آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ اِنَّ فِيۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الۡاَلۡبَابِ ﴿١٩٠﴾ ﴾ پھر آپ کھڑے ہوئے، وضو فرمایا، مسواک فرمائی اور گیارہ رکعات پڑھیں، پھر حضرت بلال نے اذان دی تو آپ نے دو رکعتیں پڑھیں، پھر کاشانۂ نبوت سے تشریف لے آئے اور لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔[1]

ابن مردویہ نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ میں، ابن عمر اور عبید بن عمیر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے،

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ اِنَّ فِيۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الۡاَلۡبَابِ ﴿١٩٠﴾ ﴾ (آل عمران 3:190)، حدیث: 4569 اور صحیح بخاری ہی کی حدیث: 4570 میں ہے کہ آپ نے سورۂ آل عمران کی آخری دس (10) آیات کی تلاوت فرمائی ...... وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ ودعائه بالليل، حديث: 763-(191).

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاسۡتَجَابَ لَهُمۡ رَبُّهُمۡ اَنِّىۡ لَاۤ اُضِيۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡكُمۡ مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى ۚ

پھر ان کے رب نے ان کی دعا قبول کی کہ تم میں سے میں کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا، خواہ کوئی مرد ہو یا عورت، تم آپس میں ایک

بَعۡضُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ ۚ فَالَّذِيۡنَ هَاجَرُوۡا وَاُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ وَاُوۡذُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِىۡ

دوسرے کے ہم جنس ہو، پھر جن لوگوں نے ہجرت کی اور انھیں ان کے گھروں سے نکال دیا گیا اور انھیں میری راہ میں تکلیفیں دی گئیں اور انھوں نے

وَقٰتَلُوۡا وَقُتِلُوۡا لَاُكَفِّرَنَّ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ وَلَاُدۡخِلَنَّهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا

جہاد کیا اور وہ قتل ہوئے تو میں ضرور ان کی برائیاں ان سے دور کر دوں گا اور یقیناً انھیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

الۡاَنۡهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنۡدَهٗ حُسۡنُ الثَّوَابِ ﴿195﴾

یہ اللہ کی طرف سے ثواب ہوگا، اور اللہ ہی کے پاس بہترین ثواب ہے ﴿195﴾

ہمارے اور آپ کے مابین پردہ تھا، آپ نے فرمایا: عبید تم ہم سے ملنے کے لیے کیوں نہیں آتے؟ انھوں نے کہا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

زُرۡ غِبًّا تَزۡدَدۡ حُبًّا

''وقفے کے بعد ملاقات کرو، اس سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آپ یہ فرمائیں کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ تعجب انگیز بات کون سی دیکھی ہے؟ تو آپ رونے لگ گئیں اور فرمانے لگیں کہ آپ کی تو ہر بات ہی تعجب انگیز تھی۔ آپ رات کو میرے پاس تشریف لائے حتی کہ آپ کا جسد اطہر میرے جسم سے چھونے لگا، پھر آپ نے فرمایا: [ذَرِينِي أَتَعَبَّدُ لِرَبِّي عَزَّ وَجَلَّ] ''مجھے چھوڑ دو تاکہ میں اپنے رب عزوجل کی عبادت کروں۔'' میں نے عرض کی: اللہ کی قسم! میں آپ کے قرب کو پسند کرتی ہوں اور اس بات کو بھی پسند کرتی ہوں کہ آپ اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کریں۔ آپ مشکیزے کی طرف کھڑے ہو گئے، وضو فرمایا اور بہت زیادہ پانی استعمال نہ کیا، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دی اور رونے لگے حتی کہ آنسوؤں سے داڑھی مبارک تر ہو گئی، پھر سجدہ کیا اور سجدے میں اس قدر روئے کہ زمین تر ہو گئی، پھر پہلو کے بل لیٹ گئے اور رونے لگے حتی کہ بلال رضی اللہ عنہ نے آ کر صبح کی اذان شروع کر دی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول! آپ کیوں روتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیے ہیں؟ آپ نے فرمایا: [وَيۡحَكَ يَا بِلَالُ! وَمَا يَمۡنَعُنِي أَنۡ أَبۡكِيَ وَقَدۡ أُنۡزِلَ عَلَيَّ فِي هٰذِهِ اللَّيۡلَةِ: ﴿اِنَّ فِىۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الۡاَلۡبَابِ ﴿190﴾﴾ ثُمَّ قَالَ: وَيۡلٌ لِّمَنۡ قَرَأَهَا وَلَمۡ يَتَفَكَّرۡ فِيهَا] ''بلال تم پر افسوس! میں کیوں نہ روؤں جبکہ آج رات مجھ پر یہ آیت نازل کی گئی ہے، پھر آپ نے فرمایا: افسوس ہے اس پر جو یہ آیت پڑھے، پھر اس میں غور نہ کرے۔''[1]

[1] الفاظ اور مفہوم میں اختلاف کے ساتھ یہ قصہ، دیکھیے صحیح ابن حبان، الرقائق، ذكر البيان بأن المرء عليه إذا......:386/2، حدیث: 620 اور ملاحظہ کیجیے السلسلة الصحيحة: 68.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر آیت:195

اہلِ دانش کی دعا کو قبول فرمانا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ ﴾ ''تو ان کے رب نے ان کی دعا قبول کرلی۔''

سعید بن منصور نے آلِ ام سلمہ میں سے ایک شخص سلمہ بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ ام سلمہ نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے ضمن میں عورتوں کا کوئی ذکر نہیں فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی .... ﴾ الآیۃ ''تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کر لی (اور فرمایا) کہ میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو مرد ہو یا عورت ضائع نہیں کرتا......'' انصار کہتے ہیں کہ یہ پہلی عورت تھی جو ہمارے پاس آئی۔[1] امام حاکم نے اسے اپنی مستدرک میں روایت کیا اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری کی شرط کے مطابق ہے لیکن امام بخاری ومسلم نے اسے بیان نہیں کیا۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی ﴾ یہ قبولیت دعا کی تفسیر ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے ہاں کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں ہوتا بلکہ ہر شخص کو، خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ ملتا ہے۔ ﴿ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ﴾ ''تم ایک دوسرے کی جنس ہو۔'' یعنی مجھ سے ثواب حاصل کرنے میں تم سب برابر ہو ﴿ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا ﴾ ''تو جو لوگ میرے لیے وطن چھوڑ گئے۔'' یعنی انھوں نے دارشرک کو ترک کر دیا اور دار ایمان میں آ گئے اور دوستوں، بھائیوں، ساتھیوں اور پڑوسیوں کو چھوڑ آئے ﴿ وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ ﴾ ''اور اپنے گھروں سے نکالے گئے۔'' یعنی مشرکوں نے انھیں ایذائیں اور تکلیفیں پہنچا کر اس قدر تنگ کیا کہ وہ ان کے ہاں سے نکل جانے پر مجبور ہو گئے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ ﴾ ''اور میری راہ میں ستائے گئے۔''

اور لوگوں کے نزدیک ان کا گناہ صرف یہ تھا کہ وہ اللہ وحدہٗ لاشریک کی ذات گرامی پر ایمان رکھتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِیَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ﴾ (الممتحنۃ 60:1) ''(اس وجہ سے کہ) تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لاتے ہو پیغمبر کو اور تم کو جلا وطن کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ﴾ (البروج 85:8) ''اور ان کو مومنوں کی یہی بات بری لگتی ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لائے ہوئے تھے جو غالب اور قابل ستائش ہے۔'' اور فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا ﴾ ''اور لڑے اور قتل کیے گئے ہیں۔'' وہ شخص بہت اعلیٰ مقام پر فائز ہے جو اللہ تعالیٰ کے رستے میں جہاد کرے اور اس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی جائیں، پھر اسے بھی خاک وخون میں تڑپا دیا جائے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ فرمائیں کہ اگر میں صبر کرتے ہوئے، حصول ثواب

---

[1] سنن سعید بن منصور، تفسیر سورۃ آل عمران 3:1136، حدیث:552 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ النسآء، حدیث:3023. [2] المستدرك للحاكم، التفسير، سورۃ آل عمران 2:300، حدیث:3174.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ﴿196﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ قف ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ط

جن لوگوں نے کفر کیا، ان کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو دھوکے میں نہ ڈال دے﴿196﴾ یہ تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے،

وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿197﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اور وہ برا ٹھکانا ہے﴿197﴾ لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے، ان کے لیے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں،

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿198﴾ الثلثۃ

وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ اللہ کی طرف سے مہمانی ہے، اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لیے بہتر ہے﴿198﴾

کی نیت سے، پیش قدمی کرتے ہوئے اور پشت نہ پھیرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو جاؤں تو کیا اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرما دے گا؟ آپ نے فرمایا: [نَعَمْ، فَلَمَّا أَدْبَرَ الرَّجُلُ نَادَاهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَوْ أَمَرَ بِهِ فَنُودِيَ لَهُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: كَيْفَ قُلْتَ ؟ فَأَعَادَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : نَعَمْ ، إِلَّا الدَّيْنَ ، كَذٰلِكَ قَالَ لِي جِبْرِيلُ] ''ہاں، پھر جب وہ واپس ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے اسے بلایا یا پھر آپ کے حکم سے اسے بلایا گیا تو آپ نے فرمایا: تم نے کیا بات کہی ہے؟ اس نے اپنی بات کو دوہرایا تو آپ نے فرمایا: ہاں، اللہ تعالیٰ قرض کے سوا تمھارے باقی سب گناہوں کو معاف فرما دے گا، یہ جبریل نے مجھ سے (ابھی ابھی) کہا ہے۔''[1]

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ج﴾ ''میں ان کے گناہ دور کر دوں گا اور ان کو بہشتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔'' یعنی ان میں دودھ، شہد، شراب اور صاف وشفاف پانی کے انواع واقسام کے مشروبات کی نہریں بہ رہی ہیں اور دیگر ایسی ایسی نعمتیں ہیں جنھیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں اور کسی انسان کے دل میں جن کا کوئی تصور نہیں آ سکتا۔[2] ﴿ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط﴾ ''(یہ) اللہ کے ہاں سے بدلہ ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت اور نسبت اپنی طرف اس لیے کی ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ ثواب بہت بڑا ہوگا کیونکہ اللہ عظیم وکریم ہے، وہ بے پایاں اجر وثواب عطا فرمائے گا۔ ﴿وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿195﴾﴾ ''اور اللہ کے ہاں اچھا بدلہ ہے۔'' یعنی جو شخص نیک عمل کرے، اس کے لیے اللہ کے ہاں بہت اچھا بدلہ ہے۔

تفسیر آیات:196-198

دنیا داروں سے فریب خوردہ ہونے سے بچنا اور نیک لوگوں کے اجر کا بیان: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دنیا کی نعمتوں اور خوشیوں اور مسرتوں سے سرشار ان کافروں کی طرف نہ دیکھو کیونکہ ان کی یہ سب نعمتیں اور دولتیں عنقریب زوال پذیر ہو

① الموطأ للإمام مالك، الجهاد، باب الشهداء في سبيل الله، حديث:1025 وصحيح ابن حبان، السير، باب فضل الشهادة، ذكر البيان بأن الجنة إنما تجب للشهيد......: 511/10، حديث:4654 وصحيح مسلم، الإمارة ، باب من قتل في سبيل الله كفرت خطاياه إلا الدَّين، حديث:1885 عن أبي قتادة ﷺ. ② صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ماجاء في صفة الجنة......، حديث:3244 عن أبي هريرة ﷺ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائیں گی اور یہ اپنے برے اعمال کے باعث گروی ہوں گے۔ ہم نے انھیں استدراج کے طور پر مہلت دے رکھی ہے۔ باقی رہا ان کا دنیوی ساز وسامان تو وہ ﴿ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿197﴾ ﴾ ''(دنیا کا) تھوڑا سا فائدہ ہے پھر (آخرت میں) تو ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔''

یہ آیت اسی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ○ ﴾ (المؤمن 4:40) ''اللہ کی آیتوں میں وہی لوگ جھگڑتے ہیں جو کافر ہیں تو ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ○ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ○ ﴾ (یونس 70,69:10) ''بلا شبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہیں پائیں گے (ان کے لیے) جو فائدے ہیں، دنیا میں (ہیں) پھر ان کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اس وقت ہم ان کو عذابِ شدید (کے مزے) چکھائیں گے کیونکہ وہ کفر (کی باتیں) کیا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ○ ﴾ (لقمٰن 24:31) ''ہم ان کو تھوڑا سا فائدہ پہنچائیں گے پھر عذاب شدید کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ○ ﴾ (الطارق 17:86) ''تو آپ کافروں کو مہلت دیں بس چند روز ہی مہلت دیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ○ ﴾ (القصص 61:28) ''بھلا جس شخص سے ہم نے نیک وعدہ کیا اور اس نے اسے حاصل کر لیا تو کیا وہ اس شخص کا سا ہے جس کو ہم نے دنیا کی زندگی کے فائدے سے بہرہ مند کیا؟ پھر وہ قیامت کے دن ان لوگوں میں ہوگا جو (عذاب میں) حاضر کیے جائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کفار کے حال اور آخرت میں ان کے جہنم رسید ہونے والے انجام کو ذکر کیا تو پھر اس کے بعد فرمایا: ﴿ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ ﴾ ''لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہے، ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے (یہ) اللہ کے ہاں سے (ان کی) مہمانی ہے۔'' ﴿ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿198﴾ ﴾ ''اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے، وہ نیکوکاروں کے لیے بہت اچھا ہے۔''

امام ابن جریر نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ہر مومن کے لیے موت بہتر ہے اور ہر کافر کے لیے بھی موت بہتر ہے جو شخص (اس بات میں) میری تصدیق نہ کرے (تو وہ سن لے) کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿198﴾ ﴾ ''اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے، وہ نیکوکاروں کے لیے بہت اچھا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ ﴾ (آل عمران 178:3) ''اور کافر لوگ یہ نہ خیال کریں کہ ہم ان کو مہلت دے رہے ہیں تو یہ ان کے حق میں اچھا ہے (نہیں! بلکہ) ہم ان کو اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِنَّ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَمَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِمۡ

اور بے شک اہل کتاب میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور جو کچھ تمھاری طرف نازل کیا گیا اور جو کچھ ان کی طرف نازل کیا گیا، اس پر

خٰشِعِيۡنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشۡتَرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ

ایمان لاتے ہیں، وہ اللہ کے سامنے جھکنے والے ہیں، وہ اللہ کی آیتیں تھوڑی قیمت کے بدلے نہیں بیچتے، وہی ہیں جن کا اجر ان کے رب کے

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ﴿199﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اصۡبِرُوۡا وَصَابِرُوۡا وَرَابِطُوۡا ۟ وَاتَّقُوا

پاس ہے، بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے (199) اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر سے کام لو، ثابت قدم رہو اور حق کی خدمت میں سرگرم رہو،

20 ع 11 11 اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿200﴾ ع

اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ (200)

لیے مہلت دیتے ہیں کہ وہ اور گناہ کرلیں اور ان کو ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔'' (1) (کافر مر جانے کے بعد مزید گناہ نہیں کرسکتا اس لحاظ سے موت اس کے حق میں بھی بہتر ہے۔)

تفسیر آیات:200,199

بعض اہل کتاب کا حال اور ان کا اجر و ثواب: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اہل کتاب میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور جو اس نے حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے، اس پر بھی صحیح صحیح ایمان رکھتے ہیں، اور سابقہ آسمانی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے خشوع و خضوع، اطاعت و بندگی اور عاجزی و انکسار کا اظہار کرتے ہیں اور ﴿لَا يَشۡتَرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ﴾ ''وہ اللہ کی آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہیں لیتے۔'' یعنی ان کے پاس حضرت محمد ﷺ کے بارے میں جو بشارتیں اور آپ کے اوصافِ حمیدہ، آپ کی بعثت اور آپ کی امت کی صفات کا ذکر ہے، اسے چھپاتے نہیں۔

یہ اہل کتاب کے بہترین اور منتخب لوگ ہیں، خواہ یہ یہودی ہوں یا عیسائی، اللہ تعالیٰ نے سورۂ قصص میں ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿اَلَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِهٖ هُمۡ بِهٖ يُؤۡمِنُوۡنَ ○ وَاِذَا يُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنۡ قَبۡلِهٖ مُسۡلِمِيۡنَ ○ اُولٰٓئِكَ يُؤۡتَوۡنَ اَجۡرَهُمۡ مَّرَّتَيۡنِ بِمَا صَبَرُوۡا﴾ (القصص 28:52-54) ''جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی، وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور جب (قرآن) ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے۔ بے شک وہ ہمارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے (اور) ہم تو اس سے پہلے کے فرماں بردار ہیں، ان لوگوں کو دوگنا بدلہ دیا جائے گا کیونکہ وہ صبر کرتے رہے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿اَلَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ يَتۡلُوۡنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ ؕ﴾ (البقرة 2:121) ''جن لوگوں کو ہم نے کتاب عنایت کی ہے، وہ اس کو

(1) تفسیر الطبری :288/4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ایسا) پڑھتے ہیں جیسا کہ اس کے پڑھنے کا حق ہے یہی لوگ اس پر ایمان رکھنے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝ ﴾ (الأعراف 7:159) ''اور قوم موسیٰ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو حق کا رستہ بتاتے اور اس کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝ ﴾ (آل عمران 3:113) ''یہ بھی سب ایک جیسے نہیں ہیں۔ ان اہل کتاب میں کچھ لوگ (اللہ کے حکم پر) قائم بھی ہیں جو رات کے وقت اللہ کی آیتیں پڑھتے اور (اس کے آگے) سجدے کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝ ﴾ (بنی إسرآءیل 17:107-109) ''کہہ دیجیے: تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ (یہ فی نفسہ حق ہے) جن لوگوں کو اس سے پہلے علم (کتاب) دیا گیا ہے جب وہ ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار پاک ہے بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ پورا ہو کر رہا اور وہ ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے گرتے ہیں اور یہ (قرآن) ان کے خشوع کو اور زیادہ کرتا ہے۔''

یہ صفات یہودیوں کے بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ علمائے یہود میں سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جیسے ان صفات کے حامل چند لوگ ہی تھے اور ان کی تعداد دس سے زیادہ نہ تھی۔ ہاں، البتہ عیسائیوں میں سے بہت سے لوگ تھے جنھوں نے حق کو قبول کر کے راہ ہدایت کو اختیار کر لیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَھُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ﴾ تا ﴿ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ﴾ (المائدة 5:82-85) ''(اے پیغمبر!) آپ دیکھیں گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں اور دوستی کے لحاظ سے مومنوں سے قریب تر ان لوگوں کو پائیں گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں...... تو اللہ نے ان کو اس کہنے کے عوض (بہشت کے) باغ عطا فرمائے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔''

اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿ اُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں (تیار) ہے۔'' حدیث سے ثابت ہے کہ جب حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے بادشاہِ حبشہ نجاشی کے پاس سورۂ مریم کی تلاوت فرمائی تو اس وقت ان کے پاس عیسائی علماء اور پادری بھی موجود تھے تو سورۂ مریم سن کر نجاشی اور علماء و مشائخ اس قدر روئے کہ اس کی داڑھی اور پادریوں کے مصاحف آنسوؤں سے تر ہو گئے۔[1] اور صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ نجاشی کا جب انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو ان کی وفات کی خبر دی اور فرمایا: [إِنَّ أَخًا لَّكُمْ قَدْ مَاتَ فَقُومُوا، فَصَلُّوا

[1] السيرة النبوية لابن هشام، إحضار النجاشي للمهاجرين، وسؤاله لهم عن دينهم: 1/336.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلَيۡهِ]'' (حبشہ میں) تمھارے ایک بھائی (اَصۡحَمہ) کا انتقال ہوگیا ہے، لہٰذا اٹھو اور اس کی نماز جنازہ پڑھو۔''[1] چنانچہ آپ جنازہ گاہ کی طرف تشریف لے گئے، صفیں درست فرمائیں اور آپ نے نجاشی کی (غائبانہ) نماز جنازہ پڑھائی۔[2]

ابن ابونَجیح نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ﴿ وَ اِنَّ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ ﴾ سے مراد اہل کتاب کے مسلمان ہیں۔[3] عباد بن منصور کہتے ہیں کہ میں نے امام حسن بصری سے آیت: ﴿ وَ اِنَّ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَمَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاللّٰهِ ﴾ ''اور بے شک اہل کتاب میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔'' کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ اس سے مراد حضرت محمد ﷺ سے پہلے کے وہ اہل کتاب ہیں جنھوں نے آپ کی اتباع کی۔[4] اور (یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے) اسلام کو پہچان لیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں دوگنا اجروثواب عطا فرمایا ایک ثواب حضرت محمد ﷺ سے پہلے (کی شریعت پر) ایمان لانے کی وجہ سے۔ اور دوسرا حضرت محمد ﷺ کی اتباع کرنے کی وجہ سے۔ ان دونوں روایتوں کو امام ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ] ...... فَذَكَرَ مِنْهُمْ ......: [وَأَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَآمَنَ بِي] ''تین قسم کے آدمیوں کو دوگنا اجروثواب عطا کیا جاتا ہے (آپ نے فرمایا کہ ان میں سے ایک وہ شخص بھی ہے) جو اہل کتاب میں سے ہو اور اپنے نبی کے ساتھ ایمان لائے، پھر میرے ساتھ بھی ایمان لائے۔''[5]

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ لَا يَشۡتَرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ ﴾ ''وہ اللہ کی آیتوں کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت نہیں لیتے۔'' کے معنی یہ ہیں کہ ان کے پاس جو علم ہے، اسے وہ چھپاتے نہیں جیسا کہ ان میں سے ایک مردود گروہ نے کیا تھا بلکہ علم کو وہ بغیر کسی طمع کے پھیلاتے رہتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ۝۱۹۹ ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں (تیار) ہے بلاشبہ اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔'' مجاہد فرماتے ہیں: ﴿ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ۝۱۹۹ ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ جلد شمار کرنے والا ہے۔ اس قول کو امام ابن ابوحاتم اور دیگر ائمہ تفسیر نے روایت کیا ہے۔[6]

صبر و استقامت کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اصۡبِرُوۡا وَصَابِرُوۡا وَرَابِطُوۡا ۫ ﴾ ''اے اہل

---

[1] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب موت النجاشي، حديث:3877 عن جابر بن عبدالله الأنصاري رضي الله عنه. وصحيح مسلم، الجنائز، باب في التكبير على الجنازة، حديث:953 واللفظ له عن عمران بن حصين رضي الله عنه. [2] صحيح البخاري، الجنائز، باب الرجل ينعى إلى أهل الميت بنفسه، حديث:1245 عن أبي هريرة رضي الله عنه. [3] تفسير الطبري: 290/4 وتفسير ابن أبي حاتم: 846/3. [4] تفسير ابن أبي حاتم: 846/3. [5] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب فضل من أسلم من أهل الكتابين، حديث: 3011 وكتاب النكاح، باب اتخاذ السراري......، حديث: 5083 وصحيح مسلم، الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد ﷺ، حديث: 154. [6] تفسير ابن أبي حاتم: 847/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایمان! (کفار کے مقابلے میں) صبر سے کام لو، ثابت قدم رہو اور (مورچوں پر) جمے رہو۔'' امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے اس دین پر ثابت قدم رہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور وہ دین اسلام ہے، اسے خوشی غمی اور تنگ دستی وخوش حالی میں بھی نہ چھوڑیں حتی کہ حالت اسلام ہی میں فوت ہوں۔[1] اور ان دشمنوں کے مقابلے میں استقامت کا مظاہرہ کریں جو اپنے دین کو چھپاتے ہیں۔[2] علمائے سلف میں سے کئی ایک نے اسی طرح فرمایا ہے۔

مُرَابَطَه کے معنی عبادت کی جگہ پر ہمیشہ ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا ہے۔ اس کے معنی ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار کے بھی بیان کیے گئے ہیں۔ اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سہل بن حُنَیف اور محمد بن کعب قرظی وغیرہ کا قول ہے۔[3] امام ابن ابوحاتم نے یہاں اس حدیث کو بھی ذکر کیا ہے جسے امام مسلم اور نسائی نے بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَا يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا ، وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ ؟ إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ ، فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ، فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ ، فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ] ''کیا میں تمھیں وہ عمل نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ تمھاری خطاؤں کو معاف فرمادے اور تمھارے درجات بلند کردے؟ فرمایا: وہ ہے ناپسندیدہ اوقات میں اچھی طرح وضو کرنا، مسجدوں کی طرف زیادہ آنا جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اور فرمایا: یہی رباط ہے، یہی رباط ہے، یہی رباط ہے۔''[4]

ایک قول یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہاں مُرَابَطَه سے مراد دشمن کے مقابلے میں مورچوں میں جمے رہنا اور اسلام کی سرحدوں کی حفاظت کرنا ہے[5] تاکہ دشمن انھیں عبور کر کے مسلمانوں کے علاقوں میں داخل نہ ہو۔ بہت سی احادیث میں اس کی ترغیب اور اس پر بہت زیادہ ثواب ملنے کا بھی ذکر ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہما کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَ مَا عَلَيْهَا] ''اللہ کے رستے میں ایک دن پہرہ دینا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔''[6]

امام مسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رِبَاطُ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَّ قِيَامِهِ ، وَ إِنْ مَّاتَ، جَرٰى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِي كَانَ يَعْمَلُهُ ، وَأُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ ، وَأَمِنَ الْفَتَّانَ] ''ایک دن رات پہرہ دینا ایک مہینے کے صیام و قیام سے بہتر ہے اور اگر اس حالت میں فوت ہو گیا تو اس کا وہ عمل جاری رہے گا جو وہ عمل کیا کرتا تھا اور اس کے مطابق اس کا رزق بھی جاری رہے گا اور وہ آزمائش میں ڈالنے والے (فرشتوں)

---

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 847/3. [2] تفسیر الطبری: 292/4. [3] تفسیر ابن أبی حاتم: 850/3. [4] تفسیر ابن أبی حاتم: 849/3 و صحیح مسلم، الطهارة، باب فضل إسباغ الوضوء......، حدیث: 251 و سنن النسائی، الطهارة، باب الفضل فی ذٰلك، حدیث: 143 واللفظ له. [5] تفسیر الطبری: 292/4 و تفسیر ابن أبی حاتم: 850/3. [6] صحیح البخاری، الجهاد والسیر، باب فضل رباط یوم فی سبیل الله وقول الله عزوجل: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا .... ﴾ (آل عمران 3:200)، حدیث: 2892.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بھی محفوظ رہے گا۔''①

امام احمد نے حضرت فَضالہ بن عُبید کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا: [كُلُّ مَيِّتٍ يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهٖ إِلَّا الَّذِى مَاتَ مُرَابِطًا فِى سَبِيلِ اللّٰهِ ، فَإِنَّهٗ يَنْمُو عَمَلُهٗ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، وَ يَأْمَنُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ] ''ہر میت کے عمل کو ختم کر دیا جاتا ہے سوائے اس کے جو اللہ کے رستے میں پہرہ دیتے ہوئے فوت ہوا تو اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنے سے بھی محفوظ رہتا ہے۔''② امام ابوداود اور ترمذی نے بھی اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔③ نیز امام ابن حبان نے بھی اسے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔④

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا: [عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ : عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ، وَ عَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِى سَبِيلِ اللّٰهِ] ''دو آنکھیں ایسی ہیں جن کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی: (1) وہ آنکھ جو اللہ کے ڈر کی وجہ سے رو پڑی اور (2) وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں رات کو پہرہ دیتے ہوئے بیدار رہی۔''⑤

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِيصَةِ ، إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ ، وَ إِنْ لَّمْ يُعْطَ سَخِطَ ، تَعِسَ وَانْتَكَسَ، وَ إِذَا شِيكَ فَلَا انْتَقَشَ، طُوبٰى لِعَبْدٍ آخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِى سَبِيلِ اللّٰهِ ، أَشْعَثَ رَأْسُهٗ ، مُغْبَرَّةٍ قَدَمَاهُ ، إِنْ كَانَ فِى الْحِرَاسَةِ كَانَ فِى الْحِرَاسَةِ ، وَ إِنْ كَانَ فِى السَّاقَةِ كَانَ فِى السَّاقَةِ ، إِنِ اسْتَأْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ ، وَ إِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ]

''دینار و درہم کا بندہ، چادر کا بندہ تباہ و برباد ہو گیا کہ اگر اسے دیا جائے تو وہ خوش ہو جائے اور اگر نہ دیا جائے تو ناراض ہو جائے، ایسا شخص تباہ و برباد ہو جائے، پھر تباہ و برباد ہو جائے، اگر اسے کانٹا چبھے تو وہ نہ نکالا جائے۔ اور اس شخص کے لیے خوش خبری ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام کو اللہ کے رستے میں پکڑے ہوئے ہو، اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے اور پاؤں غبار آلود

① صحيح مسلم، الإمارة، باب فضل الرباط فى سبيل الله عزوجل، حديث:1913. ② مسند أحمد:20/6 اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جن اعمال کے اجر و ثواب کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، ان میں سے صرف اللہ کی راہ میں پہرہ دینا ایسا عمل ہے جس کا اجر و ثواب برابر تا قیامت لکھا جاتا رہے گا اور یہ صرف اسی کا خاصہ ہے، غرضیکہ یہ صدقہ جاریہ تو نہیں لیکن صدقہ جاریہ ہی کے ضمن میں شمار ہوتا ہے کیونکہ سرحد پر پہرہ دینے کے اثرات و ثمرات تا دیر باقی رہتے ہیں۔ ملخص از الديباج، منة المنعم، عون المعبود، حاشية السندى.

③ سنن أبى داود، الجهاد، باب فى فضل الرباط، حديث:2500 و جامع الترمذى، فضائل الجهاد، باب ماجاء فى فضل من مات مرابطًا، حديث:1621. ④ صحيح ابن حبان، باب فضل الجهاد ذكر انقطاع الأعمال......:484/10، حديث:4624. ⑤ جامع الترمذى، فضائل الجهاد، باب ماجاء فى فضل الحرس فى سبيل الله، حديث:1639.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں، اگر اسے پہرے داروں میں رکھا جائے تو وہ پہرے داروں میں رہے اور اگر اسے لشکر کے پچھلے حصے میں رکھا جائے تو وہ پچھلے لوگوں میں رہ جائے اور اگر وہ اجازت طلب کرے تو اسے اجازت نہ دی جائے اور اگر وہ سفارش کرے تو اس کی سفارش کو قبول نہ کیا جائے۔'' (1)

امام ابن جریر نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا جس میں انھوں نے رومیوں کے خوفناک لشکر جرار کی اطلاع دی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے خط کا جواب دیتے ہوئے لکھا کہ مومن پر جو بھی سختی نازل ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے بعد آسانی پیدا فرما دیتا ہے اور مشکل کبھی دو آسانیوں پر غالب نہیں آتی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ ''اے ایمان والو! صبر سے کام لو، ثابت قدم رہو اور حق کی خدمت میں سرگرم رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔'' (2)

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مبارک کے حالات میں بروایت محمد بن ابراہیم بن ابوسکینہ لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے طَرَسُوس میں مجھے یہ اشعار لکھوائے جبکہ میں انھیں جہاد کے لیے روانہ ہونے کے لیے الوداع کہہ رہا تھا، آپ نے یہ اشعار لکھوائے اور میرے ہاتھ انھیں حضرت فُضَیل بن عیاض کی خدمت میں ارسال کرا دیا۔ یہ 170ھ یا 177ھ کا واقعہ ہے، اشعار یہ ہیں:

يَا عَابِدَ الْحَرَمَيْنِ لَوْ أَبْصَرْتَنَا   لَعَلِمْتَ أَنَّكَ فِي الْعِبَادَةِ تَلْعَبُ

''اے کبھی مکہ اور کبھی مدینہ میں عبادت کرنے والے اگر تو ہمارا حال دیکھے تو تجھے یقین آ جائے کہ تو نے عبادت کو اک کھیل بنا رکھا ہے۔''

مَنْ كَانَ يَخْضِبُ خَدَّهُ بِدُمُوعِهِ   فَنُحُورُنَا بِدِمَائِنَا تَتَخَضَّبُ

''وہ جس نے اپنے رخسار (اللہ کی یاد میں) اپنے آنسوؤں سے تر کر لیے ہیں، میدان جنگ میں آ کر ہمیں دیکھے کہ ہماری گردنیں (اس کی محبت میں) خون سے رنگین ہو رہی ہیں۔''

أَوْ كَانَ يُتْعِبُ خَيْلَهُ فِي بَاطِلٍ   فَخُيُولُنَا يَوْمَ الصَّبِيحَةِ تَتْعَبُ

''یا وہ جو اپنے گھوڑے کو باطل کاموں میں تھکا دیتا ہے، اگر ہمیں آ کر دیکھے تو ہمارے گھوڑے تو میدان جنگ میں تھکتے ہیں۔''

رِيحُ الْعَبِيرِ لَكُمْ وَ نَحْنُ عَبِيرُنَا   رَهْجُ السَّنَابِكِ وَالْغُبَارُ الْأَطْيَبُ

''عطر کی مہک تمھارے لیے ہے، ہمارا عطر تو میدان جنگ میں گھوڑوں کی ٹاپوں سے اٹھا ہوا پاکیزہ گرد و غبار ہے۔''

وَلَقَدْ أَتَانَا مِنْ مَّقَالِ نَبِيِّنَا   قَوْلٌ صَحِيحٌ صَادِقٌ لَّا يُكَذَّبُ

(1) صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب الحراسة في الغزو في سبيل الله، حديث:2887. (2) تفسير الطبري:293/4 والمستدرك للحاكم، التفسير، سورة آل عمران:301,300، حديث:3176.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’ہمارے پاس ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کا یہ صحیح اور سچا فرمان پہنچا ہے جس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔‘‘

لَا يَسْتَوِي وَ غُبَارَ خَيْلِ اللّٰهِ فِي أَنْفِ امْرِئٍ وَّ دُخَانَ نَارٍ تَلْهَبُ

’’اللہ کے رستے میں جہاد کرنے والے گھوڑوں کے ٹاپوں سے اٹھنے والا غبار اور جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کا دھواں کسی شخص کی ناک میں جمع نہیں ہو سکتے۔‘‘

هٰذَا كِتَابُ اللّٰهِ يَنْطِقُ بَيْنَنَا لَيْسَ الشَّهِيدُ بِمَيِّتٍ لَّا يُكَذَّبُ

’’یہ اللہ کی کتاب ہمارے پاس شہادت دے رہی ہے کہ شہید مردہ نہیں ہے اور اس بات کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔‘‘

محمد بن ابراہیم بن ابوسکینہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک کا یہ خط حضرت فُضیل بن عیاض رحمہ اللہ کو مسجد حرام میں پہنچایا جب انھوں نے اس خط کو پڑھا تو ان کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمانے لگے: ابوعبدالرحمٰن (حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ) نے سچ کہا اور مجھے نصیحت کی ہے، پھر انھوں نے کہا: آپ کاتبین حدیث میں سے ہیں؟ میں نے عرض کی: جی ہاں، تو انھوں نے کہا: اچھا یہ حدیث لکھو اور یہ معاوضہ ہے ابوعبدالرحمٰن کے اس خط کا جو آپ ہمارے پاس لے کر آئے ہیں۔

پھر حضرت فضیل بن عیاض نے مجھے یہ حدیث لکھوائی کہ ہم سے منصور بن معتمر نے یہ حدیث بیان کی انھوں نے ابوصالح سے اور انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے ایک ایسا عمل سکھا دیجیے جس سے میں اللہ کے رستے میں جہاد کرنے والے مجاہدین کے اجر و ثواب کو پالوں؟ آپ نے فرمایا: [هَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُصَلِّيَ فَلَا تَفْتُرَ ، وَتَصُومَ فَلَا تُفْطِرَ؟ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! أَنَا أَضْعَفُ مِنْ أَنْ أَسْتَطِيعَ ذٰلِكَ ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْ طُوِّقْتَ ذٰلِكَ مَا بَلَغْتَ فَضْلَ الْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ، أَ مَا عَلِمْتَ أَنَّ فَرَسَ الْمُجَاهِدِينَ لَيَسْتَنُّ فِي طِوَلِهِ ، فَتُكْتَبُ بِذٰلِكَ الْحَسَنَاتُ] ’’تجھے اس بات کی طاقت ہے کہ تو ساری رات نماز پڑھتا رہے اور کبھی نہ اکتائے اور ساری زندگی روزے رکھتا رہے اور کبھی ناغہ نہ کرے؟ اس نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! میں بہت زیادہ کمزور ہوں، مجھے اس کی استطاعت نہیں ہے، پھر نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: اس ذات گرامی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تمھیں اس بات کی طاقت بھی ہو تو پھر بھی تم مجاہدین فی سبیل اللہ کے اجر و ثواب کو نہیں پا سکتے، کیا تمھیں معلوم نہیں کہ مجاہدین کا گھوڑا اپنی چراگاہ میں رسّی بندھے ہوئے بشاشت سے اچھلتا کودتا ہے تو اس کے عوض بھی نیکیاں لکھی جاتی ہیں؟‘‘[1]

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ’’اور اللہ سے ڈرو۔‘‘ یعنی اپنے تمام امور و احوال میں اللہ سے ڈرتے رہو جیسا کہ نبیٔ

① تاریخ دمشق لابن عساکر، عبداللہ بن المبارك بن واضح: 307/34 اور صحیحین میں یہی حدیث بالفاظ دیگر بغیر واقعے کے کچھ مرفوعًا اور کچھ موقوفًا مروی ہے، دیکھیے صحیح البخاري، الجهاد والسير، باب فضل الجهاد والسير، حديث: 2785 و صحيح مسلم، الإمارة، باب فضل الشهادة، حديث: 1878 و مسند أحمد: 344/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکرم ﷺ نے حضرت معاذ سے اس وقت فرمایا تھا جب آپ نے انھیں یمن میں بھیجا تھا: [اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ ، وَ أَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا ، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ] ''اللہ سے ڈرو جہاں کہیں بھی ہو اور گناہ کے بعد نیکی کرتے رہو، نیکی اسے مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ حسنِ خلق کے ساتھ پیش آؤ۔'' [1] ﴿ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۲۰۰ ﴾ ''تاکہ تم مراد حاصل کرو۔'' یعنی تم دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جاؤ۔ امام ابن جریر نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا ہے کہ ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۲۰۰ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم مجھ سے ڈرتے رہو تاکہ کل جب میری ملاقات کے لیے آؤ تو کامیاب ہو جاؤ۔ [2]

سورۂ آل عمران کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہماری موت کتاب و سنت پر آئے۔ آمین!

[1] جامع الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء فی معاشرة الناس، حدیث: 1987 و مسند أحمد: 236/5. [2] تفسیر الطبری: 295/4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحقیق و تخریج کے

مصادر ومراجع

اسم الكتاب	اسم المصنف	دار النشر	مدينة النشر	سنة النشر
الإتقان	للإمام جلال الدين أبي الفضل عبدالرحمٰن السيوطی (849-911ھ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	
الأحاديث المختارة	لأبي عبدالله محمد بن عبدالواحد أحمد بن الحنبلی المقدسی (567-643ھ)	مكتبة النهضة الحديثة	مكة المكرمة	1410ھ
أحكام القرآن	للإمام أبي بكر محمد بن عبدالله المعروف بابن العربی (468-543ھ)	دار الكتب العربی	//	1421ھ 2000م
الأدب المفرد	للإمام أبي عبدالله محمد بن إسماعيل البخاری (194-256ھ)	المكتبة الإسلامية	الأردن	1423ھ 2003م
إرشاد الساری	للإمام شهاب الدين أبي العباس أحمد بن محمد الشافعی القسطلانی (المتوفی 923ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1416ھ 1996م
إرواء الغليل	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانی (المتوفی 1420ھ)	المكتب الإسلامی	بيروت	1405ھ 1985م
أسد الغابة	لعز الدين ابن الأثير أبي الحسن علی بن محمد الجَزَری (المتوفی 630ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	
الإصابة	للإمام الحافظ أحمد بن علی بن حجر العَسقَلانی (773-852ھ)	دار الكتب العلمية	//	1415ھ 1995م
إكمال المُعلم بفوائد صحيح مسلم	للإمام الحافظ أبي الفضل عياض بن موسی بن عياض اليَحصِبی (المتوفی 544ھ)	دار الوفاء	//	1419ھ 1998م
الأم	للإمام أبي عبدالله محمد بن إدريس الشافعی القرشی (المتوفی 204ھ)	دار إحياء التراث العربی	//	1420ھ 2000م

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بائبل، قرآن اور سائنس (اردو)	موریس بوکائے	نگارشات	لاہور پاکستان	1999ء
البحر الزخار المعروف بمسند البزّار	للإمام أبی بکر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق العَتَکی البزّار (المتوفی 292ھ)	مؤسسة علوم القرآن ومکتبة العلوم والحکم	بیروت	1409ھ 1988م
البدایة والنهایة	لأبی الفداء الحافظ ابن کثیر الدِّمشقی (المتوفی 774ھ)	دار الریان للتراث	القاهرة	1408ھ 1988م
البیان فی عدّ آی القرآن	لأبی عمرو عثمان بن سعید الأموی الدانی (371-444ھ)	مرکز المخطوطات	الکویت	1414ھ 1994م
تاج العروس	للإمام محب الدین أبی فیض السید محمد مرتضی الحسینی الزبیدی (المتوفی 1205ھ)	دار الفکر	بیروت لبنان	1414ھ 1994م
تاریخ بغداد	للحافظ أبی بکر أحمد بن علی الخطیب البغدادی (المتوفی 463ھ)	دار الفکر	//	1418ھ 1998م
تاریخ دمشق	للإمام الحافظ أبی القاسم علی بن الحسن الدمشقی الشافعی المعروف بابن عساکر (499-571ھ)	دار إحیاء التراث العربی	//	1421ھ 2001م
تاریخ الطبری	لأبی جعفر محمد بن جریر الطبری (المتوفی 310ھ)	//	//	
التاریخ الکبیر	للإمام أبی عبداللّٰه محمد بن إسماعیل بن إبراهیم الجُعفِی (194-256ھ)	دار الکتب العلمیة	//	1414ھ 1993م
تحفة الأحوذی	للإمام الحافظ أبی العلاء محمد عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم المبارکفوری (المتوفی 1353ھ)	دار الفکر	//	1415ھ 1995م
تحفة الأخیار	لأبی جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوی (239-321ھ)	دار بلنسیة	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
تحفة الأشراف	للحافظ جمال الدین أبی الحجاج یوسف المِزّی (654-742ھ)	دار الغرب الإسلامی	بیروت	1999م

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تذكرة الحفاظ	للإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبی (المتوفی 748ھ)	دار الكتب العلمية	بیروت لبنان	1419ھ 1998م
الترغیب و الترهیب	للإمام الحافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری (المتوفی 656ھ)	دار الحدیث	القاهرة	1407ھ 1987م
تفسیر البغوی	للإمام أبی محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی(المتوفی 516ھ)	دار إحیاء التراث العربی	بیروت لبنان	1420ھ 2000م
تفسیر البیضاوی	للإمام ناصر الدین أبی الخیر عبداللّٰه بن عمر ابن محمد الشیرازی الشافعی البیضاوی (المتوفی 691ھ)	دار إحیاء التراث العربی	//	1418ھ 1998م
تفسیر ابن أبی حاتم	للإمام الحافظ عبدالرحمٰن بن محمد بن إدریس الرازی ابن أبی حاتم (المتوفی 327ھ)	مکتبة نزار مصطفی الباز	مکة المکرمة الریاض	1417ھ 1997م
تفسیر الرازی	للإمام فخر الدین الرازی (المتوفی 606ھ)	دار إحیاء التراث العربی	//	1415ھ 1995م
تفسیر السمعانی	للإمام أبی المظفر منصور بن محمد بن عبدالجبار التمیمی المَرْوَزِی الشافعی (426-489ھ)	دار الوطن	الریاض	1418ھ 1997م
تفسیر الطبری	لأبی جعفر محمد بن جریر الطَّبَری (المتوفی 310ھ)	دار الفکر	بیروت لبنان	1415ھ 1995م
تفسیر عبدالرزاق	للإمام المحدث عبدالرزاق بن همام الصنعانی (المتوفی 211ھ)	دارالکتب العلمیة	//	1419ھ 1999م
تفسیر القرطبی	لأبی عبداللّٰه محمد بن أحمد الأنصاری القُرطبی	دارالکتب العلمیة	//	1413ھ 1993م
تفسیر الماوردی	لأبی الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصری (364-450ھ)	دار الکتب العلمیة	//	1412ھ 1992م
التلخیص الحبیر	للإمام الحافظ أبی الفضل أحمد بن علی بن حجر العسقلانی (المتوفی 852ھ)	دار المعرفة	//	1406ھ 1986م

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام المنّة	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانی (المتوفی 1420ھ-1999م)	دار الراية	الرياض السعودية	1417ھ
التمهيد	للإمام الحافظ أبی عمر یوسف بن عبداللّٰه ابن محمد بن عبدالبر النمری الأندلسی (368-463ھ)	مکتبة السوادی	جدة	1387ھ 1967م
تنویر المقباس	للإمام السید حبر الأمة عبداللّٰه بن عباس الهاشمی القرشی (المتوفی 68ھ)	مطبعة أمیر	قم إیران	
جامع الترمذی	للإمام الحافظ أبی عیسی محمد بن عیسی ابن سورة الترمذی (200-279ھ)	دار السلام	الرياض السعودية	1420ھ 1999م
جامع المسانيد والسنن	للإمام عماد الدين أبی الفداء إسماعيل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی الشافعی (700-774ھ)	دار الفکر	بیروت	
حلية الأولياء	للإمام الحافظ أبی نُعَیم أحمد بن عبداللّٰه الأصفهانی الشافعی (المتوفی 430ھ)	دار الکتب العلمية	بیروت لبنان	1418ھ 1997م
الدر المنثور فی التفسیر المأثور	للإمام جلال الدين عبدالرحمٰن بن أبی بکر السیوطی (المتوفی 911ھ)	دارالکتب العلمية	//	1421ھ 2000م
دلائل النبوة	لأبی بکر أحمد بن الحسین بن علی البیهقی (384-458ھ)	دار الکتب العلمية	//	1405ھ 1985م
الدِّیباج	للحافظ جلال الدين عبدالرحمٰن السیوطی (المتوفی 911ھ)	شرکة دار الأرقم بن أبی الأرقم	//	
الرحیق المختوم (اردو)	للشيخ صفی الرحمن مبارکفوری	المکتبة السلفية	لاهور پاکستان	1416ھ 1995م
روح المعانی	للعلامة أبی الفضل شهاب الدين السید محمود الألوسی البغدادی (المتوفی127ھ)	دار الفکر	بیروت لبنان	1417ھ 1997م
زاد المسیر	للإمام أبی الفَرَج جمال الدين عبدالرحمن ابن علی بن محمد الجوزی (المتوفی597ھ)	دار الکتب العلمية	//	1414ھ 1994م

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زاد المعاد	للإمام شمس الدين أبی عبداللّٰه محمد بن أبی بکر الزرعی الدمشقی المشهور بابن قیم الجوزیة (691-751ھ)	مؤسسة الرسالة	//	1415ھ 1995م
سلسلة الأحادیث الصحیحة	للشیخ محمد ناصر الدین الألبانی (المتوفی 1420ھ)	مکتبة المعارف	الریاض السعودیة	1415ھ 1995م
سلسلة الأحادیث الضعیفة	// // //	//	//	1420ھ 2000م
سنن الدارقطنی	للإمام الحافظ علی بن عمر الدارقطنی (المتوفی 385ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1417ھ 1996م
سنن الدارمی	للإمام أبی محمد عبداللّٰه بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بهرام التمیمی السمرقندی الدارمی (المتوفی 255ھ)	دار الکتب العلمیة	//	1417ھ 1996م
سنن أبی داود	للإمام الحافظ أبی داود سلیمان بن الأشعث السِجستانی (المتوفی 275ھ)	دار السلام	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
سنن سعید بن منصور	للحافظ سعید بن منصور الخراسانی (المتوفی 227ھ)	دار الصمیعی	//	1420ھ 2000م
السنن الکبریٰ	للإمام أبی بکر أحمد بن الحسین بن علی البیهقی (384-458ھ)	إدارة تألیفات أشرفیة	ملتان باکستان	1414ھ 1993م
السنن الکبریٰ	للإمام أبی عبدالرحمٰن أحمد بن شعیب النسائی (المتوفی 303ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1411ھ 1991م
سنن ابن ماجه	للإمام الحافظ أبی عبداللّٰه محمد بن یزید الربعی ابن ماجه القَزْوِینی (209-273ھ)	دار السلام	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
سنن النسائی	للإمام الحافظ أبی عبد الرحمٰن أحمد بن شعیب بن علی النسائی (215-303ھ)	دار السلام	//	1420ھ 1999م

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السيرة النبوية	لولی الدین أبی زید عبدالرحمٰن بن محمد ابن عبدالرحیم الحضرمی الأشبیلی المالکی المعروف بابن خلدون (723-808ھ)	مکتبة المعارف	//	1418ھ 1998م
السيرة النبوية	لأبی محمد عبدالملک بن ھشام بن أیوب الحِمْیَرِی (المتوفی 218ھ)	دار إحیاء التراث العربی	بیروت لبنان	1415ھ 1995م
شرح السنة	للإمام الحافظ مُحیی السنة أبی محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی (436-516ھ)	المکتب الإسلامی	بیروت	1403ھ 1983م
شرح معانی الآثار	لأبی جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوی (239-321ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت	1407ھ 1987م
شرح النووی	مُحیی الدین أبوزکریا یحیی بن شرف بن مری الحزامی الحواربی الشافعی (المتوفی 676ھ)	مؤسسة قرطبة	بیروت لبنان	1414ھ 1994م
شعب الإیمان	للإمام أبی بکر أحمد بن الحسین البیھقی (384-458ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1410ھ 1990م
صحیح البخاری	للإمام أبی عبداللّٰه محمد بن إسماعیل البخاری الجعفی (194-256ھ)	دار السلام	الریاض السعودیة	1419ھ 1999م
صحیح الترغیب والترھیب	للشیخ محمد ناصر الدین الألبانی (المتوفی 1420ھ-1999م)	مکتبة المعارف	الریاض	1421ھ 2000م
صحیح الجامع الصغیر وزیادته	للشیخ محمد ناصر الدین الألبانی (المتوفی 1420ھ-1999م)	المکتب الإسلامی	بیروت لبنان	1408ھ 1988م
صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان الفارسی	للإمام الحافظ محمد بن حبان بن أحمد بن حبان	مؤسسة الرسالة	//	1414ھ 1993م
صحیح ابن خزیمة	للإمام أبی بکر محمد بن إسحاق بن خزیمة السلمی النیسابوری (المتوفی 311ھ)	المکتب الإسلامی	//	1412ھ 1992م

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحيح سنن أبی داود	للإمام المحدث الشيخ محمد ناصر الدين الألبانی (المتوفى 1420ھ-1999م)	مؤسسة غراس	الكويت	1423ھ 2002م
صحيح مسلم	للإمام أبی الحسين مسلم بن الحجاج القشيری النيسابوری (204-261ھ)	دار السلام	الرياض السعودية	1419ھ 1998م
ضعيف الجامع الصغير وزيادته	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانی (المتوفى 1420ھ-1999م)	المكتب الإسلامی	بيروت لبنان	1410ھ 1990م
ضعيف سنن ابن ماجه	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانی (المتوفى 1420ھ-1999م)	//	//	1415ھ 1994م
الطبقات الكبرىٰ	للحافظ محمد بن سعد بن منيع (المتوفى 230ھ)	دار صادر	بيروت	1418ھ 1998م
عمدة القاری	للشيخ الإمام العلامة بدر الدين أبی محمد محمود بن أحمد العينی (المتوفى 855ھ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1418ھ 1998م
عون المعبود	للعلامة أبی الطيب محمد شمس الحق العظيم آبادی	دار الكتب العلمية	//	1410ھ 1990م
فتح الباری	للإمام الحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانی (773-852ھ)	دار نشر الكتب الإسلامية	لاهور پاكستان	1401ھ 1981م
فتح البيان	لأبی الطيب صديق بن حسن بن علی الحسينی القِنُّوجی البخاری (المتوفى 1307ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1420ھ 1999م
كتاب الزهد	للإمام الشيخ عبدالله بن المبارك المروزی (المتوفى 181ھ)	//	//	1419ھ 1998م
كتاب العرش	لأبی عبدالله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبی (المتوفى 748ھ)	مكتبة أضواء السلف ومكتبة الإمام البخاری	الرياض السعودية مصر	1420ھ 1999م
كتاب العظمة	لأبی محمد عبدالله بن محمد بن جعفر بن حيّان المعروف بأبي الشيخ (274-369ھ)	دار العاصمة	الرياض السعودية	1419ھ 1998م

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الكشاف	للإمام محمود بن عمر الزَّمَخْشری (المتوفی 528ھ)	دار الریان للتراث	القاھرة	1407ھ 1987م
کشف الأستار عن زوائد البزار	للحافظ نور الدین علی بن أبی بکر الھیثمی (735-807ھ)	مؤسسة الرسالة	بیروت لبنان	1399ھ 1979م
کشف الظنون	للمؤرخ الکامل مصطفی بن عبداللّٰہ المشھور بحاجی خلیفة (1017-1067ھ)	دار إحیاء التراث العربی	//	
اللآلئ المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة	للإمام جلال الدین أبی الفضل عبدالرحمٰن ابن الکمال السیوطی (849-911ھ)	دار الکتب العلمیة	//	1417ھ 1996م
مجمع الزوائد	للحافظ نور الدین علی بن أبی بکر الھیثمی (المتوفی 807ھ)	دار الفکر	//	1414ھ 1994م
مجموعة الفتاوی	لشیخ الإسلام تقی الدین أحمد ابن تیمیة الحَرَّانی (المتوفی 728ھ)	مکتبة العبیکان	الریاض السعودیة	1419ھ 1998م
مختصر زوائد مسند البزار	للحافظ شھاب الدین أبی الفضل أحمد بن حجر العسقلانی (المتوفی 852ھ)	مؤسسة الکتب الثقافیة	بیروت لبنان	1412ھ 1992م
مختصر سنن أبی داود	عبدالعظیم بن عبدالقوی بن عبداللّٰہ بن سلامة بن سعد زکی الدین أبومحمد المنذری الشامی المصری (المتوفی 656ھ)	مکتبة السنة المحمدیة مکتبة ابن تیمیة	القاھرة	1423ھ 2002م
مختصر قیام اللیل	للشیخ أبی عبداللّٰہ محمد بن نصر المروزی (المتوفی 294ھ)	مکتبة المنار	الأُردُن	1413ھ 1993م
المراسیل	للإمام الحافظ أبی داود سلیمان بن الأشعث السجستانی (المتوفی 275ھ)	مؤسسة الرسالة	بیروت لبنان	1418ھ 1998م
المستدرك	للإمام أبی عبداللّٰہ محمد بن عبداللّٰہ الحاکم النیسابوری (المتوفی 405ھ)	مکتبة نزار مصطفی الباز	مکة المکرمة السعودیة	1420ھ 2000م
مسند أحمد (طبع میمنیة)	للإمام الحافظ أبی عبداللّٰہ أحمد بن محمد ابن حنبل الشیبانی البغدادی (164-241ھ)	المکتب الإسلامی	بیروت دمشق	1403ھ 1983م

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسند أحمد (مجلد واحد)	للإمام الحافظ أبي عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل الشَّيُباني البغدادی (164-241ھ)	بيت الأفكار الدولية	الرياض السعودية	1419ھ 1998م
مسند أبی داود الطَّیالِسی	لسليمان بن داود بن الجارود (المتوفى 204ھ)	هجر	أمبابة	1419ھ 1999م
المسند الضعيف	للإمام أبي جعفر محمد بن عمرو بن وهبی بن حماد العقيلی (المتوفى 322ھ)	مكتبة نزار مصطفى الباز	مكة المكرمة السعودية	1422ھ 2001م
مسند أبی عوانة	للإمام أبی عوانة يعقوب بن إسحاق الأسفرائينی (المتوفى 316ھ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	1419ھ 1998م
مسند أبی يعلى المَوصلی	للإمام الحافظ أحمد بن علی بن المثنى التمِيمی (210-307ھ)	دار الثقافة العربية	بيروت دمشق	1412ھ 1992م
المصنف	للإمام الحافظ أبی بكر عبدالله بن محمد بن أبی شيبة (المتوفى 235ھ)	دار الكتب العلمية	//	1416ھ 1995م
المصنف	للحافظ الكبير أبی بكر عبدالرزاق بن همام الصنعانی (المتوفى 211ھ)	المكتب الإسلامی	//	1403ھ 1983م
المطالب العالية	للحافظ ابن حجر أحمد بن علی العسقلانی (773-852ھ)	دار المعرفة	//	1414ھ 1993م
معجم البلدان	للإمام شهاب الدين أبی عبدالله ياقوت بن عبدالله الحموی الرومی البغدادی (المتوفى 626ھ)	دار صادر	//	1993م
معجم الصحابة	لأبی القاسم عبدالله بن محمد بن عبدالعزيز البغوی (المتوفى 773ھ)	مكتبة دار البيان	دولة الكويت	1421ھ 2000م
المعجم الكبير	للحافظ أبی القاسم سليمان بن أحمد الطبرانی (260-360ھ)	مطبعة الزهراء الحديثية	موصل	1420ھ 2000م
معجم ما استعجم	لعبدالله بن عبدالعزيز البكری الأندلسی (المتوفى 487ھ)	عالم الكتب	بيروت	1403ھ 1983م
المغنی	للإمام موفق الدين أبی محمد عبدالله بن أحمد بن قدامة (المتوفى 620ھ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1414ھ 1994م

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منهاج السنة النبوية	لأبی العباس تقی الدین أحمد بن عبدالحلیم ابن تیمیة الحرانی الدمشقی (المتوفی 728ھ)	دار المعرفة	//	1406ھ 1986م
الموسوعة الحدیثیة (مسند الإمام أحمد)	للجماعة من العلماء، تحت إشراف عبداللّٰه ابن عبدالمحسن الترکی	مؤسسة الرسالة	//	1420ھ 1999م
النجوم الزاهرة فی ملوك مصر والقاهرة	لجمال الدین أبی المحاسن یوسف بن تغری بُردی (813-874ھ)	وزارة الثقافة	مصر	
هدایة الرواة	للحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانی (المتوفی 852ھ)	دار ابن القیم ودار ابن عفان	القاهرة	1422ھ 2001م

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ